اِقبال

عروج کا دَور

۱۹۲۳ء سے ۱۹۳۰ء تک

خرم علی شفیق

اقبال اکادمی پاکستان

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اقبال اکادمی پاکستان
© خرم علی شفیق
(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(اقبال)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(اقبال)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

پہلی بات

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

پہلی بات

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

فہرس

ہر اِک مقام سے آگے گزر گیا مہِ نَو

باب۱	سرکار کی دہلیز
باب۲	نئے انسان کی دنیا
باب۳	[بانگِ درا تک]
باب۴	[خطبۂ اجتہاد لاہور تک]
باب۵	[الیکشن لڑنے کے اعلان تک]
باب۶	[اسمبلی کے افتتاح تک]
باب۷	پُراَسرار باغ
باب۸	شہید کی قبر
باب۹	خدا کا شہر

حاشیے

کتابیں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب ۱

سرکار کی دہلیز

جنوری سے مئی ۱۹۲۳ء

☆

یکم جنوری ۱۹۲۳ء کو برطانوی حکومتِ ہند کی طرف سے خطابات کا اعلان ہوا۔ اقبال کو "سر" کا خطاب ملا تھا۔

☆

۴ جنوری۔ مکتوب بنام نیرنگ

۶ جنوری۔ مکتوب بنام عبدالماجد دریابادی

☆

۷ جنوری کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ اقبال کی علمی صلاحیتوں کی تعریف اور سر کا خطاب ملنے پر مبارکباد کی قرارداد منظور ہوئی۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

۷ جنوری۔ مکتوب بنام گرامی

۲۴ جنوری۔ مکتوب بنام کشن پرشاد

۲۸ جنوری۔ مکتوب بنام عبدالواحد منگلوری

☆

محمد دین فوق نے چودھری محمد حسین کے قلم سے نکلا ہوا اقبال کے مضمون کا ترجمہ پمفلٹ کی صورت میں شائع

(c) 2014, Iqbal Academy, Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کردیا۔ جب زمیندار میں شائع ہوا تھا اصل انگریزی مضمون کی رعایت سے اس کا عنوان 'اسلام میں سیاست' تھا مگر فوق نے موجودہ حالات کی مطابقت سے اِسے ایک نیا عنوان دیا: خلافتِ اسلامیہ۔ مضمون کے آخر میں دریوزۂ خلافت والے اشعار بھی 'حکومت وخلافت' لے عنوان سے شامل تھے۔

☆

اقبال کے لیے علامہ کا لقب کم سے کم پچھلے چھ سات برس سے استعمال ہورہا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں مولانا ظفر علی خاں نے ستارۂ صبح میں استعمال کیا تھا۔ پھر مولانا تاجور نجیب آبادی نے مخزن میں استعمال کیا۔ اب حکومت کی طرف سے سر کا خطاب ملنے پر انگریزی میں انہیں "ڈاکٹر سر محمد اقبال" لکھا جانے لگا (یا بعض اوقات انگریزی قاعدے کے مطابق صرف "سر محمد" کیونکہ انگریزی رواج کے مطابق سر کے خطاب کے ساتھ عموماً صرف نام کا پہلا حصہ بولا جاتا تھا)۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ ہی مقامی لوگوں اور بالخصوص مسلمان عوام میں وہ "علامہ اقبال" کہلانے لگے۔

☆

کوئی شخص اپنے مقدمے کی پیروی کروانے آیا۔ علامہ اقبال کو مقدمے میں جان نظر نہ آئی۔ اُس کے اِصرار کے باوجود اِنکار کرتے رہے کہ حرام کمائی کے قائل نہیں۔ کافی بحث کے بعد وہ ناراض ہوکر چلا گیا۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۴۶۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک کے حوالے سے روایت کیا۔

☆

۸ فروری۔ مکتوب بنام عبدالواحد منگلوری

۱۸ فروری۔ مکتوب بنام صغرا ہمایوں مرزا

☆

۲۰ فروری کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کو جنرل کونسل کا رُکن بنایا گیا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کی اورینٹل اور آرٹس فیکلٹیز کے فیلو تھے۔ یونیورسٹی کے پروفیسروں کے تقرر کے لیے پرفیسر شپ کمیٹی مقرر کی جاتی تھی۔ اس برس اُس میں شامل ہوئے۔ ۲۲ فروری کے پنجاب گزٹ کے صفحہ ۴۳-۴۴ پر شائع ہوا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۲۵

☆

۲۳ فروری۔ مکتوب بنام گرامی

۴ مارچ۔ مکتوب بنام فوق

۸ مارچ۔ مکتوب بنام گرامی

۱۲ مارچ۔ مکتوب بنام نیاز الدین خاں

مارچ۔ مکتوب بنام شیخ مبارک علی

مارچ۔ مکتوب بنام شیخ مبارک علی

۱۹ مارچ۔ مکتوب بنام کشن پرشاد

☆

اقبال نے کسی نومسلم انگریز ادیب اور اُن کی بیگم کو کھانے پر بلایا۔ بیگم اگرچہ انگریز تھیں مگر اُردو بول سکتی تھیں۔ گھر کے زنانے حصے میں سردار بیگم سے ملنے بھی گئیں۔ وسیمہ مبارک کو دیکھ کر پوچھا، ''یہ آپ کی بیٹی ہیں نا؟'' سردار بیگم نے اثبات میں جواب دیا تو کہنے لگیں کہ شکل ہی سے پہچان لیا تھا۔ چنانچہ وسیمہ کو قریب بٹھا کر پیار کرتی رہیں اور جا کر اقبال سے بھی کہا کہ صاحبزادی ہوبہو آپ پر گئی ہے۔ نہیں معلوم اقبال نے اُن کی غلط فہمی دُور کی یا نہیں لیکن جب اندر آئے تو وسیمہ سے کہا، ''سیما! تم نے ان محترمہ پر کیا جادُو کر دیا تھا...''

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۷۱۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک کے حوالے سے روایت

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کیا۔ واقعے کے وقت وسیمہ مبارک کی عمر گیارہ بارہ برس تھی۔

☆

۲۴ مارچ کو ٹائم میگزین کے سرورق پر مصطفیٰ کمال پاشا کی تصویر شائع ہوئی۔ مقالے کا عنوان تھا، ''ترک کہاں اپنا مالک ہے؟'' (Where is a Turk his own master)

☆

۲۶ مارچ کو شام پانچ بجے پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ کا اجلاس وائس چانسلر سر جوہن مینارڈ کی صدارت میں ہوا۔ سینٹ کے ساتھ ارکان اکیڈمک کونسل کے لیے نامزد کیے گئے۔ ان میں علامہ اقبال کا نام شامل تھا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۲۵-۱۲۴

☆

طلوعِ اسلام

دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی
افق سے آفتاب ابھرا، گیا دورِ گراں خوابی
عروقِ مردۂ مشرق میں خونِ زندگی دوڑا
سمجھ سکتے نہیں اس راز کو سینا و فارابی
مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی
عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہن ہندی، نطق اعرابی
اثر کچھ خواب کا غنچوں میں باقی ہے تو اے بلبل!
''نوا را تلخ تر می زن چو ذوقِ نغمہ کم یابی''
تڑپ صحنِ چمن میں، آشیاں میں، شاخساروں میں
جدا پارے سے ہو سکتی نہیں تقدیر سیمابی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

وہ چشمِ پاک بیں کیوں زینت برگستواں دیکھے
نظر آتی ہے جس کو مردِ غازی کی جگر تابی

ضمیر لالہ میں روشن چراغِ آرزو کر دے
چمن کے ذرّے ذرّے کو شہید جستجو کر دے

سرشک چشم مسلم میں ہے نیساں کا اثر پیدا
خلیل اللہؑ کے دریا میں ہوں گے پھر گہر پیدا
کتابِ ملت بیضا کی پھر شیرازہ بندی ہے
یہ شاخِ ہاشمی کرنے کو ہے پھر برگ و بر پیدا
ربود آں ترکِ شیرازی دلِ تبریز و کابل را
صبا کرتی ہے بوئے گل سے اپنا ہم سفر پیدا
اگر عثمانیوں پر کوہِ غم ٹوٹا تو کیا غم ہے
کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا
جہاں بانی سے ہے دشوار تر کارِ جہاں بینی
جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا
ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا
نوا پیرا ہو اے بلبل کہ ہو تیرے ترنم سے
کبوتر کے تن نازک میں شاہیں کا جگر پیدا

ترے سینے میں ہے پوشیدہ رازِ زندگی کہہ دے
مسلماں سے حدیث سوز و سازِ زندگی کہہ دے

خدائے لم یزل کا دست قدرت تو، زباں تو ہے
یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہوں، وہ کارواں تو ہے
مکاں فانی، مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا
خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حنابندِ عروسِ لالہ ہے خونِ جگر تیرا
تری نسبت براہیمی ہے، معمارِ جہاں تو ہے
تری فطرت امیں ہے ممکناتِ زندگانی کی
جہاں کے جوہر مضمر کا گویا امتحاں تو ہے
جہانِ آب و گل سے عالم جاوید کی خاطر
نبوت ساتھ جس کو لے گئی وہ ارمغاں تو ہے
یہ نکتہ سرگزشت ملت بیضا سے ہے پیدا
کہ اقوامِ زمین ایشیا کا پاسباں تو ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

یہی مقصودِ فطرت ہے، یہی رمز مسلمانی
اخوت کی جہاں گیری، محبت کی فراوانی
بتانِ رنگ وخوں کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی
میانِ شاخساراں صحبت مرغ چمن کب تک!
ترے بازو میں ہے پروازِ شاہین قہستانی
گمان آبادِ ہستی میں یقیں مردِ مسلماں کا
بیاباں کی شب تاریک میں قندیل رہبانی
مٹایا قیصر و کسریٰ کے استبداد کو جس نے
وہ کیا تھا، زورِ حیدرؓ، فقر بوذرؓ، صدقِ سلمانیؓ
ہوئے احرارِ ملت جادہ پیما کس تجمل سے
تماشائی شگافِ در سے ہیں صدیوں کے زندانی
ثباتِ زندگی ایمانِ محکم سے ہے دنیا میں
کہ المانی سے بھی پائندہ تر نکلا ہے تورانی

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

(c) 2014, Iqbal Academy, Pakistan (www.allamaiqbal.com)

غلامی میں نہ کام آتی ہیں شمشیریں نہ تدبیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زور بازو کا!
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
ولایت، پادشاہی، علم اشیا کی جہاں گیری
یہ سب کیا ہیں، فقط اک نکتۂ ایماں کی تفسیریں
براہیمی نظر پیدا مگر مشکل سے ہوتی ہے
ہوس چھپ چھپ کے سینوں میں بنا لیتی ہے تصویریں
تمیز بندہ و آقا فسادِ آدمیّت ہے
حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں
حقیقت ایک ہے ہر شے کی، خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں
یقیں محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

چہ باید مرد را طبع بلندے، مشرب نابے
دلِ گرمے، نگاہِ پاک بینے، جانِ بیتابے

عقابی شان سے جھپٹے تھے جو، بے بال و پر نکلے
ستارے شام کے خونِ شفق میں ڈوب کر نکلے
ہوئے مدفونِ دریا زیر دریا تیرنے والے
طمانچے موج کے کھاتے تھے جو، بن کر گہر نکلے
غبارِ رہ گزر ہیں، کیمیا پر ناز تھا جن کو
جبینیں خاک پر رکھتے تھے جو، اکسیر گر نکلے
ہمارا نرم رو قاصد پیامِ زندگی لایا
خبر دیتی تھیں جن کو بجلیاں وہ بے خبر نکلے
حرم رسوا ہوا پیر حرم کی کم نگاہی سے
جوانانِ تتاری کس قدر صاحب نظر نکلے

(c) 2014, Iqbal Academy, Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زمیں سے نوریانِ آسماں پرواز کہتے تھے
یہ خاکی زندہ تر، پائندہ تر، تابندہ تر نکلے
جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

یقیں افراد کا سرمایۂ تعمیر ملت ہے
یہی قوت ہے جو صورت گر تقدیر ملت ہے

تو رازِ کن فکاں ہے، اپنی انکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا راز داں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا
ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا
یہ ہندی، وہ خراسانی، یہ افغانی، وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل! اچھل کر بے کراں ہو جا
غبار آلودۂ رنگ ونسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم! اڑنے سے پہلے پرفشاں ہو جا
خودی میں ڈوب جا غافل! یہ سرِ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا
مصافِ زندگی میں سیرتِ فولاد پیدا کر
شبستانِ محبت میں حریر و پرنیاں ہو جا
گزر جا بن کے سیل تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

ابھی تک آدمی صید زبونِ شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوعِ انساں کا شکاری ہے
نظر کو خیرہ کرتی ہے چمک تہذیب حاضر کی
یہ صناعی مگر جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

وہ حکمت ناز تھا جس پر خردمندانِ مغرب کو
ہوس کے پنجۂ خونیں میں تیغ کارزاری ہے
تدبر کی فسوں کاری سے محکم ہو نہیں سکتا
جہاں میں جس تمدن کی بنا سرمایہ داری ہے
عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی، جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے
خروش آموزِ بلبل ہو، گرہ غنچے کی وا کر دے
کہ تو اس گلستاں کے واسطے بادِ بہاری ہے
پھر اٹھی ایشیا کے دل سے چنگاری محبت کی
زمیں جولاں گہ اطلس قبایانِ تتاری ہے

بیا پیدا خریدارست جانِ ناتوانے را
''پس از مدت گذار افتاد بر ما کاروانے را''

بیا ساقی نوائے مرغِ زار از شاخسار آمد
بہار آمد نگار آمد، نگار آمد قرار آمد
کشید ابر بہاری خیمہ اندر وادی و صحرا
صدائے آبشاراں از فرازِ کوہسار آمد
سرت گردم تو ہم قانونِ پیشیں ساز دہ ساقی
کہ خیل نغمہ پردازاں قطار اندر قطار آمد
کنار از زاہداں برگیر و بیباکانہ ساغر کش
پس از مدت ازیں شاخِ کہن بانگ ہزار آمد
بہ مشتاقاں حدیث خواجۂ بدر و حنین آور
تصرف ہائے پنہانش بچشمم آشکار آمد
دگر شاخِ خلیلؑ از خونِ ما نم ناک می گردد
ببازارِ محبت نقد ما کامل عیار آمد
سر خاکِ شہیدے برگہائے لالہ می پاشم
کہ خونش با نہالِ ملت ما سازگار آمد

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

''بیا تا گل بیفشانیم و مے در ساغر اندازیم
فلک را سقف بشگافیم و طرحِ دیگر اندازیم''

بانگِ درا

☆

انجمن حمایت اسلام کا اڑتیسواں سالانہ جلسہ ۲۹ مارچ سے ۳۱ مارچ تک ہوا۔ آخری اجلاس علامہ اقبال کی نظم 'طلوعِ اسلام' کے لیے مخصوص تھا۔ تلاوتِ قرآن پاک کے بعد ترنم سے سنائی۔

شاہد ص ۸۹-۸۸

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب۲

نئے انسان کی دنیا

مارچ سے مئی ۱۹۲۳ء

☆

۶اپریل۔مکتوب بنام مہجور کاشمیری

۱۶اپریل۔مکتوب بنام فیض محمد

۱۷اپریل۔مکتوب بنام عبدالماجد دریابادی

☆

پیامِ مشرق کا دیباچہ مکمل ہوا۔ پانچ موضوعات کا احاطہ کرتا تھا:

۱　فارسی ادب نے جرمن ادب پر گہرے نقوش مرتب کیے اور گوئٹے کا مغربی دیوان اس بات کا ثبوت ہے مگر گوئٹے نے مشرقی اثرات قبول کرتے ہوئے اپنی مغربیت کو ہاتھ سے نہ جانے دیا (غالباً علامہ کے نزدیک یہ گوئٹے کی بڑائی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ اسی طرح مشرقی ادیب بھی مغربی علوم سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے معاشرے کے وفادار رہیں)

۲　ایک نیا انسان اور اُس کے رہنے کے لیے ایک نئی دنیا وجود میں آ رہی ہے لیکن مغرب اپنی قدامت پسندی کی وجہ سے اس کا ادراک کرنے میں نہ صرف ناکام رہے گا بلکہ مغربی دانشوری اب اُس ''عجمیت'' کی مبلغ بنے گی جسے ابھی تک زوال پذیر مشرق کے ساتھ منسوب کیا جاتا رہا ہے

۳　مشرق کو روایت پرستی اور مغرب پرستی دونوں سے آزاد ہو کر وہ نئے تصورات دریافت کرنے چاہئیں جو مشرق کے جدید معاشرے کے ضمیر میں تشکیل پا چکے ہوں کیونکہ انہی میں ''نئے انسان'' کے ظہور کا زیادہ امکان ہے۔ امریکہ مغربی تہذیب میں ایک ایسا عنصر ہے جس میں نئے رجحانات قبول کرنے کا مادہ ہے (یہ کہہ کر علامہ غالباً اس بات کی طرف اشارہ کر رہے تھے کہ امریکہ کا اپنا مستقبل

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اِس پر منحصر ہے کہ وہ نئے مشرق کے اثرات قبول کر کے نئے انسان کو ظہور میں لانے میں مددگار بنتا ہے یا یورپ کی قدامت پسندی اور روایت پرستی کی طرف مائل ہو کر خود بھی یورپ کے ساتھ زوال کے آغوش میں چلا جاتا ہے)۔

۴ افغانستان کی نئی زندگی معنی خیز ہے (ایشیا بلکہ شاید پوری دنیا کے لیے)۔ چنانچہ کتاب کا انتساب امیر اَمان اللہ والیٔ افغانستان کے نام کیا جا رہا ہے۔

۵ اقبال کے دوست اور مددگار چودھری محمد حسین اِس کتاب کے ذریعے متعارف کروائے جا رہے ہیں۔ ان کی مدد کے بغیر یہ کتاب شاید اتنی آسانی سے تیار نہ ہوتی۔

اس طرح پیامِ مشرق کے دیباچے میں علامہ نے اُس دنیا کا تعارف کروا دیا جو آیندہ وجود میں آنے والی تھی۔ اپنے جانشین چودھری محمد حسین کو بھی متعارف کروا دیا جنھیں تقدیر نے آگے چل کر علامہ کے مادی، علمی، ادبی، فکری اور روحانی ورثے کا امین اور نگہبان بنانا تھا۔

پیامِ مشرق

دیباچہ

''پیامِ مشرق'' کی تصنیف کا محرک جرمن ''حکیمِ حیات'' گوئٹے کا ''مغربی دیوان'' ہے جس کی نسبت جرمنی کا اسرائیلی شاعر ہائنا لکھتا ہے۔

> ''یہ ایک گلدستۂ عقیدت ہے جو مغرب نے مشرق کو بھیجا ہے...... اس دیوان سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ مغرب اپنی کمزور اور سرد روحانیت سے بیزار ہو کر مشرق کے سینے سے حرارت کا متلاشی ہے۔''

گوئٹے کا یہ مجموعۂ اشعار جو اس کی بہترین تصانیف سے ہے اور جس کو اس نے خود ''دیوان'' کے نام سے موسوم کیا ہے کن اثرات کا نتیجہ تھا اور کن حالات میں لکھا گیا اس سوال کا جواب دینے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مختصر طور پر اس تحریک کا ذکر کیا جائے جس کو آلمانوی ادبیات کی تاریخ میں ''تحریکِ مشرقی'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ میرا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

قصد تھا کہ اس دیباچے میں تحریک مذکور پر کسی قدر تفصیل سے بحث کروں گا مگر افسوس ہے کہ بہت سا مواد جو اس کے لیے ضروری تھا ہندوستان میں دستیاب نہ ہو سکا۔ پال ہورن، تاریخ ادبیات ایران کے مصنف نے اپنے ایک مضمون میں اس امر پر بحث کی ہے کہ گوئٹے کس حد تک شعرائے فارس کا ممنون ہے۔ لیکن رسالہ ناروانڈ سود کا وہ نمبر جس میں مضمون مذکور شائع ہوا تھا نہ ہندوستان کے کسی کتب خانے سے مل سکا نہ جرمنی سے۔ مجبوراً اس دیباچے کی تالیف میں کچھ تو گذشتہ مطالعے کی یادداشت پر بھروسہ کرتا ہوں اور کچھ مسٹر چارلس ریمی کے مختصر مگر نہایت مفید اور کار آمد رسالے پر جو انہوں نے اس موضوع پر لکھا ہے۔

ابتدائے شباب ہی سے گوئٹے کی ہمہ گیر طبیعت مشرقی تخیلات کی طرف مائل تھی۔ سٹراس برگ میں جہاں وہ قانون کے مطالعے میں مصروف تھا۔ اس کی ملاقات جرمن لٹریچر کی مشہور اور قابل احترام شخصیت ہرڈر سے ہوئی جس کی صحبت کے اثرات کو گوئٹے نے خود اپنے سوانح میں تسلیم کیا ہے۔ ہرڈر فارسی نہ جانتا تھا لیکن چونکہ اخلاقی رنگ اس کی طبیعت پر غالب تھا اس لیے سعدی کی تصانیف سے اسے نہایت گہری دلچسپی تھی۔ چنانچہ ''گلستان'' کے بعض حصوں کا اس نے جرمن زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ خواجہ حافظ کے رنگ سے اسے چنداں لگاؤ نہ تھا۔ اپنے معاصرین کو سعدی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتا ہے ''حافظ'' کے رنگ میں ہم بہت کچھ نغمہ سرائی کر چکے۔ اس وقت سعدی کے تلمذ کی ضرورت ہے۔'' لیکن باوجود اس دلچسپی کے جو ہرڈر کو مشرقی لٹریچر سے تھی اس کے اپنے اشعار اور دیگر تصانیف پر مشرقی لٹریچر کا کوئی اثر معلوم نہیں ہوتا۔ علی ہذالقیاس گوئٹے کا دوسرا معاصر شلر بھی جو مشرقی تحریک کے آغاز سے پہلے ہی مر چکا تھا مشرقی اثرات سے آزاد ہے۔ گو اس بات کو فراموش نہ کرنا چاہیے کہ اس کے ڈراما ''توران دخت'' کا پلاٹ مولانا نظامی کے افسانہ دختر پادشاہ اقلیم چہارم (ہفت پیکر) سے لیا گیا ہے۔ جس کا آغاز مولانا کے اس شعر سے کیا ہے۔

''گفت کز جملۂ ولایت روس
بود شہرے بہ نیکوئی چو عروس''

۱۸۱۲ء میں فان ہیمر نے خواجہ حافظ کے دیوان کا پورا ترجمہ شائع کیا اور اسی ترجمے کی اشاعت سے جرمن ادبیات میں مشرقی تحریک کا آغاز ہوا۔ گوئٹے کی عمر اس وقت ۶۵ سال کی تھی اور یہ وہ زمانہ تھا جب کہ جرمن قوم کا انحطاط ہر پہلو سے انتہا تک پہنچ چکا تھا۔ ملک کی سیاسی تحریکوں میں عملی حصہ لینے کے لیے گوئٹے کی فطرت موزوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نہ تھی اور یورپ کی عام ہنگامہ آرائیوں سے بیزار ہو کر اس کی بے تاب اور بلند پرواز روح نے مشرقی فضا کے امن و سکون میں اپنے لیے ایک نشیمن تلاش کر لیا۔ حافظ کے ترنم نے اس کے تخیلات میں ایک ہیجان عظیم برپا کر دیا۔ جس نے آخر کار ''مغربی دیوان'' کی ایک پائیدار اور مستقل صورت اختیار کر لی۔ مگر فان ہیمر کا ترجمہ گوئٹے کے لیے محض ایک محرک ہی نہ تھا بلکہ اس کے عجیب و غریب تخیلات کا ماخذ بھی تھا۔ بعض بعض جگہ اس کی نظم خواجہ کے اشعار کا آزاد ترجمہ معلوم ہوتی ہے اور بعض جگہ اس کی قوت تخیل کسی خاص مصرع کے اثر سے ایک نئی شاہراہ پر پڑ کر زندگی کے نہایت دقیق اور گہرے مسائل پر روشنی ڈالتی ہے۔ گوئٹے کا مشہور سوانح نگار بیل سوشکی لکھتا ہے۔

> ''بلبل شیراز کی نغمہ پردازیوں میں گوئٹے کو اپنی ہی تصویر نظر آتی تھی۔ اس کو کبھی کبھی یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ شاید میری روح ہی حافظ کے پیکر میں رہ کر مشرق کی سرزمین میں زندگی بسر کر رہی ہے۔ وہی زمینی مسرت، وہی آسمانی محبت، وہی سادگی، وہی عمق، وہی جوش و حرارت، وہی وسعت مشرب، وہی کشادہ دلی اور وہی قیود و رسول سے آزادی! غرضکہ ہر بات میں ہم اسے حافظ کا مثیل پاتے ہیں۔ جس طرح حافظ لسان الغیب و ترجمان اسرار ہے اسی طرح گوئٹے کے بیساختہ پن میں بھی حقائق و اسرار جلوہ افروز ہیں۔ دونوں نے امیر و غریب سے خراج تحسین وصول کیا۔ دونوں نے اپنے اپنے وقت کے عظیم الشان فاتحوں کو اپنے شخصیت سے متاثر کیا (یعنی حافظ نے تیمور کو اور گوئٹے نے نپولین کو) اور دونوں عام تباہی اور بربادی کے زمانے میں طبیعت کے اندرونی اطمینان و سکون کو محفوظ رکھ کر اپنی قدیم ترنم ریزی جاری رکھنے میں کامیاب رہے۔'' [حاشیہ از اقبال: ''خواجہ حافظ اور تیمور کی ملاقات کی روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی کیونکہ خواجہ کا انتقال تیموری فتح شیراز سے پہلے کر چکی ہے۔'']

خواجہ حافظ کے علاوہ گوئٹے اپنے تخیلات میں شیخ عطار۔ سعدی۔ فردوسی اور عام اسلامی لٹریچر کا بھی ممنون احسان ہے۔ ایک آدھ جگہ ردیف کی قید سے غزل بھی لکھی ہے۔ اپنی زبان میں فارسی استعارات بھی (مثلاً ''گوہر اشعار'' ''تیر مژگان'' ''زلف گرہ گیر'') بے تکلف استعمال کرتا ہے بلکہ فارسیت کے جوش میں امرد پرستی کی طرف اشارات کرنے سے بھی احتراز نہیں کرتا۔ دیوان کے مختلف حصوں کے نام بھی فارسی ہیں۔ مثلاً مغنی نامہ۔ ساقی نامہ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۔عشق نامہ۔ تیمور نامہ۔ حکمت نامہ وغیرہ۔ باوجود ان سب باتوں کے گوئٹے کسی فارسی شاعر کا مقلد نہیں۔ اور اس کی شاعرانہ فطرت قطعاً آزاد ہے۔ مشرق کے لالہ زاروں میں اس کی نوا پیرائی محض عارضی ہے۔ وہ اپنی مغربیت کو کبھی ہاتھ سے نہیں دیتا اور اس کی نگاہ صرف انہی مشرقی حقائق پر پڑتی ہے جن کو اس کی مغربی فطرت جذب کر سکتی ہے۔ عجمی تصوف سے اسے مطلق دلچسپی نہ تھی اور گو اسے یہ بات معلوم تھی کہ مشرق میں خواجہ حافظ کے اشعار کی تفسیر تصوف کے نقطۂ نگاہ سے کی جاتی ہے۔ وہ خود تغزل محض کا دلدادہ تھا اور کلام حافظ کی صوفی تعبیر سے اسے کوئی ہمدردی نہ تھی۔ مولانا روم کے فلسفیانہ حقایق و معارف اس کے نزدیک مبہم تھے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس نے رومی کے کلام پر غائر نگاہ نہیں ڈالی کیونکہ جو شخص سپونوز (ہالینڈ کا ایک فلسفی جو مسئلۂ وحدت الوجود کا قائل تھا) کا مداح ہو اور جس نے برونو (اٹلی کا ایک وجودی فلسفی) کی حمایت میں قلم اٹھایا ہو اس سے ممکن نہیں کہ رومی کا معترف نہ ہو۔

غرضکہ ''مغربی دیوان'' کی وساطت سے گوئٹے نے جرمن ادبیات میں عجمی روح پیدا کرنے کی کوشش کی۔ بعد کے شعرا پلاٹن، روکرٹ اور بوڈن سٹاٹ نے اس مشرقی تحریک کو جس کا آغاز گوئٹے کے دیوان سے ہوا، تکمیل تک پہنچایا۔ پلاٹن نے ادبی اغراض کے لیے فارسی زبان سیکھی۔ قافیہ ردیف بلکہ ایرانی عروض کے قواعد کی پابندی سے غزلیں لکھیں۔ رباعیاں لکھیں اور نپولین پر ایک قصیدہ بھی لکھا۔ گوئٹے کی طرح فارسی استعارات مثلاً ''عروس گل'' ''زلف مشکین''۔ ''لالہ عذار'' کو یہ بھی بے تکلف استعمال کرتا ہے اور تغزل محض کا دلدادہ ہے۔ روکرٹ عربی۔ فارسی۔ سنسکرت تینوں مشرقی زبانوں کا ماہر تھا۔ اس کی نگاہ میں فلسفۂ رومی کی بڑی وقعت تھی اور اس کی ''غزلیات'' زیادہ تر مولانا روم ہی کی تقلید میں لکھی گئی ہیں۔ چونکہ السنہ مشرقیہ کا عالم تھا اس لیے اس کی مشرقی نظم کے مواخذ بھی وسیع تر تھے۔ مخزن الاسرار نظامی۔ بہارستان جامی۔ کلیات امیر خسرو۔ گلستان سعدی۔ مناقب العارفین۔ عیار دانش۔ منطق الطیر۔ ہفت قلزم وغیرہ جہاں جہاں سے حکمت کے موتی ملتے ہیں رول لیتا ہے۔ بلکہ اسلام سے پہلے کی ایرانی روایات و حکایات سے بھی اپنے کلام کو زینت دیتا ہے۔ اسلامی تاریخ کے بعض واقعات بھی اس نے خوب نظم کئے ہیں۔ مثلاً محمود غزنوی کی موت۔ محمود کا حملۂ سومنات۔ سلطانہ رضیہ وغیرہ۔ گوئٹے کے بعد مشرقی رنگ کا سب سے زیادہ مقبول شاعر بوڈن سٹاٹ ہے جس نے اپنی نظموں کو مرزا شفیع کے فرضی نام سے شائع کیا۔ یہ چھوٹا سا مجموعہ اس قدر مقبول ہوا کہ تھوڑی ہی مدت میں ۱۴۰ دفعہ شائع ہوا۔ اس شاعر نے عجمی روح کو اس خوبی سے جذب کیا ہے کہ جرمنی میں مرزا شفیع کے اشعار کو لوگ دیر تک فارسی نظم کا ترجمہ تصور کرتے رہے۔ بوڈن سٹاٹ نے امیر معزی اور

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

انوری سے بھی استفادہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں میں نے گوئٹے کے مشہور معاصر ہائنا کا ذکر ارادتاً نہیں کیا۔ اگرچہ اس کے مجموعۂ اشعار موسوم بہ ''اشعار تازہ'' میں عجمی اثر نمایاں ہے اور محمود و فردوسی کے قصے کو بھی اس نے نہایت خوبی سے نظم کیا ہے تاہم بحیثیت مجموعی مشرقی تحریک سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور اس کی رائے میں گوئٹے ''مغربی دیوان'' کے سوائے جرمن شعرا کا مشرقی کلام کوئی بڑی وقعت نہیں رکھتا۔ لیکن عجمی جادو کی گرفت سے جرمنی کے اس آزادہ رو شاعر کا دل بھی بچ نہ سکا۔ چنانچہ ایک مقام پر اپنے آپ کو عالم خیال میں ایک ایرانی شاعر تصور کرتے ہوئے جس کی جرمنی میں جلاوطن کر دیا گیا ہو، لکھتا ہے۔

''اے فردوسی! اے جامی! اے سعدی! تمہارا بھائی زندان غم میں اسیر، شیراز کے پھولوں کے لیے تڑپ رہا ہے۔''

کم درجے کے شعرا میں خواجہ حافظ کا مقلد دومر۔ ہرمن سٹال۔ لوشکے۔ سٹاگ لٹز۔ لنٹ ہولڈ اور فان شاک بھی قابل ذکر ہیں۔ مؤخر الذکر علمی دنیا میں اونچا پایہ رکھتا تھا اس کی نظمیں قصۂ خیال اثر زیادہ نمایاں ہے۔ لیکن مشرقی تحریک کی پوری تاریخ لکھنے اور جرمن اور ایرانی شعرا کا تفصیلی مقابلہ کر کے عجمی اثرات کی صحیح وسعت معلوم کرنے کے یے ایک طویل مطالعے کی ضرورت ہے جس کے لیے نہ وقت میسر ہے نہ سامان۔ ممکن ہے کہ یہ مختصر سا خاکہ کسی نوجوان کے دل میں تحقیق و تدقیق کا جوش پیدا کر دے۔

''پیام مشرق'' کے متعلق جو ''مغربی دیوان'' سے سو سال بعد لکھا گیا ہے مجھے کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں۔ ناظرین خود اندازہ کر لیں گے کہ اس کا مدعا زیادہ تر ان اخلاقی، مذہبی اور ملی حقائق کو پیش نظر لاتا ہے جن کا تعلق افراد و اقوام کی باطنی تربیت سے ہے۔ اس سے سو سال پیشتر کی جرمنی اور مشرق کی موجودہ حالت میں کچھ نہ کچھ مماثلت ضرور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اقوام عالم کا باطنی اضطراب جس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہم محض اس لیے نہیں لگا سکتے کہ خود اس اضطراب سے متاثر ہیں، ایک بہت بڑے روحانی اور تمدنی انقلاب کا پیش خیمہ ہے۔ یورپ کی جنگ عظیم ایک قیامت تھی جس نے پرانی دنیا کے نظام کو قریباً ہر پہلو سے فنا کر دیا ہے اور اب تہذیب و تمدن کی خاکستر سے فطرت زندگی کی گہرائیوں میں ایک نیا آدم اور اس کے رہنے کے لیے ایک نئی دنیا تعمیر کر رہی ہے جس کا ایک دھندلا سا خاکہ ہمیں حکیم آئن سٹائن اور برگساں کے تصانیف میں ملتا ہے۔ یورپ نے اپنے علمی اخلاقی اور اقتصادی نصب

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

العین کے ہولناک نتائج اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے ہیں اور سائز ینٹی (سابق وزیر اعظم اطالیہ) سے ''انحطاط فرنگ'' کی دلخراش داستان بھی سن لی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ اس کے نکتہ رس مگر قدامت پرست مدبرین اس حیرت انگیز انقلاب کا صحیح اندازہ نہیں کر سکے۔ جو انسانی ضمیر میں اس وقت واقع ہو رہا ہے۔ خالص ادبی اعتبار سے دیکھیں تو جنگ عظیم کی کوفت کے بعد یورپ کے قوائے حیات کا اضمحلال ایک صحیح اور پختہ ادبی نصب العین کی نشو و نما کے لیے نامساعد ہے، بلکہ اندیشہ ہے کہ اقوال کی طبائع پر وہ فرسودہ۔ سست رنگ اور زندگی کی دشواریوں سے گریز کرنے والی عجمیت غالب نہ آ جائے جو جذباتِ قلب کو افکار دماغ سے متمیز نہیں کر سکتی۔ البتہ امریکہ مغربی تہذیب کے عناصر میں ایک صحیح عنصر معلوم ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے شاید یہ ہے کہ یہ ملک قدیم روایات کی زنجیروں سے آزاد ہے اور اس کا اجتماعی وجدان نئے اثرات و افکار کو آسانی سے قبول کر سکتا ہے۔

مشرق اور بالخصوص اسلامی مشرق نے صدیوں کی مسلسل نیند کے بعد آنکھ کھولی ہے مگر اقوام مشرق کو یہ محسوس کر لینا چاہیے کہ زندگی اپنے حوالی میں کسی قسم کا انقلاب پیدا نہیں کر سکتی جب تک کہ اس کا وجود پہلے انسانوں کے ضمیر میں متشکل نہ ہو۔ فطرت کا یہ اٹل قانون جس کو قرآن نے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیر وا ما بانفسھم کے سادہ اور بلیغ الفاظ میں بیان کیا ہے، زندگی کے فردی اور اجتماعی دونوں پہلوؤں پر حاوی ہے اور میں نے اپنے فارسی تصانیف میں اسی صداقت کو مدنظر رکھنے کی کوشش کی ہے۔

اس وقت دنیا میں اور بالخصوص ممالک مشرق میں ہر ایسی کوشش جس کا مقصد افراد و اقوام کی نگاہ کو جغرافی حدود سے بالاتر کر کے ان میں ایک صحیح اور قوی انسانی سیرت کی تجدید یا تولید ہو، قابل احترام ہے۔ اسی بنا پر میں نے ان چند اوراق کو اعلیحضرت فرمانروائے افغانستان کے نام نامی سے منسوب کیا ہے کہ وہ اپنی فطری ذہانت و فطانت سے اس نکتے سے بخوبی آگاہ معلوم ہوتے ہیں۔ اور افغانوں کی تربیت انہیں خاص طور پر مدنظر ہے۔ اس عظیم الشان کام میں خدا تعالے ان کا حامی و ناصر ہو۔

آخر میں میں اپنے دوست چودھری محمد حسین صاحب ایم۔ اے کا سپاس گزار ہوں کہ انہوں نے ''پیام مشرق'' کے مسودات کو اشاعت کے لیے مرتب کیا۔ اگر وہ یہ زحمت گوارا نہ کرتے تو غالباً اس مجموعے کی اشاعت میں بہت تعویق ہوتی۔

اقبال

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

خیال کیا جاتا ہے کہ پیامِ مشرق ۵ اور ۹ مئی کے درمیان کسی روز مطبع سے چھپ کر آئی۔

رفیع الدین ہاشمی (۲۰۰۱-۱۹۸۲)، ص ۱۳۱

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب۳

[بانگِ درا کی اشاعت تک]

مئی ۱۹۲۳ء سے ستمبر ۱۹۲۴ء تک

لِلّٰہِ المَشرِقُ وَالمَغرِبُ

پیامِ مشرق

(درجواب دیوانِ شاعرِ المانوی گوئٹے)

اقبال

(عبدالمجید خوشنویس لاہور یمنڈی لاہور)

☆

سرورق کے اندرونی طرف "کاپی رائٹ" درج تھا۔ کتاب کے آخری صفحے کے متن کے نیچے "کتبہٗ عبدالمجید خوشنویس لوہاریمنڈی لاہور" تحریر تھا۔ فہرست شامل نہ کی گئی تھی۔ آخری صفحے [۲۰۰] پر متن کے نیچے درج تھا، "کتبہٗ:۔عبدالمجید خوشنویس لوہاریمنڈی لاہور"

☆

پنجاب یونیورسٹی کے بی اے کے عام نصاب میں، جسے "پاس کورس" کہا جاتا تھا، اسلامی تاریخ کا مضمون شامل نہ تھا۔ غالباً صرف آنرز اور ایم اے میں تھا۔ خیال کیا جاتا ہے اس برس بی اے کے پاس کورس میں بھی شامل کیا گیا۔

علامہ اقبال کا بیان منقولہ محمد رفیق افضل (گفتارِ اقبال)، ص ۱۵۳

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے لیے بی اے آنرز اور ایم اے کے پرچے جانچنے والے تھے۔ دونوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جماعتوں میں فلسفہ کے مضمون کا پہلا پرچہ ان کے پاس تھا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۱۔ ان کے مطابق علامہ اقبال کا ایم اے کا ممتحن ہونا پنجاب گزٹ حصہ سوم ۴ مئی ۱۹۲۳ء ص ۲۰۱ اور بی اے کا ممتحن ہونا ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء ص ۲۵۹ پر شائع ہوا۔

☆

۱۸ مئی۔ مکتوب بنام کشن پرشاد

۲۵ مئی۔ مکتوب بنام نیاز الدین خاں

۲۶ مئی۔ مکتوب بنام خورشید احمد

۳۱ مئی۔ مکتوب بنام خورشید احمد

یکم جون۔ مکتوب بنام خورشید احمد

☆

۲ جون کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ روداد میں لکھا گیا کہ اقبال کو جنرل کونسل کا رُکن بنایا گیا ہے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

۹ جون کو پنجاب یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ کا اجلاس ہوا۔ علامہ اقبال کا یونیورسٹی کی سینٹ کی اکیڈمک کونسل سے، جس کے لیے وہ ۲۶ مارچ کو نامزد کیے گئے تھے، استعفیٰ پیش ہوا۔ وجہ یہ بتائی تھی کہ اپنے ادبی کاموں میں مصروفیت کی وجہ سے اکیڈمک کونسل کے جلد جلد ہونے والے اجلاسوں میں نہیں آسکتے۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۲۵

☆

۱۱ جون۔ مکتوب بنام ضامن نقوی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۰ جون۔ مکتوب بنام خورشید احمد

☆

۲۳ جون کو علامہ اقبال سے کسی نے شمس الدین حسن کے مضمون کا تذکرہ کیا جو اُسی روز زمیندار میں شائع ہوا تھا۔ پروفیسر غلام حسین کے متعلق تھا۔ بالشویک یعنی کمیونسٹ تھے۔ کبھی ایڈورڈ کالج پشاور میں پڑھاتے تھے مگر پچھلے برس استعفیٰ دے کر حال ہی میں حکومت کے خلاف سازش کرنے کے جرم میں گرفتار ہوئے تھے۔ ان کے ساتھی شمس الدین حسن نے اپنے مضمون میں لکھا تھا:

> ہمارے ملک کا سب سے بڑا شاعر ڈاکٹر سر محمد اقبال کیوں قانون کی زد سے بچ سکتا ہے۔ کیونکہ بالشویک نظام حکومت کارل مارکس کے فلسفہ سیاسیات کا لب لباب ہے اور کارل مارکس کے فلسفہ کو عام فہم زبان میں سوشلزم اور کمیونزم کہا جاتا ہے۔ ان حالات میں اگر کوئی تھوڑی سی عقل کا مالک بھی سر محمد اقبال کی 'خضر راہ' اور پیام مشرق کو بغور دیکھے تو وہ فوراً اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ علامہ اقبال یقیناً ایک اشتراکی ہی نہیں بلکہ اشتراکیت کے مبلغ اعلیٰ ہیں...

بنام مدیر زمیندار

مکرم بندہ جناب اڈیٹر صاحب زمیندار! السلام علیکم! میں نے ابھی ایک اور دوست سے سنا ہے کہ کسی صاحب نے آپ کے اخبار میں یا کسی اور اخبار میں (میں نے اخبار ابھی تک نہیں دیکھا) میری طرف بولشویک خیالات منسوب کیے ہیں۔ چونکہ بولشویک خیالات رکھنا میرے نزدیک دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کے مترادف ہے اس واسطے اس تحریر کی تردید میرا فرض ہے۔

میں مسلمان ہوں۔ میرا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ دلائل و براہین پر مبنی ہے کہ انسانی جماعتوں کے اقتصادی امراض کا بہترین علاج قرآن نے تجویز کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ سرمایہ داری کی قوت جب حد اعتدال سے تجاوز کر جائے تو دنیا کے لیے ایک قسم کی لعنت ہے۔ لیکن دنیا کو اس کے مضر اثرات سے نجات دلانے کا طریق یہ نہیں کہ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

معاشی نظام سے اس قوت کو خارج کر دیا جائے، جیسا کہ بولشویک تجویز کرتے ہیں۔ قرآن کریم نے اس قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھنے کے لیے قانون میراث اور زکوٰۃ وغیرہ کا نظام تجویز کیا ہے اور فطرت انسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی طریق قابل عمل بھی ہے۔ روسی بالشوزم یورپ کی ناعاقبت اندیش اور خود غرض سرمایہ داری کے خلاف ایک زبردست ردعمل ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی سرمایہ داری اور روسی بالشوزم دونوں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں۔ اعتدال کی راہ وہی ہے جو قرآن نے ہم کو بتائی ہے اور جس کا میں نے اوپر اشارتاً ذکر کیا ہے۔ شریعت حقہ اسلامیہ کا مقصود یہ ہے کہ سرمایہ داری کی بنا پر ایک جماعت دوسری جماعت کو مغلوب نہ کر سکے اور اس مدعا کے حصول کے لیے میرے عقیدے کی رو سے وہی راہ آسان اور قابل عمل ہے جس کا انکشاف شارع علیہ السلام نے کیا ہے۔ اسلام سرمایہ کی قوت کو معاشی نظام سے خارج نہیں کرتا بلکہ فطرت انسانی پر ایک عمیق نظر ڈالتے ہوئے اسے قائم رکھتا ہے اور ہمارے لیے ایک ایسا معاشی نظام تجویز کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہونے سے یہ قوت کبھی اپنے مناسب حدود سے تجاوز نہیں کر سکتی۔ مجھے افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اسلام کے اقتصادی پہلو کا مطالعہ نہیں کیا ورنہ ان کو معلوم ہوتا کہ اس خاص اعتبار سے اسلام کتنی بڑی نعمت ہے۔ میرا عقیدہ ہے: 'فاصبحتم بنعمته اخوانا' میں اسی نعمت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ کسی قوم کے افراد صحیح معنوں میں ایک دوسرے کے اخوان نہیں ہو سکتے جب تک وہ ہر پہلو سے ایک دوسرے کے ساتھ مساوات نہ رکھتے ہوں اور اس مساوات کا حصول بغیر ایک ایسے سوشل نظام کے ممکن نہیں، جس کا مقصود سرمایہ کی قوت کو مناسب حدود کے اندر رکھ کر مذکورہ بالا مساوات کی تخلیق و تولید ہو۔ اور مجھے یقین ہے کہ خود روسی قوم بھی اپنے موجودہ نظام کے نقائص تجربے سے معلوم کر کے کسی ایسے نظام کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو جائے گی جس کے اصول اساسی یا تو خالص اسلامی ہوں گے یا ان سے ملتے جلتے ہوں گے۔ موجودہ صورت میں روسیوں کا اقتصادی نصب العین خواہ کیسا ہی محمود کیوں نہ ہو، ان کے طریق عمل سے کسی مسلمان کو ہمدردی نہیں ہو سکتی۔ ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان جو یورپ کی پولیٹیکل اکانومی پڑھ کر مغربی خیالات سے فوراً متاثر ہو جاتے ہیں ان کے لیے لازم ہے کہ اس زمانے میں قرآن کریم کی اقتصادی تعلیم پر نظر غائر ڈالیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اپنی تمام مشکلات کا حل اس کتاب میں پائیں گے۔ لاہور کی لیبر یونین کے مسلمان ممبر بالخصوص اس طرف توجہ کریں۔ مجھے ان کے اغراض و مقاصد کے ساتھ دلی ہمدردی ہے مگر مجھے امید ہے کہ وہ کوئی ایسا طریق عمل یا نصب

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

العین اختیار نہ کریں گے جو قرآنی تعلیم کے منافی ہو۔ (محمد اقبال، بیرسٹرایٹ لا، لاہور)

زمیندار: ۲۴؍جون ۱۹۲۳ء

گفتار اقبال

☆

۲۴ جون کو انجمن حمایت اسلام کی مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد ہوا۔ عہدیداروں کا انتخاب ہوا۔ خان صاحب عبدالعزیز اور خان صاحب ملک کرم الدین کو انجمن کی کونسل کا رُکن بنانے کی تجویز منظور ہوئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی موقع پر منشی محمد عبدالرحمٰن نے کہا کہ ملک کرم الدین شملہ جا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کی جگہ کسی دوسرے کو رُکن بنایا جائے۔ غالباً اسی موقع پر منشی عبدالرحمٰن نے ایک چٹھی میں یہ بات لکھ کر جوائنٹ سیکرٹری کو پیش کی۔

کرم الدین اجلاس میں موجود نہ تھے۔ بعد میں اُن سے پوچھا گیا۔ انہوں نے اِس بات سے انکار کیا کہ وہ شملہ جا رہے ہیں یا رکنیت سے مستعفی ہونا چاہتے ہیں۔ کوئی شیخ عظیم اللہ انجمن کے معززین میں سے تھے۔ انہوں نے خود کرم الدین سے پوچھا۔ کرم دین نے دوبارہ کہا کہ منشی عبدالرحمٰن خاں کی کہی ہوئی بات بالکل غلط ہے۔ پھر غالباً حاجی شمس الدین بانیٔ انجمن کو چٹھی لکھی۔ اقبال کے پاس بھی آئے۔ اقبال نے کہا کہ اگلے اجلاس میں ضرور آئیں۔ اقبال بھی شریک ہونے والے تھے۔ ۸ جولائی کو تھا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۰۹-۱۰۶ پر درج احوال میں کچھ ابہام ہے۔ منشی عبدالرحمٰن کی چٹھی پر ۲۴ جولائی کی تاریخ درج ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ ۲۴ جون رہی ہو گی۔

☆

''گرمیوں میں تپش کی وجہ سے برآمدے میں بیٹھنا دشوار ہو جاتا تو ڈرائنگ روم میں صوفے پر جا بیٹھتے''، غلام رسول مہر کا بیان ہے۔

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸-۱۹۷۱)، پیش لفظ از مولانا غلام رسول مہر، ص[قدیم:۲۲]

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

برسات آئی تو اقبال کی کوٹھی کے پیچھے دیال سنگھ کالج کا گراؤنڈ جو لڑکوں کے کرکٹ کھیلنے کی وجہ سے پریشانی کا سبب بنا ہوا تھا پانی سے بھر گیا۔ اب مچھر اور مینڈک بڑی تعداد میں نمودار ہو گئے۔ ''مچھروں سے تو کسی نہ کسی طرح بچاؤ کا انتظام ہو ہی جاتا مگر مینڈک رات کو اس شدّت سے ٹرّاتے کہ سونا حرام کر دیتے،'' وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ سردار بیگم نے اقبال سے اِس پریشانی کا اظہار کیا تو وہ کہنے لگے، ''یہ تو بڑی اچھی بات ہے، لوگ شب بیداری کے لیے کیا کیا جتن کرتے ہیں لیکن آپ کے لیے تو قدرت نے خود ہی انتظام کر دیا ہے اِس لیے مینڈکوں کو برا بھلا کہنے کی بجائے اللہ اللہ کیا کیجیے۔''

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۶۷۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔

☆

۷۸۶

مثنوی

اسرار و رموز

یعنی

اسرارِ خودی و رموزِ بیخودی

(ہر دو یکجا)

اقبال

(عبدالمجید خوشنویس لاہور)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

دیباچہ

اِس ایڈیشن میں ناظرین کی سہولت کے لیے دونوں مثنویاں یعنی اَسرارِ خودی اور رموزِ بیخودی یکجا شائع کی جاتی ہیں۔ معمولی لفظی ترمیم کے علاوہ مطالب کی مزید تشریح کے لیے بعض جگہ اشعار کا بھی اِضافہ ہے، جن کی مجموعی تعداد سوا سو ہوگی۔ ایک دو جگہ نئے عنوان بھی قائم کیے گئے ہیں، مگر کتاب کی ترتیب میں کوئی فرق نہیں۔

محمدؐ اقبال

اسرار و رموز یکجا ایڈیشن اسی سال (شائد شروع میں) کسی وقت شائع ہوا۔

☆

دیباچہ سرورق کے اندرونی طرف شائع کیا گیا تھا۔ آیندہ ایڈیشن میں ضرورت نہ ہوتی اور نکالا جاتا تو باقی کاپیوں پر فرق نہ پڑتا۔ فہرست شامل نہ تھی۔ مثنوی کے دونوں حصوں کے آغاز میں پورے صفحے پر صرف حصے کا عنوان درج تھا۔ اگلے صفحے پر صرف رومی کا شعر بطور ابتدائی درج تھا۔ اصل حصہ اس کے بعد شروع ہوتا تھا۔ پہلے حصے کے آخر میں ''تمت'' اور ''(کاپی رائٹ)'' لکھا تھا۔ دوسرے کے آخر میں ''کتبہٗ عبدالمجید خوشنویس لوہاری منڈی لاہور'' درج تھا۔ آخری صفحے پر صرف ''(کاپی رائٹ)'' لکھا تھا۔

[پشت کے سرورق کے اندرونی طرف]

در مطبع کریمی واقع لاہور باہتمام میرامیر بخش طبع گردید

[پشت کے سرورق پر]

کتاب ہذا ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ لاہور

اَسرار و رموز (ہر دو یکجا) کے پہلے ایڈیشن کی فوٹو کاپی لاہور میں اقبال اکادمی پاکستان کی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لائبریری میں موجود ہے اور میرے پیشِ نظر رہی ہے۔

جس باب میں قرآن کو مسلم امت کا آئین قرار دیا تھا اُسی میں اجتہاد کی بجائے تقلید کا درس دیا تھا۔ وجہ یہ بتائی تھی کہ انحطاط کے زمانے کے اجتہاد سے بہتر ہے کہ عروج کے زمانے میں کیے ہوئے اجتہاد کی تقلید کی جائے۔ مگر انحطاط کا زمانہ تو اَب گزر گیا تھا (فتحِ سمرنا سے نئے دَور کا آغاز ہوا تھا)۔ اَب وہ مضمون قرآن شریف والے باب سے علیحدہ ایک باب کی صورت میں پیش کر کے عنوان رکھا کہ انحطاط کے زمانے میں تقلید، اجتہاد سے بہتر ہے۔ یہ نکتہ زیادہ واضح ہو گیا کہ تقلید صرف انحطاط کے زمانے سے مشروط ہے۔

☆

یہ اَسرار ورموز کی وہ صورت تھی جس میں پھر کبھی ترمیم کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اقبال کی پہلی باقاعدہ شعری تصنیف تھی۔

☆

۲۳ جون۔ مکتوب بنام ایڈیٹر زمیندار

☆

۲۵ جون۔ مکتوب بنام نیاز الدین خاں

۲۶ جون۔ مکتوب بنام خورشید احمد

۲۹ جون۔ مکتوب بنام نظیر احمد ہاشمی

۵ جولائی۔ مکتوب بنام سلیمان ندوی

☆

۸ جولائی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل دین صدارت کر رہے تھے۔ تجویز پیش ہوئی کہ خاں صاحب عبدالعزیز اور خاں صاحب ملک کرم الدین کی رکنیت کی توثیق نہ کی جائے۔ غالباً وہی منشی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

عبدالرحمٰن صاحب کی پیش کردہ چٹھی پیشِ نظر تھی کہ کرم الدین شملہ جا رہے ہیں۔اس دفعہ بھی موجود نہ تھے۔گجرات چلے گئے تھے۔

مولوی احمد دین نے تحریک پیش کی کہ اقبال کو انجمن کا آنریری جنرل سیکرٹری بنایا جائے۔امرتسر کے میونسپل کمشنر میاں حسام الدین نے توثیق کی۔مجلس عاملہ نے اتفاقِ رائے سے منظور کر لیا۔اقبال کھڑے ہوئے اور کہا:

میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے پھر مجھے آنریری سکرٹری منتخب کیا۔میں ۱۹۲۰ء میں آنریری جنرل سکرٹری منتخب ہوا تھا مگر کچھ عرصہ بعد میں نے دو تین بار استعفا دیا اور کونسل نے اپنی مصلحت کو مدنظر رکھتے ہوئے استعفا منظور نہ کیا اور میرا برائے نام سکرٹری رہنا پسند کیا۔مولوی غلام محی الدین صاحب میری جگہ کام کرتے رہے ہیں۔میں مولوی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں لیکن جو حالات اس وقت مجھے معلوم ہو رہے ہیں ان حالات کے ہوتے ہوئے میں انجمن کا سکرٹری کیا ممبر بھی نہیں رہنا چاہتا۔ان باتوں کا پہلے تصفیہ کیا جائے۔

میں گزشتہ اجلاس میں موجود نہ تھا لیکن مجھے معلوم ہوا کہ منشی عبدالرحمٰن خان صاحب نے خان صاحب ملک کرم الدین کی ایک چٹھی صاحب جوائنٹ سکرٹری کو دی جو اُنھوں نے پیش کی اور وہ چٹھی میں اَب پڑھتا ہوں:

صاحب جوائنٹ سکرٹری

السلام علیکم! مجھے خانصاحب منشی کرم الدین ملے تھے۔انہوں نے فرمایا تھا کہ میں شملہ جا رہا ہوں اور عنقریب میری تبدیلی شملہ میں ہونے والی ہے اس لیے میری جگہ اور کا انتظام کر لیا جائے۔

آپ کا نیازمند محمد

عبدالرحمٰن خان

۲۴ جون ۱۹۲۳ء

اس کے بعد شیخ عظیم اللہ صاحب سے خانصاحب کرم الدین کی ملاقات ہوئی۔انہوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نے کہا کہ میں نہ شملہ گیا ہوں نہ میری تبدیلی ہوئی ہے نہ عبدالرحمن صاحب مجھے ملے ہیں اور نہ میں نے ان کو کوئی پیغام دیا۔

چنانچہ ملک صاحب نے حاجی صاحب کو ایک چٹھی بھی لکھی کہ میری تبدیلی کی نسبت کونسل میں جو چٹھی پیش کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ خان صاحب کرم الدین میرے پاس بھی تشریف لائے تھے اور جو بیان انہوں نے شیخ عظیم اللہ صاحب کے سامنے دیا اور چٹھی میں لکھا وہی مجھے بھی سنایا۔ میں نے انہیں کہا کہ اجلاسِ کونسل میں ضرور تشریف لاویں اور خود کونسل کے سامنے بیان دیں مگر افسوس کہ وہ گجرات چلے گئے۔ ورنہ میرا ارادہ تھا کہ ان کو ہمراہ لاتا۔ جہاں تک خان صاحب کرم الدین کا تعلق ہے وہ میں نے بیان کر دیا۔ جس کونسل کے ممبر اِس قسم کے ہوں میں اس کونسل کا ممبر بھی نہیں ہونا چاہتا۔

جوائنٹ سکرٹری نے وہ چٹھی سنائی جو کرم الدین نے انہیں لکھی تھی۔ کرم الدین انہیں بھی ملے تھے۔ علامہ اقبال نے کہا کہ میں مستغیث ہوں۔ تسلیم کیا گیا کہ کرم الدین نے کونسل میں اپنی جگہ خالی نہیں کی۔ ان کی جگہ جو انتخاب ہوا وہ غلط تھا۔ منسوخ ہوا۔ ملک فیروز خاں نون نے کہا کہ واقعات معلوم ہو گئے، کاروائی شروع کی جائے۔

''ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے فرمایا کہ جب عبدالرحمن خاںصاحب اپنی غلطی تسلیم کرتے ہیں تو ہمیں منظور ہے۔ مزید کاروائی کی ضرورت نہیں اور اپنا انتخاب قبول فرمالیا،'' انجمن کی روداد میں لکھا گیا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۰۹–۱۰۶۔ ان کا ماخذ روزنامہ زمیندار ۱۴ جولائی ۱۹۲۳ء اور انجمن کی جنرل کونسل کی قلمی روداد ہے۔

☆

۲۰ جولائی۔ مکتوب بنام نیاز الدین خاں

☆

۲۳ جولائی کو جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کالج کمیٹی اور جلسہ کمیٹی کے رکن بنائے گئے۔ ان کمیٹیوں میں سید مراتب علی شاہ، مولوی احمد دین، شیخ عظیم اللہ اور حاجی شمس الدین

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بھی شامل تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

۲۳جولائی۔مکتوب بنام شیخ دین محمد

۲۴جولائی۔مکتوب بنام سعید الدین جعفری

۲۸جولائی۔مکتوب بنام نیاز الدین خاں

۲اگست۔مکتوب بنام نیاز الدین خاں

۱۹اگست۔مکتوب بنام عبدالرب نشتر

۲۲اگست۔مکتوب بنام گرامی

۲۷اگست۔مکتوب بنام گرامی

۱۰ستمبر۔مکتوب بنام نیاز الدین خاں

۲۱ستمبر۔مکتوب بنام کشن پرشاد

۱۱اکتوبر۔مکتوب بنام عبدالماجد دریابادی

۱۴اکتوبر۔مکتوب بنام صغرا ہمایوں مرزا

۲۱اکتوبر۔مکتوب بنام گرامی

۲۴اکتوبر۔مکتوب بنام کشن پرشاد

۲۸اکتوبر۔مکتوب بنام گرامی

۳۰اکتوبر۔مکتوب بنام ڈاکٹر ریوین لیوی (انگریزی)

۳نومبر۔مکتوب بنام عبدالماجد دریابادی

۴نومبر۔مکتوب بنام سعید الدین جعفری

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۳۰ نومبر کو پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ کا اجلاس ہوا۔ اکیڈمک کونسل کی رکنیت سے علامہ اقبال کا استعفےٰ جو ۹ جون کو پیش ہوا تھا، زیرِ غور آیا۔ وائس چانسلر نے درخواست کی کہ واپس لے لیں۔

علامہ اقبال نے استعفےٰ واپس لے لیا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۲۵ بحوالہ پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۱ دسمبر ص ۴۷۲

☆

یکم دسمبر۔ مکتوب بنام ابراہیم حنیف

مکتوب بنام یامین ہاشمی

مکتوب بنام سجاد حیدر یلدرم

☆

اس برس کسی وقت آئینۂ عجم شائع ہوئی۔ خیال کیا جاتا ہے کہ یہ پہلی اشاعت تھی۔ میٹرک کے طلبہ کے لیے علامہ اقبال نے فارسی نظم اور نثر کا انتخاب پیش کیا تھا۔

درسی کتاب شائع کروا کے منظوری کے لیے پیش کی جاتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ سال کے اواخر میں آئینۂ عجم کی صرف ایک سو جلدیں شائع کر کے اسکول بورڈ کی سب کمیٹی میں پیش کیا گیا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

آئینۂ عجم

انتخاباتِ نثر و نظمِ فارسی برائے طلبائے میٹریکولیشن

مرتّبہ و مولفّۂ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم اے + پی۔ ایچ۔ ڈی۔ بیرسٹرایٹ لا

۱۹۲۳ء

پبلشرز

میسرز عطر چند کپور اینڈ سنز انارکلی۔ لاہور

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۶۸-۱۵۳۔ عام طور پر آئینۂ عجم کی تاریخِ اشاعت ۱۹۲۷ء سمجھی جاتی تھی مگر ڈاکٹر ملک حسن اختر کو ۱۹۲۳ء کے ایک ایڈیشن کا اندرونی سرورق اور ابتدائی صفحے ملے۔ انہوں نے جو شواہد پیش کیے ہیں اُن کی روشنی میں مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آئینۂ عجم کی سو کاپیاں ۱۹۲۳ء کے اواخر میں شائع کر کے سکول بورڈ کی سب کمیٹی کو پیش کی گئیں جس نے تراسیم کی فرمائش کی۔ اس کی تعمیل میں کچھ وقت لگا اور ترمیم شدہ ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں شائع ہوا جسے ۳ مارچ ۱۹۲۷ء کو منظور کر لیا گیا۔ اس دوران آئینۂ عجم کے تراجم چَھپ چکے تھے۔

☆

اس برس شائع ہونے والی کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

Richard Erikson. *Consciousness, Life and the Fourth Dimension – A Study in Natural Philosophy.* Gyldendal, London

Prabhu Dutt Shastri. *Elementary textbook of Inductive Logic.* Macmillan, Calcutta

Chuni Lal Anand. *An Introduction to the History of Government in India – the British Period.* The Punjab Printing Works, Lahore

Ernst Cassirer (translated by William Curtis Swabey). *Substance and function and Einstein's Theory of Relativity.* Open Court Pub, Chicago

R. F. Alfred Hoernle. *Matter, Life, Mind and God: five lectures on*

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

contemporary tendencies of thought. Methuen, London
Rabindranath Tagore. The Cycle of Spring. Macmillan, London
Rabindranth Tagore. Nationalism. Macmillan, London
R. Tagore. Stray Birds. Macmillan, London
William Waterfield. Fruit Gathering. Panini Office, Allahabad
James Morier (first published 1824). The Adventures of Hajji Baba of Ispahan. Oxford University Press, London
Mrs. Beesly. Stories from the History of Rome. Macmillan, London

اسی برس شائع ہونے والی ایک کتاب مصنف نے ۱۰ جنوری ۱۹۲۹ء کو میسور میں دستخط کر کے اقبال کو دی:

V. Govindacharya Svamin. *A Metaphysique of Mysticism - Vedically Viewed.* Vedagriham, Mysore

۱۹۲۴

☆

۶ جنوری کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ علامہ اقبال نے جنرل سکرٹری شپ سے استعفٰی دیا تھا۔ طے پایا کہ ایک وفد اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر استعفٰی واپس لینے کی درخواست کرے۔

معلوم نہیں کہ یہ وفد کب حاضر ہوا۔ بہرحال علامہ اقبال نے اس کی معروضات منظور نہ کیں۔ استعفٰی پر مصر رہے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

سردار بیگم ناک میں زیور پہنتی تھیں۔ ایک دن میاں جی نے کہا، ”ناک کا زیور اُتارے گی تو بچہ ہوگا۔“ اُنہوں نے اُسی وقت ناک سے زیور اُتار دیا۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۳۵۔ وسیمہ مبارک کی روایت ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

مختار بیگم اور سردار بیگم نے آپس میں عہد کیا کہ ایک دوسرے کے بچے کو حقیقی اولاد کی طرح پرورش کریں گی۔

۞ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۳۶-۳۵۔ وسیمہ مبارک کی روایت ہے۔

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

ایل ایل بی	دوسرا پرچہ
ایم اے	فلسفہ پہلا پرچہ
بی اے آنرز	فلسفہ پہلا پرچہ
ایم اے	فلسفہ چوتھا پرچہ
ایم اے	فارسی دوسرا پرچہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص۱۳۱۔ ان کے مطابق علامہ اقبال کا ایل ایل بی کا ممتحن ہونا پنجاب گزٹ حصہ سوم ۲۲ فروری ۱۹۲۴ء ص۵۶؛ ایم اے فلسفہ پہلا پرچہ ۲۵ اپریل ۱۹۲۴ء ص۱۷۱؛ بی اے آنرز اور ایم اے فلسفہ چوتھا پرچہ ۱۳ جون ۱۹۲۴ء ص۲۳۳؛ اور ایم اے فارسہ دوسرا پرچہ ۱۳ جون ۱۹۲۴ء ص۲۲۴ پر شائع ہوا۔

☆

خیال کیا جاتا ہے کہ پیامِ مشرق کا دوسرا ایڈیشن مارچ کے پہلے ہفتے میں منظرِ عام پر آیا۔

رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲-۲۰۰۱)، ص۱۳۳

☆

۱۹۲۴ء میں آفتاب واپس لاہور آئے اور ملازمت تلاش کرنے لگے۔ (بعد میں واپس لندن چلے گئے اور بیرسٹری کی تعلیم حاصل کی۔ اس کی تاریخ تلاش کی جائے)۔

رجال

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

اسکول بورڈ کی سب کمیٹی نے علامہ اقبال کی ترتیب دی ہوئی میٹرک کی فارسی درسی کتاب آئینۂ عجم کے پہلے ۱۱۳ صفحات حذف کرنے کی سفارش کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعمیل اگلے دو برس میں نہ ہو سکی۔

میں نے یہ نتیجہ ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص۱۲۸–۱۵۳ کے پیش کردہ شواہد سے اخذ کیا ہے۔

☆

۱۹ مئی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ علامہ اقبال کا جنرل سکرٹری شپ سے استعفےٰ پھر زیرِ غور آیا۔ ملک برکت علی نے کہا کہ استعفےٰ منظور کیا جائے مگر کسی نہ کسی صورت میں اُن کا انجمن سے منسلک رہنا انجمن کے حق میں مفید ہے۔ انہیں انجمن کا صدر قرار دیا جائے کیونکہ ان کی قابلیتوں اور احترام کی وجہ سے پبلک کی نگاہ میں ان کا صدر ہونا بہ نسبت اُن کے سکرٹری رہنے کے زیادہ مفید ہوگا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۲۵، ۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

۸ جون کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل دین صدارت کر رہے تھے۔ انجمن کے صدر کے طور پر علامہ اقبال کے تقرر کی توثیق کی گئی۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۱۷۸۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

انجمن کا وفد علامہ کے پاس گیا تو انہوں نے عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اُن کا خیال تھا، ”کونسل میں اختلاف ہے اور عام حالت انجمن کی اچھی نہیں ہے۔ بعض ارکان ذاتی اغراض سے اس میں داخل ہیں اور ان کے نزدیک انجمن ان اغراض کے حصول کا ذریعہ ہے اور بس۔“

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔ اقبال کے خیالات سید سلیمان ندوی کے نام خط سے ماخوذ ہیں۔

☆

۲۸ جون کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ طے پایا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کہ انجمن کا وفد دوبارہ علامہ اقبال کے پاس جا کر درخواست کرے کہ صدارت قبول فرمائیں۔

☆

کونسل آف اسٹیٹ کے ارکان کا انتخاب ہونے والا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی کی اورئینٹل اور آرٹس فیکلٹیز کے فیلو ہونے کی وجہ سے علامہ اقبال کونسل آف اسٹیٹ کے انتخاب میں ووٹ بھی ڈال سکتے تھے۔ یہ حق یونیورسٹیوں کے فیلوز، مجلس قانون ساز کے ارکان، ایک خاص حد تک انکم ٹیکس ادا کرنے والے شہریوں، میونسپل کمیٹیوں کے صدور اور بعض دوسرے اشخاص تک محدود تھا۔ یکم اگست کو پنجاب گزٹ کے حصہ سوم میں صفحہ ۴۱۵ پر شائع ہوا:

No.3309:- Under regulation 4 of the regulations for the preparation and publication of Electoral Rolls of Constituencies in the Punjab for the Council of State, the electoral roll for the Punjab (Non-Mohammadan), Punjab (Sikh) and Punjab (Muhammadan) constituencies of the Council of State is published as follows.

علامہ کا نام فہرست میں ۵۰۵ نمبر پر تھا۔ کوائف کا ترجمہ یوں ہو سکتا تھا:

نام	محمد اقبال، ڈاکٹر شیخ سر، کے ٹی
ولدیت	نور محمد، شیخ
ذات	سپرو
پیشہ	بیرسٹر ایٹ لاء
اہلیت کی قسم	فیلو پنجاب یونیورسٹی
رہائش	لاہور، ۴۳ میکلوڈ روڈ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص۲۴۷-۲۴۶

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

دیباچہ

شیخ عبدالقادر بیرسٹرایٹ لا سابق مدیر ''مخزن''

کسے خبر تھی کہ غالب مرحوم کے بعد ہندوستان میں پھر کوئی ایسا شخص پیدا ہوگا جو اُردو شاعری کے جسم میں ایک نئی روح پھونک دے گا اور جس کی بدولت غالب کا بے نظیر تخیل اور نرالا اندازِ بیان پھر وجود میں آئیں گے اور ادبِ اُردو کے فروغ کا باعث ہوں گے؛ مگر زبانِ اُردو کی خوش اقبالی دیکھیے کہ اس زمانے میں اقبال سا شاعر اسے نصیب ہوا جس کے کلام کا سکہ ہندوستان بھر کی اُردو داں دُنیا کے دلوں پر بیٹھا ہوا ہے اور جس کی شہرت روم و ایران بلکہ فرنگستان تک پہنچ گئی ہے۔

غالب اور اقبال میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ اگر میں تناسخ کا قائل ہوتا تو ضرور کہتا کہ مرزا اسد اللہ خاں غالب کو اُردو اور فارسی کی شاعری سے جو عشق تھا، اُس نے اُن کی روح کو عدم میں جا کر بھی چین نہ لینے دیا اور مجبور کیا کہ وہ پھر کسی جسدِ خاکی میں جلوہ افروز ہو کر شاعری کے چمن کی آبیاری کرے؛ اور اُس نے پنجاب کے ایک گوشے میں جسے سیالکوٹ کہتے ہیں، دوبارہ جنم لیا اور محمد اقبال نام پایا۔

جب شیخ محمد اقبال کے والد بزرگوار اور ان کی پیاری ماں ان کا نام تجویز کر رہے ہوں گے تو قبولِ دُعا کا وقت ہوگا کہ اُن کا دیا ہوا نام اپنے پورے معنوں میں صحیح ثابت ہوا اور اُن کا اقبال مند بیٹا ہندوستان میں تحصیل علم سے فارغ ہو کر انگلستان پہنچا، وہاں کیمبرج میں کامیابی سے وقت ختم کر کے جرمنی گیا اور علمی دنیا کے اعلیٰ مدارج طے کر کے واپس آیا۔ شیخ محمد اقبال نے یورپ کے قیام کے زمانے میں بہت سی فارسی کتابوں کا مطالعہ کیا اور اس مطالعے کا خلاصہ ایک محققانہ کتاب کی صورت میں شائع کیا جسے فلسفۂ ایران کی مختصر تاریخ کہنا چاہیے۔ اسی کتاب کو دیکھ کر جرمنی والوں نے شیخ محمد اقبال کو ڈاکٹر کا علمی درجہ دیا۔ سرکارِ انگریزی کو، جس کے پاس مشرقی زبانوں اور علوم کی نسبت براہ راست اطلاع کے ذرائع کافی نہیں، جب ایک عرصے کے بعد معلوم ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شاعری نے عالم گیر شہرت پیدا کر لی ہے تو اُس نے بھی از راہِ قدردانی سر کا ممتاز خطاب انھیں عطا کیا۔ اب وہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کے نام سے مشہور ہیں لیکن ان کا نام جس میں یہ لُطفِ خداداد ہے کہ نام کا نام ہے اور تخلص کا تخلص، ان کی ڈاکٹری اور سری

(c) 2014: Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سے زیادہ مشہور اور مقبول ہے۔

سیالکوٹ میں ایک کالج ہے جس میں علمائے سلف کی یادگار اور اُن کے نقشِ قدم پر چلنے والے ایک بزرگ مولوی سید میر حسن صاحب علومِ مشرقی کا درس دیتے ہیں۔ حال میں انھیں گورنمنٹ سے خطاب شمس العلماء بھی ملا ہے۔ ان کی تعلیم کا یہ خاصہ ہے کہ جو کوئی ان سے فارسی یا عربی سیکھے، اُس کی طبیعت میں اُس زبان کا صحیح مذاق پیدا کر دیتے ہیں۔ اقبال کو بھی اپنی ابتدائے عمر میں مولوی سید میر حسن سا استاد ملا۔ طبیعت میں علم و ادب سے مناسبت قُدرتی طور پر موجود تھی۔ فارسی اور عربی کی تحصیل مولوی صاحب موصوف سے کی، سونے پر سہاگا ہو گیا۔ ابھی اسکول ہی میں پڑھتے تھے کہ کلامِ موزوں زبان سے نکلنے لگا۔ پنجاب میں اردو کا رواج اس قدر ہو گیا تھا کہ ہر شہر میں زباں دانی اور شعر و شاعری کا چرچا کم و بیش موجود تھا۔ سیالکوٹ میں بھی شیخ محمد اقبال کی طالب علمی کے دنوں میں ایک چھوٹا سا مشاعرہ ہوتا تھا۔ اُس کے لیے اقبال نے کبھی کبھی غزل لکھنی شروع کر دی۔ شعرائے اردو میں اُن دنوں نواب مرزا خاں صاحب داغ دہلوی کا بہت شہرہ تھا اور نظامِ دکن کے استاد ہونے سے اُن کی شہرت اور بھی بڑھ گئی تھی۔ لوگ، جو اُن کے پاس جا نہیں سکتے تھے، خط و کتابت کے ذریعے دور ہی سے اُن سے شاگردی کی نسبت پیدا کرتے تھے۔ غزلیں ڈاک میں اُن کے پاس جاتی تھیں اور وہ اصلاح کے بعد واپس بھیجتے تھے۔ پچھلے زمانے میں جب ڈاک کا یہ انتظام نہ تھا، کسی شاعر کو اتنے شاگرد کیسے میسر آ سکتے تھے۔ اب اس سہولت کی وجہ سے یہ حال تھا کہ سیکڑوں آدمی اُن سے غائبانہ تلمذ رکھتے تھے اور اُنھیں اس کام کے لیے ایک عملہ اور محکمہ رکھنا پڑتا تھا۔ شیخ محمد اقبال نے بھی اُنھیں خط لکھا اور چند غزلیں اصلاح کے لیے بھیجیں۔ اس طرح اقبال کو اُردو زبان دانی کے لیے بھی ایسے استاد سے نسبت پیدا ہوئی جو اپنے وقت میں زبان کی خوبی کے لحاظ سے فنِ غزل میں یکتا سمجھا جاتا تھا۔ گو اس ابتدائی غزل گوئی میں وہ باتیں تو موجود نہ تھیں جن سے بعد ازاں کلامِ اقبال نے شہرت پائی، مگر جنابِ داغ پہچان گئے کہ پنجاب کے ایک دور افتادہ ضلع کا یہ طالب علم کوئی معمولی غزل گو نہیں۔ اُنھوں نے جلد کہہ دیا کہ کلام میں اصلاح کی گنجائش بہت کم ہے، اور یہ سلسلہ تلمذ کا بہت دیر قائم نہیں رہا۔ البتہ اس کی یاد دونوں طرف رہ گئی۔ داغؔ کا نام اردو شاعری میں ایسا پایہ رکھتا ہے کہ اقبال کے دل میں داغ سے اس مختصر اور غائبانہ تعلق کی بھی قدر ہے اور اقبال نے داغ کی زندگی ہی میں قبولِ عام کا وہ درجہ حاصل کر لیا تھا کہ داغ مرحوم اس بات پر فخر کرتے تھے کہ اقبال بھی ان لوگوں میں شامل ہے جن کے کلام کی اُنھوں نے اصلاح کی۔ مجھے خود دکن میں اُن سے ملنے کا اتفاق ہوا اور میں نے خود ایسے فخریہ کلمات اُن کی زبان سے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سنے۔

سیالکوٹ کے کالج میں ایف اے کے درجے تک تعلیم تھی۔ بی اے کے لیے شیخ محمد اقبال کو لاہور آنا پڑا۔ اُنھیں علم فلسفہ کی تحصیل کا شوق تھا اور اُنھیں لاہور کے اساتذہ میں ایک نہایت شفیق استاد ملا، جس نے فلسفے کے ساتھ اُن کی مناسبت دیکھ کر اُنھیں خاص توجہ سے پڑھانا شروع کیا۔ پروفیسر آرنلڈ صاحب، جواب سر ٹامس آرنلڈ ہو گئے ہیں اور انگلستان میں مقیم ہیں، غیر معمولی قابلیت کے شخص ہیں۔ قوتِ تحریر اُن کی بہت اچھی ہے اور وہ علمی جستجو اور تلاش کے طریقِ جدید سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے چاہا کہ اپنے شاگرد کو اپنے مذاق اور اپنے طرزِ عمل سے حصہ دیں، اور وہ اس ارادے میں بہت کچھ کامیاب ہوئے۔ پہلے اُنھوں نے علی گڑھ کالج کی پروفیسری کے زمانے میں اپنے دوست مولانا شبلی مرحوم کے مذاق علمی کے پختہ کرنے میں کامیابی حاصل کی تھی، اب اُنھیں یہاں ایک اور جوہرِ قابل نظر آیا جس کے چمکانے کی آرزو اُن کے دل میں پیدا ہوئی۔ اور جو دوستی اور محبت استاد اور شاگرد میں پہلے دن سے پیدا ہوئی، وہ آخرش شاگرد کو استاد کے پیچھے پیچھے انگلستان لے گئی اور وہاں یہ رشتہ اور بھی مضبوط ہو گیا، اور آج تک قائم ہے۔ آرنلڈ خوش ہے کہ میری محنت ٹھکانے لگی اور میرا شاگرد علمی دنیا میں میرے لیے بھی باعثِ شہرت افزائی ہوا اور اقبال معترف ہے کہ جس مذاق کی بنیاد سید میر حسن نے ڈالی تھی اور جسے درمیان میں داغ کے غائبانہ تعارف نے بڑھایا تھا، اُس کے آخری مرحلے آرنلڈ کی شفیقانہ رہبری سے طے ہوئے۔

اقبال کو اپنی علمی منازل طے کرنے میں اچھے اچھے رہبر ملے اور بڑے بڑے علما سے سابقہ پڑا۔ ان لوگوں میں کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر میک ٹیگرٹ، براؤن، نکلسن اور سارلی قابل ذکر ہیں۔ پروفیسر نکلسن تو ہمارے شکریے کے خاص طور پر مستحق ہیں کیونکہ اُنھوں نے اقبال کی مشہور فارسی نظم ''اسرارِ خودی'' کا انگریزی ترجمہ کر کے اور اُس پر دیباچہ اور حواشی لکھ کر یورپ اور امریکہ کو اقبال سے رُوشناس کیا۔ اسی طرح ہندوستان کی علمی دنیا میں جتنے نامور اُس زمانے میں موجود تھے مثلاً مولانا شبلی مرحوم، مولانا حالی مرحوم، اکبر مرحوم، سب سے اقبال کی ملاقات اور خط و کتابت رہی اور اُن کے اثرات اقبال کے کلام پر اور اقبال کا اثر اُن کی طبائع پر پڑتا رہا۔ مولانا شبلی نے بہت سے خطوط میں اور حضرت اکبر نے نہ صرف خطوں میں بلکہ بہت سے اشعار میں اقبال کے کمال کا اعتراف کیا ہے، اور اقبال نے اپنی نظم میں ان باکمالوں کی جا بجا تعریف کی ہے۔

ابتدائی مشق کے دنوں کو چھوڑ کر اقبال کا اردو کلام بیسویں صدی کے آغاز سے کچھ پہلے شروع ہوتا ہے۔ ۱۹۰۱ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سے غالباً دو تین سال پہلے میں نے اُنھیں پہلی مرتبہ لاہور کے ایک مشاعرے میں دیکھا۔ اس بزم میں ان کو ان کے چند ہم جماعت کھینچ کر لے آئے اور انھوں نے کہہ سُن کر ایک غزل بھی پڑھوائی۔ اس وقت تک لاہور میں لوگ اقبال سے واقف نہ تھے۔ چھوٹی سی غزل تھی۔ سادہ سے الفاظ۔ زمین بھی مشکل نہ تھی۔ مگر کلام میں شوخی اور بے ساختہ پن موجود تھا۔ بہت پسند کی گئی۔ اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر اسی مشاعرے میں انھوں نے غزلیں پڑھیں اور لوگوں کو معلوم ہوا کہ ایک ہونہار شاعر میدان میں آیا ہے۔ مگر یہ شہرت پہلے پہلے لاہور کے کالجوں کے طلبہ اور بعض ایسے لوگوں تک محدود رہی جو تعلیمی مشاغل سے تعلق رکھتے تھے۔ اتنے میں ایک ادبی مجلس قائم ہوئی جس میں مشاہیر شریک ہونے لگے اور نظم و نثر کے مضامین کی اس میں مانگ ہوئی۔ شیخ محمد اقبال نے اس کے ایک جلسے میں اپنی وہ نظم جس میں کوہ ہمالہ سے خطاب ہے، پڑھ کر سُنائی۔ اس میں انگریزی خیالات تھے اور فارسی بندشیں۔ اس پر خوبی یہ کہ وطن پرستی کی چاشنی اس میں موجود تھی۔ مذاقِ زمانہ اور ضرورتِ وقت کے موافق ہونے کے سبب بہت مقبول ہوئی اور کئی طرف سے فرمائشیں ہونے لگیں کہ اسے شائع کیا جائے، مگر شیخ صاحب یہ عُذر کر کے کہ ابھی نظرثانی کی ضرورت ہے، اُسے اپنے ساتھ لے گئے اور وہ اُس وقت چھپنے نہ پائی۔ اس بات کو تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ میں نے ادب اُردو کی ترقی کے لیے رسالہ 'مخزن' جاری کرنے کا ارادہ کیا۔ اس اثنا میں شیخ محمد اقبال سے میری دوستانہ ملاقات پیدا ہو چکی تھی۔ میں نے ان سے وعدہ لیا کہ اس رسالے کے حصہ نظم کے لیے وہ نئے رنگ کی نظمیں مجھے دیا کریں گے۔ پہلا رسالہ شائع ہونے کو تھا کہ میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کوئی نظم مانگی۔ انھوں نے کہا ابھی کوئی نظم تیار نہیں۔ میں کہا کہ 'ہمالہ' والی نظم دے دیجیے اور دوسرے مہینے کے لیے کوئی اور لکھیے۔ انھوں نے اس نظم کے دینے میں پس و پیش کی کیونکہ انھیں یہ خیال تھا کہ اس میں کچھ خامیاں ہیں، مگر میں دیکھ چکا تھا کہ وہ بہت مقبول ہوئی، اس لیے میں نے زبردستی وہ نظم ان سے لے لی اور 'مخزن' کی پہلی جلد کے پہلے نمبر میں، جو اپریل ۱۹۰۱ء میں نکلا شائع کر دی۔ یہاں سے گویا اقبال کی اُردو شاعری کا پبلک طور پر آغاز ہوا اور ۱۹۰۵ء تک، جب وہ ولایت گئے، یہ سلسلہ جاری رہا۔ اس عرصے میں وہ عموماً 'مخزن' کے ہر نمبر کے لیے کوئی نہ کوئی نظم لکھتے تھے اور جوں جوں لوگوں کو ان کی شاعری کا حال معلوم ہوتا گیا، جا بجا مختلف رسالوں اور اخباروں سے فرمائشیں آنے لگیں اور انجمنیں اور مجالس درخواستیں کرنے لگیں کہ اُن کے سالانہ جلسوں میں لوگوں کو وہ اپنے کلام سے محظوظ کریں۔ شیخ صاحب اُس وقت طالب علمی سے فارغ ہو کر گورنمنٹ کالج میں پروفیسر ہو گئے تھے اور دن رات علمی صحبتوں اور مشاغل میں بسر کرتے تھے۔ طبیعت

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زوروں پر تھی، شعر کہنے کی طرف جس وقت مائل ہوتے تو غضب کی آمد ہوتی تھی۔ ایک ایک نشست میں بے شمار شعر ہو جاتے تھے۔ ان کے دوست اور بعض طالب علم جو پاس ہوتے پنسل کاغذ لے کر لکھتے جاتے اور وہ اپنی دُھن میں کہتے جاتے۔ میں نے اُس زمانے میں انھیں کبھی کاغذ قلم لے کر فکرِ سخن کرتے نہیں دیکھا۔ موزوں الفاظ کا ایک دریا بہتا یا ایک چشمہ اُبلتا معلوم ہوتا تھا۔ ایک خاص کیفیت رقّت کی عموماً ان پر طاری ہوتی تھی۔ اپنے اشعار سریلی آواز میں ترنم سے پڑھتے تھے، خود وجد کرتے اور دوسروں کو وجد میں لاتے تھے۔ یہ عجیب خصوصیت ہے کہ حافظہ ایسا پایا ہے کہ جتنے شعر اس طرح زبان سے نکلیں، اگر وہ ایک مسلسل نظم کے ہوں تو سب کے سب دوسرے وقت اور دوسرے دن اُسی ترتیب سے حافظے میں محفوظ ہوتے ہیں جس ترتیب سے وہ کہے گئے تھے اور درمیان میں خود وہ اُنھیں قلمبند بھی نہیں کرتے۔ مجھے بہت سے شعرا کی ہم نشینی کا موقع ملا ہے اور بعض کو میں نے شعر کہتے بھی دیکھا اور سُنا ہے، مگر یہ رنگ کسی اور میں نہیں دیکھا۔ اقبال کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ بایں ہمہ موزونی طبع وہ حسب فرمائش شعر کہنے سے قاصر ہے۔ جب طبیعت خود مائلِ نظم ہو تو جتنے شعر چاہے کہہ دے مگر یہ کہ ہر وقت اور ہر موقع پر حسب فرمائش وہ کچھ لکھ سکے، یہ قریب قریب ناممکن ہے۔ اسی لیے جب ان کا نام نکلا اور فرمائشوں کی بھرمار ہوئی تو انھیں اکثر فرمائشوں کی تعمیل سے انکار ہی کرنا پڑا۔ اسی طرح انجمنوں اور مجالس کو بھی وہ عموماً جواب ہی دیتے رہے۔ فقط لاہور کی انجمن حمایت اسلام کو بعض وجوہ کے سبب یہ موقع ملا کہ اس کے سالانہ جلسوں میں کئی سال متواتر اقبال نے اپنی نظم سُنائی، جو خاص جلسے کے لیے لکھی جاتی تھی اور جس کی فکر وہ پہلے سے کرتے رہتے تھے۔

اوّل اوّل جو نظمیں جلسہ عام میں پڑھی جاتی تھیں تحت اللفظ پڑھی جاتی تھیں اور اس طرز میں بھی ایک لطف تھا۔ مگر بعض دوستوں نے ایک مرتبہ جلسۂ عام میں شیخ محمد اقبال سے بہ اصرار کہا کہ وہ نظم ترنم سے پڑھیں۔ ان کی آواز قدرتاً بلند اور خوش آئند ہے۔ طرزِ ترنم سے بھی خاصے واقف ہیں۔ ایسا سماں بندھا کہ سکوت کا عالم چھا گیا اور لوگ جھومنے لگے۔ اس کے دو نتیجے ہوئے۔ ایک تو یہ کہ ان کے لیے تحت اللفظ پڑھنا مشکل ہو گیا، جب کبھی پڑھیں لوگ اصرار کرتے ہیں کہ لے سے پڑھا جائے، دوسرا یہ کہ پہلے تو خواص ہی ان کے کلام کے قدردان تھے اور اُس کو سمجھ سکتے تھے، اس کشش کے سبب عوام بھی کھنچ آئے۔ لاہور میں جلسۂ حمایت اسلام میں جب اقبال کی نظم پڑھی جاتی ہے تو دس دس ہزار آدمی ایک وقت میں جمع ہوتے ہیں اور جب تک نظم پڑھی جائے، لوگ دم بخود بیٹھے رہتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں وہ بھی محو اور جو نہیں سمجھتے وہ بھی محو ہوتے ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک اقبال کی شاعری کا ایک دوسرا دور شروع ہوا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو انھوں نے یورپ میں بسر کیا۔ گو وہاں انھیں شاعری کے لیے نسبتاً کم وقت ملا اور ان نظموں کی تعداد جو وہاں کے قیام میں لکھی گئیں، تھوڑی ہے مگر ان میں ایک خاص رنگ وہاں کے مشاہدات کا نظر آتا ہے۔ اُس زمانے میں دو بڑے تغیر ان کے خیالات میں آئے۔ ان تین سالوں میں سے دو سال ایسے تھے جن میں میرا بھی وہیں قیام تھا اور اکثر ملاقات کے موقعے ملتے رہتے تھے۔ ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ ان کا ارادہ مصمم ہو گیا ہے کہ وہ شاعری کو ترک کر دیں اور قسم کھا لیں کہ شعر نہیں کہیں گے اور جو وقت شاعری میں صرف ہوتا ہے، اُسے کسی اور مفید کام میں صرف کریں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کی شاعری ایسی شاعری نہیں ہے جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے کلام میں وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ہماری درماندہ قوم اور ہمارے کم نصیب ملک کے امراض کا علاج ہو سکے، اس لیے ایسی مفید خداداد طاقت کو بیکار کرنا درست نہ ہوگا۔ شیخ صاحب کچھ قائل ہوئے، کچھ نہ ہوئے اور یہ قرار پایا کہ آرنلڈ صاحب کی رائے پر آخری فیصلہ چھوڑا جائے۔ اگر وہ مجھ سے اتفاق کریں تو شیخ صاحب اپنے ارادہ ترکِ شعر کو بدل دیں اور اگر وہ شیخ صاحب سے اتفاق کریں تو ترکِ شعر اختیار کیا جائے۔ میں سمجھتا ہوں کہ علمی دنیا کی خوش قسمتی تھی کہ آرنلڈ صاحب نے مجھ سے اتفاقِ رائے کیا اور فیصلہ یہی ہوا کہ اقبال کے لیے شاعری کو چھوڑنا جائز نہیں اور جو وقت وہ اس شغل کی نذر کرتے ہیں، وہ ان کے لیے بھی مفید ہے اور ان کے ملک و قوم کے لیے بھی مفید ہے۔ ایک تغیر جو ہمارے شاعر کی طبیعت میں آیا تھا، اس کا تو یوں خاتمہ ہوا مگر دوسرا تغیر ایک چھوٹے سے آغاز سے ایک بڑے انجام تک پہنچا یعنی اقبال کی شاعری نے فارسی زبان کو اُردو زبان کی جگہ اپنا ذریعہ اظہارِ خیال بنا لیا۔

فارسی میں شعر کہنے کی رغبت اقبال کی طبیعت کئی اسباب سے پیدا ہوئی ہوگی، اور میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے اپنی کتاب حالاتِ تصوف کے متعلق لکھنے کے لیے جو کتب بینی کی، اُس کو بھی ضرور اس تغیر مذاق میں دخل ہوگا۔ اس کے علاوہ جوں جوں اُن کا مطالعہ علمِ فلسفہ کے متعلق گہرا ہوتا گیا اور دقیق خیالات کے اظہار کو جی چاہا تو اُنھوں نے دیکھا کہ فارسی کے مقابلے میں اُردو کا سرمایہ بہت کم ہے اور فارسی میں کئی فقرے اور جملے سانچے میں ڈھلے ہوئے ایسے ملتے ہیں جن کے مطابق اُردو میں فقرے ڈھالنے آسان نہیں، اس لیے وہ فارسی کی طرف مائل ہو گئے۔ مگر بظاہر جس چھوٹے سے واقعے سے ان کی فارسی گوئی کی ابتدا ہوئی ہے، وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ ایک دوست کے ہاں مدعو تھے جہاں ان سے فارسی اشعار سنانے کی فرمائش ہوئی اور پوچھا گیا کہ وہ فارسی شعر بھی کہتے ہیں یا نہیں۔ انھیں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اعتراف کرنا پڑا کہ انھوں نے سوائے ایک آدھ شعر کبھی کہنے کے، فارسی لکھنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر کچھ ایسا وقت تھا اور اس فرمائش نے ایسی تحریک ان کے دل میں پیدا کی کہ دعوت سے واپس آ کر، بستر پر لیٹے ہوئے، باقی وقت وہ شاید فارسی اشعار کہتے رہے اور صبح اُٹھتے ہی وہ مجھ سے ملے تو دو تازہ غزلیں فارسی میں تیار تھیں جو انھوں نے زبانی مجھے سُنائیں۔ ان غزلوں کے کہنے سے انھیں اپنی فارسی گوئی کی قوت کا حال معلوم ہوا جس کا پہلے انھوں نے اس طرح امتحان نہیں کیا تھا۔ اس کے بعد ولایت سے واپس آنے پر گو کبھی کبھی اُردو کی نظمیں بھی کہتے تھے مگر طبیعت کا رُخ فارسی کی طرف ہو گیا۔ یہ ان کی شاعری کا تیسرا دور ہے جو ۱۹۰۸ء کے بعد سے شروع ہوا اور جواب تک چل رہا ہے۔ اس عرصے میں اُردو نظمیں بھی بہت سی ہوئیں اور اچھی اچھی، جن کی دُھوم مچ گئی۔ مگر اصل کام جس کی طرف وہ متوجہ ہو گئے، وہ ان کی فارسی مثنوی 'اسرارِ خودی' تھی۔ اس کا خیال دیر تک ان کے دماغ میں رہا اور رفتہ رفتہ دماغ سے صفحۂ قرطاس پر اُترنے لگا، اور آخر ایک مستقل کتاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوا جس سے اقبال کا نام ہندوستان سے باہر بھی مشہور ہو گیا۔

فارسی میں اقبال کے قلم سے تین کتابیں اس وقت تک نکلی ہیں؛ 'اسرارِ خودی'، 'رموزِ بے خودی' اور 'پیامِ مشرق'۔ ایک سے ایک بہتر! پہلی کتاب سے دوسری میں زبان زیادہ سادہ اور عام فہم ہو گئی ہے اور تیسری دوسری سے زیادہ سلیس ہے۔ جو لوگ اقبال کے اردو کلام کے دلدادہ ہیں، وہ فارسی نظموں کو دیکھ کر مایوس ہوئے ہوں گے۔ مگر انھیں یاد رکھنا چاہیے کہ فارسی نے وہ کام کیا جو اُردو سے نہیں ہو سکتا تھا۔ تمام اسلامی دنیا میں جہاں فارسی کم و بیش متداول ہے، اقبال کا کلام اس ذریعے سے پہنچ گیا اور اس میں ایسے خیالات تھے جن کی ایسی وسیع اشاعت ضروری تھی اور اسی وسیلے سے یورپ اور امریکہ والوں کو ہمارے ایسے قابل قدر مصنف کا حال معلوم ہوا۔ 'پیامِ مشرق' میں ہمارے مصنف نے یورپ کے ایک نہایت بلند پایہ شاعر گوئٹے کے 'سلامِ مغرب' کا جواب لکھا ہے اور اس میں نہایت حکیمانہ خیالات کا اظہار بہت خوب صورتی سے کیا گیا ہے۔ اس کے اشعار میں بعض بڑے بڑے عقدے حل ہوتے ہیں جو پہلے آسان طریق سے بیان نہیں ہوئے تھے۔ مدت سے بعض رسائل اور اخبارات میں ڈاکٹر محمد اقبال کو 'ترجمانِ حقیقت' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور ان کتابوں کے خاص خاص اشعار سے یہ ثابت ہے کہ وہ اس لقب سے ملقب ہونے کے مستحق ہیں، اور جس کسی نے یہ لقب ان کے لیے پہلے وضع کیا ہے، اُس نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔

فارسی گوئی کا ایک اثر اقبال کے اُردو کلام پر یہ ہوا ہے کہ جو نظمیں اُردو میں دورِ سوم میں لکھی گئی ہیں، اُن میں سے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اکثر میں فارسی ترکیبیں اور فارسی بندشیں پہلے سے بھی زیادہ ہیں اور بعض جگہ فارسی اشعار پر تضمین کی گئی ہے۔ گویا یہ معلوم ہوتا ہے کہ اشہبِ قلم جو فارسی کے میدان میں گامزن ہے، اُس کی باگ کسی قدر تکلف کے ساتھ اُردو کی طرف موڑی جا رہی ہے۔

اقبال کا اُردو کلام جو وقتاً فوقتاً ۱۹۰۱ء سے لے کر آج تک رسالوں اور اخباروں میں شائع ہوا اور انجمنوں میں پڑھا گیا، اُس کے مجموعے کی اشاعت کے بہت لوگ خواہاں تھے۔ ڈاکٹر صاحب کے احباب بار ہا تقاضا کرتے تھے کہ اُردو کلام کا مجموعہ شائع کیا جائے مگر کئی وجوہات سے آج تک مجموعۂ اُردو شائع نہیں ہو سکا تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ آخر اب شائقینِ کلامِ اُردو کی یہ دیرینہ آرزو بر آئی اور اقبال کی اُردو نظموں کا مجموعہ شائع ہوتا ہے جو دو سو بانوے صفحوں پر مشتمل ہے اور تین حصوں پر منقسم ہے۔ حصہ اوّل میں ۱۹۰۵ء تک کی نظمیں ہیں، حصہ دوم میں ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک کی اور حصہ سوم میں ۱۹۰۸ء سے لے کر آج تک کا اُردو کلام ہے۔ یہ دعوے سے کہا جا سکتا ہے کہ اُردو میں آج تک کوئی ایسی کتاب اشعار کی موجود نہیں ہے جس میں خیالات کی یہ فراوانی ہو اور اس قدر مطالب و معانی یکجا ہوں۔ اور کیوں نہ ہو، ایک صدی کے چہارم حصے کے مطالعے اور تجربے اور مشاہدے کا نچوڑ اور سیر و سیاحت کا نتیجہ ہے۔ بعض نظموں میں ایک ایک شعر اور ایک ایک مصرع ایسا ہے کہ اُس پر ایک مستقل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔ یہ مختصر سا مضمون جو بطور دیباچہ لکھا گیا ہے، اس میں مختلف نظموں کی تنقید یا مختلف اوقات کی نظموں کے باہم مقابلے کی گنجائش نہیں، اس کے لیے اگر ہو سکا تو میں کوئی اور موقع تلاش کروں گا۔ سرِ دست میں صاحبانِ ذوق کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اُردو کلیّاتِ اقبالؔ اُن کے سامنے رسالوں اور گلدستوں کے اوراقِ پریشاں سے نکل کر ایک مجموعۂ دل پذیر کی شکل میں جلوہ گر ہے، اور اُمید ہے کہ جو لوگ مدّت سے اس کلام کو یکجا دیکھنے کے مشتاق تھے، وہ اس مجموعے کو شوق کی نگاہوں سے دیکھیں گے اور دل سے اس کی قدر کریں گے۔

آخر میں اُردو شاعری کی طرف سے میں یہ درخواست قابل مصنف سے کرتا ہوں کہ وہ اپنے دل و دماغ سے اُردو کو وہ حصہ دیں جس کی وہ مستحق اور محتاج ہے۔ خود انھوں نے غالب کی تعریف میں چند بند لکھے ہیں جن میں ایک شعر میں اُردو کی حالت کا صحیح نقشہ کھینچا ہے ؎

گیسوئے اُردو ابھی منّت پذیرِ شانہ ہے
شمع یہ سودائی دلسوزیِ پروانہ ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہم ان کا یہ شعر پڑھ کر ان سے یہ کہتے ہیں کہ جس احساس نے یہ شعر ان سے نکلوایا تھا، اُس سے کام لے کر اب وہ پھر کچھ عرصے کے لیے گیسوئے اُردو کے سنوارنے کی طرف متوجہ ہوں اور ہمیں موقع دیں کہ ہم اِس مجموعہ اُردو کو جو اس قدر دیر کے بعد چھپا ہے، ایک دوسرے کلیات اُردو کا پیش خیمہ سمجھیں۔

☆

خیال کیا جاتا ہے کہ بانگ درا ۳ ستمبر کو شائع ہوئی۔

رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲-۲۰۰۱)، ص ۲۳

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب۴

[خطبۂ اجتہاد کی اِشاعت تک]

☆

سردار بیگم کے یہاں لڑکے کی پیدایش پر میاں جی کی خوشی کا ٹھکانا نہ تھا۔ خدا کے حضور سجدہ کیا۔ بچے کو گود میں لے کر پیشانی پر بوسہ دیا، اذان کہی اور عمر لمبی ہونے کی دُعا دی۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۳۶-۳۵۔ وسیمہ مبارک کی روایت ہے۔

☆

اقبال لاہور میں تھے۔ وسیمہ مبارک کا بیان ہے کہ اُنہوں نے خط میں لکھا، "میرے لیے یہ امر باعثِ مسرت ہے کہ میرے بیٹے نے اپنے آباؤ اجداد کے مسکن میں آنکھیں کھولیں اور وطنِ عزیز کی پاک فضاؤں میں پہلا سانس لیا۔" اسی خط میں جاوید، فاروق اور زبیر نام تجویز کیے۔ تاریخی نام ظفرُ الِاسلام (۱۳۴۳ھ) بھی نکالا۔

جاوید نام سب کو زیادہ پسند آیا: جاوید اقبال۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۳۷-۳۶۔

☆

اقبال کا خط ملنے پر شیخ عطا محمد بھی رونے لگے۔

مختار بیگم کی وفات کے موقع پر۔ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۳۶۔ وسیمہ مبارک کی روایت ہے۔

☆

تجویز پیش کی جا رہی تھی کہ حجاز کا انتظام سلطان ابن سعود کی بجائے سابق عثمانی خلیفہ کے حوالے کیا جائے۔ مسلم آوٹ لُک کے نمایندے نے علامہ اقبال سے ملاقات کی۔ گفتگو انگریزی میں ہوئی ہوگی۔ صرف اُردو ترجمہ دستیاب ہے۔ علامہ نے کہا، "یہ تجویز نامناسب ہے اور اگر موجودہ نازک صورت حالات میں اس پر زیادہ زور دیا گیا تو

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اندیشہ ہے کہ کہیں دنیائے اسلام کے پیچیدہ معاملات میں مزید الجھنیں پیدا نہ ہو جائیں۔ ابن سعود عام وہابیوں کا نمایندہ ہے اور سابق خلیفۃ المسلمین سنی دنیائے اسلام کے دینی پیشوا رہ چکے ہیں۔ حجاز اس وقت عملاً وہابیوں کے قبضے میں ہے۔ اگر اس حالت میں سابق خلیفۃ المسلمین کو حاکم حجاز بنانے کی کوشش کی گئی تو اندیشہ ہے کہ مسلمانوں کے ان دو فرقوں میں سخت کش مکش شروع ہو جائے گی۔‘‘

نمایندے نے پوچھا، ’’تو ڈاکٹر صاحب کیا آپ موجودہ صورت حالات سے پورے طور پر مطمئن ہیں اور عارضی طور پر بھی حجاز کی عنان نظم و نسق سابق خلیفۃ المسلمین کے حوالے کرنے کو مناسب نہیں سمجھتے؟‘‘

علامہ نے جواب دیا، ’’میں اس انتظام کو عارضی اور ہنگامی طور پر بھی مناسب نہیں سمجھتا۔ میری رائے یہ ہے کہ ایسی تجویز کا پیش کرنا ہی ایک غلطی ہے۔ میں حجاز کی موجودہ صورت حالات سے پورے طور پر مطمئن ہوں اور ابن سعود پر بدون تذبذب اعتماد رکھتا ہوں۔ میری رائے میں سلطان نجد ایک روشن خیال آدمی ہے اور جو لوگ سلطان موصوف سے ملے ہیں یا انھوں نے نجد کو دیکھا ہے، وہ میری اس رائے کے مؤید ہیں۔ امریکہ کا ایک مصنف اپنی کتاب الاســـلام میں سلطان نجد کو ایشیا کا بہترین حاکم اور سر زمین نجد کو زوال آمادہ دنیائے اسلام کی صاف اور پاک ترین جگہ بتاتا ہے۔‘‘

نمایندے نے پوچھا، ’’ڈاکٹر صاحب آپ فرماتے ہیں کہ سلطان نجد روشن خیال ہیں۔ تو کیا ان سے امید کی جا سکتی ہے کہ وہ حجاز کے متعلق بین الملی السلامی مؤتمر کے فیصلے کی پابندی کریں گے؟‘‘

علامہ نے جواب دیا:

> میں مستقبل کے حالات و واقعات کے متعلق قطعی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس وقت دنیائے اسلام میں گونا گوں تغیرات کا سلسلہ قائم ہے۔ لیکن ابن سعود چونکہ خود نمایندگان عالم اسلام کی مؤتمر منعقد کرنے کے خواہاں ہیں اس لیے توقع ہے کہ وہ اس مؤتمر کے فیصلے کی پابندی کریں گے۔ بہت ممکن ہے کہ عرب میں ابن سعود کے ماتحت ایک زبردست قومی تحریک نشو و نما پائے اور اس کے آثار و علائم نظر آ رہے ہیں۔ اس ’احساس خودی‘ کا ہمیں تہ دل سے خیر مقدم کرنا چاہیے، اگرچہ اس کی تہ میں تجرد و تفرید کے مادہ کی نشو و نما کا بھی اندیشہ ہے۔ لیکن ہمیں کچھ مدت تک اس تجرد و تفرید کو بھی برداشت کرنا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

چاہیے۔عرب فطرتاً جمہوریت پسند ہیں اور سرزمین عرب میں کوئی مطلق العنان حکومت زیادہ مدت تک قائم نہیں رہ سکتی۔

مسلمانانِ عالم اگر سابق خلیفۃ المسلمین کی ذات سے کچھ کام لینا چاہتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ اشاعت اسلام کا ایک عظیم الشان نظام قائم کریں اور سابق خلیفۃ المسلمین کو اس نظام کا صدر بنا دیں۔خلیفۃ المسلمین کو اس امر پر آمادہ کیا جائے کہ وہ کسی اسلامی ملک میں سکونت اختیار کریں اور تحریک اشاعت کی تنظیم فرمائیں۔مبلغین کے لیے ایک وسیع بین الملی درسگاہ کا انتظام ہونا چاہیے، وہاں وہ ضروری تعلیم حاصل کریں۔پھر اسلام کی مشعل ہاتھ میں لے کر دنیا کے ہر گوشے میں پہنچ جائیں۔خاندان عثمان کے سلاطین نے مقاصد اسلام کی عدیم النظیر اور فقید المثال خدمات انجام دی ہیں۔اگر اشاعت اسلام کی تحریک کو سابق خلیفۃ المسلمین عبدالمجید خان کی سرپرستی میں شروع کیا جائے تو اس سے دنیائے اسلام میں مذہبی اور معاشرتی اصلاح کی ایک ہنگامہ خیز حرکت و جنبش پیدا ہو جائے گی۔

گفتار اقبال۔ ان کا ماخذ ۳ نومبر ۱۹۲۴ء کا زمیندار ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ انٹرویو پہلے مسلم آؤٹ لُک میں شائع ہوئی اور وہاں سے زمیندار نے ترجمہ کی۔

☆

۷نومبر ۱۹۲۴ء کو پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ کا اجلاس ہوا۔کمیٹی تشکیل دی گئی کہ یونیورسٹی میں منتخب عناصر کو بڑھانے اور اس کے لیے گورننگ اور مشاورتی اداروں میں تبدیلیاں لانے کے بارے میں تجاویز دے۔وائس چانسلر سر جوہن مینارڈ کمیٹی کے چیئرمین تھے۔ارکان علامہ اقبال، سردار بہادر سنگھ مجیٹھہ، بخشی ٹیک چند، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین، اے ایس ہیمی اور ڈاکٹر ای ڈی لوکس تھے۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۸۹

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

سلسلۂ ادبیّہ

اُردُو کورس

مُؤلّفۂ

ڈاکٹر سر محمد اقبال ایم-اے-پی-اے-ڈی-بیرسٹرایٹ لا

(و)

حکیم احمد شجاع بی-اے(علیگ)

اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب لیجسلیٹو کونسل

۱۹۲۴ء

گلاب چند کپور اینڈ سنز

بک سیلرز و پبلشرز انارکلی لاہور

(مرکنٹائل پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپا)

دیباچہ

اُردو کی مروجہ درسی کتابوں میں یہ کمی عام طور پر محسوس کی جاتی ہے۔ کہ وہ نفسِ مضمون- اندازِ تحریر اور طریقۂ انتخاب کے اعتبار سے زمانۂ حال کے مطالبات کو پورا نہیں کرتیں۔ یہ کتابیں ایک ایسے زمانے میں مرتب ہوئیں۔ جب انتخاب کے مواقع کم تھے۔ اور زبانِ اُردو نے وہ رنگ اختیار نہ کیا تھا۔ جو مغربی ادب کے تاثر کا لازمی نتیجہ ہے اُن کتابوں کے نقائص بیان کرنے کی بجائے یہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس سلسلہ کی امتیازی خصوصیات ہی بیان کردی جائیں۔

سلسلۂ ادبیہ کی ترتیب میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے۔ کہ پرانے اساتذۂ فن کے نتائجِ فکر کے ساتھ ساتھ زمانۂ حال کے اُن انشاپردازوں اور شاعروں کے مضامینِ نظم ونثر بھی طالبِ علم کی نظر سے گذریں جنھوں

نے اُردو کو ایک ایسی زبان بنانے کے لیے انتھک اور کامیاب کوشش کی ہیں جو موجودہ ضروریات کے مطابق اور ادائے مطالب پر قادر ہو۔ مضامین کے انتخاب کے تنوع کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر کی کوشش کی گئی ہے کہ ہر مضمون ادبی خوبیاں رکھنے کے باوجود نئی معلومات کا حامل ہو۔

درسی کتابوں پر بالعموم متانت کا رنگ اس قدر غالب ہوتا ہے کہ طالبِ عالم ان میں زیادہ دلچسپی نہیں لے سکتے۔ اس نقص کو دور کرنے کے لیے اس سلسلہ میں ظریفانہ مضامین نظم و نثر کی چاشنی بھی شامل کر دی گئی ہے۔ کیونکہ نوعمر بچوں کے دل و دماغ تک دلچسپ پیرایۂ اظہار کی وساطت ہی سے رسائی ممکن ہے۔ مضامین زیادہ تر ایسے ہی منتخب کیے گئے ہیں جن میں زندگی کا روشن پہلو جھلکتا ہو۔ تا کہ طالب علم اس کے مطالعہ کے بعد کشا کشِ حیات میں زیادہ استقلال۔ زیادہ خودداری اور زیادہ اعتماد سے حصہ لے سکیں۔ حقیقت میں ادبیات کی تعلیم کا یہی مقصد ہونا چاہیے۔ کہ ادبی ذوق کی تربیت کے ساتھ ساتھ طلبا کی وسیع النظری اور اُن کے دل کے دل و دماغ کی جامعیت نشوونما پائے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اس سلسلے کی کتابوں کے مطالعہ سے طلبا زبانِ اُردو کے ادبی محاسن سے بھی واقف ہو جائیں گے۔ اور ان کو اس زبان کی روز افزوں ترقی، وسعت اور قدرتِ اظہار کا علم بھی ہو جائے گا اس مجموعہ میں ایسے مضامین بھی ہیں۔ جن مین مناظر فطرت، ذہنی کیفیات اور طبعی جذبات کی تصویریں الفاظ میں کھینچی گئی ہیں اور ایسے بھی جن میں علم طبیعات کے انکشافات، صنعت و حرفت کی اختراعات اور عام علمی تحقیقات کو زبان اُردو میں بیان کیا گیا ہے۔ اخلاقی مضامین کے انتخاب میں اس امر کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ کہ ان کا اسلوب بیان ایسا ہو جو طالب علم کو کمزور اور بُزدل بنانے کی بجائے نیک اور بہادر بنائے۔ اور اس امر کا لحاظ تو بالخصوص رکھا گیا ہے۔ کہ منتخبہ نظم و نثر پر وطنیت کا رنگ غالب ہو۔ تا کہ طلبا کے دلوں میں اخلاقِ حسنہ اور علم ادب کی تحصیل کے دوران میں اپنے وطن کی محبت کا پاک جذبہ موجزن ہو۔ اور وہ ہندوستان کو جس کی عظمت کے نشان اس مجموعہ میں جگہ جگہ پر موجود ہیں۔ زیادہ پُرعظمت بنانے میں حصہ لیں۔

سلسلۂ ادبیہ کو زبانِ اُردو کے طلباء کی ادبی رہنمائی کے لیے ہر طرح مکمل بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے یہ طلبا کے مذاقِ ادب کو لطیف اور معیارِ لیاقت کو بلند کرنے میں کامیاب ثابت ہو۔ اس ضمن میں شیخ عبدالحمید صاحب ایم-اے، آئی-ای-ایس پروفیسر طریقۂ تعلیم ٹریننگ کالج لاہور کی عنایت خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ جنھوں نے اس سلسلے کی موجودہ تین کتابوں کے مسودات کو بغور ملاحظہ کیا اور جن کے قیمتی مشورے اس سلسلے کی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ترتیب وتدوین میں بہت مفید ثابت ہوئے۔

مولفین

چھٹی جماعت کے لئے

۲۹۔ جگنو

کاشانۂ چمن انجمن مہتاب ظلمت
گہن حسنِ قدیم پوشیدہ خلوت

جگنو کی روشنی ہے کاشانۂ چمن میں
یا شمع جل رہی ہے پھولوں کی انجمن میں
آیا ہے آسماں سے اُڑ کر کوئی ستارہ!
یا جان پڑ گئی ہے مہتاب کی کرن میں
چھوٹے سے چاند میں ہے ظلمت بھی روشنی بھی
نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں
حُسنِ قدیم کی یہ پوشیدہ اِک جھلک تھی
لے آئی جس کو قدرت خلوت سے انجمن میں

سوالات

۱ نظمِ بالا کا مطلب آسان اُردو میں لکھو؟
۲ پہلے شعر کی نثر بناؤ؟
۳ تیسرے شعر کی تشریح کرو۔ اور بتاؤ کہ "نکلا کبھی گہن سے آیا کبھی گہن میں" کا کیا مطلب ہے اور گہن سے یہاں کیا مراد ہے؟
۴ نظمِ بالا میں جو اسمِ واحد ہیں۔ اُن کی جمع اور جو جمع ہیں۔ اُن کے واحد لکھو؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۳۳۔تمباکو اور چائے

سگار مُہلِک واقف نکوٹین مہذب
احساس بادیان خطائی ٹینک ایسڈ کیفین

تمباکو ہندوستان میں عام طور پر پیا اور کھایا جاتا ہے۔بعض لوگ اُسے حقے میں پیتے ہیں۔بعض پان میں کھاتے ہیں اور زیادہ تر سگریٹ اور سگار کی شکل میں استعمال کرتے ہیں۔شاید ہی کوئی ایسا شہر ہو بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ شاید ہی کوئی ایسا گھر ہو جس میں کوئی نہ کوئی شخص اس عادت میں مبتلا نہ پایا جاتا ہو۔اب بڑوں کی دیکھا دیکھی چھوٹے بچوں میں بھی یہ عادت پھیلتی جاتی ہے۔تمباکو میں ایسے ایسے زہریلے اجزا موجود ہیں۔جن کے مُہلِک اثرات سے ہر بچے کو واقف ہونا چاہیے تاکہ وہ اس بُری عادت میں مبتلا نہ ہو۔اور اپنے ہاتھوں اپنی صحت،ترقی اور آیندہ کامیابی کی اُمیدوں کو برباد نہ کرے۔

وہ زہریلے اجزا جو تمباکو میں موجود ہوتے ہیں،یہ ہیں:

اوّل:پرسک ایسڈ۔جو ایک مشہور اور مُہلِک زہر ہے۔اس کی حالت میں اس تیزاب کا ایک ذرا سی مقدار ایک تندرست شخص کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے۔

دوم:ایک ایسا روغنی مادہ جس کا ایک قطرہ اگر سانپ جیسے زہریلے جانور کی زبان پر رکھ دیا جائے تو یہ اُسے فوراً ہلاک کر دیتا ہے۔

سوم:نکوٹین۔جو اس قدر خوفناک زہر ہے کہ اگر اس کی ایک رتی کا پانچواں حصہ ایک اچھے خاصے مضبوط کتے کو کھلا دیا جائے تو یہ اُسے پانی پینے کی مہلت نہیں دیتا۔ان تینوں چیزوں کے علاوہ کچھ اور اجزا ہیں۔جن کے مرکب کا نام تمباکو ہے۔اور جسے بڑے بڑے مہذب اور قابل شخص سگریٹ یا حقہ میں پی کر یا پان میں کھا کر اس قدر لطف اُٹھاتے ہیں!

تمباکو خصوصاً بچوں کے لیے بہت نقصان دہ چیز ہے۔یہ اُن کے اعضاء کو بڑھنے اور پھیلنے سے روک دیتا ہے۔قوتِ حافظہ کو برباد کر دیتا ہے دل کو کمزور اور پھیپھڑوں کو گندہ کر دیتا ہے۔تمباکو کا دھواں بچوں کی اخلاقی حالت پر بھی بُرا اثر ڈالتا ہے۔کیونکہ یہ احساس کی تمام قوتوں کو کند اور بیکار کر دیتا ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

شاید یہ بیان کر دینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب شروع شروع میں تمبا کونوشی کی عادت ترقی کرتی نظر آئی تو انگلستان، روس، اٹلی اور ایران کے بادشاہوں نے اس کو روکنے کے لیے بہت سخت تدابیر اختیار کیں۔ اس جرم کی سزا میں کئی آدمیوں کی ناک کاٹ ڈالی۔ اور بعض کٹر تمبا کونوش تو اس زہریلے دھوئیں پر اپنی جانیں ہی قربان کر بیٹھے۔

چائے بھی تمبا کو کی طرح ہندوستان میں عام طور پر پی جاتی ہے۔ ہندوستان میں اس کا رواج زیادہ تر مغلوں کے حکومت کے زمانے میں ہوا۔ مغلوں اور تاتاریوں کو چائے پینے کی عادت تھی۔ کیونکہ ترکستان اور اُس کے اردگرد کے علاقوں میں چین کے باشندوں کا زیادہ اثر تھا۔ اور چینیوں کی دیکھا دیکھی تمام وسط ایشیا کی قومیں چائے پینے کی عادی ہو گئی تھیں۔

یہ لوگ قہوہ پیتے تھے۔ اور اس کے ذائقہ اور خوشبو کو زیادہ دل پسند بنانے کے لیے سبز چینی چائے کو دار چینی اور الا ئچی اور بادیان خطائی کے ساتھ جوش دے دیتے تھے۔ مغلوں نے اور پھر بعد میں کشمیریوں نے اس میں یہ زیادتی کی کہ دودھ بھی شامل کر دیا۔ اب بعض لوگ تو اس قسم کی چائے پیتے ہیں اور بعض وہی پرانی قسم کا قہوہ۔ لیکن زیادہ تر لوگ کالی چائے کے عادی ہو گئے ہیں جو ہندوستان آسام اور سیلون وغیرہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جسے یورپ کے باشندے زیادہ رغبت سے پیتے ہیں۔

چائے کہ اجزا میں زیادہ تر حصہ ٹینک ایسڈ اور کیفین کا ہے۔ کیمیاوی تجربات سے ثابت ہو چکا ہے کہ ٹینک ایسڈ معدہ اور قوت ہاضمہ کے لیے سخت مضر ہے۔ کیونکہ یہ اس لعاب پر بُرا اثر ڈالتا ہے۔ جو خوراک ہضم کرنے کے لیے بہت ضروری ہے یہ تیزاب اپنی تیزی کے باعث معدے کی باریک اور نازک جھلی کے لیے بھی بہت مضر ہے۔

کیفین جو چائے کا ایک نشہ آور جزو ہے۔ رگوں اور پٹھوں پر فوراً اثر کرتا ہے۔ اور تھکن کو دور کر کے نیند کو غائب کر دیتا ہے۔ تھکن آرام لینے کی خواہش کو کہتے ہیں۔ اور آرام گہری نیند ہی سے میسر آ سکتا ہے۔ اس لیے کسی مصنوعی طریقے سے تھکن کو دُور کرنے کی کوشش کرنا۔ اور نیند سے بچنا جسم پر سب سے بڑا ظلم ہے۔ کیونکہ جسم کے اعضا آرام کے بغیر تھک تھک کر اپنا کام کرنے سے رہ جاتے ہیں۔

یہ یاد رکھنا چاہیے کہ چائے کا ایک پیالہ جو سردی کے موسم میں اس قدر مزیدار اور گرمی پیدا کرنے والا معلوم ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ اپنا بُرا اثر جلد ظاہر نہ کرے۔ مگر چائے کی کثرت آہستہ آہستہ اپنا اثر کیے بغیر نہیں رہتی۔

بچوں کے لیے جن کے اعضا نرم اور نازک ہوتے ہیں۔ چائے مضر اثر رکھتی ہے۔ چیز وہی اچھی ہے جو انسان

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کی صحت پر بُرا اثر نہ ڈالے اور توانائی کا باعث ہو۔ پس بچوں کو لازم ہے کہ وہ ان چیزوں کی عادت نہ ڈالیں۔ جن کا نتیجہ روپے کی بربادی اور جسم کی کمزوری کے سوا اور کچھ نہیں۔

سوالات

۱ تمباکو کو لوگ کس کس طرح سے استعمال کرتے ہیں؟

۲ تمباکو میں کون کون سے زہریلے اجزا پائے جاتے ہیں۔ ان کا اثر کیا ہوتا ہے؟

۳ چائے کیوں مضر ہے؟

۴ ذیل کے الفاظ کے معنے بتاؤ۔ اور ان کو اپنے فقرات میں استعمال کرو:

مبتلا۔ مُہلک۔ واقف۔ قوتِ حافظہ۔

ساتویں جماعت کے لیے

۵۔ کوہستانِ ہمالہ

جبل ملک شمس و قمر آغوش دلکشا

مشہور نام تیرا کوہ ہمالیا ہے
تو ہند کی ہے عزت اور شان ایشیا ہے
گلزار اور بیاباں دونو کا حال یکساں
تیرا وسیع میداں سب کے لیے کھلا ہے
چشمے ابل رہے ہیں۔ دریا نکل رہے ہیں
سینہ میں تیرے گویا۔ طوفان سا بھرا ہے
کوہ و جبل جہاں کے ہیں پست تیرے آگے
اظہارِ عاجزی میں ہر اک کا سر جھکا ہے
ہم پایۂ فلک ہے۔ ہمسایۂ ملک ہے
شمس و قمر کو بھی تو نیچا دکھا رہا ہے
دنیا کو ترک کر کے جاتے ہیں لوگ اکثر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

غاروں میں تیرے لطفِ آغوشِ دلکشا ہے
یہ برف پوش منظر۔ سورج کی یہ شعائیں
ہیرے کا تاج پہنے جیسے کوئی کھڑا ہے
اِٹھلا رہی ہیں کیا کیا ٹھنڈی ہوا کی موجیں
عالم بہار کا ہے تیری عجب فضا ہے
شملہ ترا گلستان کشمیر تیری جنت
تیری ہی وادیوں میں جینے کا کچھ مزا ہے

جناب سُہاؔ

مشقی سوالات

۱ دنیا کو ترک کر کے جاتے ہیں لوگ اکثر
غاروں میں تیرے لطف آغوش ِ دلکشا ہے
اوپر کے شعر کی نثر بناؤ اور نہایت آسان الفاظ میں مطلب بیان کرو۔

۲ نیچا دکھانا، اٹھلانا کو اپنے فقروں میں استعمال کرو۔

۳ مضاف الیہ کی جو ضمیریں اس نظم میں ہیں۔ بیان کرو۔

۶-رام چندر جی (۲)

سعادت	نازونعمت	عبور	جرار
مفارقت	قلق	دامِ محبت	التفات

رام چندر جی فوراً راجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کو نہایت غمگین اور اُداس دیکھ کر کیکئی سے سبب دریافت کیا۔اس نے کہا کہ راجہ نے مجھ سے قسم کھا کر دو باتوں کے پورا کرنے کا اقرار کیا تھا۔اب جو وہ باتیں میں نے چاہیں تو پچھتاتا ہے اور اپنے اقرار سے پھرا جاتا ہے اگر تم چاہتے ہو کہ تمارے باپ کی قسم نہ ٹوٹے تو آج ہی شہر سے نکل جاؤ اور چودہ برس تک ڈنڈک (یہ بن بہت وسیع تھا۔اور الہ آباد سے گوداوری تک پھیلا ہوا تھا) میں رہو اور بھرت کو راج کی اجازت دو۔رام چندر جی نے کہا۔باپ کا حکم بجالانے میں مجھے کیا عذر ہو سکتا ہے ان کی اطاعت میری سعادت ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میں ان کے قول کو سچا کرتا ہوں اور آج ہی بنوں کو چلا جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر اپنی ماں کے پاس آئے اور ساری حقیقت اس کے روبرو بیان کی۔ ماں کو بیٹے کی محرومی اور جدائی کب گوارا ہو سکتی تھی۔ سنتے ہی اس کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور غش کھا کر گر پڑی۔ جب ہوش میں آئی تو کہنے لگی۔ کہ آخر میں بھی تیری ماں ہوں میرے حکم کی اطاعت راجہ سے زیادہ تجھ پر واجب ہے بہتر یہ ہے کہ تو راجہ کا حکم نہ مانے اور فوراً راج پر قابض ہو جائے۔ لچھمن جی نے بھی اس کلام کی تائید کی اور کہا کہ میں رام کے ساتھ ہوں اور اپنے تیر و ترکش کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو رام کے مقابلے میں آئے گا وہ زندہ بچ کر نہ جائے گا۔ جب تک میرے دم میں دم ہے کس کا مقدور ہے کہ رام کے سوا کسی اور کو راج دے سکے۔

رام چندر جی نے ان دونوں کو سمجھایا اور کہا کہ خاوند اور باپ کے حکم کی بجا آوری سب چیزوں پر مقدم ہے۔ تم ایسی بات اپنی زبان سے نہ نکالو۔ تب ماں نے کہا کہ اگر یہی تیری مرضی ہے تو مجھے بھی اپنے ساتھ لے چل کہ سوکن کے طعن و تشنیع اور تیری جدائی کے رنج سے بچوں۔ مگر رام چندر جی نے اس کو پھر سمجھایا اور راجہ ہی کی خدمت میں رہنے کی التجا کی۔ ماں سے رخصت ہو کر بیوی کے پاس آئے اس کو حال کی مطلق خبر نہ تھی اور وہ دروازے پر آنکھ لگائے ان کی سواری کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ جب ان کو سر جھکائے اور غمگین کی صورت بنائے آتے دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ چتر شاہی کہاں ہے؟ اور چنور تم پر کیوں نہیں ہوتا؟ رام چندر جی نے اس کو بھی سب حقیقت سنائی اور کہا کہ جب تک میں آؤں تم یہیں میرے باپ کی خدمت میں رہو اور جو فرائض نیک بیبیوں کے ہیں انہیں بجا لاؤ۔ سیتا جی نے جواب دیا کہ میں تو آپ کے ہی قدموں کے ساتھ ہوں۔ مجھ سے تمہاری جدائی کا صدمہ اٹھایا نہ جائیگا۔ اگر یہاں چھوڑ جاؤ گے تو آ کر جیتا نہ پاؤ گے۔ تب رام چندر جی نے کہا کہ راجہ کی بیٹی ناز و نعمت میں پلی ہو۔ محل کے سوا تم نے کچھ نہیں دیکھا۔ جنگل کی مصیبتیں تم کب اٹھا سکو گی۔ دھوپ کی تپش سے تمہارا پھول سا بدن کملا جائے گا۔ یہ ریشمی کپڑے جو تم پہنے ہوئے ہو ان کے بدلے درختوں کی چھال اور ہرنوں کی کھال پہننی پڑے گی۔ کھانے کو بناس پتی اور کڑوے پھلوں کے سوا کچھ میسر نہ آئے گا بلکہ دنوں اس کو بھی ترسو گی۔ وہاں نرم بچھونے اور پھولوں کی سیجیں کہاں۔ کانٹوں پر سونا اور گھاس کا بچھونا ہوگا۔ ڈانس اور پسّو کاٹ کاٹ کر بدن سُجائیں گے۔ شیروں کی دھاڑ اور ہاتھیوں کی چنگھاڑ دل کو دہلائے گی اور سانپ اور بچھو کا ہر وقت ڈر ہوگا۔ پس بہتر یہی ہے کہ تم یہیں رہو اور میرے ساتھ چل کر میری مصیبت کو نہ بڑھاؤ۔ سیتا جی ان کے یہ باتیں سن کر آنکھوں میں آنسو بھر لائیں اور کہنے لگیں کہ میں یہ سب باتیں جانتی ہوں مگر تمہارے ساتھ یہ ساری مصیبتیں مجھے راحت ہو جائیں گی اور تم بن یہ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

محل بن سے زیادہ معلوم ہوگا اور کاٹ کھانے کو دوڑے گا۔ یہ کہہ کر ان کے پاؤں پر گر پڑیں اور زار زار رونے لگیں۔ جب رام چندر جی نے ان کی محبت کا جوش اس درجے پایا تو وہ ان کو اور نیز لچھمن جی کو کہ وہ بھی ہر حال میں ان کا ساتھ دینے پر آمادہ تھے۔ ہمراہ لے چلنے کو راضی ہوئے۔

جس وقت رام چندر جی اُجدھیّا سے رخصت ہو کر بنوں کو چلے اس وقت شہر کی جو کیفیت تھی۔ اس کے بیان کرنے کا قلم کو یارا نہیں۔ ایک طرف راجہ جسرتھ بے بس اور بے کس غم کی تصویر بنا بیٹھا تھا اور کہتا تھا کہ بیٹا رانی کیکئی کی بات پر نہ جا اور اُجدھیا کا راج لے۔ دوسری طرف ساری رانیاں کیکئی کے سوا کبھی سیتا جی کو اور کبھی رام چندر جی اور لچھمن جی کو گلے لگا کر زار زار روتی تھیں اور کوشلیا کا تو اس غم سے سکتے کا عالم ہو گیا تھا۔ شہر میں کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو آنسوؤں سے تر نہ ہو اور کوئی دل ایسا نہ تھا جو رنج مفارقت سے نڈھال نہ ہو۔ رام چندر جی کا رتھ میں سوار ہو کر شہر سے چلنا تھا کہ ہر طرف سے آہ و نالے کا شور اُٹھا اور بہت سے آدمی ان کے رتھ کے پیچھے پیچھے ہو لیے۔ رام چندر جی نے ہر چند ان کو سمجھایا کہ تم اپنے گھروں کو جاؤ۔ مگر ان کو رام چندر جی کی جدائی گوارا نہ ہوئی اور انہوں نے دریائے تمسا (اب اس دریا کو تونس کہتے ہیں) تک ان کا ساتھ نہ چھوڑا۔ رات کو اس دریا پر رام چندر جی نے قیام کیا اور صبح ہونے سے پہلے کہ ابھی ساتھ کے لوگ جاگے بھی نہ تھے۔ آگے کو روانہ ہو گئے۔ جب لوگوں نے صبح ان کو وہاں نہ پایا تو ناچار اپنے گھروں کو پھر آئے۔ رام چندر جی دریائے گنگا کو عبور کر کے الہ آباد پہنچے اور وہاں سے چتر کوٹ نام ایک پہاڑ پر جو بندیل کھنڈ میں واقع ہے چلے گئے اور ایک چھوٹی سی جھونپڑی بنا کر رہنے لگے۔

ان کو گئے چھ دن ہوئے تھے کہ ساتویں روز رات کو راجہ جسرتھ نے ان کی جدائی کے رنج میں اس جہان سے کوچ کیا۔ رانیوں کا اس صدمے سے برا حال ہوا۔ سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ چونکہ رام چندر جی اور لچھمن جی بنوں کو گئے ہوئے تھے اور بھرت جی اور شتروگھن جی اپنے نانا کے ہاں پنجاب میں تھے اس سبب سے اس روز راجہ کی لاش کو نہ پھونکا اور وزیروں اور برہمنوں کے مشورے سے تیل میں ڈال دیا تا کہ سڑنے نہ پائے۔ جب بھرت جی کہ ان کے بلانے کے لیے پہلے ہی سے قاصد روانہ کر دیے گئے تھے۔ اُجدھیا میں آئے تو ان کو باپ کے مرنے اور بھائیوں کے جلاوطن ہونے کا سخت قلق ہوا۔ یہاں تک کہ انہوں نے اپنی ماں کو بھی بہت ملامت کی۔ پھر رسم کے موافق باپ کا کریا کرم کیا اور جب اس سے فارغ ہوئے تو وزیروں اور امیروں نے جمع ہو کر ان کے راج گدی پر بیٹھنے کی درخواست کی۔ مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور یہ جواب دیا کہ راج بھائی رام چندر جی کا حق ہے میں ان کی تلاش میں جاتا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہوں اور ان کو ساتھ لے کر جلد پھر آتا ہوں۔ وزیر اور امیر اور شہر کی بہت سی خلقت بھی ان کے ساتھ ہوئی اور وہ چتر کوٹ پر جا پہنچے۔ دونو بھائی بہت تپاک سے ملے۔ پھر بھرت جی نے رام چندر جی سے راج قبول کرنے کی درخواست کی مگر انہوں نے یہی جواب دیا کہ جب تک چودہ برس ختم نہ ہولیں۔ مجھ کو اُجدھیا میں قدم رکھنا حرام ہے۔ جب بھرت جی نے ان کو باپ کا قول پورا کرنے پر ایسا ثابت قدم پایا تو ان سے چودہ برس کے بعد اُجدھیا میں آنے اور راج قبول کرنے کا عہد لیا۔ پھر سونے کی کھڑاویں ان کے پاؤں میں پہنا کر اپنے ساتھ لیتے آئے اور ان کھڑاؤں کو تخت پر رکھ کر رام چندر جی کی طرف سے راج کرنے لگے۔

بھرت جی کے واپس آنے کے بعد رام چندر جی نے لچھمن جی اور سیتا جی کو ساتھ لے کر دکن کا رخ کیا اور بنوں اور جنگلوں کی سیر کرتے اور وہاں وحشی اور خونخوار باشندوں سے لڑتے بھڑتے تیرہ برس کے بعد گوداوری پر پہنچے۔ یہاں پہنچ کر پنج وٹی میں جس کو آج کل ناسک (نسک اس مقام کا نام اس وجہ سے رکھا گیا ہے کہ یہاں لچھمن جی نے سروپ نکھا کی ناک کاٹی تھی اور زبان سنسکرت میں ناسک کی جگہ ہو کہتے ہیں۔) کہتے ہیں، سکونت اختیار کی۔ یہ مقام اس وقت لنکا کے راجہ راون کی عملداری میں تھا اور اس کے دو بھائی کھر اور دوشن اس کی طرف سے اس علاقے میں حکومت کرتے تھے۔ ایک روز جو اتفاق سے راون کی بہن سروپ نکھا کا پنج وٹی میں گذر ہوا تو رام چندر جی کو شکیل اور خوبصورت جوان دیکھ کر ان پر عاشق ہوگئی۔ ہر چند اس نے طرح طرح کی دلفریب باتوں سے اپنے دامِ محبت میں ان کو پھنسانا چاہا۔ مگر رام چندر جی نے کہ اپنی ایک بیوی کے سوا دوسری عورت کی طرف آنکھ بھر کر دیکھنا حرام جانتے تھے۔ کچھ التفات نہ کی۔ بلکہ ان کے بھائی لچھمن جی نے اس کے یہ انداز دیکھ کر تلوار سے اس کی ناک کاٹ ڈالی۔ تب وہ روتی پیٹتی اور اپنی چھاتی کوٹتی لہو میں ڈوبی ہوئی اپنے بھائیوں کھر اور دوشن کے پاس آئی۔ بھائیوں نے جب بہن کا یہ حال دیکھا تو غصے کے مارے انہیں تاب نہ رہی اور رعد کی طرح کڑکتے ہوئے رام چندر جی اور لچھمن جی پر حملہ آور ہوئے۔ مگر ان بہادروں نے ان پر تیروں کی ایسی بوچھاڑ کی کہ ان کے بدن چھلنی ہوگئے اور وہ اسی میدان میں کھیت رہے۔ اب سروپ نکھا نے راون کے پاس جا کر فریاد کی اور کہا اگر کچھ ہمت اور غیرت ہے تو میرا اور اپنے بھائیوں کا بدلہ لے۔ یہ بات سن کر راون سخت بدنہاد تھا۔ بیقرار ہوگیا اور اسی وقت پنج وٹی کو روانہ ہوا۔ ایک روز ایسے وقت کہ رام چندر جی اور لچھمن جی اپنی جھونپڑی میں نہ تھے اور سیتا جی اکیلی بیٹھی ہوئی تھیں۔ راون فقیروں اور بھیک منگوں کا بھیس بنا کر ان کے پاس پہنچا اور پکڑ کر زبردستی اپنے ساتھ لے گیا۔ سیتا جی نے ہر چند چیخیں ماریں اور غل مچایا۔ مگر اس وقت

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کوئی ان کی مدد کو نہ پہنچا۔ جب رام چندر جی اور لچھمن جی جھونپڑی کو واپس آئے تو سیتا جی کو وہاں نہ دیکھ کر نہایت پریشان ہوئے اور جا بجا جنگل میں ان کی تلاش کرنے لگے۔ آخر کو یہ سراغ لگا کہ لنکا کا راجہ راون ان کو لے گیا ہے اس بات کے دریافت ہوتے ہی رام چندر جی نے جنوب کی راہ لی اور چلتے چلتے سگریو نام ایک راجہ کے علاقے میں پہنچے۔ یہ زبردست سردار فوج جرار اپنے قبضے میں رکھتا تھا اور ہنومان اس کا سپہ سالار اور مشیر کار تھا۔ جب اس نواس معاملے کی خبر ہوئی تو بہت سی فوج دے کر ہنومان کو رام چندر جی کے ساتھ کیا اور یہ لشکر اس آبنائے پر جو ہندوستان اور لنکا کے مابین واقع ہے۔ پُل باندھ کر لنکا میں جا پہنچا ادھر سے راون بھی اپنی فوجیں لے کر رام چندر جی کے مقابلے میں آیا۔ اٹھارہ دن تک برابر لڑائی ہوتی رہی۔ انجام کار راون اور اس کے رشتہ دار اور بڑے بڑے سردار جب میدان جنگ میں کام آئے اور رام چندر جی نے راون پر فتح پائی تو سیتا جی بھی ان کے ہاتھ آئیں اور چونکہ اب چودہ برس ختم ہو چکے تھے اس واسطے رام چندر جی مع لچھمن جی اور سیتا جی کے اُجدھیا کو روانہ ہوئے۔ بھرت جی کو جب ان کے آنے کی خبر ہوئی تو راج کے سارے سرداروں اور افسروں کو ساتھ لے کر ان کے استقبال کو گئے اور رعایا کو بھی ان کے آنے کی ایسی خوشی ہوئی کہ ابھی شہر کے باہر ہی تھے کہ ہر ایک شخص اپنی حیثیت کے موافق نذر لے کر ان کی خدمت میں پہنچا۔ کوشلیا نے جس کو رام چندر جی کی جدائی میں ایک ایک دن ایک ایک برس کے برابر گزرا تھا۔ اپنے نور دیدہ کو دیکھ کر دوبارہ زندگی پائی۔ بھرت جی نے سلطنت رام چندر جی کے حوالے کی اور وہ مدت تک بڑی شان و شوکت سے اُجدھیا میں راج کرتے رہے۔

شمس العلماء مولوی محمد حسین آزاد

مشقی سوالات

۱ بن باس کو جاتے وقت رام چندر جی کی جو گفتگو ان کی والدہ سے ہوئی۔ اپنے الفاظ میں بیان کرو۔

۲ ''پاؤں تلے کی زمین نکل گئی'' اور ''سارا شہر ماتم کدہ بن گیا'' کا مطلب آسان الفاظ میں بیان کرو۔

۳ مندرجہ ذیل کلمات گرامر کی رُو سے کیا کیا ہیں۔

۴ ''چھوڑ جاؤ گے'' کون سا فعل ہے۔ اس کے مونث صیغوں کی پوری گردان کرو۔

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

آٹھویں جماعت کے لیے

ا۔ معرفتِ الٰہی

صبح کے پرتو میں ہے جلوہ ترا
رات کو تاروں میں ہے تیری رضا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
قابل عبرت ہے دُنیا کا نظام
تخت گر ہے آج تو کل بوریا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
دیدنی ہے مقبروں کی خوابگاہ
ایک ہی بستر پہ ہیں شاہ و گدا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
غنچۂ شاداب صحنِ باغ میں
مُسکراتے ہی پریشاں ہو گیا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
بیٹھتے دیکھے حباب آسا جہاز
ڈوبتے دیکھے سفینے بارہا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
زندگی نے سینکڑوں ساماں کیے
موت نے آکر پریشاں کر دیا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
ذرّہ ذرّہ سے عیاں ہے انقلاب
لحہ لحہ پر بدلتی ہے ہوا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
دب گئے کیا کیا خزانے خاک میں
چل بسے کیا کیا عزیز و آشنا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
اُٹھ گئے ایک ایک کر کے دہر سے
کیسے کیسے دوستانِ با صفا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
چاند کے ٹکڑے جنھیں کہتے تھے لوگ
خاک کے پیوند ہیں وہ مہ لقا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
اُن کو رکھا ہے اندھیری قبر میں
جن سے وابستہ تھا جینے کا مزا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
صبح کو تھا نغمۂ و ساز و سرود
شام کو ہے گریہ و آہ و بکا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
خود بخود اُٹھتی ہے دل میں ہوک سی
صبح کو چلتی ہے جب ٹھنڈی ہوا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
اس طلسمِ حیرت و نیرنگ کی
جانتا ہوں ابتدا و انتہا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
مٹتے دیکھیں آرزوئیں بے شمار
ٹوٹتے دیکھے ارادے بارہا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا
اب بھی چونک اے جوش گہری نیند سے
شب کے سناٹے میں آتی ہے صدا
پھر بھی میں تجھ کو نہیں پہچانتا

جناب جوش ملیح آبادی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سوالات

۱ ان الفاظ کو مناسب موقع اور محل پر استعمال کرو:

عبرت۔ دیدنی۔ طلسمِ حیرت۔ نیرنگ۔ مہ لقا۔

۲ اس نظم میں شاعر نے کن کن مناظر کا ذکر کیا ہے اور کیوں؟

۳ ترکیب نحوی کرو: ع قابل عبرت ہے دنیا کا مقام

۴ دیدنی اور زندگی کی ی کیسی ہے؟

۵ شاہ و گدا کون سا مرکب ہے؟ کم از کم اس کی پانچ مثالیں دو۔

۱۶۔ ہوشیار سراغرساں

ڈرامہ

اشخاص

یوسف جی اسمٰعیل بھائی: بمبئی کا ایک امیر جوہری۔

سلیم: یوسف جی کا ایک معتبر ملازم۔

شاہد حسین: خفیہ پولیس کا افسر۔

ہدایات: یوسف جی اپنے آراستہ کمرے میں بحالت پریشان بیٹھے ہیں۔ اس کمرے کے بائیں گونے میں ایک دروازہ ہے۔ جو اُن کی خوابگاہ میں کھلتا ہے۔ دائیں جانب اس کمرے کا بیرونی دروازہ ہے۔

یوسف جی: (وفورِ پریشانی میں دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر) کس قدر تعجب ہے۔ کس حیرت ہے۔ کل میں نے اپنے ہاتھوں سے اس ہیرے کو تجوری میں بند کیا۔ تجوری ویسی کی ویسی بند ہے۔ کبھی میرے پاس ہے۔ اور ہیرا غائب (اُٹھ کر اور کمرے میں ٹہل کر) آخر یہ پولیس کس مرض کی دوا ہے۔ میرے ہی گھر کا کونہ کونہ تلاش کرنے اور مجھ ہی سے سوالات کرنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتی۔ اگر میں ہی بتا سکتا۔ تو ان کو یہ تکلیف کیوں دیتا (پھر کچھ سوچ کر) آہ! اگر یہ ہیرا گم ہو گیا۔ تو...

(سلیم چائے کی کشتی ہاتھوں میں لیے داخل ہوتا ہے)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سلیم: چائے حاضر ہے

یوسف جی: چائے! اگر سلیم اس کمرے میں میرے یا تمھارے سوا اور کوئی نہیں آتا۔ پھر یا تو تم چور ہو یا میں۔

سلیم: (رونی صورت بنا کر) تو حضور کو مجھ پر شک ہے حضور کے نمک ہی کی مار پڑے۔ جو میں نے آنکھ اُٹھا کر کبھی آپ کے مال کو دیکھا ہو۔ لیجیے میں کہیں گیا تو نہیں۔ میری تلاشی لے لیجیے۔ (ایک ایک کر کے ٹوپی، واسکٹ اور پھر جوتا اُتار کر دکھاتا ہے)

یوسف جی: (جوتے کو دیکھ کر) بس بھائی بس تلاشی ہو چکی۔ (سلیم پھر بسورنا شروع کرتا ہے)
اے بھائی میں نے کب کہا ہے کہ تم چور ہو۔

سلیم: (روتے ہوئے) ابھی ابھی آپ نے ہی تو کہا تھا کہ چور یا تم ہو یا میں۔

یوسف جی: (چائے پیتے پیتے) تو بھئی میں نے کیا خطا کی۔ تم کو چور کہا تو اپنے آپ کو کب بخشا اچھا جانے دو۔ بھائی معاف کرو۔ تم چور نہیں۔ چور میں ہوں۔ مگر یہ تو..................
(ٹیلی فون کی گھنٹی بجتی ہے)
یہ کون؟ سلیم ذرا دیکھنا تو۔
(سلیم ٹیلی فون پر باتیں کرتا ہے)

سلیم: ہاں ہاں۔ تشریف رکھتے ہیں۔ ذرا ٹھہریئے۔
(یوسف جی سے مخاطب ہو کر)
کوئی صاحب آپ سے باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ خفیہ پولیس کے دفتر سے.......... اُنھوں نے شاید یہی کہا ہے۔

یوسف جی: (جلدی سے چائے کا پیالہ رکھ کر) اب خوابِ غفلت سے جاگے۔ خیر! (ٹیلی فون پر) میں ہوں.................. یوسف جی.................. جی، میں ہی یوسف جی اسمٰعیل بھائی ہوں۔ فرمایئے.......... جی ہاں۔ چوری میرے ہی ہاں ہوئی ہے کون آئے گا۔ آپ؟..................
آپ کون صاحب ہیں..................شاہد حسین..........آپ کی تعریف؟..........انسپکٹر خفیہ

پولیس۔ آیئے صاحب ضرور آیئے۔ اور جلد آیئے۔ میں آپ ہی کے انتظار میں ہوں............ دس بجے سے پہلے نہیں آ سکتے؟

(قریب کی کرسی پر بیٹھ کر اور ذرا اطمینان سے گھڑی دیکھ کر)

ابھی تو بجے ہیں۔ افوہ ایک گھنٹہ باقی ہے! خیر میں اتنے میں کپڑے پہن لیتا ہوں۔ سلیم تم یہاں ٹھہرو۔ میں ذرا کپڑے بدل لوں۔

(خواب گاہ میں جاتے ہیں)

(سلیم ذرا سی دیر انتظار کرتا ہے۔ اور پھر احتیاط سے چاروں طرف دیکھ کر ٹیلی فون پر باتیں کرتا ہے)

دیکھو۔ میں ہوں ٹالی۔ جلدی کرو۔ مجھ پر شبہ کیا جا رہا ہے۔ دس بجے خفیہ پولیس کا افسر آ رہا ہے............ اُس کا نام؟ شاہد حسین۔ مگر پولیس نے مکان گھیر رکھا ہے۔ میں باہر نہیں جا سکتا۔ دس بجے............ ٹھیک دس بجے۔ خدا کے واسطے جلدی کرو۔ میں کیا کروں............ بہت بہتر۔

(واپس آ کر بڑے اطمینان سے دیواروں پر لگی ہوئی تصویروں کو دیکھنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ یوسف جی داخل ہوتے ہیں)

یوسف جی: ہاں بھئی سلیم! تو تم کو پورا اطمینان ہے کہ میرے اور تمھارے سوا کل سے اس کمرے میں کوئی نہیں آیا۔

سلیم: (پھر رونی صورت بنا کر) خدا کا غضب ٹوٹے جو میں نے کل سے آپ کے کمرے میں قدم بھی رکھا ہو۔

یوسف جی: (گھبرا کر) نہیں۔ میں نے تو یونہی ایک سوال کیا تھا۔ تم پھر رونے لگ گئے۔ جاؤ آرام کرو۔ ہاں چائے کے برتن اُٹھا لے جاؤ۔

(سلیم برتن اٹھا کر روتا ہوا چل دیتا ہے)

سلیم بالکل بے گناہ ہے۔ کس قدر معصوم ہے میں نے اُسے ناحق رُلایا۔ کتنے برس سے میرے پاس کام کر رہا ہے۔ نہیں یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

(سلیم داخل ہوتا ہے)

یوسف جی: کیوں کیا ہے؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سلیم: حضور! انسپکٹر شاہد حسین آپ سے ملنے کے لیے آئے ہیں۔

یوسف جی: (گھڑی دیکھ کر) انسپکٹر شاہد حسین! ابھی تو سوا نو ہی بجے ہیں۔ خیر بلا لو۔

(انسپکٹر شاہد حسین داخل ہوتے ہیں۔)

شاہد حسین: آداب عرض ہے۔ میں معافی چاہتا ہوں۔ ذرا وقت سے پہلے ہی آ گیا۔ مجھے آپ کی پریشانی کا خیال تھا۔

یوسف جی: تسلیم۔تسلیم۔آپ نے بہت مہربانی کی۔ میں آپ ہی کا انتظار کر رہا تھا۔

شاہد حسین: اگر تکلیف نہ ہو تو اس چوری کا مفصل حال مجھے بتا دیجیے تاکہ میں اپنی تحقیقات شروع کر سکوں۔

یوسف جی: جی مفصل حال کیا ہے۔ جو عرض کروں۔ میں جواہرات کی تجارت کرتا ہوں۔ کوئی آٹھ دن گذرے میں نے ایک ہیرا دس ہزار روپے پر خریدا۔ اور اپنی دانست میں بہت سستا خریدا۔ کل رات تک وہ میری تجوری میں محفوظ تھا۔ اور آج غائب۔ بس

شاہد حسین: (سوچتے ہوئے) ہوں ہوں۔ اس کمرے میں کل رات سے اس وقت تک کون آیا؟

یوسف جی: صرف میں یا میرا ملازم۔ مگر وہ بہت معتبر ہے۔ مدت سے میرے پاس ہے۔ مجھے اس پر کوئی شبہ نہیں۔

شاہد حسین: خیر۔ مگر یہ تو بتائیے کہ یہ ملازم کل سے کہیں باہر تو نہیں گیا۔

یوسف جی: بالکل نہیں۔

شاہد حسین: (سوچتے ہوئے) کیا میں اس تجوری کو دیکھ سکتا ہوں۔

یوسف جی: بڑی خوشی سے۔ ادھر آیئے۔ وہ میرے سونے کے کمرے میں رکھی ہے۔

(دونوں اُٹھ کر جانا چاہتے ہیں کہ سلیم داخل ہوتا ہے)

سلیم: کوئی صاحب آپ سے ملنا چاہتے ہیں اور وہ بھی اپنا نام انسپکٹر شاہد حسین بتاتے ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

یوسف جی: انسپکٹر شاہد حسین!

شاہد حسین: (ذرا بیتاب ہوکر سوچتے ہوئے) ہوں ہوں۔انسپکٹر شاہد حسین۔ہاں سیٹھ صاحب انھیں بلائیے۔

اچھا ہوا کہ میں وقت سے کچھ پہلے ہی آ گیا۔

(سلیم سے) جاؤ اُنھیں بلالاؤ۔

(یوسف جی سے) مگر سنیے۔میرا نام نہ بتائیے گا۔فقط یہی کہہ دیجیے کہ میں آپ کا ایک دوست ہوں۔

(سلیم اور انسپکٹر شاہد حسین نمبر ۲ داخل ہوتے ہیں)

شاہد حسین نمبر ۲: تسلیمات۔(سلیم کو غور سے دیکھتے ہوئے یوسف جی سے مخاطب ہوکر) سیٹھ جی اسمٰعیل بھائی آپ ہی کا نام ہے۔میں خفیہ پولیس............(شاہد حسین نمبر ۱ کی طرف مشتبہ نظروں سے دیکھ کر) اہم اہم۔

یوسف جی: کوئی مضائقہ نہیں۔یہ میرے دوست ہیں۔آپ فرمائیے۔

شاہد حسین نمبر ۲: خیر۔کیا میں آپ کے ملازم سے دو تین سوالات پوچھ سکتا ہوں؟

یوسف جی: بڑی خوشی سے

(پکار کر) سلیم! سلیم! میاں اِدھر آؤ۔

سلیم: (داخل ہوکر) جی سرکار!

شاہد حسین نمبر ۲: (سلیم کو بنظرِ غائر دیکھ کر) تم یہاں کب سے ملازم ہو؟

سلیم: ایک مدت ہوگئی ہے

شاہد حسین نمبر ۲: کتنے روز؟ کتنے مہینے؟ کتنے برس؟

سلیم: یہ تو میں نہیں جانتا صاحب۔مگر ہوگئے ہوں گے یہی کوئی دس بارہ برس۔

شاہد حسین نمبر ۲: مگر چھ برس ہوئے۔تم الٰہ آباد میں تھے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سلیم: (رو کر) میں الٰہ آباد میں؟ صاحب میں نے تو الٰہ آباد کی صورت بھی نہیں دیکھی۔

شاہد حسین نمبر۲: اب رونے دھونے سے کام نہیں چلے گا۔ دیکھیں تمھارا جوتا۔ یہ تم نے کہاں سے خریدا ہے؟

سلیم: یہیں سے (دائیں پاؤں کا جوتا اُن کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ اور چپکے سے بائیں پاؤں کا جوتا دائیں پاؤں میں پہن لیتا ہے)

شاہد حسین نمبر۲: ٹھیک (جوتا واپس دے کر) لاؤ تو دوسرا پاؤں (سلیم جوتے کو لے کر اور دائیں پاؤں میں ڈال کر پھر اُسی کو واپس دے دیتا ہے)

سلیم: لیجیے۔

شاہد حسین نمبر۲: خوب دونوں دائیں پاؤں۔ (اسے اپنے ہاتھ پر رکھ کر) ذرا دیکھیں دوسرا پاؤں۔ وہ جو اب تمھارے بائیں پاؤں میں ہے۔

سلیم: (بحالت مجبوری دوسرا جوتا دے کر) لیجیے۔

شاہد حسین نمبر۲: (جوتے کی ایڑی کو ٹھوک بجا کر باہر کی طرف کھینچتا ہے۔ اس میں سے ہیرا نکال کر خوشی اور کامیابی کے اظہار سے) لیجیے سیٹھ صاحب یہ ہے آپ کا ہیرا۔ اب میں آپ کے اس معتبر ملازم کو ذرا بڑے گھر کی ہوا کھلانے کے لیے تکلیف دینے کی اجازت چاہتا ہوں۔

شاہد حسین نمبر۱: (ایک پستول کی نالی شاہد حسین نمبر۲ کی طرف کر کے) ایسی جلدی کیا ہے؟

شاہد حسین نمبر۲: آپ کا اِس حرکت سے مطلب؟

شاہد حسین نمبر۱: صرف یہی کہ میں آپ کی چال سمجھ گیا۔ (یوسف جی سے) سیٹھ صاحب! یہ شخص بھی آپ کے ملازم کا رازدار ہے۔ اور چور ہے۔ جو ہیرا اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ صرف موم کا بنا ہوا نقلی ہیرا ہے۔ اصلی ہیرا اس وقت اس کی جیب میں ہے۔ (شاہد حسین نمبر۲ سے مخاطب ہو کر) ہاں ذرا اپنے ہاتھ تو اُٹھائیے۔ (وہ ہاتھ اُٹھاتا ہے) سیٹھ صاحب! اب آپ اس کی جیب سے اپنا ہیرا نکال لیجیے۔

(c) 2014, Iqbal Academy, Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(باہر کے دروازے پر کوئی شخص آواز دیتا ہے)

یوسف جی: یہ کون؟

شاہد حسین نمبرا: ٹھہریئے۔ یہ بھی شاہد انھی کا کوئی ساتھی ہے۔ ان دونوں کو آپ اپنی خواب گاہ میں بند کر دیجیے۔
(سلیم اور شاہد حسین نمبر۲ سے مخاطب ہوکر) چلئے تھوڑی دیر کے لیے اس کمرے میں آرام فرمایئے۔

(خواب گاہ میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیتا ہے)

(یوسف جی سے) اب تھوڑی دیر کے لیے سیٹھ صاحب مجھے یوسف جی اسمٰعیل بھائی بننے کی اجازت دیجیے۔ آپ میرے وکیل ہیں اور کسی قانونی مشورہ کے لیے اِس وقت میرے ہاں تشریف لائے ہیں۔

(بیرونی دروازہ کھولتا ہے)

آیئے آیئے۔ جناب کا اسم شریف۔

ملاقاتی: میرا نام انسپکٹر شاہد حسین ہے۔

(یوسف جی نام سُن کر چونک پڑتے ہیں)

شاہد حسین نمبرا: آپ وکیل صاحب ذرا مسودہ تیار کر لیجیے۔

(شاہد حسین نمبر۳ سے مخاطب ہوکر)

آیئے اس کمرے میں تشریف لایئے۔ اسی میں وہ تجوری رکھی ہے۔

(کمرے میں داخل ہوتے ہیں۔ تھوڑی سی دیر میں کسی کے چیخنے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ انسپکٹر شاہد حسین نمبرا واپس آتا ہے)

سب کے سب گرفتار ہو گئے۔ آج کا دن بھی کتنا اچھا ہے۔ چوروں کا ایسا خطرناک جتھا اور ایک ہی موقع پر قابو میں آ گیا۔ صرف میری خوش قسمتی ہے۔ آیندہ سے سیٹھ صاحب ذرا اپنے ہیروں کو سنبھال کر رکھا کیجیے۔

(شاہد حسین نمبر۲ اور سلیم چپ چاپ خوابِ گاہ کا دروازہ کھول کر اور پستول ہاتھ میں لیے داخل ہوتے ہیں)

چوروں کا کچھ اعتبار نہیں۔ عین اِس وقت جب آپ اپنے آپ کو بالکل محفوظ خیال کرتے ہوں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ممکن ہے کہ وہ آپ کی تجوری کی تاک میں ہوں مثلاً اس وقت آپ کو کیا معلوم ہے۔ کہ آپ اس شہر کے تین ہوشیار اور چالاک چوروں کے نرغے میں پھنسے ہوئے ہیں۔

(یوسف جی گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو گھرا ہوا پاتے ہیں)

یوسف جی: (بہت پریشانی سے) آپ کا ان باتوں سے مطلب؟

شاہد حسین نمبر ا: یہی کہ ذرا ہم کو اجازت دیجیے۔ کہ آپ کو اس کرسی کے ساتھ مضبوط باندھ دیں۔ تاکہ کم از کم تھوڑی دیر کے لیے آرام تو کر سکیں (ایک رسی سے یوسف جی کو کرسی کے ساتھ باندھ دیتا ہے) لیجیے سیٹھ صاحب خدا حافظ اب جب آپ پھر کسی عجیب و غریب ہیرے کو بہت ہی سستے داموں پر خرید لیں گے تو ہم آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کریں گے۔ آداب عرض

(پستول جیب میں ڈال کر دروازے تک جاتے ہیں۔ اتنے میں دروازہ کھلتا ہے اور ایک شخص پستول کی نالی سامنے کیے داخل ہوتا ہے)

کون تم کون؟

آنے والا: (بڑے اطمینان سے) خفیہ پولیس کا انسپکٹر شاہد حسین۔

شاہد حسین نمبر ا: (بہت گھبرا کر) بغیر اطلاع اس طرح اندر آنے سے تمھارا مطلب؟

انسپکٹر شاہد حسین: یہی کہ میں ایک ہوشیار سراغ رساں ہوں۔ اور وہ شخص جس کو تم شاہد حسین سمجھ کر کمرے میں بند کر آئے ہو۔ صرف میرا سارجنٹ تھا۔ اب میں ذرا تم سے بے تکلف ہونے کی اجازت چاہتا ہوں۔ ذرا ہاتھ بڑھا دیجیے۔ دیکھیے اب منہ بنانے سے کیا فائدہ۔ شاباش۔ ایسے! کیا کہنا!!

(تینوں کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈال دیتا ہے)

یوسف جی: (بہت حیرت اور مسرت سے) تو اصلی انسپکٹر شاہد حسین آپ ہیں۔ ہاہاہاہا

حکیم احمد شجاع بی۔ اے علیگ

سوالات

ا سلیم نے جب ٹیلی فون پر چوروں کو شاہد حسین انسپکٹر پولیس کے آنے کی اطلاع کی۔ تو چوروں نے اس سے کیا فائدہ اُٹھایا؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲ جس شخص کو چوروں نے انسپکٹر شاہد حسین سمجھ کر کمرے میں بند کر دیا۔ کون تھا؟

۳ اصلی انسپکٹر شاہد حسین چوروں کو دھوکا دینے کے لیے کیا چال چلا؟

۴ مندرجۂ ذیل میں سے مذکر کون کون سے ہیں اور مؤنث کون کون سے؟

تجوری۔ مرض۔ جوتا۔ خطا۔ اطمینان

۵ ”پولیس کس مرض کی دوا ہے“ کا مطلب بیان کرو۔ نیز بتاؤ کہ بڑے گھر کی ہوا کھلانے کے کیا معنی؟

☆

فیمنزم کی مخالفت کرنے والوں میں یورپ کی خواتین بھی شامل تھیں۔ پچھلے برس اٹلی کی جینا لومبروسو (Gina Lombroso) کے بارے میں نیویارک ٹائمز میں طنزیہ لکھا گیا تھا، ”ہم امریکن اور انگریز اس گمان میں رہتے ہیں کہ ہماری مسز کیٹ اور پینکھرسٹ جیسی خواتین بتدریج پورے کُرّۂ ارض کو تبدیل کر رہی ہیں۔ مگر یہ لیجیے، اِٹلی سے یہ آواز بلند ہوئی ہے جو اَبھی تک بڑی معصومیت کے ساتھ قرونِ وسطیٰ سے ہم آہنگ ہے!“

"We Americans and English like to assure ourselves that our Mrs. Catts and our Pankhursts are gradually transforming the face of the whole round world. But lo, here is a voice out of Italy that is still innocently attuned to the Middle Ages." (Mary Siegrist in *The New York Times* on July 29, 1923)

لمبروسو کی کتاب عورت کی روح انگریزی میں ترجمہ ہو کر شائع ہوئی۔ معلوم نہیں کب اقبال کی نظر سے گزری مگر بعض ابواب نے خاص طور پر اُن کی توجہ حاصل کی:

☆ Women's tragic position

☆ The Soul

☆ Love

یہ کتاب اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہے۔ جاویدنامہ کے فلکِ مریخ پر نبیۂ مریخ کی تقریر پر رومی جو اعتراض کرتے ہیں اُس کا مسالہ شاید اِسی مصنفہ کے افکار سے اخذ کیا گیا ہو۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

اِس برس شائع ہونے والی کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

Rudolf Steiner (in German). *Grundlinien einer Erkenntnistheorie der Geothechen Weltan Schauung mit befonderer Ruckficht auf Schiller: Zugleich eine Zugabe zu Geothes, Naturwiffenfchaftlichen Schriften in Krufschnners Deutfcher National-Literature. Der Komends Taga*. G. Verlag, Stuttgart

Hans Vaihinger (translated by C. K. Ogden). *The Philosophy of "As If" – A System of the Theoretical, Practical and Religious Fictions of Mankind.* Kegan Paul, London

A. Radoslav Tsanoff. *The Problem of Immortality – Studies in Personality and Value.* Allen and Unwin, London

Welfred Wellock (with an introduction by Bertrand Russell). *The Spiritual Basis of Democracy.* S. Ganesan, Madras

Gina Lombroso. *The Soul of Woman.* Jonathan Cape, London

Sir Oliver Lodge. *Making of Man: A Study in Evolution.* Hodder and Stoughton, London

F. C. S. Schiller. *Tantalus, or the Future of Man.* Kegan Paul (Reprinted 1926), London

Eric Dickinson. *Laolus and Other Poems.* Jamia Press, Aligarh

R. Tagore. *Letters from Abroad.* S. Ganesan, Madras

۱۹۲۵

☆

۱۹۲۵ء میں انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ میں مولانا انور شاہ کشمیری لاہور آئے اور اقبال نے انہیں اور مولانا احمد شاہ لاہوری کو کھانے پر مدعو کیا۔

رجال

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

اس برس انجمن کے تحت لڑکیوں کے لیے چلنے والے مدرسوں میں سے ایک کو مڈل کا درجہ دے کر انگریزی تعلیم شروع کی گئی۔

شاہد ۳۴

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

ایل ایل بی	دوسرا پرچہ
بی اے آنرز	فلسفہ پہلا پرچہ
ایم اے	فلسفہ چوتھا پرچہ
ایم اے	فارسی دوسرا پرچہ
ایم اے	تاریخ آٹھواں پرچہ
ایم اے	فلسفہ پہلا پرچہ [شریک ممتحن]

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ کے مختلف شمارے ہیں مگر پرچوں کی فہرست ان کی کتاب میں جس طرح شائع ہوئی ہے اُس پر کتابت کی بعض غلطیوں کا شبہ ہوتا ہے۔

☆

جرمنی کے شہر ڈارمسٹارڈ (Darmstadt) میں کاؤنٹ ہرمن کیسرلنگ نے پانچ برس پہلے اسکول آف وِزڈم قائم کیا تھا۔ جنگِ عظیم سے پیدا ہونے والی نئی دنیا کی تشکیل میں حصہ لینا چاہتے تھے جو نسل، قومیت اور علاقائیت سے ماورا ہو۔ اس برس ان کے سفر کی ڈائری شائع ہوئی۔ سفر تیرہ چودہ برس پہلے کیے تھے۔ لاہور بھی آئے تھے۔ پچھلی صدی کے فرانسیسی ناول نگار فلابئر سے متاثر تھے۔ دوستوں میں رابندرناتھ ٹیگور کا نام سرِ فہرست تھا۔

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

The Travel Diary of a Philosopher

Count Hermann Keyserling

Translated [from German] by J. Holroyd Reece

[Excerpt]

The impulse which drives me into the wide world is precisely the same as that which drives so many into monastries - the desire for self-realization... I want to let the climate of the Tropics, the Indian modes of consciousness, the Chinese code of life, and many other factors which I cannot envisage in advance, to work their spell on me, one after the other, and then watch what will become of me. [p.14, 16]

*

I have really strayed beyond India. Leafless trees, the cold, clear air of winter - broad, dusty high roads on which men wander about, whose physical type is familiar to me. Curious: between Afghanistan and Russia there lies a whole world. Every district of Central Asia is inhabited by different tribes, possessing differing histories and cultures, with different customs and manners; and yet to-day one psychic atmosphere is spread from the Khyber Pass to the Ural Mountains. In this atmosphere all significance disappears. In Peshawar murders take place daily,and gaily coloured Indian shawls are for sale what does it matter? Everything might just as well not happen at all, or happen differently. The meaning of life here is not changed by one event more or less, by one event of this or of another kind. The camels march one behind the other in long, endless rows. Century follows century in one long, unending sequence. Millions of similar people die rhythmically one after another, sometimes violently, sometimes naturally, all with the stereotyped expression of a shrug of the shoulders.

I am seized by that infinite melancholy for which only the Russians possess the right word: Urrynie. I want nothing, lack nothing, I have no demonstrable reason for it, I am just melancholy. My soul is hollowed out, as it were. This Asia knows no vibrations of a mental kind. The rays which I radiate myself disappear in endless space, but I lack the inner power to arrest them. The result is a feeling of emptiness which makes me profoundly miserable. And then, alien, brutal forces enter into me the thoughts and desires which may

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

dwell in the wild hearts of Afghan cattle-thieves. I can hardly resist them, so suddenly do they assail me. And then I recognise in horror that they are not at all as alien to my inner self as I had thought: in me too there is somewhere, deep down, a crude Central Asiatic, and I curse the air which has let him be wakened from his slumber.

Yet this world contains possibilities for unique greatness. When the storm is let loose over the desert, whole mountains of sand are piled up which roll on like waves. Such storm forces have several times been embodied in men. They were beings without souls or sense, without inward aim or feeling for values; they hardly possessed any human consciousness. But on the other hand, the elemental force of the desert storm was in them. Like grains of sand they drove nations before them, burying cultures under mountains of sand. But if these did not remain, then everything was once more as if nothing had happened, as if their invasion had been an evil dream. These conquerors represent intrinsically non-spiritual powers. But greatness, yes, superhuman greatness, cannot be denied to Attila and Jenghiz Khan.

And to think that here, and not even at such an immeasurable distance of time, lay the very centre of Buddhistic culture! That the Valley of Kabul was the holy land of Mahayana doctrine, longed for by every searcher from the land of the five streams to the Japanese sea, the scene of the blending of the Hellenic and Indian spirits in art, culture and religion, to which all the later developments of the Far East can originally be traced! Central Asia was, for thousands of years, the source of all spiritual influences on earth. But as the waters dried up and the gardens withered to the dust of the desert, the spirit vanished irretrievably from this parched atmosphere, and the extremest forms of barbarism became the heir to the extreme of culture. [pp.195-6]

ڈائری کا تذکرہ علامہ اقبال نے اپنے مضمون 'Self in the Light of Relativity' میں کیا ہے جو ۱۹۲۵ء میں اسلامیہ کالج کے جریدے کریسنٹ میں شائع ہوا۔ اس میں علامہ نے کاؤنٹ کے self-realization کے تصور کو "یک رخا" (one-sided) قرار دیا۔ مضمون شامل کیا جا رہا ہے۔

ماخذ: Razzaqi

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

علامہ اقبال کی مرتب کی ہوئی میٹرک کی فارسی درسی کتاب آئینۂ عجم کا اس برس اُردو میں ترجمہ شائع ہوا۔ آخر میں حالاتِ زندگی درج تھے:

> اقبال۔ شیخ محمد اقبال نام۔ سیال کوٹی اقبال تخلص، ۱۸۷۰ء میں سیال کوٹ پنجاب میں پیدا ہوئے۔ ایام تعلیم میں عالم طفولیت سے شعروسخن کی جانب میلان طبع بہت تھا۔ ابتدائی تعلیم میں خوش قسمتی سے سکول کے ماسٹر صاحب بھی قابل اور سخن فہم تھے۔ طبیعت چمکی اور مشق کرتے کرتے فارسی اردو زبانوں میں کامل سخن سنج ہوئے۔ انگریزی زبان میں بھی سکالر ہوئے۔ ۱۸۹۸ء میں میں نے گورنمنٹ کالج لاہور میں آپ کو دیکھا۔ جبکہ بی۔ اے کلاس میں تعلیم پاتے تھے۔ نواب مرزا خاں داغ دہلوی سے اگرچہ تلمذ ہے۔ لیکن محاورات اور شعر گوئی میں مشکل پسندی ظاہر کرتی ہے کہ مرزا غالب مرحوم کے تتبع میں محو ہیں۔ تصنیفاتِ اُردو میں بانگ درا اور فارسی اسرار خودی۔ رموزِ بیخودی مقبولِ عام ہیں۔ ممالکِ یورپ کی سیر بھی کی۔ اور انگلستان میں چند سال تعلیم علوم مغربی سے مستفید ہو کر قانونی امتحانات میں کامیاب ہوئے۔ کچھ عرصہ اسلامیہ کالج لاہور میں پروفیسر کے ممتاز عہدہ پر خدمت انجام دی۔ ان دنوں بیرسٹرایٹ لاً لاہور میں ہیں۔ خداوند آپ کی عمر میں برکت دے۔ نازشِ پنجاب ہیں۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۶۶-۱۶۵

☆

کسی جیمز کزنز نے اپنی کتاب ۲۵ مارچ ۱۹۲۵ء کے دستخط کے ساتھ اقبال کو پیش کی:

James H. Cousins. *Samadarsana (Synthetic Vision) - A Study of Indian Psychology.* Ganesh, Madras

Muhammad Siddique (1983), p.20

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۲۴ اپریل کے قریب عید ہوئی۔ اقبال نے پھر وسیمہ سے کہا ہوگا، ''سیما! تمہیں کتنے پر یے عیدی دی جائے؟'' اب سیما تیرہ برس کی ہو چکی تھیں۔ بہت جھینپتی تھیں کہ کبھی روپے کا تلفظ یوں بھی کیا کرتی تھیں۔ سردار بیگم نے منع کیا کہ اب تو وہ بڑی ہو چکی ہے، اُسے یوں تنگ نہ کیا جائے۔ اقبال نے یہ مذاق ختم کر دیا۔

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۱۶۔ والدہ وسیمہ مبارک کی روایت بیان کی ہے۔ اُس میں عمر اور سال کا تعین نہیں۔ میں نے اندازے سے ۱۹۲۵ء کے واقعات میں رکھا ہے۔ مختار بیگم کا ذکر نہیں ہے، ممکن ہے کہ اُن کی وفات کے بعد کی بات ہو۔

☆

جاوید کی پیدائش پر ددھیال اور ننھیال کی طرف سے طلائی کنگنوں کی جو ایک ایک جوڑی ملی تھی اُسے وسیمہ مبارک نے چھ سات ماہ کے جاوید کے ہاتھوں اور پیروں میں پہنایا اور گلے میں سونے کی زنجیر ڈالی جس میں پونڈ لگے ہوئے تھے۔ اقبال مسکراتے ہوئے آئے اور جاوید کے قریب بیٹھ گئے۔

''میں نے فخریہ انداز میں اُن سے کہا، 'چچا جان! دیکھیے جاوید کو یہ زیورات کتنے بھلے معلوم ہو رہے ہیں'،'' وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ ''لیکن میری توقع کے برعکس انہوں نے بڑی نرمی سے فرمایا، 'سیما بیٹی! یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ یہ سارے زیورات اُتار دو، جاوید کسی مہاجن کا لڑکا نہیں، ایک غریب کا بیٹا ہے۔'''

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۵۹۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے سن کر روایت کیا۔

☆

۶ مئی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال جنرل کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ انہیں پانچ ووٹ ملے تھے۔ منشی سید محمد کاظم جو انجمن کے بانیوں میں سے تھے اور خان بہادر ہو چکے تھے، انہیں ستائیس ووٹ ملے جو سب سے زیادہ تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

بنام صاحبزادہ آفتاب احمد خاں

Sialkot City
4th June 1925

My dear Sahibzada,

I have read with great interest your excellent Note on Islamic Studies to which, it seems, you have given a great deal of thought and attention. The subject has to be looked at from various points of view and in reference to the birth or rather rebirth of humanism in the world of Islam today. However, I beg to offer a few stray thoughts which have come to me. Before I proceed further I would state the object of what you call Islamic Studies as follows:

1. To educate and train well-qualified theologians, divines, etc. (This is your first object on page 4 of your letter and I fully agree with it).

2. To produce scholars who may, by their researches in the various branches of Muslim literature and thought, be able to trace genetically the continuity of intellectual life between Muslim culture and modern knowledge. This requires a little more elucidation. The political fall of Islam in Europe unfortunately took place, roughly speaking, at a moment when Muslim thinkers began to see the futility of deductive science and were fairly on the way to building inductive knowledge. It was practically at this time that Europe took up the task of research and discovery. Intellectual activity in the world of Islam practically ceased from this time and Europe began to reap the fruits of the labours of Muslim thinkers.

The Humanist movement in Europe was due to the forces set free by Muslim thought. It is not at all an exaggeration to say that the fruits of modern European humanism in the shape of modern science and philosophy are in many ways only a further development of Muslim culture. Neither the European nor the Mussalman of today realizes this important fact because the extant works of Muslim thinkers still lie scattered and unpublished in the libraries of Europe, Asia and Africa.

The ignorance of the Mussalmans of today is so great that they consider

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

thoroughly anti-Islamic what has in the main arisen out of the bosom of their own culture. If, for instance, a Muslim savant knew that something like the theory of Einstein was seriously discussed in the scientific circles of Islam (Abul Ma'ali quoted by Averroes), the present theory of Einstein would appear to him less outlandish. Again his antipathy to modern inductive logic would be very much diminished if he knew that the whole system of modern Logic started from Razi's well-known objection to deductive logic of Aristotle.

The production of such scholars is absolutely necessary as they alone can help in the assimilation of modern knowledge.

3. To turn out Muslim scholars well-versed in the various aspects of Muslim History, Art, General Culture and Civilization. (This is really your third object mentioned on page

4 of your letter, which I have a bit narrowed by excluding science and philosophy from its scope.) This will include your object No. 2.

4. To produce scholars who may be fitted to carry on re-searches in the legal literature of Islam. As you know, our legal literature, a good deal of which is still unpublished, is simply enormous. In my opinion it should be treated as a separate branch of Muslim learning. (By law I mean the law relating to fiqh only).

It is in the light of these general considerations that we should. Devise a scheme of Islamic Studies in the Muslim University at Aligarh.

I will now proceed to consider the practical aspect of the matter:

The Study of Muslim Theology: Our first object in which-we both agree is the training of well-qualified theologians to satisfy the spiritual needs of the community.

But the spiritual needs of a community change with the expansion of that community's outlook on life. The change in the position of the individual, his intellectual liberation and infinite advance in natural sciences have entirely changed the substance of modern life so that the kind of scholasticism or theological thought which satisfied a Muslim in the Middle Ages would not satisfy him today. This does not mean an injury to the spirit of religion. But it certainly contradicts traditional view. If rejuvenation of Muslim life and the regaining of original depths are desirable then a rebuilding of theological thought is absolutely necessary. The vision of Sir Syed Ahmad Khan on this

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

point, as on many others, was al-most prophetic. As you know he himself undertook the task, which did not, and could not, prosper because it was mainly based on the philosophical thought of a bygone age. I am afraid I cannot agree with your suggested syllabus in Muslim Theology (para 4 of your letter). In my opinion it is perfectly useless to institute a school of Muslim Theology on older lines unless it is your object to satisfy the more conservative portion of our community. Spiritually, the older theology is, generally speaking, a set of worn out ideas; educationally, it has no value in view of the rise of new, and restatement of old problems. What is needed today is intellectual activity in fresh channels and the building of a new theology and Kalam. This can obviously be done by men who are properly equipped for such a task. But how to produce such men?

I fully agree with you in your suggestion that a system be devised for utilizing the best material from Deoband and Lucknow. But the point is: what would you do with these men after having trained them up to the Intermediate standard? Would you make them B.A.'s and M.A.'s after the suggestion of Sir Thomas Arnold? I am sure that so far as the study and development of theological thought is concerned they will not serve your purpose.

These Deoband and Lucknow men who disclose a special aptitude for theological thinking should, in my opinion, be given a thorough grounding in modern thought and science before you allow them to pass through Arnold's course, which, for their purpose, will have to be very much shortened. After completing their study of modern thought and science they may be required to attend lectures on such subjects in Arnold's course as have a direct bearing on their special study, e.g. sects of Islam and Muslim Moral and Metaphysical Philosophy. With this equipment they may be made University Fellows to give original lectures on Muslim Theology, Kalam and Tafsir. Such men alone will be able to found a new school of Muslim Theology in the University and serve our object No. 1. My suggestion, therefore, is that if you wish to satisfy the more conservative portion of our society you can start with a school of theology on older lines as suggested in para 4 of your letter but your ultimate aim must be gradually to displace it by the work of original thinkers produced in the manner I have suggested.

Coming now to our second object, those among the Lucknow and

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Deoband men who disclose a special aptitude for purely scientific research should be given a thorough grounding in Mathematics, Science or Philosophy according to their respective aptitudes. After having completed their study in modern science and thought they may be permitted to pass through Arnold's course, which will have to be shortened for their purpose also.

For instance, a man who has studied Physical Science only should be called upon to attend lectures on "Science in the Muslim World", Arnold's No. 3 in the M. A. course. You can then make him a University Fellow to devote all his time to researches in the particular science he has studied.

Coming to our third object, Arnold's full course should be opened to those who do not happen to possess a special aptitude for science or philosophy but want general training in the principles of Muslim culture and civilisation. But this need not be con-fined to men from Deoband or Nadwa only. Your own University men with a better knowledge of Arabic may take it up. I would find a place for Muslim art and architecture in this course.

Coming to our fourth object, i.e. the study of Muhammadan Law and. Legal History, we should pick up more brilliant men from Deoband and Lucknow who happen to possess a legal mind and disclose a special aptitude for legal subtleties. In view of the fact that the whole system of Muhammedan Law stands in need of constructive readjustment we should give them a thorough grounding in modern jurisprudence and principles of legislation and perhaps also in modern Economics and Sociology. You can make them L.L.B.'s if you like and then permit them to pass through Arnold's course, which will have to be shortened in their case also. For instance, they may be required to attend lectures on such subjects as Muslim Political Theory and Development of Muslim Jurisprudence. Some of them may be allowed to take up the profession of law. Others may accept your University Fellow-ship and devote themselves to legal research work. The present state of the administration 6f Muhammedan Law in this country is simply deplorable and there are difficulties which can be solved through legislative agencies only. Muhammedan professional lawyer thoroughly well-grounded in the principles of Muhammedan Law will be of the greatest help both in court and council.

Briefly, my suggestions are: I accept the course of study suggested by Sir Thomas Arnold. But the whole of it should be opened only to those candidates

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

who do not disclose a special aptitude for Law, Theology and Science. In so far as the study of Theology is concerned, I allow your suggestions (Para 4 of your letter) but consider it is only a tentative measure to be displaced eventually by the work of original thinkers, who shall have to be trained in the manner I have suggested in the course of my letter. For these men as well as for those who take up the study of Law and Special Science, Arnold's course will have to be shortened according to their needs. It is hardly necessary here to point out that a workable knowledge of German and Freneh is absolutely necessary for those who take up the study of Muslim thought, literature, art, history and even of Theology.

Yours sincerely
Muhammad Iqbal

☆

فوج میں ہندوستانی افسروں کی تعداد بڑھانے کا مطالبہ ہونے لگا تھا۔ مولانا محمد علی کی تاریخی بصیرت اس کے اہم پہلو کو محسوس کیے بغیر نہ رہ سکی۔ یہ اُن لوگوں کی کلبلاہٹ تھی جنہیں "فوج کے وفادار" سمجھا جاتا تھا مگر جو "فرانس میں صاحب لوگوں کو اپنی آنکھوں سے بھاگتا دیکھ چکے تھے اور خود سینہ سپر ہوئے تھے اور جن کی عادتیں یورپ کی زمین پر قدم دھرتے ہی مارسیلز کی میموں نے بگاڑنا شروع کر دی تھیں، پیرس، لندن اور برائٹین کا تو پوچھنا ہی کیا ہے..."

۱۹۲۵ء میں سرکار نے اسکین کمیٹی قائم کر دی تا کہ وہ مسئلے کا جائزہ لے کر تجاویز پیش کرے۔

☆

اسکین کمیٹی نے فوج میں ہندوستانی افسروں کے مسئلے پر اپنی رپورٹ پیش کر دی مگر سرکاری حلقوں میں اس کی مخالفت شروع ہو گئی۔

رپورٹ کے بارے میں مولانا محمد علی کا خیال تھا، "اگر اِس پر عمل بھی کیا گیا تو کئی نسلوں بعد ہندوستان کی حفاظت وہ ہندوستانی کرنے لگیں گے جو ہندوستان تو ہندوستان، برطانیہ اور فرانس کی بھی حفاظت بارہ برس ہوئے کہ جا کر کر آئے لیکن یہ بھی صاحب لوگوں کو گوارا نہیں..."

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۱۹۲۵ء کے آخر میں سید سلیمان ندوی کی سربراہی میں محمد شعیب، مولانا محمد عرفان اور مولانا ظفر علی خاں پر مشتمل وفد حجاز کے حالات کے مطالعے کے لیے گیا۔

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص ۲۴

☆

حجاز والے وفد کی رائے میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ محمد شعیب اور مولانا عرفان ایک طرف، ظفر علی خاں اور سلیمان ندوی دوسری طرف تھے۔ مولانا عرفان نے رپورٹ مرتب کی تو ظفر علی خاں نے مجبور کیا کہ ان کی روداد ضمیمے کے طور پر شامل کی جائے۔

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص ۲۵-۲۴

☆

انگریز ریاضی دان اور فلسفی الفریڈ نارتھ وائٹ ہیڈ (Alfred North Whitehead) کی کتاب سائینس اور جدید دنیا (*Science and the Modern World*) اس برس موسمِ گرما میں شائع ہوئی۔ وائٹ ہیڈ کے نزدیک عالمِ فطرت کوئی ساکن شے یا کسی غیر متحرک خلا میں واقع نہ تھا بلکہ حوادث کی ترکیب تھا جس کی نوعیت ایک مسلسل اور تخلیقی روانی کی تھی۔ انسانی سوچ اسے غیر متحرک ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اخذ کرتی تھی جس سے زمان و مکان کے تصورات وجود میں آتے تھے۔

آئن سٹائن کے نزدیک مکان کا وجود صرف دیکھنے والے کے لیے اضافی مگر ویسے حقیقی تھا۔ وقت اپنی گزرنے کی خصوصیت کھو بیٹھتا اور پُراسرار طور پر مکان ہی میں مدغم ہو جاتا۔ وائٹ ہیڈ نے نظریۂ اضافیت کو جس طرح پیش کیا اُس میں مادے کا تصور ایک حیاتیاتی وجود (organism) سے بدل گیا۔ یہ تصور مسلمانوں کے لیے آئن سٹائن کے نظریے سے زیادہ پرکشش ہو سکتا تھا۔

Reconstruction, Lectures II & V

(c) 2014: Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

چین میں کسان تنظیمیں قائم ہو رہی تھیں۔ اُس وقت یا بعد میں کبھی علامہ اقبال نے اِس عمل کی اہمیت کو محسوس کیا۔ زیادہ سے زیادہ سات برس بعد وہ خود ہندوستان میں اس قسم کی تنظیموں کے قیام کی دعوت دینے والے تھے۔

خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، لاہور، ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ Sherwani

☆

اس برس کسی وقت اسلامیہ کالج کے رسالے کریسنٹ (Crescent) میں خودی اور نظریۂ اضافیت کے بارے میں علامہ اقبال کا انگریزی مضمون شائع ہوا۔

Self in the Light of Relativity

1

The ease with which we perceive external things hides from us the mystery of human perception. According to modern science all that is necessary for an act of perception happens inside the observer; yet the thing perceived appears outside, and even at an enormous distance from the observe, as in the case of a star. If the star is mere interpretation of happenings within, then, why does it look external? You may say that it looks external because it is external. I do not contend this point. The star may be a reality situated outside me in an absolute space. My point is that if the account of perception given by modern science is correct, the star ought not to look external.

II

But is the thing known independent of the act of knowledge? Or, is the act of knowledge a constitutive element in the making of the object? Objective reality, as understood by Physical Science, is entirely independent of the act of knowledge. Knowing does not make any difference to it. It is whether one knows it or not. In studying its behaviour the act of knowledge can be ignored. Thus, Physics ignored Metaphysics in the sense of theory of knowledge in its onward march. But this attitude of Physical Science, though highly advantageous to itself, could not have been maintained for a long time. The act of knowledge is a fact among facts of experience which Empirical Science claims as its exclusive subject of study. Physics cannot afford to ignore

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Metaphysics. It must recognize it as a great ally in the organization of experience. Happily it is not a Metaphysician but a Scientist who justifies Metaphysics - I mean Einstein, who has taught us that the knower is intimately related to the object known, and that the act of knowledge is a constitutive element in the objective reality, thus confirming, in a sense, the idealistic position of Kant. A further advance in our knowledge of the relationship between the act of knowledge and the object known will probably come from Psychology.

III

The object known, then, is relative to the observing self; its size and shape change as his position and speed change. *But whatever the position and speed of the observer, whatever his frame of reference, something must always remain which confronts him as his 'other'.* What does this mean? Does it mean that there is something absolute in what appears to us as objective reality? No, we cannot construe ever-present externality to mean the total independence or absoluteness of what appears as external to the self. Such an interpretation would contradict the very principle which discloses its relativity. If, then, in view of the principle of relativity, the object confronting the subject is really relative, *there must be some self to whom to cease to exist as a confronting 'other'.* This self must be non-spatial, non-temporal-Absolute, to whom what is external to us must cease to exist as external. Without such an assumption objective reality cannot be relative to the spatial and temporal self. To the Absolute Self, then the Universe is not a reality confronting him as his 'other', it is only a passing phase of His consciousness, a fleeting moment of His infinite life. Einstein is quite right in saying that the Universe is finite, but boundless. It is finite because it is a passing phase (شان, in the Quranic language) of God's extensively infinite consciousness, and boundless because the creative power of God is intensively infinite. The Quranic way of expressing the same truth is that the Universe is liable to increase. This simple truth mentioned in the Qur'an was the greatest blow given to the Deductive systems of thought that existed before Islam, and to the circular view of the movement of Time, common to all the Aryan modes of thought. But the age of the Qur'an was hardly ready to assimilate it.

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

IV

We have seen that the Universe does not confront the Absolute Self in the same way as it confronts the human self. To Him it is a phase of His consciousness to us it presents itself as an independent reality. But is the human self also a phase of God's consciousness, or something more substantial than a mere idea? The nature of self is such that it is self-centered and exclusive. Are, then, the Absolute Self and the human self so related to each other that they mutually exclude each other? Pringle-Pattison deplores that the English language possesses only one word - creation - to express the relation of God and the Universe on the one hand, and the relation of God and the self of man on the other. The Arabic language is, however, more fortunate in this respect. It has two words to express this relation, i.e., *khalq* and *amr*. The former is used by the Qur'an to indicate the relation of the Universe of matter to God, and the latter indicates the relation of the human self to the Divine Self. All that we can say in answer to the extremely difficult question raised above is that the amr is not related to God in the same way as the khalq is. The amr is distinct but not isolated from God. But I confess I cannot intellectually apprehend this relationship any more than Rumi, who says:

اتصال بے تخیل بے قیاس
ہست رب الناس را با جان ناس

V

The next question is whether it is possible for the human observer to reach the Divine point of view, and to realise its freedom from the universe as a confronting "other." The mystic says it is possible to reach a super-intellectual standpoint, and his method is to escape from the conditions which make the movement of intellect possible. The mystic method has attracted some of the best minds in the history of mankind. Probably there is something in it. But I am inclined to think that it is detrimental to some of the equally important interests of life, and is prompted by a desire to escape from the arduous task of the conquest of matter through intellect. The surest way to realise the potentialities of the world is to associate with its shifting actualities. I believe that Empirical Science-association with the visible-is an indispensable stage in the life of contemplation. In the words of the Qur'an, the Universe that

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

confronts us in not 'باطل'. It has its uses; and the most important use of it is that the effort to overcome the obstruction offered by it sharpens our insight and prepares us for an insertion into what lies below the surface of phenomena. As the poet Naziri says:

نہ ہر مغزے کہ بوید نگہت از مصر و یمن گیرد
مشام تیز باید تا نصیب از پیرہن گیرد

A keen insight is needed to see the non-temporal behind the perpetual flux of things. The mystic forgets that reality lives in its own appearances, and that the surest way to reach the core of it lies through its appearances. The Prophet of Arabia was the first to protest against this unhealthy Asiatic mysticism, and to open our eyes to the great fact of change within and without through the appreciation of which alone it is desirable to reach the eternal. The Qur'an describes God as (کل یوم ھوفی شان) and fixes our gaze on change and variety as the greatest "Signs" of God. Thus the Qur'an has its own method for the elevation of the human self to the Divine standpoint. But I can only suggest this method in the following paragraph.

VI

"The impulse which drives me into the wide world is precisely the same as that which drives so many into monastries-the desire for self-realization." So says Count Keyserling in his Diary recently translated into English. The Count is quite right. The world of matter which confronts the self of man as its "other" is an indispensable obstruction which forces our being into fresh formations. I am afraid, however, that the Count's view of self-realisation is one-sided. He tells us further. "I want to let the climate of the Tropics, the Indian modes of consciousness, the Chinese code of life, and many other factors which I cannot envisage in advance, to work their spell on me, one after the other, and then watch what will become of me." Now, such a process may bring about the realisation of our intellectual self. It may give us an acute thinker who can work out the spell of impressions into a coherent system of ideas, but it cannot shape our clay into an ideal human being. The intellectual self is only one aspect of the activity of our total self. The realisation of the total self comes not by merely permitting the wide world to throw its varied impressions on our mind, and then watching what becomes of us. It is not merely by receiving and

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

intellectually shaping the impressions, but mainly by moulding the stimuli to ideal ends and purposes that the total self of man realizes itself as one of the greatest energies of nature. In great action alone the self of man becomes united with God without losing its own identity, and transcends the limits of space and time. Action is the highest form of contemplation.

Razzaqi

☆

اس برس شائع ہونے والی ایک کتاب پانچ برس بعد مصنف نے ۱۶ جولائی ۱۹۳۰ء کے دستخط کے ساتھ پیش کی:

Kamal-ud-Din. *The Sources of Christianity.* Basheer Muslim Library, Woking

اس برس شائع ہونے والی دُوسری کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

Charles Nordmann (translated from French by E. E. Founier D' Albe). *The Tyranny of Time: Einstein or Bergson?* T. Fisher Unwin

Edwin Arthur Burtt. *The Metaphysical Foundations of Modern Physical Science – A Historical and Critical Essay.* Kegan Paul, London

F. G. Crookshank. *The Mongol in Our Midst: A Study of Man and His Three Faces.* Kegan Paul, London

James H. Cousins. *Samadarsana (Synthetic Vision) - A Study of Indian Psychology.* Ganesh, Madras

Lewis Richard Farnell. *The Attributes of God - The Gifford Lectures delivered in the University of St. Andrews in the year 1924-25.* Oxford Clarendon Press, London

Barakutllah Mohammad. *The Khilafet.* Luzac, London

Charles F. D'Archy. *Science and Creation: the Christian interpretation.* Longmans Green, New York

R. C Trevelyan. *Thamyris, Or Is There a Future for Poetry?* Kegan Paul, London

Muhammad Siddique (1983) جیمز کزنز نے اپنی کتاب سمندرسنا ۲۶ مارچ ۱۹۲۵ء کے دستخط کے ساتھ اقبال کو پیش کی تھی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء کو کانپور میں کمیونسٹ کانفرنس منعقد ہوئی۔ پانچ سو لوگ شریک تھے۔ اگلے روز کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کی تاسیس ہوئی اگرچہ یہ پارٹی ۱۹۲۰ء سے کسی نہ کسی صورت میں موجود رہی تھی۔

☆

ہندو مہاسبھا کا اجلاس ہوا۔ کیلکر صاحب نے صدارت کی۔ خطبے میں جداگانہ انتخابات کی مخالفت کی۔ متبادل تجاویز پیش کیں۔

یہی تجاویز مسلمانوں نے مارچ ۱۹۲۶ء میں دہلی کانفرنس میں پیش کیں۔

۱۹۲۶ء

The Inner Synthesis of Life

The spirt of Ancient India aimed at the discovery of God and found Him. Fortified by this valuable possession Modern India ought to focus on the discovery of man as a personality as an independent "whole" in all-embracing synthesis of life if she wants to secure a permanent foundation of her New Nationalism. But does our education today tend to awaken' in us such a sense of inner wholeness? My answer is no. Our education does not recognise man as a problem, it impresses on us the visible fact of multiplicity without giving us an insight into the inner unity of life, and thus tends to make us more and more immersed in our physical environment. The soul of man is left untouched and the result is a superficial knowledge with a mere illusion of culture and freedom. Amidst this predominantly intellectual culture which must accentuate separate centres with the "whole" the duty of higher minds in India is to reveal the inner synthesis of life.

The Indian Review, Madras, Vol. XXVII, No.1 (January 1926), p.2

Sherwani

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

انجمن حمایت اسلام کا ماہنامہ حمایت اسلام اس برس ہفت روزہ کر دیا گیا۔

شاہد ۳۲

☆

۲۲ جنوری کو پنجاب یونیورسٹی سنڈیکیٹ نے اپنے اجلاس میں سفارش کی کہ آرٹس فیکلٹی سے ڈاکٹر سر محمد اقبال کا تعلق ختم کیا جائے۔ اور اورئینٹل فیکلٹی کی فیلوشپ برقرار رہی۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۹۳

☆

ہندو رہنما چنتامنی نے نیشنل لبرل لیگ بنائی تھی۔ ہندو مسلم تعلقات بہتر بنانا چاہتے تھے۔ علامہ اقبال سے شمولیت کی درخواست کی۔

''میں نے ان سے کہا کہ میرے پیش نظر فی الحال کوئی سیاسی مقصد نہیں ہے تاہم اخلاقی اعتبار سے اس میں شرکت کرنا میں اپنا فرض سمجھتا ہوں،'' علامہ کا بیان ہے۔ ''چنانچہ میں ان کی اس کوشش میں شریک ہوا لیکن تھوڑی ہی مدت کے بعد معلوم ہوا کہ گوہر مقصود یہاں بھی مفقود ہے اور ملک میں ابھی حصول مقصد کے امکانات بہت کم ہیں۔ اس بنا پر میں نے اس جماعت سے استعفیٰ دے دیا۔''

علامہ کا بیان روزنامہ زمیندار ۲ اپریل ۱۹۲۶ء۔ حوالہ گفتار اقبال

☆

۲۰ مارچ تھی۔ دہلی میں تیس مسلمان رہنماؤں کا اجلاس ہوا۔ میاں محمد شفیع بھی شامل تھے۔

گزشتہ دسمبر میں ہندو مہاسبھا کے جلسے میں کیلکر نے جو تجاویز پیش کی تھیں، اس کانفرنس میں منظور ہو گئیں۔ قرارداد پیش ہوئی کہ اگر ہندو یہ تجاویز قبول کر لیں تو مسلمان جداگانہ انتخابات سے دستبردار ہو جائیں گے۔ میاں محمد شفیع نے سخت مخالفت کی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۲۷ مارچ کو پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ کا اجلاس ہوا۔ علامہ اقبال بھی اورئینٹل فیکلٹی کے فیلو کے طور پر شریک ہوئے۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۸۸

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

ایل ایل بی تیسرا پرچہ

ایم اے فلسفہ پہلا پرچہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ کی مختلف اشاعتیں ہیں۔

☆

Religion in the Making

Preface

This book consists of four lectures on religion delivered in King's Chapel, Boston, during February, 1926. The train of thought which was applied to science in my Lowell lectures of the previous year, since published under the title, Science and the Modern World, is here applied to religion. The two books are independent, but it is inevitable that to some extent they elucidate each other by showing the same way of thought in different applications.

The aim of the lectures was to give a concise analysis of the various factors in human nature which go to form a religion, to exhibit the inevitable transformation of religion with the transformation of knowledge, and more especially to direct attention to the foundation of religion on our apprehension of those permanent elements by reason of which there is a stable order in the world, permanent elements apart from which there could be no changing world.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Alfred North Whitehead
Harvard University
March 13, 1926

[Excerpt]

A religion, on its doctrinal side, can thus be defined as a system of general truths which have the effect of transforming character when they are sincerely held and vividly apprehended. [p.5]

Science (at least as a temporary methodological device) can rest upon a naive faith; religion is the longing for justification. When religions ceases to seek for penetration, for clarity, it is sinking back into its lower forms. The ages of faith are the ages of rationalism. [p.73]

☆

غالباً مارچ کے اواخر میں چنتا منی کی طرف سے تار موصول ہوا۔ بمبئی میں نیشنلسٹ کانفرنس کا اجلاس بلوا رہے تھے۔ چاہتے تھے کہ دعوت دینے والوں میں علامہ اقبال کا نام بھی شامل ہو۔ تار کے الفاظ سے یہ نہیں لگتا تھا کہ کسی سیاسی جماعت کی مخالفت یا موافقت کرنا مقصد ہے۔ علامہ نے اجازت دے دی۔

علامہ کا بیان روزنامہ زمیندار ۲ اپریل ۱۹۲۶ء۔ حوالہ گفتار اقبال

☆

چنتا منی کی نیشلسٹ لیگ کا بمبئی والا جلسہ جس کے داعیوں میں علامہ اقبال کا نام بھی تھا، منعقد نہ ہو سکا۔ البتہ یہ بات پھیل گئی کہ اس کا مقصد خاص طور پر سوارجیوں کی مخالفت کرنا تھا۔ ۶ اپریل کو روزنامہ زمیندار میں علامہ اقبال نے پس منظر کی وضاحت کرتے ہوئے بیان شائع کروایا [اقتباس]:

میں اس امر کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ میں اب تک تمام سیاسی جماعتوں سے علیحدہ رہا ہوں۔ البتہ میری خواہش یہ رہی ہے اور ہے، کہ ہندوستان کی تمام جماعتوں کے تعلقات بہتر ہو جائیں کہ موجودہ فضا ملک کے لیے بالبداہت باعث ننگ ہے اور مختلف اقوام کی اخلاقی و معاشرتی زندگی کے لیے نہایت مضرت رساں ہے۔ کسی سیاسی جماعت سے میرا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اہل ہند کے باہمی تعلقات کی درستی میں ہر مخلص شخص کے ساتھ ہوں۔

علامہ کا بیان روزنامہ زمیندار ۲ اپریل ۱۹۲۶ء۔ حوالہ گفتار اقبال

☆

عجیب بات تھی کہ مسلمانوں کی دہلی تجاویز کی سخت مخالفت ہندو مہاسبھا کے اخبارات میں کی جا رہی تھی حالانکہ تجاویز مہاسبھا کے گزشتہ دسمبر کے خطبہ صدارت ہی پر مبنی تھیں۔ یکم مئی کو میاں محمد شفیع نے لاہور کے برکت علی اسلامیہ ہال میں پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا جلسہ منعقد کیا۔ تقریر کی۔ پھر علامہ اقبال نے قرارداد پیش کی:

پنجاب پراونشل مسلم لیگ اپنے اس عقیدے کا اعادہ کرتی ہے کہ ملک کی موجودہ سیاسی حالت میں جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب ہی کے ذریعے سے مرکزی مجلس وضع قوانین اور صوبوں کی مجالس وضع قوانین باشندگان ہند کی حقیقی نمایندہ مجالس بن سکتی ہیں۔ حلقہ ہائے انتخاب کی علیحدگی ہی سے باشندوں کے جائز حقوق و فوائد محفوظ رہ سکتے ہیں اور اسی صورت میں وہ فرقہ وار کش مکش دور ہو سکتی ہے، جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہے اور جو مخلوط و مشترک حلقہ ہائے انتخاب سے پیدا ہوگی۔ اس لیے لیگ کی یہ قطعی رائے ہے کہ جب تک اقلیتوں کے حقوق کی مؤثر حفاظت کا انتظام نہ ہو، اس وقت تک مسلمان فرقہ وار حلقہ ہائے انتخاب کو دستورِ ہند کے ایک اساسی جزو کی حیثیت سے قائم رکھنے پر لازماً مصر رہیں۔

قرارداد کی حمایت میں تقریر کرتے ہوئے ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' لکھنے والے نے کہا:

مجھے یہ کہنے کا حق پہنچتا ہے کہ میں سب سے پہلا ہندوستانی ہوں جس نے اتحاد ہندو مسلم کی اہمیت و ضرورت کا احساس کیا اور میری ہمیشہ سے آرزو ہے کہ اتحاد مستقل حیثیت اختیار کر لے لیکن حالات حلقہ ہائے انتخاب کے اشتراک کے لیے موزوں نہیں ہیں اور ہمارے صدر[۳] نے ہندو رہنماؤں کی تقریروں کے جو اقتباسات اپنے خطبۂ صدارت میں دیے ہیں ان سے ہندوؤں کی افسوسناک ذہنیت آشکارا ہوتی ہے۔ اس ذہنیت کو ملحوظ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

رکھتے ہوئے تو حلقہ ہائے انتخاب کا اشتراک کسی حالت میں بھی گوارا نہیں کیا جاسکتا۔
میں حیران ہوں کہ مسلمانوں کے خلاف اس قسم کی ذہنیت اختیار کرنے کی ہندوؤں کو کیوں ضرورت پڑی۔ مسلمان تعداد میں کم ہیں، اقتصادی حیثیت سے پیچھے ہیں، تعلیم میں پسماندہ ہیں۔ ویسے بڑے بھولے بھالے ہیں۔ حکومت انھیں آسانی سے چکنی چپڑی باتیں کرکے پھسلا لیتی ہے، ہندو انھیں پھسلا لیتے ہیں۔ میں حیران ہوں کہ ہندوؤں نے یہ ذہنیت کیوں اختیار کی اور یہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہندوؤں کی ذہنیت ہے اور اگر کوئی وجہ نہ ہوتی تو میں کہتا کہ تنہا اسی وجہ سے حلقہ ہائے انتخاب الگ رکھے جائیں۔
آخر میں مسلمانوں سے ایک ضروری بات کہنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ ایک طرف ہندوؤں کی کوششیں ان کے خلاف ہو رہی ہیں، دوسری طرف حکومت کے موجودہ نظام کی سرگرمیاں مسلمانوں کے خلاف جاری ہیں۔ ان مصیبتوں میں بچاؤ کی صورت محض یہ ہے کہ مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں اور مردانہ وار ہر مصیبت کا مقابلہ کریں۔

قرارداد منظور ہوئی۔ علامہ نے میاں محمد شفیع کا شکریہ ادا کیا، "میں جناب صدر صاحب سے ادب کے ساتھ درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کریں۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ تمام مسلمانوں کو موجودہ حالات سے آگاہ کیا جائے۔ اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ جناب صدر تمام بڑے بڑے شہروں کا دورہ کریں اور ہر مقام کے مسلمانوں کو موجودہ خطرات سے آگاہ فرمائیں۔ اس سلسلہ میں میری خدمات کی ضرورت ہو تو میں ہمہ تن تیار ہوں۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ مسلمان اس وقت دو خطرات میں مبتلا ہے اور اسے مردانہ وار دونوں خطروں کا مقابلہ کرنا چاہیے۔"

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ انقلاب ۳ مئی ۱۹۲۷ء

☆

علامہ اقبال کی مرتب کی ہوئی میٹرک کی فارسی درسی کتاب آئینۂ عجم کے اُس ترجمے کے علاوہ جس کے آخر میں حالاتِ زندگی درج تھے، دو مزید ترجمے آچکے تھے:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

عبدالغفور ہیڈ اورئینٹل ٹیچر خالصہ ہائی سکول لاہور کا ترجمہ ۱۳۶ صفحات میں کپور پرنٹنگ ورکس نے ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا تھا۔

لالہ گوبند رام وتلوار بھان نے ۲۲۰ صفحات میں ایک ترجمہ مرکنٹائل پریس لاہور سے شائع کروا کے ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا تھا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۲۶۔ ان کا ماخذ ضمیمہ پنجاب گزٹ ۷ مئی ۱۹۲۶ء ہے۔ دونوں تراجم ناپید ہیں (بقول ڈاکٹر حسن اختر ملک، ص ۱۲۶: "ان ترجموں کا کسی کو علم نہیں")۔

☆

۱۵ مئی ۱۹۲۶ء کو ترکی کے معزول سلطان وحیدالدین کا روم میں انتقال ہو گیا۔

☆

بندگی نامہ

[ترجمہ]

دنیا کو منور کرنے والے چاند نے یزداں سے کہا، "میری روشنی رات کو دن بنا دیتی ہے۔

کتنے اچھے تھے وہ دن جب میں روز و شب کے بغیر زمانے کے دل میں آرام کر رہا تھا،

میرے اردگرد کوئی ستارہ تھا نہ میری فطرت میں گردش تھی!

افسوس اس وجود کی دلکشی و مسحوریت پر اور برا ہو نمود کی تابانی اور اس کی آرزوئے شدید کا

کہ میں نے آفتاب سے چمکنا سیکھا اور ایک مردہ خاک داں کو روشن کیا،

ایسا خاک داں جو روشن و پر رونق ہے لیکن سکون سے محروم، جس کا چہرہ غلامی سے داغدار ہے۔

اس کا آدم مچھلی کی طرح کانٹے میں پھنسا ہوا قاتلِ یزداں اور آدم پرست ہے۔

جب سے آپ نے مجھے اس جہانِ آب و گل کا پابند بنایا ہے میں طواف کرنے میں خفت و شرمندگی محسوس

کرتا ہوں۔

یہ دُنیا روح و روحانیت کے نور سے آگاہ نہیں ہے اس لیے یہ سورج اور چاند کے لیے موزوں نہیں۔

آپ اسے فضائے نیلگوں میں چھوڑ دیجیے اور ہم نوریوں کا رشتہ اس سے منقطع کر دیجیے۔

یا مجھے اس دنیا کی خدمت سے آزاد کر دیجیے یا اس کی خاک سے نیا آدم پیدا کیجیے۔

میری کھلی ہوئی آنکھ بے نور اور اندھی ہی بھلی۔ اے خدا! اس خاک داں کا تاریک اور اندھیرا رہنا ہی بہتر ہے۔"

غلامی سے دل جسم میں مرجاتا ہے اور روح جسم پر بوجھ بن جاتی ہے۔

غلامی کی بدولت جوانی میں بڑھاپے کا ضعف آجاتا ہے اور اس کی بدولت جنگل کا شیر دانتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

غلامی کی وجہ سے ملت کی جمعیت پارہ پارہ ہو جاتی ہے اور افراد ایک دوسرے کے دشمن اور ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتے ہیں۔

کوئی سجدہ میں ہے تو کوئی قیام میں! ایسی قوم کے معاملات بے امام کی نماز جیسے ہو جاتے ہیں۔

ہر شخص دوسرے سے لڑا پڑتا ہے۔ ہر وقت کسی نہ کسی کو کوئی نیا مسئلہ رہتا ہے۔

غلامی کی بدولت مردِ حق پرست کافر ہو جاتا ہے اور اس کا موتی بے وقعت ہو جاتا ہے۔

اس کی شاخ بغیر خزاں کے موسم ہی کے خالی ہو جاتی ہے اور اس کی روح میں موت کے خوف کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

وہ ایسا کور ذوق ہو جاتا ہے کہ زہر کو آبِ حیات سمجھ بیٹھتا ہے۔ بغیر موت کے ہی مردہ ہوتا ہے اور اپنی لاش اپنے کندھوں پر لیے پھرتا ہے۔

وہ زندگی کی غیرت و ناموس کو ہار کر گدھوں کی طرح چارے اور گھاس پر خوش اور مطمئن ہوتا ہے۔

اس کے ممکن اور محال کو دیکھو اور اس کے ماہ و سال کے ہونے اور نہ ہونے کو دیکھو۔

ان کے اوقات ایک دوسرے کے ماتم میں ہوتے ہیں۔ ان کی چال گھڑی کی ریت سے بھی زیادہ سست ہوتی ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ایک شورہ زمین بچھوؤں کے ڈنک سے خارزار، اس کی چیونٹیاں اژدہے کو ڈسنے والی اور بچھوؤں کو شکار کرنے والی،
اُس کی آندھیاں جہنم کی آگ اور شیطان کی کشتی کے لیے سازگار ہوا،
اس کی فضا میں آگ یوں بسی ہوئی کہ شعلے آپس میں گتھے ہوئے ہوں،
آگ جو بل کھائے ہوئے دھوئیں کی تلخی میں لپٹی ہوئی ہو جس کی آواز مہیب گرج دار اور سمندر کے طوفانی شور کی طرح ہو،
اس کی وسعتوں میں اپنے پھنوں سے زہر ٹپکاتے ہوئے سانپ آپس میں لڑ رہے ہوں، اس کے شعلے کٹکھنے کتے کی طرح بھنبھوڑنے والے، ہولناک، زندہ جلا دینے والے اور تاریک ہوں،
ایسے بیابان کی سیکڑوں سال کو غلامی کے ایک لمحے سے بہتر سمجھو!

غلاموں کے فنونِ لطیفہ کے بیان میں

موسیقی

میں غلامی کی ساحری کے متعلق کیا بیان کروں کہ غلام کے فنونِ لطیفہ میں موت ہوتی ہے!
اس کا نغمہ و موسیقی زندگی کی حرارت اور گرمی سے خالی ہوتی ہے اور پانی کے ریلے کی طرح دیوارِ حیات سے ٹکراتی ہے۔
غلام کا ظاہر بھی اس کے باطن کی طرح تاریک ہوتا ہے اور اس کی موسیقی بھی اس کی فطرت و طبیعت کی طرح پست ہوتی ہے۔
اس کے مرے اور بجھے ہوئے دل سے سوز و درد جاتا رہتا ہے۔ آئندہ کا ذوق ہوتا ہے نہ آج کی لذت!
اُس کی بانسری سے اس کے قلب و روح کی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ اس کے ساز میں شہر بھر کے لیے موت کا سامان ہوتا ہے۔
اس کا ساز و آواز تمہیں کمزور اور مضمحل اور دنیا سے متنفر اور بیزار کر دیتے ہیں۔
مسلسل بہتے ہوئے آنسو اُس کی آنکھوں کا سرمہ ہوتے ہیں۔ جہاں تک ہو سکے اس کی موسیقی پر کان

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مت دھرو!

خدا کی پناہ! یہ صرف موت کا نغمہ ہے۔ آواز کے لباس میں موت اور نحوست ہے۔

کیا تم پیاسے ہو؟ اس حرم میں چشمۂ زمزم نہیں ہے بلکہ اس کے زیر و بم میں انسان کی ہلاکت و تباہی پوشیدہ ہے۔

دلوں سے درد و سوز ختم کر کے اس کی جگہ غم و مایوسی پیدا کر دیتی ہے اور اس کی روحانی سرشاری اور غیب دانی کی جگہ اس میں زہر بھر دیتی ہے۔

اے بھائی! غم کی دو قسمیں سنو اور ہمارے اس شعلے سے اپنے ہوش کا چراغ روشن کرو۔

ایک غم وہ ہے جو انسان کو ختم کر دیتا ہے۔ دوسرا غم وہ ہے جو تمام غموں کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

وہ دوسرا غم جو ہمارا رفیق اور ساتھی ہے اس کی معیت و رفاقت میں ہماری جان بے فکر اور بے غم رہتی ہے۔

اِس غم میں مشرق و مغرب کے ہنگامے پوشیدہ ہیں بلکہ وہ ایسا سمندر ہے جس میں تمام کائنات غرق ہے۔

جب کسی کے دل میں گھر کر لیتا ہے تو دل اُس کی وجہ سے بحرِ ناپیدا کنار ہو جاتا ہے۔

محکومی و غلامی رازِ زندگی سے ناواقفیت ہے لہٰذا اس کی موسیقی اس دوسرے غم سے خالی ہوتی ہے۔

میں نہیں کہتا کہ اُس کی موسیقی غلط ہے۔ بیوہ عورتوں کے لیے ایسا نوحہ جائز ہے!

موسیقی کو بادل کی گرج، بجلی کی کڑک اور پانی کے ریلے کی طرح ہونا چاہیے کہ غموں کے پہاڑ اپنے ساتھ بہا لے جائے۔

موسیقی جنون کی پرورش کرے، ایسی آگ ہو جو خونِ دل میں حل کی ہوئی ہو،

جس کے نم سے شعلے کو پروان چڑھایا جا سکے اور سکوت و حیرت کو اس کا حصہ بنایا جا سکے۔

تمہیں معلوم ہے، موسیقی میں ایک ایسا مقام آتا ہے جہاں بے حرف و صوت کلام پیدا ہوتا ہے؟

روشن نغمہ اِنسانی فطرت کا چراغ ہے، اس کی روح موسیقی کی خارجی شکل کی صورت گری کرتی ہے۔

روشن نغمے کی روح کی صدا کہاں سے نکلتی ہے، میں نہیں بتا سکتا مگر اس کی خارجی صورت ظاہر ہے اور اُس سے اہم ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نغمے میں اگر معنی نہیں تو وہ مردہ ہے اور اُس کا سوز بجھی ہوئی آگ سے ہے،
مگر معنی کا راز مرشدِ رومی نے کھولا ہے جن کے آستانے پر میری فکر سجدہ ریز ہے:
''معنی وہ ہے جو تمہیں اپنی گرفت میں لے کر صورت سے بے نیاز کر دے،
معنی وہ نہیں جو تمہیں اندھا بہرا کر کے صورت پر اور فریفتہ کر دے!''
ہمارے مطرب نے معنی کا جلوہ نہیں دیکھا۔ اُس نے صورت سے دل لگا لیا اور معانی سے دُور جا پڑا۔

مصوری

اسی طرح میں نے فنِ مصوری بھی دیکھا ہے۔ اُس میں نہ براہیمی ہے نہ آذری ہے:
''کوئی راہب ہوس میں گرفتار، کوئی حسینہ پنجرے میں ایک پرندہ لیے ہوئے،
کوئی بادشاہ کسی خرقہ پوش فقیر کی خدمت میں، کوئی پہاڑی آدمی کاندھوں پر لکڑی کا گٹھا اُٹھائے ہوئے،
کوئی نازک اندام نازنیں مندر کی طرف جاتی ہوئی، کوئی جوگی ایک ویرانہ میں بیٹھا ہوا،
کوئی ٹوٹا پھوٹا بوڑھا بڑھاپے کے امراض سے چُور اور اُس کے ہاتھوں میں ایک بجھا ہوا چراغ،
کوئی گویا کسی پردیسی گانے میں مست جیسے آہ و زاری کرتے ہوئے کسی بلبل کی سانس اُکھڑ گئی ہو،
کسی کے تیرِ نگاہ کا گھائل کوئی نوجوان، کوئی چھوٹا بچہ جو بوڑھے باپ کی گردن پر سوار!''
موئے قلم سے موت ہی کے مضمون نکلتے ہیں اور ہر جگہ موت ہی کی داستان اور اُس کا جادو ہوتا ہے۔

دورِ حاضر کا علم ڈوب جانے والی چیزوں کے سامنے سجدہ ریز ہے جس نے اُس کے شبہات بڑھا دیے ہیں اور اُس کے دل سے یقین ختم کر دیا ہے۔
جو یقین سے محروم ہو اُس میں لذتِ تحقیق ہوتی ہے نہ قوتِ تخلیق،
بے یقین شخص کا دل اندر سے کانپتا رہتا ہے اور اُس کے لیے کوئی نئی شکل وجود میں لانا مشکل ہوتا ہے۔
وہ خود اعتمادی سے محروم اور بیمار ہوتا ہے۔ وہ عام چلن کے مطابق چلتا رہتا ہے۔
وہ فطرت سے حسن کی بھیک مانگتا رہتا ہے، وہ رہزن ہے جو مفلسوں پر ڈاکا ڈالتا ہے۔
حسن کو اپنے وجود کے باہر تلاش کرنا غلطی ہے، جو ہمیں مطلوب ہے وہ بھلا ہے کہاں؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جب مصور اپنے آپ کو فطرت کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ اس کی نقالی کرنے لگتا ہے اور اپنے فن کو ضائع کر دیتا ہے،

مدتوں اپنا کوئی رنگ نہیں دکھاتا اور ہمارے شیشے پر کوئی پتھر نہیں مارتا۔

فطرت سات رنگوں میں لپٹی ہوئی اُس کے قرطاس پر معذور اور مخفی رہ جاتی ہے۔

اس کا پروانہ سوز سے خالی ہوتا ہے اور اس کا حال مستقبل کی فکر سے عاری ہوتا ہے،

اس کی نگاہیں آسمان میں سوراخ نہیں کرتیں کیونکہ سینے میں بے باک دل نہیں ہوتا،

خاک سار، بے حضور اور شرم گیں! رُوح الامیں کی صحبت سے محروم!

اس کی سوچ مفلس اور کشمکش کے ذوق سے محروم ہوتی ہے اور اس کے اسرافیل کی آوازِ صور سے کوئی قیامت برپا نہیں ہوتی۔

انسان اپنے آپ کو مٹی سمجھ بیٹھے تو اُس کے ضمیر میں خدا کا نور مر جاتا ہے،

وہ کلیم کی طرح اپنے آپ سے باہر نکلے بھی تو اُس کا ہاتھ تاریک اور اُس کا عصا رسی ہوتا ہے۔

زندگی معجزے کی قوت سے خالی نہیں ہے مگر ہر ایک اس راز سے واقف نہیں۔

جس مصور نے فطرت میں اضافہ کیا اُس نے اپنے راز کو ہم پر آشکار کیا۔

اُس کے سمندر کو ضرورت تو نہیں ہے مگر ہماری نہر سے اُسے خراج پہنچتا رہتا ہے۔

وہ زمانے کے فرش سے شکنیں دُور کر دیتا ہے اور اُس کا ہنر ہر نگاہ کا اعتبار بن جاتا ہے۔

اُس کی حور جنت کی حور سے زیادہ حسین ہوتی ہے۔ اُس کے لات و منات کا منکر کافر ہوتا ہے!

ایک نیا عالم پیدا کر کے قلب کو ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے۔

اس کا سمندر اور اس کی موجیں اُس کی اپنی ذات سے ٹکراتی ہیں مگر ہمارے وہ موجیں ہمارے سامنے موتی ڈال جاتی ہیں۔

اُس کی رُوح میں جو کثرت ہے اُس سے ہر خالی کو پُر کرنا اُس کی شان ہے۔

اُس کی پاک فطرت اچھے برے کا معیار اور اُس کی صنعت اچھے برے کی آئینہ دار ہے۔

وہ ابراہیم بھی ہے اور آذر بھی، اُس کا ہاتھ بت شکن بھی ہے اور بت تراش بھی!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہر پرانی عمارت کی بنیاد اُکھاڑ ڈالتا ہے اور تمام موجودات کو صاف کر ڈالتا ہے۔

غلامی میں جسم روح سے خالی ہو جاتا ہے۔ بے روح جسم سے بہتری کی کیا اُمید ہو!

ایجاد اور اپنے آپ کو نمایاں کرنے کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے اور انسان اپنی ذات سے بیخبر گزر جاتا ہے۔

جبرئیل بھی اگر غلام ہو جائیں تو آسمان سے نیچے آ رہیں گے!

اُس کی روایت تقلید اور اُس کا مذہب آذری ہوتا ہے۔ اُس کے مذہب میں ندرت کفر کا درجہ رکھتی ہے۔

جدید اور نئی باتیں اس کے وہم و شک میں اضافہ کرتی ہیں، قدیم اور فرسودہ اُسے بھلے لگتے ہیں۔

اُس کی نگاہ ماضی پر مرکوز اور مستقبل سے اندھی ہوتی ہے۔ وہ مجاور کی طرح قبر کی مٹی سے اپنا رزق تلاش کرتا ہے۔

یہ اگر ہنر ہے تو آرزو کی موت ہے۔ اس کا باطن برا اور ظاہر خوبصورت ہے!

عقل مند پرندہ قید میں نہیں آتا خواہ جال ریشمی تاروں ہی سے کیوں نہ بنا ہوا ہو!

غلاموں کا مذہب

غلامی میں عشق اور مذہب کے درمیان جدائی سے زندگی کا ذائقہ بدمزہ ہو جاتا ہے۔

عاشقی؟ توحید کو اپنے دل پر نقش کرنا اور اُس کے بعد خود کو ہر مشکل سے ٹکرا دینا!

غلامی میں عشق محض زبانی ہوتا ہے اور ہمارا عمل ہمارے قول کا ساتھ نہیں دیتا۔

شوق کا قافلہ ذوقِ سفر سے محروم ہوتا ہے، بے یقین، بے راہ اور بے راہبر!

غلام علم اور دین کو سستا بیچتا ہے یہاں تک کہ جسم کو زندہ رکھنے کے لیے روح دے ڈالتا ہے۔

اگرچہ اُس کے لبوں پر خدا کا نام ہے مگر اُس کا قبلہ فرمانروا کی طاقت ہے،

جس کے نام کی طاقت صرف ایک پھلا پھولا جھوٹ ہوتی ہے جس کے بطن سے مزید جھوٹ کے سوا کچھ اور جنم نہیں لیتا۔

جب تک تم اس بت کو سجدہ کرتے رہو یہ خدا ہے مگر جونہی اس کے سامنے جم کر کھڑے ہو جاؤ یہ ختم ہو جاتا ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

وہ خدا رزق بھی عطا کرتا ہے اور رُوح بھی مگر یہ خدا رزق دے کر رُوح لے لیتا ہے۔
وہ خدا جدائی کے مرض کا علاج ہے مگر اِس خدا کے کلام میں نفاق اور پھوٹ ہے،
بندے کو اس حد تک اپنا عادی بنا لیتا ہے کہ آنکھ، کان اور ذہن کو کافر بنا دیتا ہے۔
جب بندے کی روح پر سوار ہوتا ہے تو اگرچہ جسم میں روح رہ جائے پھر بھی جسم بے روح ہوتا ہے۔
زندہ اور بے روح، دیکھو کیا راز ہے! دیکھو میں تمہیں ایک مزے کی بات بتاتا ہوں۔
اے سمجھدار انسان، مرنا اور جینا بس اضافی امور ہیں،
مچھلیوں کے لیے پہاڑ اور صحرا وجود نہیں رکھتے اور پرندوں کے لیے دریا کی گہرائی موجود نہیں۔
سننے کی صلاحیت سے محروم شخص موسیقی کے سوز اور نغمہ و صدا کے لیے مردہ ہے،
نابینا موسیقی سے مست اور مسرور ہو جاتا ہے مگر رنگوں کے سامنے وہ زندہ درگور ہوتا ہے۔
روح ذاتِ حق کے ساتھ زندہ اور باقی رہتی ہے ورنہ یہ اِس کے لیے مردہ اور اُس کے لیے زندہ ہے۔
ذاتِ حق زندہ اور کبھی نہ مرنے والی ہے، بس اُسی کے ساتھ جینا اصل زندگی ہے۔
جو بھی ذاتِ حق کے بغیر جیتا ہے وہ محض مردہ ہے اگرچہ کوئی اُس کی تعزیت نہیں کر رہا۔
دیکھنے کے لائق چیزیں اُس کی نگاہوں سے چھپی ہوئی ہیں، اُس کا دل تبدیلی کے ذوق و شوق سے خالی ہے۔

اُس کے کردار میں محبت کا سوز کہاں، اُس کی گفتار میں آفاق کا نور کہاں!
اُس کا مذہب اُس کے آفاق کی مانند تنگ اور اُس کی اشراق، عشا سے زیادہ تاریک!
زندگی اُس کے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ اور اُس کی موت اُس کی اپنی پالی ہوئی!
اُس کی صحبت سے عشق کو ہر بیماری اور اُس کی پھونک سے ہر آگ بجھی ہوئی!
اُس کیڑے کے نزدیک جو کبھی مٹی سے اُٹھا ہی نہیں، سورج، چاند اور آسمان کہاں ہیں!

غلام سے ذوقِ دیدار کی توقع مت رکھو، غلام سے روحِ بیدار کی توقع مت رکھو!
اُس کی آنکھ نے دیکھنے کی زحمت ہی نہ کی، دنیا میں کھایا پیا، گہری نیند سویا اور مر گیا!
حکمراں اگر ایک بیڑی کھولتا ہے تو اُس کی روح میں دوسری بیڑی ڈال دیتا ہے،

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ایک پیچیدہ آئین بناتا ہے اور کہتا ہے اِسے زرہ کی طرح پہن لو!

قہر و غضب کی جھلک دکھاتا ہے اور اُس میں موت کے خوف کو بڑھا دیتا ہے۔

کہیں غلام اپنے آپ سے مایوس نہ ہو جائے اور اُس کے سینے سے آرزو رخصت نہ ہو جائے،

کبھی اُسے خلعتِ فاخرہ عطا کرتا ہے اور زمامِ کار بھی اُس کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔

شاطر نے مہرے کو ہاتھ سے اُچھالا اور اپنے پیادے کو فرزیں بنا دیا!

آج کی آسائش کا دلدادہ بنا دیا یہاں تک کہ اصل میں آئندہ کا منکر کر دیا!

بادشاہوں کی مہربانی کے نشے سے جسم موٹا تازہ مگر جانِ پاک تکلے کی طرح کمزور!

ایک جانِ پاک کا خراب ہونا اس سے بہتر ہے کہ جسموں کے کئی شہر تباہ ہو جائیں۔

بیڑیاں پیروں میں نہیں بلکہ روح اور دل پر ہیں، مشکل میں مشکل ہے!

آزاد لوگوں کے فنِ تعمیر کے بارے میں

ذرا گزرے ہوئے کی صحبت اختیار کرو اور آزاد لوگوں کا فن بھی دیکھو۔

اٹھو، ایبک اور سوری کا کام دیکھو! اگر حوصلہ ہے تو آنکھیں کھولو!

وہ اپنے آپ کو باہر لائے ہیں اور اس طرح انہوں نے اپنے آپ کو دیکھا ہے۔

پتھر سے پتھر جوڑ کر گزرتے ہوئے وقت کو ایک لمحے میں روک دیا ہے۔

اس کا مشاہدہ تمہیں اور مضبوط بنا دیتا ہے اور تمہیں کسی دوسرے ہی عالم میں پہنچا دیتا ہے۔

تصویر ہمیں مصور کی طرف متوجہ کرتی ہے اور اُس کے باطن کی خبر دیتی ہے۔

جری ہمت اور بلند طبیعت! پتھر کے دل میں یہ دو لعل!

مجھ سے مت پوچھو کہ یہ کس کی سجدہ گاہ ہے، اے بیخبر! روح کی بات دل سے مت پوچھو!

افسوس ہے مجھ پر کہ اپنے آپ سے چھپا ہوا ہوں اور میں نے زندگی کے فرات سے پانی نہیں پیا۔

افسوس ہے مجھ پر کہ مجھے میری جڑوں سے اکھاڑ کر میرے مقام سے دُور پھینک دیا گیا ہے!

پختگی یقینِ محکم سے ہے اور مجھ پر افسوس کہ میرے یقین کی شاخ بے نم ہے!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مجھ میں الا اللہ کی وہ قوت نہیں، میرا سجدہ اس درگاہ کے شایانِ شاں نہیں!

ایک نظر اُس سچے موتی کو بھی دیکھو، تاج محل کو چاندنی رات میں دیکھو!

اُس کا مرمر بہتے ہوئے پانی سے زیادہ رواں اور وہاں کا ایک لمحہ ابد سے زیادہ باقی رہنے والا ہے۔

جوانمردوں کے عشق نے اپنی داستان بیان کردی ہے، پلکوں کی نوک سے پتھر تراشے ہیں!

جوانمردوں کا عشق جنت کی طرح پاک اور رنگیں ہے اور سنگ وخشت سے نغمے پیدا کرتا ہے۔

جوانمردوں کا عشق حسینوں کو پرکھنے کی کسوٹی ہے، حسن کا پردہ چاک بھی کرتا ہے اور حسن کا پردہ دار بھی ہے!

اُس کی ہمت آسمانوں سے پرے پہنچ کر اِس محدود جہان سے باہر نکل گئی۔

جو دیکھا وہ چونکہ بیان میں نہیں سما سکتا تھا اس لیے اپنے باطن ہی کو بے نقاب کردیا۔

بلند جذبے محبت سے ہیں، اسی سے بے وقعت قدر و قیمت پاتا ہے!

محبت کے بغیر زندگی سراپا ماتم ہے، اُس کے تمام معاملات خراب اور ناپائیدار ہیں۔

عشق عقل و ہوش کو چمکاتا ہے۔ پتھر کو آئینے کی چمک عطا کرتا ہے۔

دل والوں کو طورِ سینا کا سینہ عطا کرتا ہے اور ہنرمندوں کو یدِ بیضا دیتا ہے۔

اُس کے سامنے ہر ممکن و موجود مردہ ہے کہ ساری دنیا کڑوی اور وہ مٹھاس ہے۔

ہمارے افکار کی گرمی اُس کی آگ سے ہے، پیدا کرنا اور روح پھونکنا اُس کا کام ہے!

عشق چیونٹی، پرندے اور انسان کے لیے کافی ہے، دونوں جہانوں کے لیے تنہا عشق کافی ہے!

قاہری کے بغیر حسن جادوگری ہے مگر قاہری کے ساتھ حسن پیغمبری ہے۔

عشق دونوں کو دنیا کے معاملات میں ملا دیتا ہے! دُنیا میں ایک نئی دُنیا پیدا کردیتا ہے!

ترجمہ میں نے خود کیا ہے۔

☆

مولوی احمد دین نے اقبال کے اصرار پر اپنی یادداشت سے کتاب "اقبال" کو دوبارہ مرتب کیا اور ۱۹۲۶ء میں شائع کردیا۔ اس دفعہ صرف منتخب نظمیں شامل کی گئی تھیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

سات برس پہلے شائع ہونے والی ایچ جی ویلز کی کتاب دی آؤٹ لائن آف ہسٹری (The Outline of History) کو اُس زمانے میں جو شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی، جس طرح اِس نے ذہنوں پر تسلط جمایا اور دوسرے مصنفین کو تقلید پر آمادہ کیا، اُس کا اندازہ شاید بعد میں آنے والی نسلیں نہ کر پاتیں کیونکہ اس کتاب کی اصل کشش اِس کی سادگی میں تھی۔

بہرحال اب بازار میں ایسی کتابوں کا سیلاب آیا ہوا تھا جو کسی نہ کسی مضمون کا خلاصہ اُسی طرح سادگی سے پیش کرنے کی کوشش کرتیں جس طرح ویلز نے تاریخ کا خلاصہ پیش کیا تھا۔ اس برس ایسی کتابوں میں ایک اضافہ ہوا جو کبھی نہ کبھی علامہ اقبال تک بھی پہنچا:

The Story of Philosophy
by Will Durant
[Excerpt]

Fur thermore, religious unanimity seemed to the elders their sole means of preserving the little Jewish group in Amsterdam from disintegration, and almost the last means of preserving the unity, and so ensuring the survival of the scattered Jews of the world. If they had their own state, their own civil law, their own establishments of secular force and power, to compel internal cohesion and external respect, they might have been more tolerant; but their religion was to them their patriotism as well as their faith; the synagogue was their centre of social and political life as well as of ritual and worship; and the. Bible, whose veracity Spinoza had impugned, was the "Portable Fatherland" of their people; under the circumstances they thought heresy was treason, and toleration suicide.

علامہ اقبال نے یہ اقتباس اپنے مضمون 'Islam and Ahmadism' میں پیش کیا جو جنوری ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ایچ جی ویلز کی کتاب کی مقبولیت کے بارے میں وِل ڈیوراں نے خود اپنی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کتاب کے دوسرے ایڈیشن (۱۹۳۳) کے دیباچے میں لکھا۔

☆

بانگِ درا کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۱۹۲۶ء میں شائع ہوا۔ دیباچے کے بعد اور کتاب کے متن سے پہلے اقبال کی تصویر بھی لگائی گئی تھی۔

رفیع الدین ہاشمی (۲۰۰۱-۱۹۸۲)، ص ۲۶

☆

اعلان عام

[علامہ اقبال کی طرف سے شائع ہوا]

میرے تمام احباب اور اکثر معززین و باشندگان شہر کو ایک مدت سے معلوم ہے کہ میں پنجاب کونسل کے آیندہ انتخابات میں حلقہ لاہور کی طرف سے بطور امیدوار کھڑے ہونے کا ارادہ کر رہا ہوں لیکن میں اب تک اس کے متعلق باقاعدہ اعلان کرنے سے محترز رہا اس لیے کہ میرے عزیز دوست میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر ایٹ لا موجودہ کونسل میں اس حلقے کی طرف سے نمایندگی فرما رہے ہیں اور میں نہیں چاہتا تھا کہ میرا ارادہ امیدواری میرے کسی دوست کے ارادے سے متصادم ہو اور مسلمانوں پر تفریق و کش مکش کا دروازہ کھلے۔ میں میاں عبدالعزیز صاحب کا بے حد ممنون ہوں کہ وہ حلقہ لاہور کی طرف سے امیدوار بننے کا ارادہ میرے حق میں ترک فرما چکے ہیں اور اس کی نسبت زمیندار میں ان کا اعلان بھی شائع ہو گیا ہے۔ لہٰذا انھوں نے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھے کامیاب بنانے کی پوری کوشش فرمائیں گے۔

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنی امیدواری کا باقاعدہ اعلان کر دوں۔ مسلمانوں کو معلوم ہے کہ میں اب تک اس قسم کے مشاغل سے بالکل علیحدہ رہا۔ محض اس

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لیے کہ دوسرے لوگ یہ کام انجام دے رہے تھے اور میں نے اپنے لیے دوسرا دائرہ کار منتخب کر لیا تھا۔ لیکن اب قوم کی مصیبتیں مجبور کر رہی ہیں کہ میں اپنا حلقہ عمل قدرے وسیع کروں۔ شاید میرا ناچیز وجود اس طرح اس ملت کے لیے زیادہ مفید ہو سکے جس کی خدمت میں میری زندگی کے تمام لیل و نہار گذرے ہیں۔ میرے خیالات و جذبات ہر مسلمان پر روز روشن کی طرح آشکارا ہیں اور مجھے کامل امید ہے کہ وہ کونسل میں اپنے حقوق کی حفاظت اور اپنے خیالات کی ترجمانی کے لیے میری ذات پر اعتماد کرنے میں ایک لحظہ کے لیے بھی متامل نہ ہوں گے۔ میں اپنے طول وطویل دعاوی کو شائستہ توجہ نہیں سمجھتا۔ عمل دلی جذبات کے ملفوظ اظہارات کا بہترین معیار ہے۔ خدا کرے کہ میں اس معیار پر پورا اتر سکوں۔

آخر میں میں پھر اپنے عزیز دوست میاں عبدالعزیز صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نیز ان اصحاب کا بھی دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے میاں عبدالعزیز صاحب کے اعلان دست برداری کے بعد بذریعہ زمیندار مجھ پر کامل اعتماد کا اظہار فرمایا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان کے اس اعتماد کو حق بجانب کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

زمیندار، ۲۰ جولائی ۱۹۲۶ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب ۶

[اسمبلی کے افتتاح تک]

سے دسمبر ۱۹۲۶ء تک

☆

علامہ اقبال مجلس خلافت کی حمایت کے ساتھ آزاد اُمیدوار ہوئے تھے۔ اکتوبر میں کسی وقت پنجاب خلافت الیکشن بورڈ کی طرف سے چار اُصول اُنہیں پیش کیے گئے جن پر اُنہوں نے دستخط کر دیے:

۱ ہمیشہ قومی مفاد کو ذاتی اغراض اور حکومت کی خوشنودی پر ترجیح دینا۔

۲ مسلمانوں کے تمام حقوق کی حفاظت کے علاوہ ہندوستان کی مکمل آزادی کا نصب العین پیش نظر رکھنا اور خلافت کمیٹی جب تک اس نصیب العین کو سامنے رکھ کر کام کر رہی ہے، اس کی مخالفت کونسل کے اندر یا باہر نہ کرنا۔

۳ عام اسلامی مفاد کی حفاظت کے علاوہ جب تک ہندوستان کے حالات بدل نہ جائیں، اس وقت تک مسلمانوں کے لیے فرقہ وار نیابت کی جدوجہد جاری رکھنا۔

۴ کونسل کے اندر اس جماعت کی ہم نوائی کرنا جو مندرجہ بالا اصول پر کاربند ہو۔

گفتار اقبال (ضمیمہ) بحوالہ زمیندار ۳۱ اکتوبر

☆

ملک محمد حسین، علامہ اقبال کے حق میں دستبردار ہو گئے۔

بنام مدیر زمیندار

جناب اڈیٹر صاحب زمیندار السلام علیکم

آج آپ کے پرچے میں یہ خبر پڑھ کر کہ ملک محمد حسین صاحب صدر بلدیہ لاہور پنجاب کونسل کی امیدواری

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سے میرے حق میں دست بردار ہو گئے ہیں، مجھے بہت مسرت ہوئی۔ میں ملک صاحب کی اس عنایت فرمائی کا تہ دل سے شکر گذار ہوں اور ان کے اس جذبے کو بے انتہا قابل تعریف سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمانوں میں برادریوں کے افتراق کو دیکھنا گوارا نہیں کرتے اور اتحاد المسلمین کے مقصد عزیز کے لیے انتہائی ایثار سے کام لے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اسی قسم کی دردمندی اور ایسے ہی ایثار کی توفیق بخشے۔

لاہور ۲۳/ اکتوبر ۱۹۲۶ء

محمد اقبال

گفتار اقبال (ضمیمہ)

☆

۱۱ اکتوبر تھی۔ لاہور میں علامہ اقبال کا انتخابی جلسہ ہوا۔ علامہ کی تقریر زمیندار کے نمایندے نے اِن الفاظ میں نوٹ کی:

> میں انگریزی، اُردو، فارسی میں برنگ نثر بھی اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا تھا۔ لیکن یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ طبائع نثر کی نسبت شعر سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔ لہٰذا میں نے مسلمانوں کو زندگی کے صحیح مفہوم سے آشنا کرنے، اسلاف کے نقش قدم پر چلانے اور ناامیدی، بزدلی اور کم ہمتی سے باز رکھنے کے لیے نظم کا ذریعہ استعمال کیا۔ میں نے پچیس سال تک اپنے بھائیوں کی مقدور بھر ذہنی خدمت کی۔ اب میں ان کی بطرز خاص عملی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کر رہا ہوں۔
>
> اسلامیان ہند پر عجب دور گذر رہا ہے۔ ۱۹۲۹ء میں ایک شاہی مجلس تحقیقات اصلاحات، جسے 'رائل کمیشن' کہتے ہیں، یہ تحقیق کرے گی کہ آیا ہندوستان مزید رعایات و اصلاحات کا مستحق ہے یا نہیں۔ ضرورت ہے مسلمان بھی اس باب میں پوری توجہ سے کام لیں اور اپنے حقوق کا تحفظ کریں۔ ممبر کا سب سے بڑا وصف یہ ہونا چاہیے کہ ذاتی اور قومی منفعت کی ٹکر کے وقت اپنے شخصی مفاد کو مقاصد قوم پر قربان کر دے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں کبھی بھی اپنے مفاد کو قوم کے مصالح کے مقابلہ میں ترجیح نہیں دوں گا اور

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

رب العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اس امر کی توفیق بخشے کہ میں آپ کی خدمت کرسکوں۔ میں اغراض ملّی کے مقابلے میں ذاتی خواہشوں پر مر مٹنے کو موت سے بدتر خیال کرتا ہوں۔

گفتار اقبال بحوالہ زمیندار ۱۴ اکتوبر ۱۹۲۶ء

☆

۱۵ اکتوبر تھی۔ ہمدرد کے اداریے میں مولانا محمد علی (جوہر) نے 'انڈین نیشنل یونین' کے عنوان سے لکھا:

بے سوچے سمجھے کمال تعیم کے ساتھ یہ کہہ دینا کہ کمیونلزم یا ملیت، نیشنلزم یا قومیت کے منافی ہے، اس سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا کہ کوئی شخص قوم پروری یا ملت پروری کے جوش میں لوگوں کو اپنے کنبے اور خاندان کی پرورش اور ان کی تعمیم سے منع کرتا پھرے۔

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص ۶۰

لاہور میں اُس صبح ایک وفد علامہ اقبال کے پاس آیا۔ انجمن حمایت اسلام کے بانی حاجی شمس الدین صاحب بھی شامل تھے۔ مہر صوبہ صاحب وفد کی قیادت کر رہے تھے۔ علامہ سے کہا گیا کہ انہیں ملک محمد دین کے حق میں دستبردار ہونا چاہیے۔ علامہ نے کہا کہ مسلمانوں کا نائب وہی ہوسکتا ہے جس پر مسلمانوں کا اجماع ہو جائے۔

حاجی شمس الدین نے یہ اصول فوراً قبول کرلیا۔ بڑھاپے کو پہنچ چکے تھے مگر جلوس کے ہمراہ رہے۔ آخر میں انتخابی جلسہ ہوا۔ ملک محمد حسین نے صدارت کی۔ ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے علامہ کی حمایت میں تقریر کی۔ علامہ اقبال نے معززین، رضاکاروں، حاضرین اور خاص طور پر حاجی شمس الدین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا، ''اب ہم کو پھر ابراہیمی کام کرنا ہے اور ذات پات کے بت کو پاش پاش کرنا ہے۔ میں نوجوانوں کے سامنے عنقریب ایک سوشل پروگرام پیش کرنے والا ہوں۔''

گفتار اقبال بحوالہ زمیندار: ۲۳/۱ اکتوبر ۱۹۲۶ء۔

☆

۱۳۱ اکتوبر کو زمیندار میں پنجاب خلافت الیکشن بورڈ کی طرف سے وہ چار اُصول شائع ہوئے جن پر علامہ نے دستخط کیے تھے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

گفتار اقبال (ضمیمہ) بحوالہ زمیندار ۱۳۱ اکتوبر

☆

۶ نومبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ انجمن کے نائب صدر خان بہادر شیخ انعام علی صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کو کالج کمیٹی کا رُکن بنایا گیا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

۱۹ نومبر تھی۔ لاہور میں علامہ کا انتخابی جلسہ ہوا۔ علامہ نے تقریر کی۔ روزنامہ زمیندار کے نمایندے نے اسے یوں نوٹ کیا:

> مسلمانوں کی زندگی کا راز اتحاد میں مضمر ہے۔ میں نے برسوں مطالعہ کیا، راتیں غور و فکر میں گذار دیں تا کہ وہ حقیقت معلوم کروں جس پر کار بند ہو کر عرب حضور سرورِ کائنات ؐ کی صحبت میں تیس سال کے اندر اندر دنیا کے امام بن گئے۔ وہ حقیقت اتحاد و اتفاق میں ہے جو ہر شخص کے لبوں پر ہر وقت جاری رہتی ہے، کاش ہر مسلمان کے دل میں بیٹھ جائے۔ نسلی اور اعتقادی اختلافات میں تنگ نظری اور تعصب نے مسلمانوں کو تباہ کر دیا۔ اختلاف رائے ایک طبعی امر ہے اس لیے کہ طبائع مختلف ہوتی ہیں۔ ہر شخص کی نظر مختلف ہے، اسلوبِ فکر مختلف ہوتی ہے لیکن اس اختلاف کو اس طریقے پر رکھنا چاہیے جس طرح کہ ہمارے آبا و اجداد نے اسے رکھا۔ اس صورت میں اختلاف رحمت ہے۔ جب لوگوں میں تنگ نظری آجاتی ہے تو یہ زحمت بن جاتا ہے۔ مسلمانو! میں تمھیں کہتا ہوں کہ اگر زندہ رہنا چاہتے ہو تو متحد ہو جاؤ۔ اختلاف بھی کرو تو اپنے آبا کی طرح، تنگ نظری چھوڑ دو۔ میں کہتا ہوں کہ تنگ نظری چھوڑنے سے سب اختلافات مٹ سکتے ہیں۔
>
> مسلمانانِ ہند کے لیے دوسری ضروری چیز یہ ہے کہ وہ ہندوستان کی سیاسیات کے ساتھ گہری دل بستگی پیدا کریں۔ جو لوگ خود اخبار نہ پڑھ سکتے ہوں وہ دوسروں سے سنیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اس وقت جو قوتیں دنیا میں کارفرما ہیں ان میں سے اکثر اسلام کے خلاف کام کر رہی ہیں۔لیکن 'لیظھرہ علی الدین کلہ' کے دعویٰ پر میرا ایمان ہے کہ انجام کار اسلام کی قوتیں کامیاب اور فائز ہوں گی:'لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلمون ان کنتم مومنین'میں کہتا ہوں کہ مخالف کو بھی نرمی سے سمجھاؤ'جا ولھم بالتی ھی احسن'۔ قلب کی فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ محبت سے رام ہو سکتا ہے۔مخالفت اور عداوت سے رام نہیں ہو سکتا۔

گفتارِ اقبال بحوالہ زمیندار: ۲۱/نومبر ۱۹۲۶ء۔

☆

ارائیں برادری کے کچھ لوگوں نے بھی اقبال کے اعزاز میں جلسہ منعقد کر کے ساتھ دینے کا وعدہ کیا اور سفید ململ کی بڑی سی پگڑی اقبال کو پہنادی۔

''سردار چچی اور میں صحن میں بیٹھے تھے کہ چچا جان [اقبال] خاموشی سے ہمارے پیچھے آ کھڑے ہوئے،'' وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔''چچی جان کی نظر اچانک پیچھے پڑی تو چچا جان کے سر پر سفید ململ کی بڑی سی پگڑی دیکھ کر ڈر گئیں۔چچا جان ہنس پڑے اور فرمایا،'او ہو ڈر گئیں!' چچی جان نے جواب دیا،'اِس پگڑی نے ڈرا دیا۔میں سمجھی خدا جانے کون پگڑی والا اندر آ گیا ہے۔یہ آپ کو کہاں سے ملی؟'''

❁ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۴۴۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا ہے۔

☆

دو ماہ سے خواجہ حسن نظامی اور مولانا محمد علی کے درمیان معرکہ چھڑا ہوا تھا۔۲ دسمبر ۱۹۲۶ء کو ہمدرد میں مولانا محمد علی کا مضمون 'ایڈیٹروں سے خطاب: ایک نئے اسماء الرجال کی ضرورت' شائع ہوا تو قوم کے غداروں کی لائی ہوئی مصیبت اور مکاروں پر اعتماد کے نتائج کی طرف اشارہ کرتے ہوئے 'اسرارِ خودی' میں سے پیروں، واعظوں اور صوفیوں کے متعلق بابائے صحرائی کے افکار پیش کیے گئے۔

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص۲۳ اور ۴۷

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۵ دسمبر تھی۔ انتخابات ہوئے۔ علامہ اقبال گھر پر ہی رہے تھے۔ کامیابی کا اعلان سن کر ملک لال دین قیصر اور دوسرے حامی کوٹھی پر آئے۔ ایک ہجوم نعرے لگا رہا تھا۔ اقبال نے باہر نکل کر شکریہ ادا کیا مگر جلوس میں شامل ہونے سے اِنکار کر دیا۔

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۴۳-۴۲۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔

مبارک باد کے خطوط اور تار موصول ہونے لگے۔

☆

اگلے دو برسوں ۱۹۲۷ء اور ۱۹۲۸ء کے لیے بھی پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ کی اکیڈمک کونسل کا رُکن نامزد کیا گیا تھا۔ ۷ا دسمبر کو پنجاب گزٹ میں شائع ہوا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۲۵

☆

۲۲ دسمبر کو زمیندار میں علامہ اقبال کی طرف سے اعلان شائع ہوا:

> جن بے شمار احباب نے پنجاب کونسل کی ممبری میں میری کامیابی پر مبارکباد کے تار اور خطوط ارسال فرمائے ہیں، ان کا فرداً فرداً جواب دینا میرے لیے بے انتہا مشکل ہے۔ اس لیے زمیندار کی وساطت سے ان سب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں۔

محمد اقبال، لاہور

گفتارِ اقبال، ص

☆

صرف پبلک کے بیحد اِصرار پر سیاست میں نہیں آئے تھے۔ آیندہ تین برسوں میں پنجاب کی قانون ساز کونسل میں ان کی تقاریر سے ایک واضح نصب العین ظاہر ہونے والا تھا:

۱ خواتین کو طبی سہولیات فراہم کرنا اولین ترجیح ہونی چاہیے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲ انگریزی طریقۂ علاج کے ساتھ ساتھ دیسی طریقۂ علاج کو فروغ ملنا چاہیے جو سستا اور عوام کے مزاج سے زیادہ قریب ہے۔

۳ پرائمری تعلیم لازمی قرار دی جائے۔ مقصد یہ ہو کہ پسماندہ علاقوں کے غریب بچے بھی اعلیٰ تعلیم کے مدارج تک پہنچ سکیں۔ پرائمری تعلیم کا اعلیٰ تعلیم اور پیشہ ورانہ تربیت کے ساتھ تعلق بھی نظر میں رکھا جائے۔

۴ چھوٹے کاشتکاروں کو مراعات ملنی چاہئیں جیسے شہر میں کم آمدنی والے افراد کے لیے انکم ٹیکس کی شرح بھی کم ہوتی ہے۔ بڑے جاگیرداروں پر زیادہ شرح سے ٹیکس لگنا چاہیے جس طرح شہر میں زیادہ آمدنی والے افراد کے لیے انکم ٹیکس کی شرح بھی زیادہ ہوتی ہے۔

۵ مسلمانوں، اچھوتوں اور دوسری اقلیتوں کا تحفظ ہونا چاہیے۔

یہ عملی تجاویز حقیقت کے بارے میں بعض نتائج پر پہنچنے کا نتیجہ تھیں۔ برطانوی حکومت نے ہندوستان کی تاریخ کے بارے میں ایک بہت بڑی غلط بیانی کو فروغ دیا تھا۔ کہا تھا کہ ہندوستان میں زمین ہمیشہ سے بادشاہ کی ملکیت ہوا کرتی تھی اس لیے حکومت بدلنے پر ایسٹ انڈیا کمپنی اور پھر تاجِ برطانیہ کی ملکیت سمجھی جائے۔

اب اگر کوئی غریب زمیندار کسی زمین کے ایک چھوٹے سے ٹکڑے پر بھی فصل اُگائے جسے بیچ کر وہ اپنے گھر والوں کا پیٹ مشکل سے بھر سکتا تب بھی لازم تھا کہ حکومت کو ٹیکس دے کیونکہ جس زمین سے فصل حاصل کی وہ اُس کی نہیں بلکہ حکومت کی ملکیت تھی۔

اِس کے برعکس شہر میں ایک شخص کام کر کے روپیہ کمائے تو وہ اُسے اپنی محنت سے ملا۔ اگر دو ہزار سالانہ سے کم ہے تو انکم ٹیکس نہ دے کیونکہ اِتنا پیسہ تو بمشکل گھر والوں کی کفالت کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ دو ہزار یا زیادہ کمائے تو اِنکم ٹیکس دے۔ لاکھوں کروڑوں میں کمائے تو آمدنی کا بہت بڑا حصہ ٹیکس میں ادا کرے کیونکہ اب اپنی ضرورت سے کہیں زیادہ حاصل کر رہا تھا۔

لیکن وہ جاگیردار جو زمین کے اِتنے بڑے حصے پر قبضہ کیے بیٹھا ہے کہ کئی غریب کاشتکار وہاں کام کر کے اُس کے گودام بھرنے پر مجبور ہیں کیونکہ اُن کے فصل اُگانے کی زمین بھی سرکار نے اِسی جاگیردار کو دے رکھی ہے، اُس کے لیے انگریز کا انصاف کہتا تھا کہ وہ صرف اُسی شرح سے زمین کا لگان ادا کرے جس شرح سے ایک غریب زمیندار دیتا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہے۔

اِس ٹیڑھی سوچ نے شہری اور دیہی معاشرے کو تقسیم کر کے رکھ دیا تھا۔ دیہی علاقوں میں جاگیرداروں کو اِتنی چھوٹ دے رکھی تھی کہ عملاً دیہاتیوں کو غلام بنالیں۔ چھوٹے زمینداروں کو ہندو ساہوکاروں سے سُود پر قرض لینا پڑتا جسے کئی نسلیں مل کر بھی نہیں اُتار سکتی تھیں۔ دیہات اور شہر کی ذہنی دُوری نے پورے معاشرے کو اپاہج بنا رکھا تھا۔

یورپ کے دیہات جنت کا نمونہ سمجھے جاتے تھے۔ ہندوستان کے گاؤں شیطان سے بدتر جاگیرداروں کی بدولت جہنم بنے ہوئے تھے۔ یہ انگریزوں کی کارستانی تھی لیکن یہ کہہ کر ہندوستانی تاریخ پر ذمہ داری ڈال دیتے تھے کہ یہاں تو ہمیشہ سے زمین بادشاہ کی ملکیت سمجھی جاتی تھی، انگریز سرکار یہیں کے اصول کے مطابق حکومت کر رہی ہے۔ پچیس چھبیس برس پہلے وائسرائے لارڈ کرزن کے زمانے میں مالیات کے موجودہ قوانین وضع کرتے ہوئے اِس مفروضے کو زیادہ رواج دیا گیا۔

مفروضہ غلط تھا۔ ۱۷۷۷ء میں ایک فرانسیسی مصنف پیرون (Perron) نے اِس بات کی تردید کی تھی کہ ہندوستان میں زمین بادشاہ کی ملکیت سمجھی جاتی تھی۔ ۱۸۳۰ء میں ایک اور یورپی مصنف برگز (Briggs) نے بڑی تحقیق کر کے اپنی کتاب میں ہندوؤں کے مَنو شاستر، مسلمانوں کی شریعت اور ہندوستان کے مختلف علاقوں مثلاً بنگال، مالوہ اور پنجاب وغیرہ میں رائج عام طور طریقوں سے شواہد پیش کر کے یہ نتیجہ نکالا کہ ہندوستان کی تاریخ کے کسی بھی دَور میں ریاست نے کبھی دعویٰ نہ کیا تھا کہ زمین اُس کی ملکیت ہے۔

کچھ عرصہ پہلے ٹیکسیشن کمیٹی (Taxation Committee) کو بھی اپنی رپورٹ میں اعتراف کرنا پڑا تھا کہ زمین کے ریاست کی ملکیت ہونے کا نظریہ ہندوستانی تاریخ میں پہلے سے رائج نہ تھا۔ پھر بھی ٹیکس کے نظام کی دھاندلی دُور نہ کی گئی۔ علامہ اقبال کے نزدیک اِس کی وجہ یہ تھی کہ نہ صرف انگریز حکومت بلکہ ہندو ساہوکاروں کا مفاد بھی اِسی ناانصافی سے وابستہ تھا۔

یہی اصل بات تھی جس کی وجہ سے ہندوستان بالخصوص پنجاب میں عملاً خانہ جنگی شروع ہو چکی تھی۔ مسلمان اور ہندو ایک دوسرے کے مقابلے میں صفیں باندھ رہے تھے۔ صرف اَن پڑھ اور جاہل ہی ملوث نہ تھے۔ پنجاب یونیورسٹی کو بھی قانون بنانا پڑا تھا کہ اُمیدوار پرچوں پر اَپنا نام لکھنے کی بجائے ایک فرضی رول نمبر لکھے جو یونیورسٹی کی طرف سے فراہم کیا جاتا تھا۔ ممتحن حضرات کی طرف سے خطرہ تھا کہ اپنے مذہب والوں کو زیادہ نمبر دیں گے۔ پھر بھی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

علامہ اقبال کے پاس جو پرچے آتے تھے اُن میں سے بعض پر "۷۸۶" یا "اوم" لکھ کر مذہب کی نشاندہی کی گئی ہوتی تھی!

حقیقت کو تسلیم کرنے کی ضرورت تھی۔ زمین حکومت کی نہیں بلکہ خدا کی ملکیت تھی۔ علامہ نے ہندوستان کے شاہی قبرستانوں میں بادشاہوں اور شہزادوں کی وہ قبریں دیکھی ہوئی تھیں جن کے کتبوں پر تحریر تھا: الملک للہ۔ یہی سچ تھا جسے کسی انگریز سے پہلے کسی حکومت نے جھٹلانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

میں نے یہ نکات علامہ اقبال کی ان تقاریر سے اخذ کی ہیں جو انہوں نے پنجاب کی صوبائی اسمبلی میں کیں۔ میرا ماخذ Sherwani ہے۔

☆

۲۳ دسمبر تھی۔ دہلی کے نئے بازار میں سوامی شردھانند کے گھر میں ایک ملاقاتی اُن کے درشن لینے آیا۔ اصل میں مسلمان تھا۔ عبدالرشید نام تھا۔ سوامی کو قتل کر دیا۔

☆

۲۶ دسمبر تھی۔ ککے زئی برادری نے علامہ اقبال کے اعزاز میں دعوتِ طعام دی۔ علامہ اقبال نے تقریب میں تقریر کرتے ہوئے کونسل کے مسلم ارکان سے استدعا کی کہ دیہاتی اور غیر دیہاتی کے امتیازوں سے کنارہ کش ہو کر متحدہ طور پر اسلام اور وطن کی خدمت انجام دیں۔

گفتار اقبال بحوالہ زمیندار ۲۸ دسمبر ۱۹۲۶ء

☆

اپیل

جامعہ ملیہ اسلامیہ (نیشنل مسلم یونی ورسٹی) کی بنیاد اگرچہ تحریک خلافت کے سلسلے میں پڑی لیکن وہ اول دن سے ایک مستقل تعلیمی نصب العین رکھتی تھی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ ۱۹۲۴ء میں اس کے تمام ارکان نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آیندہ اسے خلافت کمیٹی سے الگ کر کے ایک مستقل اور خالص تعلیمی مرکز کی شکل دے دی جائے اور اس کے لیے جس قدر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مالی اعانت کی ضرورت ہو اس کا بطور خود انتظار کیا جائے۔ چونکہ علی گڑھ کے قیام میں اس کا اندیشہ کیا جا سکتا تھا کہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ سے اس کی رقیبانہ چشمک باقی ہے اس لیے گذشتہ سال اس کا محل قیام بھی علی گڑھ سے دہلی میں بدل دیا گیا، جو ہر حیثیت سے ایک مرکزی 'انسٹی ٹیوشن' کے لیے موزوں مقام ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ نہ صرف مسلمانان ہند بلکہ ہندوستان کے لیے ایک ایسے قومی تعلیمی مرکز کی ضرورت وقت کی اصولی اور بنیادی ضرورتوں میں سے ہے اور اگر ملک کی بے اتفاقی سے یہ مرکز تکمیل تک نہ پہنچ سکا تو ایک نہایت قیمتی تعلیمی مرکز سے ملک کا مستقبل محروم ہو جائے گا۔ اگر چہ جامعہ کی مطلوبہ تکمیل کے لیے ایک بڑے سرمائے کی ضرورت ہے لیکن اگر بالفعل پانچ ہزار روپیہ ماہوار آمدنی کا انتظام ہو جائے تو اس کی بنیاد اس حد تک مضبوط ہو جائے گی کہ بہتر تعلیمی نتائج فوراً حاصل کیے جا سکیں۔ یہ پانچ ہزار روپیہ نہایت آسانی سے فراہم ہو سکتا ہے۔ اگر ملک کے لاکھوں مستطیع اشخاص میں سے سو اہل خیر ایسے نکل آئیں جو پچاس روپے ماہوار اس عظیم کام کے لیے فراہم کر سکیں تو یہ کام آسان ہو سکتا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ہندوستان کے کروڑوں مسلمانوں میں ایسے سو اہل خیر و استطاعت حضرات کا نکل آنا کچھ دشوار نہ ہو گا بشرطیکہ وہ اس کار عظیم کی اہمیت اور اس کے نتائج محسوس کریں۔ ہم تمام ایسے حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ جامعہ ملیہ کے لیے کم از کم اتنا ضرور کریں۔ ہم نے یہ اپیل کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری پوری طرح محسوس کر لی ہے۔ ہم ملک کو یقین دلاتے ہیں کہ اگر جامعہ ملیہ کی موجودہ حالت اور اس کے مستقبل کی طرف سے ہمیں پورا اطمینان نہ ہوتا تو ہم اس نئی اپیل کی ذمہ داری ہرگز قبول نہ کرتے۔ ہم یہ بھی ظاہر کر دینا چاہتے ہیں کہ اب اس 'انسٹی ٹیوشن' کو ملک کی کسی پولیٹیکل تحریک سے کسی قسم کا تعلق نہیں ہے اور یہ کامل معنوں میں ایک خالص تعلیمی درس گاہ ہے۔

(ڈاکٹر سر) محمد اقبال

(نواب سر) ذوالفقار علی خان

(صاحبزادہ) آفتاب احمد خان

(مولانا) ابوالکلام آزاد

اجمل (امیر جامعہ)

مختار احمد انصاری (معتمد جامعہ)

گفتار اقبال (ضمیمہ) بحوالہ زمیندار: ۲۸/دسمبر ۱۹۲۶ء۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

گلشن راز جدید

[ترجمہ]

تمہید

مشرق کی رُوح سے وہ پرانا سوز جاتا رہا۔ اس کا دم پھول گیا ہے اور اس کی جان جسم سے نکل چکی ہے۔
اُس تصویر کی مانند جو سانس کے بندھن کے بغیر زندہ رہتی ہے اور نہیں جانتی کہ زندگی کا لطف ولذّت کیا ہے
اس کا دل مقصود و مدعا سے بیگانہ ہوگیا اور اس کی بانسری نغمہ وآواز سے خالی ہوگئی۔
میں نے بات کو نئے انداز میں پیش کیا یعنی محمود کے رسالہ کا جواب دیا۔
شیخ کے عہد سے لے کر اب تک کسی نے ہماری روح میں ایسی چنگاری نہیں جلائی،
ہم کفن پہنے ہوئے مردے کی طرح قبر میں تھے مگر کسی ہنگامۂ قیامت سے دوچار نہیں تھے۔
اُس دانائے تبریز کے سامنے وہ قیامتیں گزریں جو چنگیز کے کھیت سے آئی تھیں،
میری نگاہ نے ایک دوسرا انقلاب دیکھا اور کسی دوسرے آفتاب کو طلوع ہوتے دیکھا۔
میں نے معنی کے چہرے سے پردہ اٹھایا اور ذرہ کے ہاتھوں میں ایک آفتاب تھما دیا۔
تم یہ مت سوچنا کہ میں بغیر شراب پیے مست ہوں اور میں نے شاعروں کی طرح افسانہ گھڑا ہے،
تمھیں اُس کم ظرف انسان سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا جس نے مجھ پر شعر وشاعری کی تہمت باندھی ہو۔
مجھے حسینوں کے کوچے سے کوئی سروکار نہیں۔ میں کوئی عاشق وفریفتہ دل رکھتا ہوں نہ کسی کے حسن کا دیوانہ ہوں،
میری خاک کسی کی راہگزر کی خاک ہے نہ میرے جسم میں دلِ بےقرار ہے،

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میں تو جبریلِ امیں سے ہمکلام ہوں اور رقیب، قاصد اور دربان سے آشنا نہیں۔

مجھے فقر کی بدولت کلیم اللہ کا سامان میسر آ گیا ہے اور میرے خرقۂ درویشی میں شہنشاہوں کا رعب وداب ہے۔

میں اگر خاک ہوں تو کسی صحرا میں نہیں سماؤں گا اور اگر پانی ہوں تو کسی سمندر میں نہیں آؤں گا۔

پتھر کا دل میرے شیشے سے لرزتا ہے اور میرے افکار کا سمندر ساحل کو قبول نہیں کرتا۔

میرے پردے میں تقدیریں چھپی ہوئی ہیں اور قیامت میری گود میں پلی ہے۔

ذرا دیر کے لیے میں اپنی ذات میں ڈوب گیا اور ایک لازوال دنیا تخلیق کی،

''مجھے اِس شاعری سے عار محسوس نہیں ہوتی کیونکہ صدیوں میں بھی کوئی عطار پیدا نہیں ہوتا۔''

میری روح میں حیات وموت کی جنگ جاری ہے اور میری نگاہیں حیاتِ جاوداں پر مرکوز ہیں۔

میں نے تمہارے جسم کو روح سے بے پروا دیکھا لہٰذا میں اُس میں اپنی روح پھونک دی۔

مجھ میں جو آگ جل رہی ہے اُس سے سراپا جل رہا ہوں، پس تم اپنی رات کو میرے چراغ سے منور کرلو۔

میری مٹی میں دل کو دانہ کی طرح بویا گیا ہے اور میری لوح پر کوئی اور ہی تحریر لکھ دی گئی ہے۔

خودی کا ذوق میرے لیے شہد کی طرح ہے، کیا بتاؤں کہ میرے واردات بس یہی ہیں۔

پہلے میں نے خود اس کے کیف ولذت کا تجربہ کیا اور پھر اسے اقوامِ مشرق میں بانٹ دیا۔

اگر جبریل یہ رسالہ پڑھے تو اپنا خالص نور گرد کی طرح جسم سے جھاڑنا شروع کر دے،

اپنے مقام ومرتبہ پر فریاد کرے اور یزداں سے اپنے دل کا درد کہہ ڈالے:

''میں آپ کی تجلی کو اتنا بے حجاب نہیں دیکھنا چاہتا، میں بس دردِ پنہاں چاہتا ہوں اور کچھ نہیں!

میں اِس دائمی وصال سے باز آیا کہ میں نے آہ وفغاں کی لذّت چکھ لی ہے،

مجھے انسان کا ناز ونیاز عطا فرمایئے اور میری جان میں اُس کا سوز وگداز پیدا کر دیجیے!''

سوال ۱

سب سے پہلے میں اپنی سوچ کے بارے میں حیران ہوں کہ وہ کیا چیز ہے جسے سوچنا کہتے ہیں،

کون سی سوچ ہمارے لیے سفر کی شرط ہے اور کیوں یہ کبھی نیکی اور کبھی گناہ ہے؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جواب

انسان کے سینے میں کون سا نور ہے؟ وہ کیسا نور ہے کہ اُس کا غیب حضور ہے!

میں نے اُسے اپنی جگہ پر قائم مگر سفر میں دیکھا ہے، اُسے نور دیکھا ہے اور نار دیکھا ہے۔

کبھی اُس کی آگ برہان اور دلیل ہے اور کبھی اُس کا نور جبرئیل کے جوہر سے ہے۔

کیسا روح کو تڑپانے اور قلب کو گرمانے والا نور ہے کہ اس کی کرن کے سامنے سورج ہیچ ہے!

مٹی میں ملا ہوا مگر مکان کی قید سے آزاد اور شب و روز کے بند میں جکڑا ہوا مگر زمان کی گرفت سے آزاد ہے۔

اُس کی زندگی کا حساب سانسوں کی گنتی سے نہیں لگایا جا سکتا کہ اُس جیسا ڈھونڈنے اور پانے والا اور کوئی نہیں ہے۔

کبھی تھکا ہارا ساحل پر پڑا ہوتا ہے اور کبھی بیکراں سمندر اُس کے جام میں ہوتا ہے۔

یہ سمندر بھی ہے اور موسیٰ کا عصا بھی ہے جس سے سمندر کا سینہ دو نیم ہو جاتا ہے۔

یہ وہ ہرن ہے کہ آسمان اس کی چراگاہ ہے اور کہکشاں سے پانی پیتا ہے۔

زمین و آسماں اس کے لیے صرف ایک منزل ہیں اور وہ کارواں کے بیچوں بیچ تنہا چلا جا رہا ہے۔

ظلمت و نور کے جہان، صور کی آواز، موت اور جنت و حور اُس کے احوال ہیں۔

اُسی سے ابلیس اور آدم کی نمود ہے اور اُسی سے ابلیس و آدم کی کامیابی ہے۔

نگاہ اُس کے جلوے سے سیر نہیں ہوتی کہ اُس کی تجلی خدا کا دل لے لینے والی ہے۔

ایک آنکھ سے اپنی خلوت کو دیکھتا ہے اور دوسری سے اپنی جلوت پر نظر رکھتا ہے،

اگر ایک آنکھ بند کر لے تو یہ گناہ ہوگا اور اگر دونوں آنکھیں بند کر لے تو یہ راستے کے لیے ضروری ہے!

اپنی ندی سے ایک سمندر پیدا کر لیتا ہے لیکن اپنی گہرائی میں اُترتا ہے تو موتی بن جاتا ہے۔

اُسی لمحہ وہ دوسری صورت اختیار کر کے غواص ہو جاتا ہے اور اپنے آپ کو باہر نکال لیتا ہے۔

اُس میں بے آواز ہنگامے ہیں اور ایسے رنگ و آواز جنہیں آنکھ دیکھ سکتی ہے نہ کان سن سکتے ہیں۔

اُس کی صراحی میں زمانہ ہے مگر ہم پر بتدریج ظاہر ہوتا ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زندگی اُس کی کمند پھینکتی ہے اور ہر پست و بلند کا شکار کرتی ہے۔
اُس کے ذریعے خود کو اپنی قید میں لاتی ہے یہاں تک کہ ماسوا کی گردن مروڑ دیتی ہے۔
کسی دن دونوں جہاں اُس کا شکار ہو جائیں گے اور اُس کی پیچدار کمند میں آ پھنسیں گے۔
اگر تم ان دونوں جہانوں کو فتح کر و تو تمام دنیا مر جائے گی مگر تم نہیں مرو گے۔
طلب کے بیابان میں سستی سے پاؤں مت رکھو بلکہ پہلے وہ دنیا فتح کر لو جو تمہارے اندر ہے۔
اگر مغلوب ہو تو اپنے آپ کو فتح کر کے غالب ہو جاؤ۔ خدا کو چاہتے ہو؟ اپنے آپ سے قریب ہو جاؤ!
اگر اپنے آپ کو تسخیر کرنے میں طاق ہو گئے تو تمہارے لیے دنیا کی تسخیر آسان ہو جائے گی۔

کتنا مبارک ہو گا وہ دن جب تم اِس دنیا کو تسخیر کرو گے اور نو آسمانوں کا سینہ شگاف کر دو گے۔
چاند تمہارے سامنے سجدہ کرے گا اور تم اُسے اپنی آہوں کی کمند میں لپیٹ لو گے۔
اِس پرانے بتکدے میں آزاد ہو گے اور بتوں کو اپنی مرضی کے مطابق تراشو گے۔
دنیائے چار سو یعنی روشنی، آواز، رنگ اور بو کے جہان کو اپنے قبضے میں لانا،
اس کے کم بڑھنے کو زیادہ کرنا اور اپنی مرضی سے بدلنا،
اُس کے خوشی اور غم سے دل نہ لگانا اور اُس کے نو آسمانوں کے طلسم کو توڑنا،
اُس کے دل میں تیر کی انی کی طرح اترنا اور اپنے گیہوں کو اُس کے جو کے بدلے نہ دینا،
یہی ہے خسروانہ شکوہ، یہی ہے۔ یہ ہے وہ ملک جو دین کا جڑواں بھائی ہے۔

سوال ۲

کون سا سمندر ہے جس کا کنارہ علم ہے اور اس کی گہرائی میں کون سا موتی ملتا ہے؟

جواب

یہ پُردم زندگی ایک بہتا سمندر ہے جس کا کنارا شعور اور آگہی ہیں۔
ایسا دریا ہے جو بہت گہرا اور موجوں والا ہے اور جس کے کنارے ہزاروں کوہ و صحرا ہیں۔
اس کی بے قرار موجوں کی مت پوچھو کہ ہر موج کنارے سے باہر نکل گئی،

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سمندر سے نکلی اور صحرا کو نمی دی، نگاہ کو کیفیت اور مقدار کی لذّت بخشی۔
جو چیز اس کے سامنے آتی ہے وہ اس کے شعور کے فیض سے روشن ہو جاتی ہے۔
وہ خلوت میں مست رہتی اور صحبت سے بھاگتی ہے مگر ہر شے اُس کے نور سے منوّر ہے،
کہ پہلے وہ اُسے روشن کرتی ہے اور پھر ایک آئین کا پابند کر دیتی ہے۔
اُس کے شعور نے اُسے دنیا سے قریب کیا اور دنیا نے اُسے اُس کے راز سے بیخبر کر دیا۔
عقل نے اُس کے چہرے سے نقاب اٹھائی مگر قوتِ گویائی نے اُسے زیادہ بے حجاب کیا۔
وہ اس جہانِ مکافات میں نہیں سماتی کہ یہ دنیا اُس کے مقامات میں سے بس ایک مقام ہے!

تم دنیا کو اپنے آپ سے باہر دیکھتے ہو، اس میں میدان و بیابان، سمندر، صحرا اور کانیں دیکھتے ہو،
یہ رنگ و بو کی دنیا ہمارا گلدستہ ہے، جو ہم سے آزاد بھی ہے اور وابستہ بھی!
خودی نے اسے ایک تارِ نگاہ سے باندھ دیا ہے یعنی زمین، آسمان اور چاند ستاروں کو۔
ہمارے دل کو اس سے ایک پوشیدہ تعلق ہے کہ ہر موجود ایک نگاہ کا رہینِ منت ہے،
اگر کوئی اِسے نہ دیکھے تو یہ سمٹ جائے لیکن اگر دیکھے تو یہ سمندر اور پہاڑ بن جائے۔
دنیا کی ضخامت ہمارے دیکھنے کی وجہ سے ہے، اِس کا پودا ہمارے بڑھنے سے بڑھا ہے۔
دیکھنے والے اور نظر آنے والے کی بات ایک راز ہے کہ ہر ذرّے کے دل میں یہ درخواست ہے:
اے دیکھنے والے مجھے نظر آنے والا سمجھ لو اور ایک نظر کی برکت سے مجھے موجود بنا دو!
کسی چیز کی ہستی کا کمال اُس کا موجود ہونا یعنی کسی دیکھنے والے کو نظر آنا ہے
اور اُس کا زوال ہمارے سامنے نہ ہونا یعنی ہمارے شعور سے روشن نہ ہونا ہے۔
دنیا ہماری تجلّی کے سوا کچھ اور نہیں ہے اس لیے کہ روشنی اور آواز کا جلوہ ہمارے بغیر ممکن نہیں۔
تم بھی اس کی صحبت سے مدد حاصل کرو اور اس کے پیچ و خم سے اپنی نظر کی تربیت کرو۔
''یقین جانو کہ تم شکاری شیر ہو اور اس راہ میں چیونٹی سے مدد طلب کی گئی ہے۔''

اُس کی مدد سے اپنی خبر پاؤ، تم جبریلِ امین ہو، بال و پر حاصل کر لو!

اپنی عقل کی آنکھ کو کثرت پر کھولو تا کہ وحدت کا جلوہ تمہارے ہاتھ لگے۔
بوئے پیرہن سے اپنا حصہ حاصل کرو اور کنعان میں بیٹھے ہوئے مصر و یمن کی خوشبو محسوس کرو۔
خودی شکاری ہے اور چاند ستارے اُس کے شکار ہیں جو اُس کی تدبیر کے جال میں قید ہیں۔
آگ کی طرح دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لو اور مکان و لامکاں پر شبخوں مار ڈالو۔

سوال ۳

جس کا ہونا محض امکان ہو اُس کا وصال اُس کے ساتھ کیسا جس کا وجود کسی کا محتاج نہیں اور یہ نزدیکی، دُوری، کم اور زیادہ کا معاملہ کیا ہے؟

جواب

یہ کیوں اور کیسے کا جہاں سہ پہلو ہے اور عقل اس کی کیفیت اور کمیت کے لیے کمند ہے،
یہ طوسی اور اقلیدس کی دنیا ہے اور زمین کو ناپنے والی عقل کے لیے بس یہی ہے۔
اس کے زمان و مکان بھی اندازے کے محتاج ہیں اور اس کے زمین اور آسمان بھی!
کمان پر چلّہ چڑھاؤ اور اپنا ہدف معلوم کرو۔ میری باتوں سے معراج کا نکتہ سمجھ لو۔
اِس جہانِ مکافات میں ذاتِ مطلق کی تلاش مت کرو کہ ذاتِ مطلق صرف آسمانوں کا نور ہے۔
حقیقت لازوال اور لامکاں ہے، اب یہ مت کہنا کہ دنیا لامحدود ہے۔
اس کا کنارا اِس کے اندر ہے اور پست ہے مگر اس کی بلندی بھی کم بڑھنے والی نہیں ہے۔
اس کا باطن پست و بلند سے عاری ہے مگر اس کا ظاہر پھیلاؤ رکھنے والا ہے۔
ہماری عقل ابد کو سمجھنے کے قابل نہیں کہ جو ایک تھا وہ اس کی کشمکش سے ہزار ہو گیا ہے۔
یہ چونکہ لنگڑی ہے اس لیے سکون کو پسند کرتی ہے، مغز کو نہیں دیکھتی اور کھال پر فریفتہ ہے۔
چونکہ ہم نے حقیقت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیا ہے اس لیے ساکن اور متحرک میں فرق کرتے ہیں۔
عقل نے لامکاں میں بھی مکاں کی طرح ڈالی اور وقت کو زنار کی طرح لپیٹ لیا،
اپنے باطن میں وقت کا مشاہدہ نہ کیا اور ماہ و سال اور شب و روز بنا بیٹھی۔
تمہارے ماہ و سال ایک جو کے برابر بھی نہیں، ذرا کَم لَبِثْتُم کے الفاظ میں ڈوب کر دیکھو!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اپنے آپ تک پہنچو اور اِس ہنگامے سے دل اٹھا کر اپنے آپ کو اپنے ضمیر میں ٹپکا لو۔

جسم اور روح کو دو کہنا قابلِ اعتراض ہے اور انہیں الگ الگ دیکھنا حرام ہے۔
روح میں کائنات کا راز پوشیدہ ہے اور جسم زندگی کے احوال میں سے بس ایک حال ہے۔
معنی کی دلہن نے صورت کی مہندی رچائی ہے اور اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لیے زیور پہن لیے ہیں۔
حقیقت اپنے چہرے کے لیے پردہ بُنتی ہے کیونکہ اُسے دریافت ہونے میں لذّت ملتی ہے۔

فرنگ نے جسم کو روح سے الگ دیکھا تو اُس کی نگاہ کو ملک اور دیں بھی جدا دکھائی دیے۔
کلیسا پطرس کی تسبیح پڑھتا ہے کیونکہ اُسے حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔
حکومت کے کاموں میں مکر و دغا دیکھو، بے روح جسم اور بے جسم روح دیکھو!
عقل کو اپنے دل کا ہمسفر بنا کر ذرا ترک قوم کو دیکھو،
فرنگ کی تقلید میں اپنے آپ سے دُور ہو گئے اور ملک و دیں کے درمیان تعلق نہ دیکھ سکے۔

ہم نے ایک کو ایسا ٹکڑے ٹکڑے دیکھا کہ اُسے شمار کرنے کے لیے عدد ایجاد کر لیے۔
یہ پرانا بت کدہ جو تمہیں خاک کی مٹھی دکھائی دے رہا ہے ذاتِ پاک کی سرگزشت میں سے ایک گزرتا ہوا لمحہ ہے۔
فلسفی مُردے کی تصویر بنانے والے ہیں کہ اُن کے پاس یدِ بیضا اور دمِ عیسیٰ نہیں ہیں۔
میرے دل نے اِس حکمت میں کچھ نہ دیکھا۔ وہ کسی اور ہی حکمت کے لیے بے قرار ہے۔
میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا بدلتی ہوئی ہے کہ اُس کا باطن زندہ اور پیچ و تاب میں ہے۔
اپنے اعداد و شمار چھوڑ و اور ذرا اپنے آپ میں دیکھو، آگے بڑھو۔
اُس دنیا میں جہاں جز و کل سے بڑھا ہوا ہے، رازی اور طوسی کے اندازے محض دیوانگی ہیں۔
تم ایک مدت ارسطو سے واقفیت حاصل کرتے رہو، کچھ دیر بیکن کے ساز میں بھی اپنی آواز ملا لو،
مگر آخر اُن کے مقام سے آگے گزر جاؤ اور اِس منزل میں گم مت ہو جاؤ، آگے بڑھ جاؤ۔
اُس عقل سے جو کم و بیش کو پہچانتی اور دریا اور کان کے باطن کا حال جانتی ہے،

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

دنیائے کیف وکم کو تسخیر کرو اور آسمانوں میں ماہ و پرویں پر کمند ڈالو
مگر دوسری حکمت بھی سیکھو اور اپنے آپ کو شب و روز کے طلسم سے رہا کرواؤ۔
تمہارا مرتبہ دنیا سے بلند ہے۔ تم وہ دایاں ہاتھ طلب کرو جو بائیں کا محتاج نہ ہو۔

سوال ۴

جو ہمیشہ سے ہے اور جسے بنایا گیا وہ ایک دوسرے سے جدا کیسے ہوئے کہ ایک دُنیا ٹھہرا اور دوسرا خدا ہوا؟
جسے پہچانا جا رہا ہے اور جو پہچان رہی ہے وہ اگر خدا کی ذات ہی ہے تو پھر یہ انسان کے دماغ میں کیا سودا سمایا ہے؟

جواب

دوسرے کو تخلیق کرنا خودی کی زندگی ہے چنانچہ پہچاننے والے اور پہچانے جانے والے کی جدائی خیر ہے۔
ہم جو کسی کو ہمیشہ سے موجود سمجھتے ہیں اور کسی کو بنایا ہوا جانتے ہیں یہ ہمارے اندازے کی بات ہے جو گزرتے ہوئے دِنوں کا طلسم ہے۔
ہم گزرے ہوئے کل اور آنے والے کل کو شمار کرتے رہتے ہیں اور ماضی، حال اور مستقبل سے سروکار رکھتے ہیں۔
اپنے آپ کو اُس سے علیحدہ کر لینا، پھر تڑپنا اور اُسے نہ پانا ہماری فطرت ہے۔
نہ اُس سے علیحدہ ہوئے بغیر ہماری قدر و قیمت ہے نہ اُسے ہمارے وصال کے بغیر قرار ہے،
نہ وہ ہمارے بغیر ہے نہ ہم اُس کے بغیر، عجیب راز ہے کہ ہماری جدائی وصال میں فراق ہے۔
جدائی خاک کو نگاہ بخشتی ہے اور گھاس کی پتی کو پہاڑ کا سرمایہ عطا کرتی ہے۔
جدائی عشق کی خوبی اور خامی ظاہر کرنے والی ہے اور عاشقوں کو راس آتی ہے،
ہم اگر زندہ ہیں تو دردمندی کی وجہ سے اور اگر قائم ہیں تو دردمندی کی وجہ سے!
میں اور وہ کیا ہے؟ خدا کا راز ہے، میں اور وہ ہمارے دوام پر گواہ ہیں۔
نورِ ذات خلوت میں بھی ہے اور جلوت میں بھی ہے کہ انجمن میں رہنا ہی زندگی ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

انجمن کے بغیر محبت صاحبِ نظر نہیں ہوتی اور اپنے آپ کو دیکھنے کے قابل نہیں بنتی۔
ہماری بزم میں اُس کے جلوے دیکھو کہ دُنیا غائب اور وہ ظاہر ہے،
در و دیوار ہیں نہ شہر، محل اور محلے کہ یہاں میرے اور اُس کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔
کبھی وہ اپنے آپ کو ہم سے بیگانہ کر لیتا ہے اور کبھی ہمیں ساز کی طرح بجانے لگتا ہے۔
کبھی ہم پتھر سے اُس کا نقش بناتے ہیں، کبھی بغیر دیکھے اُسے سجدہ کرتے ہیں،
کبھی فطرت کا ہر پردہ چاک کر کے بے جھجک محبوب کا دیدار کر لیتے ہیں۔
انسان کے دماغ میں یہ کیسا سودا سمایا ہے؟ اِسی سودے سے ہمارا باطن روشن ہے۔
کتنا اچھا سودا ہے کہ اُس کی جدائی میں روتا ہے مگر اسی جدائی سے پروان بھی چڑھتا ہے۔
اُس کی جدائی نے ایسا صاحبِ نظر بنایا ہے کہ اس نے اپنی شام کو اپنے لیے سحر بنا لیا ہے۔
خودی کو امتحان کے ہاتھوں دردمند بنا کر اُس کے کبھی ختم نہ ہونے والے غم کو خوشی میں بدل دیا،
روتی ہوئی آنکھ سے موتیوں کی لڑیاں حاصل کیں اور ماتم کے درخت سے میٹھا پھل وصول کر لیا۔
خودی کو خوب بھینچ کر آغوش میں لینا فنا کو بقا کا ہم پلّہ بنانا ہے۔

محبت؟ مقامات کو گرفت میں لینا! محبت؟ انتہاؤں سے آگے گزر جانا!
محبت کو انجام کا شوق نہیں ہوتا نہ اس کی صبح کے طلوع کی کوئی شام ہوتی ہے۔
اس کی راہ میں عقل پیچ و خم کی طرح ہے اور دنیا ایک لمحے کی چمک ہے۔
ہمارے راستے میں ہزاروں دنیائیں ہیں۔ ہماری جولاں گاہیں کب ختم ہونے والی ہیں!
اے مسافر، ہمیشہ کے لیے مر کر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاؤ اور جو دنیا آنے والی ہے اُسے اپنے تصرف میں لے آؤ!
اُس کے سمندر میں گم ہو جانا ہمارا انجام نہیں ہے۔ اگر تم اُسے حاصل کر لو تو یہ تمہاری فنا نہ ہو گی۔
ایک خودی کا دوسری خودی میں سما جانا محال ہے۔ خودی کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنا جوہر بن جائے!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سوال ۵

میں کون ہوں، مجھے میری خبر دیجیے اور یہ اپنے آپ میں سفر کرنے کا مطلب کیا ہے؟

جواب

خودی کائنات کی حفاظت کا تعویذ ہے اور زندگی اُس کی ذات کی پہلی کرن ہے۔

زندگی میٹھی نیند سے بیدار ہوتی ہے تو اُس کا باطن جو ایک ہے وہ دو حصوں میں بٹ جاتا ہے۔

نہ ہمارے ظہور کے بغیر اُس کا پھیلاؤ ممکن ہے نہ اُس کے پھیلاؤ کے بغیر ہمارا ظہور ممکن ہے۔

اُس کا باطن سمندر ہے۔ جس کا کوئی کنارا نہیں اور جس کے ہر قطرے کا دل ایک بیقرار موج ہے۔

اُسے صبر کی پروا نہیں اور افراد کے سوا اُس کا کوئی ظہور نہیں۔

زندگی آگ ہے اور خودیاں چنگاریوں کی مانند ہیں۔ وہ ستارے کی طرح اپنی جگہ پر قائم بھی ہے اور سفر میں بھی ہے۔

اپنے آپ سے نکلے بغیر وہ غیر کو دیکھ لیتی ہے اور مجمع میں ہونے کے باوجود خلوت نشیں ہے۔

ذرا اُس کا اپنے آپ میں تڑپنا دیکھو اور اِس گزر جانے والی زمین سے اُس کا بڑھنا دیکھو!

وہ آنکھوں سے پوشیدہ آہ و نالہ کرتی رہتی ہے اور اُسے ہر وقت رنگ و بو کی تلاش رہتی ہے۔

وہ اپنے سوزِ دروں کی وجہ سے ہاتھ پاؤں مار رہی ہے اور ایک خاص روش پر اپنے آپ سے برسرِ پیکار ہے۔

اس کی کشمکش کی وجہ سے دنیا کا ایک نظام ہے۔ کشمکش کی وجہ سے انسان آئینہ فام ہو جاتا ہے۔

اس کی روشنی سے خودی کے سوا کوئی چنگاری نہیں جھڑتی اور اُس کے سمندر میں موتی کے سوا کچھ اور نہیں پیدا ہوتا۔

خودی کے لیے پیکرِ خاکی حجاب ہے۔ جس پر وہ آفتاب کی طرح طلوع ہوتی ہے۔

اس کے طلوع ہونے کا مقام ہمارے سینے میں اور ہماری مٹی میں روشنی اُس کے جوہر سے ہے۔

تم کہتے ہو، ”مجھے میری خبر دیجیے اور یہ اپنے آپ میں سفر کرنے کا مطلب کیا ہے؟“

میں نے تمہیں بتایا ہے کہ جسم اور روح کا تعلق کیا ہے۔ اپنے آپ میں سفر کرو اور دیکھو کہ ”میں“ کیا ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اپنے آپ میں سفر؟ بغیر ماں باپ کے پیدا ہونا اور ثریّا کو بامِ فلک سے گرفتار کرنا،
ابد کو ایک اضطراب میں اپنے قبضے میں کر لینا، سورج کی کرن کے بغیر مشاہدہ کرنا،
امید اور یاس کے ہر نقش کو اپنے دل سے مٹا دینا، کلیم اللہ کی طرح دریا چاک کرنا،
اِس خشکی اور تری کے طلسم کو توڑ ڈالنا، ایک اُنگلی سے چاند میں شگاف ڈالنا،
لامکاں سے اِس طرح واپس آنا کہ سینے میں وہ ہو اور ہاتھ میں اُس کی دنیا ہو!
مگر اِس راز کا بیان کرنا مشکل ہے کہ دیکھنا شیشہ ہے اور بیان کرنا مٹّی!

''میں'' کی قوّت وطاقت میں کیا بیان کروں کہ اِنّا عرضنا اِسے بے نقاب کرتا ہے۔
اُس کے رعب داب سے آسمان پر لرزہ طاری ہے اور اس کی آغوش میں زمان و مکان ہیں۔
اس کے نشیمن کی بنیاد انسان کے دل میں ہے مگر اُس کی مشتِ خاک کے نصیب میں پھینکا جانا ہے۔
غیر سے جدا بھی ہے اور وابستہ بھی ہے، اپنی ذات میں گم بھی ہے اور غیر سے پیوستہ بھی ہے
جس طرح خیال انسان کے جسم میں ہوتا ہے اور اُس کا سفر زمان و مکان سے آزاد ہوتا ہے۔
یہ کیا راز ہے کہ قید خانے میں ہے اور آزاد ہے، کمند بھی، شکار بھی اور شکاری بھی خود ہی ہے!
تمہارے سینے میں ایک چراغ ہے۔ یہ کیسا نور ہے جو تمہارے آئینے میں ہے!
غافل مت ہو کہ تم اس امانت کے امین ہو۔ کیسے نادان ہو کہ اپنی طرف نہیں دیکھتے ہو!

سوال ۶

وہ حصہ کون سا ہے جو پورے سے زیادہ ہے اور اُسے پانے کا طریقہ کیا ہے؟

جواب

خودی ہمارے اندازے سے بڑھ کر ہے۔ خودی اُس کُل سے زیادہ ہے جسے تم دیکھ رہے ہو۔
بار بار آسمان سے گرتی ہے کہ پھر اُٹھ کھڑی ہو۔ گزرتے ہوئے وقت کے سمندر میں گرتی ہے کہ پھر اٹھ کھڑی ہو۔
اپنے آپ کو دیکھنے والا آسمان کے نیچے اُس کے سوا اور کون ہے؟ بے بال و پر ہونے کے باوجود ایسا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

صاحبِ پرواز اور کون ہے؟

اندھیرے میں ہے مگر اُس کی آغوش میں روشنی ہے، جنت سے باہر ہے مگر پہلو میں حور ہے۔

اس دلآویز قوّتِ گویائی کے ذریعے جو وہ رکھتی ہے وہ زندگی کی تہ سے موتی نکال لاتی ہے۔

زندگی کا باطن ابدی ہے مگر ظاہر کی آنکھ سے دیکھو تو وقتی ہے۔

اس کی تقدیر میں زندگی کا مقام، اپنے آپ کو ظاہر کرنا اور اس ظہور کی حفاظت کرنا ہے۔

مت پوچھو کہ وہ کیسی ہے اور کیسی نہیں ہے کیونکہ تقدیر اُس کی فطرت سے باہر نہیں ہے۔

میں کیا کہوں کہ وہ کیسی ہے اور کیسی نہیں ہے کہ اُس کا ظاہر مجبور اور باطن آزاد ہے!

شاہِ بدرؒ نے فرمایا ہے کہ ایمان جبر اور قدر کے درمیان ہے۔

تم ہر مخلوق کو مجبور کہتے ہو اور اُسے فاصلے کی قید میں مقید سمجھتے ہو

مگر جان، جان آفریں کی پھونکی ہوئی ہے جو مختلف جلووں میں خلوت نشیں ہے۔

اُس کی مجبوری کی بات تو بیچ میں آتی ہی نہیں کہ بغیر فطرتِ آزاد کے جان، جان نہیں رہتی۔

اِس کیف وکم کی دنیا پر شبخوں مارو اور مجبوری سے مختاری کی طرف قدم بڑھاؤ۔

جب وہ اپنی ذات سے مجبوری کی گرد جھاڑ دیتی ہے تو وہ اپنے جہان کو اونٹنی کی طرح ہانکنے لگتی ہے۔

نہ آسمان اُس کی اجازت کے بغیر گردش کرتا ہے نہ ستارہ اُس کی مدد کے بغیر چمکتا ہے۔

وہ ایک روز ضمیرِ کائنات کو آشکارہ کر دیتی ہے اور اپنی آنکھوں سے اس کی حقیقت کا مشاہدہ کرتی ہے۔

فرشتوں کی قطار اُس کے راستے میں کھڑی ہو جاتی ہے اور اُس کے دیدار کے انتظار میں رہتی ہے۔

فرشتہ اُس کے انگور کی بیل سے شراب حاصل کرتا ہے اور اُس کی مٹی سے اپنی قدر و قیمت بڑھاتا ہے۔

اُس کی جستجو کا طریقہ کیا پوچھتے ہو کہ وہ کیفیتِ عشق کے تابع ہو جاتی ہے۔

تمہیں جو مہلت ملی ہے اُسے ابدیت میں لگا دو اور صبح کی فغاں کو عقل پر غالب کر دو۔

عقل کی متاع حواس سے حاصل ہوتی ہے اور فغاں عشق سے اپنی شعاع حاصل کرتی ہے۔

عقل جزو کو اور فغاں کُل کو حاصل کرتی ہے، عقل مر جاتی ہے مگر فغاں ہرگز نہیں مرتی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

عقل ابدیت کا ظرف نہیں رکھتی کہ وہ گھڑی کی سوئی کی طرح سانسیں گنتی رہتی ہے،
دن رات اور صبح و شام تراشتی ہے گویا شعلے کو حاصل نہیں کرتی اور چنگاریاں اکٹھی کرتی رہتی ہے۔
عاشقوں کی فغاں ہی مسئلے کا حاصل ہے جس کے ایک لمحے میں ایک زمانہ پنہاں ہے۔

خودی اپنے ممکنات کو ظاہر کرتی رہتی ہے تو اپنے اندر کی گرہ کھولتی رہتی ہے۔
تمہارے پاس وہ نور نہیں ہے جس سے وہ دیکھتی ہے اس لیے تم اُسے عارضی اور فانی سمجھتے ہو۔
وہ موت جو آتی ہے اُس سے ڈرنا کیسا کہ خودی جب پختہ ہو جائے تو موت سے آزاد ہو جاتی ہے،
ہاں دوسری موت سے میرا دل لرزتا ہے بلکہ میرا دل، میری روح اور میرا وجود لرزتا ہے۔
عشق و مستی کی کیفیت سے محروم اور اپنی آگ سے دنیا کو نہ جلانا،
اپنے ہاتھ سے اپنے جسم پر کفن کاٹنا اور اپنی آنکھ سے اپنی موت کو دیکھنا،
یہ موت ہر وقت تمہاری گھات میں ہے اِس سے ڈرو کہ یہی ہماری موت ہے۔
یہ تمہارے جسم کو تمہاری قبر بنا دیتی ہے اور اُس کے منکر و نکیر کو بھی اس میں لا بٹھاتی ہے!

سوال ۷

وہ مسافر کون ہے جو راستے پر چل رہا ہے اور کس کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ وہ انسانِ کامل ہے؟

جواب

اگر تم اپنے دل میں دیکھو تو تمہیں اپنے سینے ہی میں منزل نظر آ جائے گی۔
ٹھہراؤ میں سفر کرنا ایسا ہی ہوتا ہے یعنی اپنی ذات سے اپنی ذات تک کا سفر یہی ہے۔
یہاں کوئی نہیں جانتا کہ ہم کہاں ہیں کیونکہ ہم چاند ستاروں کی نظروں میں بھی نہیں آتے۔
انتہا تلاش مت کرو کہ تمہاری کوئی انتہا نہیں، یہ سفر ختم ہوا تو تم مردہ ہو گے۔
ہمیں پختہ مت سمجھو کہ ہم خام ہیں۔ ہم ہر منزل پر مکمل بھی ہوتے ہیں اور نامکمل بھی رہتے ہیں!
انتہا کو نہ پہنچنا ہی زندگی ہے۔ سفر ہی ہمارے لیے ہمیشہ کی زندگی ہے!
ماہی سے ماہ تک ہماری جولاں گاہ ہے اور یہ زمین و زمان ہمارے سفر کی گرد ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہم اپنے آپ میں تڑپتے ہیں اور نمود کے لیے بیتاب ہیں کہ ہم موجیں ہیں اور وجود کی گہرائیوں سے ہیں۔

ہر وقت اپنی گھات میں رہو اور گمان کو چھوڑ کر یقین کی طرف بڑھو۔

محبت کے اضطراب اور بیقراری کو فنا نہیں ہے اور یقین اور دیدار کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

زندگی کا کمال ذاتِ حق کا دیدار ہے اور اس کا طریقہ اطراف کی دنیا سے نکل جانا ہے۔

ذاتِ حق کے ساتھ اِس طرح خلوت گزیں ہو جاؤ کہ وہ تمہیں دیکھے اور تم اُسے دیکھو۔

مَن یَرانی کے نور سے اپنے آپ کو منور کر لو کہ تمہاری پلک نہ جھپکے ورنہ تم باقی نہ رہو گے!

اپنی ذات میں محکم ہو کر اُس کے حضور میں آؤ کہ اُس کے دریائے نور میں ناپید نہ ہو جاؤ۔

اپنے ذرّے کو وہ اضطراب عطا کرو کہ وہ آفتاب کے حریم میں بھی چمکتا رہے!

محبوب کی جلوہ گاہ میں اِس طرح جلو کہ بظاہر تمہارا نور چمک رہا ہو مگر درحقیقت اُسے روشن کرے!

جس نے دیدار حاصل کر لیا وہ دُنیا کا امام ہے۔ ہم اور تم ناتمام ہیں، وہ کامل ہے۔

اگر وہ نہیں ملتا تو اُس کی تلاش میں اٹھ کھڑے ہو اور مل جائے تو اُس کے دامن سے لپٹ جاؤ۔

فقیہ، شیخ اور ملّا کو اپنا ہاتھ مت پکڑاؤ۔ مچھلی کی طرح شکاری کے کانٹے سے بیخبر مت ہو جاؤ۔

وہی کامل ملک و دیں کے معاملات کا شناسا ہوتا ہے کہ ہم اندھے ہیں اور وہ صاحبِ نظر ہے،

صبح کے سورج کی طرح اپنے ہر مسام سے ایک نگاہ عطا کرتا ہے۔

مغرب نے جمہوری نظام کی بنیاد رکھ کر ایک دیو کی گردن سے رسی کھول دی ہے۔

وہاں کوئی موسیقی ساز و مضراب کے بغیر نہیں ہوتی اور اُس کی کوئی پرواز طیارے کے بغیر ممکن نہیں۔

اُس کے باغ سے ویران کھیتی بہتر ہے۔ اُس کے شہر سے بیاباں بہتر ہے۔

ایک کارواں ہے کہ رہزنوں کی طرح لوٹ مار میں مصروف ہے۔ کئی پیٹ ہیں کہ ایک روٹی کے لیے مار دھاڑ میں لگے ہوئے ہیں۔

اُس کی روح سو گئی ہے اور جسم بیدار ہو گیا ہے۔ دین اور علم کے ساتھ فن بھی رُسوا ہو گیا ہے۔

کفر کرنے اور کافر بنانے کے سوا عقل کو کوئی کام نہیں۔ افرنگ کا ہنر انسان کو پھاڑ کھانے کے سوا کچھ نہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ایک گروہ دوسرے کی تاک میں رہتا ہے، اگر یہی حال رہا تو اُس کا خدا ہی حافظ ہے!
میری طرف سے اہلِ مغرب کو پیغام دو کہ عوام بے نیام تلوار کی طرح ہیں،
تلوار بھی کیسی کہ جان نکال لیتی ہے اور مسلم و کافر میں تمیز نہیں کرتی،
زیادہ دیر تک اپنے غلاف میں نہیں رہتی، اپنی جان بھی لے لیتی ہے اور دُنیا کی بھی!

سوال ۸

اَناالحق کس نکتے کا بیان ہے اور کیا آپ کے خیال میں یہ مبہم بات بالکل فضول تھی؟

جواب

میں اناالحق کے نکتے کے متعلق پھر سے بتاتا ہوں اور ہندوستان و ایران کو اِس راز سے آگاہ کرتا ہوں۔
ایک آتش پرست نے آتش کدے میں ہانک لگائی، ''زندگی اپنے دھوکے میں آ گئی جو وہ 'میں' پکار اُٹھی۔
خدا سو رہا ہے اور ہمارا وجود اُس کے خواب کا نتیجہ ہے۔

''یہ نیچے، اُوپر اور چار اطراف کا مقام خواب ہے، سکون و سفر اور شوق و جستجو خواب ہیں۔
بیدار دل اور نکتہ بیں عقل خواب ہے۔ گمان، فکر، تصدیق اور یقین خواب ہیں۔
تمہاری یہ بیدار آنکھ بھی نیند میں ہے اور تمہارا بولنا اور عمل کرنا بھی نیند کی حالت میں ہے۔
جب وہ بیدار ہو جائے گا تو کوئی دوسرا باقی نہیں رہے گا اور جنسِ محبت کا کوئی خریدار نہ ہو گا۔''

ہماری سمجھ کا وجود اندازے سے ہے اور ہمارا اندازہ حواس کی تقدیر سے ہے۔
حس میں تبدیلی ہو گی تو یہ دنیا بھی بدل جائے گی، سکون و سفر اور کیف و کم سب بدل جائیں گے۔
کہہ سکتے ہیں کہ رنگ و بو کی دنیا موجود نہیں ہے اور زمین و آسمان اور محل محلے وجود نہیں رکھتے،
کہہ سکتے ہیں کہ ایک خواب ہے یا طلسم ہے جو اُس بے مثال کے چہرے کا پردہ ہے،
کہہ سکتے ہیں کہ یہ سب شعبدہ بازی ہمارے ہوش کی ہے جو آنکھ اور کان کے لیے حجاب ہے،
مگر خودی رنگ و بو کی کائنات سے نہیں ہے۔ ہمارے حواس اُس کے اور ہمارے بیچ نہیں ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اُس کے حریم میں نگاہ کا گزر نہیں ہے، تم اُسے بغیر نگاہ کے دیکھ سکتے ہو۔

اُس کے دنوں کا شمار آسمان کی گردش سے نہیں ہے۔ تم خود دیکھتے ہو کہ اس میں ظن و تخمین اور شک نہیں ہے۔

اگر کہو کہ "میں" وہم و گمان ہے، اس کی نمود بھی دوسری چیزوں کی طرح ہے،

تو پھر یہ بتاؤ کہ یہ گمان پیدا کرنے والا کون ہے؟ ذرا اپنے آپ میں جھانک کر دیکھو کہ وہ بے نشاں کون ہے؟

دنیا سامنے ہے اور دلیل کی محتاج ہے! یہ تو جبرئیل سے بھی نہیں بن پڑے گی۔

خودی چھپی ہوئی ہے اور دلیل سے بے نیاز ہے۔ ذرا سوچو تو پاجاؤ گے کہ یہ کیا راز ہے!

خودی کو حقیقی جانو، اِسے باطل مت سمجھو۔ خودی کو ایسا کھیت مت سمجھو جس میں پیداوار نہیں۔

خودی جب پختہ ہو جائے تو لازوال ہو جاتی ہے۔ عاشقوں کا فراق عینِ وصال ہوتا ہے

کہ چنگاری کو بلند پروازی دی جا سکتی ہے، ہمیشہ کی تڑپ بخشی جا سکتی ہے۔

خدا کا دوام اُس کے کسی فعل کا نتیجہ نہیں ہے کہ اُس کے لیے یہ دوام کسی جستجو سے نہیں آیا

مگر بہتر دوام وہ ہے کہ ایک فانی جان عشق و مستی کی بدولت لازوال ہو جائے۔

پہاڑوں اور دشت و در کا وجود کوئی حیثیت نہیں رکھتا کہ دنیا فانی ہے، خودی باقی رہنے والی ہے اور باقی سب ہیچ ہے۔

اب شنکر اور منصور کی بات زیادہ مت کرو کہ تم بھی اپنے آپ سے خدا کو تلاش کر سکتے ہو۔

خودی کی حقیقت معلوم کرنے کے لیے اپنے آپ میں ڈوبے ہوئے بن جاؤ، انا الحق کہو اور خودی کی تصدیق کرنے والے بن جاؤ!

سوال ۹

کون ہے جو آخر خالص توحید کے راز سے واقف ہوا اور وہ بات کیا ہے جو عارف کو معلوم ہوتی ہے؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جواب

آسمان تلے یہ دنیا بڑی دلفریب ہے مگر چاند سورج جلد فنا ہو جانے والے ہیں۔
شام کے کندھے پر سورج کی لاش ہوتی ہے اور چاند ستاروں کے لیے کفن فراہم کرتا ہے۔
پہاڑ ریت کی طرح اُڑتے ہیں اور سمندر ایک لمحہ میں کچھ اور ہو جاتا ہے۔
خزاں کی ہوا پھولوں کی گھات میں رہتی ہے اور اپنی جان کا خوف ہی کارواں کا کُل سرمایہ ہے۔
لالے کے پاس شبنم کے موتی نہیں رہتے، ایک لمحہ ہوتے ہیں اور دوسرے لمحے نہیں ہوتے۔
اَن سُنا نغمہ ساز میں اور چھپی ہوئی چنگاری پتھر میں مر جاتی ہے۔
مجھ سے موت کی حکومتِ عام کے بارے میں مت پوچھو کہ ہم اور تم سانس کی ڈور سے بندھے ہوئے اس کے شکار ہیں۔

غزل

فنا کو ہر جام کی شراب بنایا گیا ہے،
اسے کس بے دردی سے عام کیا گیا ہے!
ناگہانی موت کی تماشا گاہ کو
چاند ستارے کی دُنیا کا نام دیا گیا ہے!
جس ذرّے میں بھی چلنے کی سکت ہوئی
اُسے کسی نگاہ کے جادو میں گرفتار کر لیا گیا ہے!
ہم میں قرار کیا ڈھونڈتے ہو کہ ہمیں
دِنوں کی گردش کا اسیر کر دیا گیا ہے!
اپنے سینۂ چاک میں خودی کی حفاظت کرو
کہ اِسی ستارے کو شام کا دِیا بنایا گیا ہے!

یہ دُنیا سراسر آفلین کی آماجگاہ ہے۔ اِس پردیس میں یہی احساس عرفان ہے۔
ہمارا دل کسی وہم کے پیچھے نہیں دوڑ رہا اور بے حاصل غم ہمارا نصیب نہیں ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

یہاں آرزو، سرور اور جستجو کے ذوق وشوق کا دھیان رکھا جاتا ہے۔
خودی کو لازوال کیا جاسکتا ہے اور جدائی کو وصال بنایا جاسکتا ہے۔
ایک گرم سانس سے چراغ جلایا جاسکتا ہے اور اِس سوئی سے آسمان کا چاک سیا جاسکتا ہے۔

خدائے زندہ ذوقِ کلام سے محروم نہیں اور اُس کے جلوے بھی انجمن چاہتے ہیں۔
کس نے اُس کے جلوے کی برق اپنے جگر پر سہی، وہ شراب پی اور پورا جام چڑھا لیا؟
کس کے دل سے حسن وخوبی کا معیار ہے؟ کس کی منزل کے گرد اُس کا چاند طواف کر رہا ہے؟
"اَلَست" کس کے حریمِ ناز سے آئی تھی؟ "بلیٰ" کس کے پردۂ ساز سے آئی تھی؟
مٹی میں عشق نے کیسی آگ بھڑکائی ہے کہ ہماری ایک آواز نے ہزاروں پردے جلا دیے!
اگر ہم ہیں تو ساقی کا جام بھی گردش میں رہے گا اور بزم میں ہنگامے کی گرمی باقی رہے گی۔
میرا دل اُس کی تنہائی پر بھر آیا اس لیے میں اُس کی محفل سجانے کا سامان کر رہا ہوں،
خودی کو بیج کی طرح بوتا ہوں اور اُس کی خاطر اس کی حفاظت کرتا ہوں!

خاتمہ

تم تلوار ہو اپنی چھپی ہوئی صلاحیتوں سے باہر آؤ۔ نکلو اور اپنی نیام سے باہر آؤ!
اپنے ممکنات سے نقاب اٹھاؤ، چاند سورج اور ستاروں کو اپنی آغوش میں لے لو۔
اپنی رات کو یقین کے نور سے روشن کرو، اپنی آستین سے یدِ بیضا باہر نکالو۔
جس نے اپنے دل پر آنکھیں کھولیں اُس نے ایک چنگاری بوئی اور پروین کی فصل کاٹی!
میرے باطن سے اُچٹی ہوئی چنگاری لے لو کہ میں رومی کی طرح گرم خون ہوں
نہیں تو نئی تہذیب سے آگ لے لو، اپنا ظاہر روشن کرو اور اندر سے مرجاؤ!

ترجمہ میرا اپنا ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

اس برس شائع ہونے والی کتابیں جو بھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

P. D. Ouspensky (translated from Russian by Nicholas Bessaraboff and Claude Bragdon). T*ertium Organum: The Third Canon of Thought – A Key to the Enigmas of the World.* Kegan Paul, London

William Brown. *Mind and Personality - An Essay in Psychology and Philosophy.* University of London Press, London

W. B. Maxwell. *Life, A Study of Self.* Thornton Butterworth, London

R. H. Tawney. *Religion and the Rise of Capitalism ("A Historical Study" Holland Memorial Lectures, 1922).* John Murray, London

Bertrand Russel. *Icarus, or the Future of Science.* Kegan Paul, London

Montmorency. *From Kant to Einstein.* W. Haffer, Cambridge

William Ralph Inge. *England.* Ernest Benn, London

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب ۷

پُر اَسرار باغ

جنوری سے جون ۱۹۲۷ء تک

☆

۲ جنوری ۱۹۲۷ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ میاں محمد شفیع صدارت کر رہے تھے۔ ایک چودہ رکنی سب کمیٹی بنائی گئی کہ قرآن مجید کی صحیح طباعت کا انتظام کرے۔ ٹیکنیکل تعلیم کی ترویج و ترقی کے لیے اٹھارہ رکنی سب کمیٹی بنی۔ علامہ اقبال دونوں کے رکن بنائے گئے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

اس برس کسی وقت علامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع نے اپنے اُردو کورس کی درسی کتابوں میں پانچویں جماعت کے لیے کتاب کا اضافہ کیا۔ ۲۰۸ صفحات کی کتاب تھی۔ گلاب چند کپور اینڈ سنز لاہور نے تین ہزار کی تعداد میں شائع کی۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۷۰۔ بدقسمتی سے یہ کتاب ناپید ہے۔ بعد کے ایڈیشنوں میں صفحات کی تعداد کم ہو گئی۔ چنانچہ پہلے ایڈیشن کے مشمولات کا صحیح اندازہ لگانا اب ممکن نہیں۔

☆

پرتاب، ملاپ، ہندو اور دوسرے آریہ سماجی اخبارات میں مسلمانوں اور اسلام کے خلاف حقارت آمیز پروپیگنڈا ہو رہا تھا۔ ۲۲ جنوری کو لاہور میں باغ بیرون موچی دروازہ میں مسلمانوں نے احتجاجی جلسہ کیا۔ علامہ اقبال نے افتتاحی خطبہ دیا۔ تفصیلات محفوظ نہیں ہیں۔

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ زمیندار ۲ فروری ۱۹۲۷ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۳۰ جنوری کو باغ بیرون موچی دروازہ میں ہندو اخبارات کے پروپیگنڈا کے خلاف مسلمانوں کا ایک اور جلسہ ہوا۔ اختتام پر علامہ اقبال نے تقریر کی۔ زمیندار کے نمایندے نے اسے یوں نوٹ کیا:

> گذشتہ تقریروں کے بعد کسی اور تقریر کی ضرورت نہ تھی۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس قدر سیراب ہو چکے ہیں کہ اب اس میں ایک قطرہ کی بھی گنجایش نہیں رہی۔ آپ نے عمل کرنے کے لائق ایسی باتیں سنی ہیں کہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو صبح تک یاد بھی رہیں گی یا نہیں۔
>
> ہندوستان میں اور ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں ہر جگہ ہماری رسوائی کے چرچے ہو رہے ہیں۔ ہمارے باہمی تنازعات بہت افسوسناک ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں سوچتے کہ ہماری اس کش مکش کے نتائج ایشیا کے دیگر ممالک کے حق میں کیا ہوں گے۔ میرے تصور میں صداقت ایک ایسا تراشا ہوا ہیرا ہے جس کے کئی پہلو ہیں اور اس کے ہر پہلو سے مختلف رنگ کی شعائیں نکل رہی ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی پسند کے مطابق کسی رنگ کی شعاع کو اختیار کر لیتا ہے اور اپنے نقطۂ نگاہ سے صداقت کو دیکھتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ صداقت کو دیکھنے کا ایک مطلق نقطۂ نگاہ بھی موجود ہے اور وہی نقطۂ نگاہ اسلام ہے۔ اس لیے رواداری کا اصول یہی ہے کہ مثال بالا کو پیش نظر رکھتے ہوئے کسی کو یہ نہ کہا جائے کہ تم باطل پر ہو۔
>
> انسانوں کے طبائع مختلف ہیں اور ان کی تربیت مختلف قسم کے طبعی اور جغرافیائی اصول پر ہوتی ہے، اس لیے صداقت کے متعلق ان کے نقطہ ہائے نگاہ میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے لیکن اس اختلاف کا نتیجہ یہ نہ ہونا چاہیے کہ آپس میں سر پھٹول ہو۔ قرآن میں حکم دیا گیا ہے کہ اے لوگو! اگر تم فروعی امور میں متحد نہیں ہو سکتے تو اسی ایک بات پر اتحاد کر لو جو تم سب میں متفق ہے۔ اسلام نے بھی اسی صداقت کی تعلیم دی ہے جو زمانہ قدیم کے بعض رشیوں نے دی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زمیندار کے نمایندے نے نوٹ کیا کہ اس موقع پر علامہ نے سنسکرت کا ایک اشلوک پڑھ کر سنایا جس کا مفہوم قرآن کریم کی اس آیت کے مطابق تھا: کل شئ هالك الا وجه الله نحن اقرب اليه من حبل الوريد۔ پھر علامہ نے کہا:

میں تم سے صداقت کے نام سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لیے حقائق کی طرف دیکھو اور آپس میں نہ لڑو۔ ہندوستان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنی اغراض کے لیے تمھارے درمیان پھوٹ ڈالنے کی مساعی میں رہتے ہیں۔ اگر تم آپس میں لڑو گے تو ملک میں بدامنی ہو گی۔ سب کو تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ ہندو پرانے قصے تازہ کر رہے ہیں لیکن گڑے مردوں کو اکھاڑنے سے کیا فائدہ ہے:

قفس میں اے ہم صفیر اگلی شکایتوں کی حکایتیں کیا
خزاں کا دورہ ہے گلستان میں نہ تو رہے گا نہ ہم رہیں گے

اگر تمھارے دل میں اس امر کا سچا جذبہ موجود ہے کہ ہم عزت و آبرو کی زندگی بسر کریں تو متحد ہونے کی صورت پیدا کرو۔ کاش یہ لوگ دوسرے ممالک کی سیر کرتے اور دیکھتے کہ غلامی کی زندگی کے باعث ہندوستان کی کیا قدر ہے۔ فروعی مذہبی جھگڑوں میں اشتعال دلانے سے نقصان ہوگا۔ ہمارے لیے متحدہ قومیت کا تصور اچھا ہے اگر چہ اس اعلیٰ مقصد کے حصول میں دقتیں ہوں گی۔ لیکن جب ہم اس مقصد بلند پر پہنچ جائیں گے تو بڑی لذت حاصل کریں گے اور کہیں گے کہ وقت ضائع نہ ہو۔ پس اے ہندوؤ اور مسلمانو! تم ایسے تعلقات پیدا کرو کہ ہم اختلاف برداشت کر لیا کریں۔ سردی نہ ہوتی تو میں کچھ اور عرض کرتا۔

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ زمیندار ۲ فروری ۱۹۲۷ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

[خبر]

نہایت مسرت کے ساتھ قارئین کرام کو یہ مژدہ سنایا جاتا ہے کہ علامہ اقبال کی تازہ تصنیف زبورِ عجم بالکل مکمل ہو گئی ہے، اور سنا جاتا ہے کہ دو چار روز میں اس کی کتابت شروع ہو جائے گی۔

روزنامہ زمیندار (لاہور)، ۳۱ جنوری ۱۹۲۷ء

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲-۲۰۰۱)، ص ۱۴۷

☆

فروری ۱۹۲۷ء میں خواجہ حسن نظامی کے سسر مفتی محبوب علی قتل ہو گئے (check)۔ مولانا محمد علی نے ہمدرد میں بھی ہمدردی کا اظہار کیا اور تعزیت کے لیے حسن نظامی کے گھر بھی گئے۔ باہمی جھگڑے ٹھنڈے پڑ گئے۔

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص ۲۴

☆

۲۸ فروری کو پنجاب کی صوبائی قانون ساز کونسل میں وزیرِ مالیات سر جیوفرے ڈی مونٹمورنسی نے آئندہ مالی سال کا بجٹ پیش کیا۔ فنانس سکرٹری ایچ ڈبلیو ایمرسن نے یادداشت پیش کی۔ گزشتہ برس صوبے نے آمدنی سے ۲۳ لاکھ زیادہ خرچ کیا تھا۔ آئندہ برس آمدنی سے ۶۰ لاکھ زیادہ خرچ کرنے کا منصوبہ تھا۔ صوبائی کونسل کے رکن کے طور پر علامہ اقبال اِس پر خاموش نہ رہنا چاہتے تھے۔

یہ تفصیلات علامہ اقبال کی تقریر سے اخذ کی گئی ہیں جو انھوں نے ۵ مارچ کو کونسل میں کی۔

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بی اے آنرز　　فلسفہ پہلا پرچہ

ایم اے　　فارسی دوسرا پرچہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ کی مختلف اشاعتیں ہیں۔

☆

درسی کتابوں کی شرحیں چھپتی تھیں۔ علامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع کے مرتب کیے ہوئے اُردو کورس کی ساتویں جماعت کی کتاب کی شرح مقبولِ عام ڈپو وزیر آباد کی ۱۹۲۷ء میں شائع کی ہوئی ایک محقق کی نظر سے گزری ہے۔ چھٹی اور آٹھویں جماعت کی کتابوں کی شرح کا اشتہار موجود ہے۔ ممکن ہے اور ناشروں نے بھی شرحیں شائع کی ہوں۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۸۱-۱۸۰

☆

۳ مارچ کو اسکول سب کمیٹی کا اجلاس ہوا۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین صدارت کر رہے تھے۔ ایم محمد دین کنوینز تھے۔ پروفیسر دیوی دیال رکن تھے۔ علامہ اقبال کی مرتبہ آئینۂ عجم میں سے سب کمیٹی کی ہدایت کے مطابق ابتدائی ۱۱۳ صفحات نکال کر نیا ایڈیشن عطر چند کپور پبلشرز نے پیش کر دیا تھا۔ اب ۱۶۴ صفحات تھے اور قیمت دس آنے۔ سب کمیٹی نے منظوری دے دی۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ حصہ سوم الف ۲۹ اپریل ۱۹۲۷ء ہے۔

☆

۴ مارچ ۱۹۲۷ء کو اقبال کو وضاحت کرنے کا موقع ملا کہ مذہب اور سائنس کے تصادم کا تصور مغربی ہے۔ اِسلام کے منافی ہے۔ اسلامیہ کالج کے حبیبیہ ہال میں مذہب اور سائنس کے موضوع پر قادیانی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود کی تقریر تھی۔ اقبال صدارت کر رہے تھے۔ خطبۂ صدارت کا خلاصہ بعد میں روزنامہ زمیندار نے دو روز بعد یوں پیش کیا:

مذہب، فلسفہ، طبیعات اور دیگر علوم وفنون سب کے سب مختلف راستے ہیں جو ایک ہی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

منزلِ مقصود پر جا کر ختم ہوتے ہیں۔ مذہب اور سائنس کے تصادم کا خیال اسلامی نہیں کیونکہ سائنس یعنی علومِ جدیدہ اور فنونِ حاضرہ کے باب کھولنے والے تو مسلمان ہی ہیں اور اسلام ہی نے انسان کو منطق کا استقرائی طریق سکھایا اور علوم کی بنیاد نظریات اور قیاسات پر رکھنے کے طریق کو مسترد کر کے کی تعلیم دی اور یہی بات علومِ جدیدہ کی پیدائش کا موجب ہوئی۔

ڈاکٹر ولیم جان ڈریپر کی مشہور و معروف کتاب ''معرکۂ مذہب و سائنس'' (ترجمہ از مولانا ظفر علی خاں) اصل میں مذہب اور سائنس کی ہنگامہ آرائی کی مظہر نہیں بلکہ عیسائیت اور سائنس کے تصادم کی تاریخ ہے۔ اس تصادم کی وجہ یہ تھی کہ یورپ کے علمأ و حکمأ مسلمانوں کی علمی ترقی سے متاثر ہوئے تو اہلِ فرنگ کے خیالات میں زبردست انقلاب پیدا ہونے لگا اور رومن کیتھولک مذہب والے اِس علمی انقلاب سے متصادم ہوئے۔ ڈاکٹر ڈریپر نے اِسی انقلاب کی تاریخ لکھی۔

سائنس اور مذہب کے تصادم کا خیال غیر اسلامی ہے۔ قرآن کریم کے ہر صفحہ پر انسان کو مشاہدہ اور تجربہ کے ذریعہ علم حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور منتہائے نظریہ بتایا گیا ہے کہ قوائے فطرت کو مسخّر کیا جائے۔ چنانچہ قرآن پاک تو صاف الفاظ میں انسان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر وہ قوائے فطرت پر غلبہ حاصل کر لیں گے تو ستاروں سے بھی پرے پہنچنے کے قابل ہو جائیں گے۔

مسلمانوں میں فرقہ معتزلہ اور دیگر فرقوں کے درمیان جو تنازعہ پیدا ہوا تھا وہ اس قسم کا نہ تھا جو یورپ کے روشن دماغ علما اور تاریک خیال پادریوں کے درمیان پیدا ہوا بلکہ وہ تو ایک علمی بحث تھی جس کا موضوع محض یہ تھا کہ آیا ہمیں الہامی کلامِ ربانی کو عقلِ انسانی کے معیار پر پرکھنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۱۰-۱۰۹، بحوالہ روزنامہ زمیندار ۲ مارچ ۱۹۲۷ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۵ مارچ کو علامہ اقبال نے پنجاب کی صوبائی قانون ساز اسمبلی میں پہلی بار تقریر کی۔ آیندہ مالی سال کا بجٹ زیرِ بحث تھا۔ فروری میں بجٹ پیش ہونے کے بعد سے نئی پیش رفت یہ ہوئی تھی کہ مرکزی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ پنجاب کے بقایاجات میں سے چھیاسی لاکھ روپے معاف کرنے پر غور کیا جائے گا۔ یہ ہوجاتا تو بجٹ کے گزشتہ اور آیندہ برس کے خسارے پورے ہوجاتے۔

علامہ کے نزدیک اس طرح حاصل ہونے والی رقم کے دو مصارف ہونے چاہیے تھے:

۱ خواتین کے لیے طبی سہولتوں کی فراہمی

۲ چھوٹے کاشتکاروں کی خوشحالی

علامہ نے واضح کیا کہ یہ ناانصافی تھی کہ بڑے جاگیردار بھی اُسی شرح سے ٹیکس دیتے تھے جس پر چھوٹے زمینداروں سے ٹیکس لیا جاتا تھا۔ یہ نظریہ کہ زمین تاجِ برطانیہ کی ملکیت ہے، ہندوستان کی تاریخ کے منافی تھا:

> ...My submission is that money should be spent towards the reduction of taxes, that is to say, towards the removal of the anomaly which exists in our system of taxation. The anomaly I mean is this: that we do not apply the principle of progression in the case of land revenue whereas we apply that principle in the case of income-tax.
>
> The reason why this principle is not applied to land revenue is sometimes found in the barbarous theory that all land belongs to the Crown. Neither in ancient India nor even in the days of the Mughals the Sovereign ever claimed universal ownership. This is the historical aspect of the matter. The Taxation Enquiry Committee also has accepted this position, though half the members of that Committee were of the opinion that land revenue could not be described as a tax, the other half being of the opinion that it is in the nature of a tax. But the fact remains that in this country the Sovereign never claimed any such rights. We are told that the Mughals claimed such rights; but the people of the Punjab owned and possessed the land of this

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

country long before the race of Babar entered into history-the unmistakable lesson of which is that Crowns come and go; the people alone are immortal.

I submit, therefore, that in this twentieth century such a theory, even if it existed in any country at anytime, cannot hold good... We should apply the principle of progression to land revenue. At present all land is subject to land revenue. Whether a man holds two kanals or 200 kanals of land, he is liable to pay the revenue. In the case of income-tax the principle of ability or the principle of progression is applied-that is to say, there is a graduated scale and some people do not pay income-tax at all. My submission, therefore, is that the Council should consider the question of the reduction of taxes in the light of this principle.

Sherwani

☆

بعض ہندو جوگیوں کے مطابق دنیا مایا یعنی نظر کا دھوکہ تھی۔ علامہ اقبال ایسا نہیں سمجھتے تھے مگر صوبائی کونسل کے ارکان پنڈت نانک چند اور چودہدری افضل حق نے تعلیم کے مسئلے پر تقریریں کیں تو محسوس ہوا کہ کم سے کم کونسل ضرور مایا ہے جسے حقیقت کی دنیا سے واسطہ نہیں۔ ایک سرگرم ہندو تھا اور دوسرا اُتنا ہی جوشیلا مسلمان مگر دونوں ہی اسکولوں میں پڑھائے ہوئے سبق دہرا رہے تھے: تعلیم سب سے بڑی دولت ہے جس کے ساتھ ہندو، مسلمان، سکھ، سرمایہ دار اور محنت کش سبھی کے مفاد وابستہ ہیں!

۱۰ مارچ کو اِقبال نے صوبائی اسمبلی میں تقریر کرتے ہوئے بڑی بیباکی سے کہا کہ ایسا نہیں ہے۔ غیر ملکی حکومت مخلص ہو ہی نہیں سکتی۔ انگریز ہندوستان کے عوام کو تعلیم سے دُور رکھنا چاہتے ہیں۔ یہی انگریز کے مفاد میں ہے جبکہ عوام کا مفاد تعلیم حاصل کرنے میں ہے۔ وزارتِ تعلیم کی رپورٹ کی طرف توجہ دلائی جس کے صفحہ ۲ پر درج تھا کہ تعلیم کو لازمی قرار دینے کی ضرورت ہے۔ میہیو صاحب (Mr. Mayhew) کے بیان کا تذکرہ کیا (جو حکومت کے کوئی رُکن رہے ہوں گے جنہیں علامہ ذاتی طور پر بھی جانتے تھے)۔ اُنہوں نے کہا تھا کہ تعلیم کی صورت حال

غیر تسلی بخش ہے۔علامہ نے کہا کہ ۴۲ بلدیوں اور ۴۰۰ دیہی علاقوں میں پرائمری تعلیم لازمی قرار دی گئی ہے مگر یہ کبھی نہیں بتایا جاتا کہ وہاں کیا ہوتا ہے؟ کیا وہاں اسکولوں کی حالت اچھی ہے؟ اساتذہ دستیاب ہیں؟ تعلیم کے نام پر بہت سی رقم ضائع ہو رہی ہے کیونکہ تعلیم ناقص ہے۔

اِصرار کیا کہ پرائمری تعلیم لازمی کر دی جائے۔تاخیر نہ ہو:

A disinterested foreign government is a contradiction in terms. The foreign government in this country wants to keep the people ignorant. A foreign government is a kind of Roman Catholic Church trying to suppress all the agencies but tend to enlighten the laity... Can anybody deny in this House or outside this House that mass education is absolutely essential in the interest of the people? Primary education, secondary education, professional or vocational education are all various aspects of the same problem of mass education... A very large number of boys join the first class but the money spent upon them is wasted as most of them fail to reach the higher classes. If you are spending a very large amount of money on them, then it is your duty to see that they reach the higher classes. Make them reach the higher classes by compulsion. Therefore my submission is that in so far as primary education is concerned, it is absolutely necessary in the interest of this province to adopt the principle of compulsion at once.

Sherwani

☆

اِیسٹر سَنڈے آ رہا تھا۔۳۰ مارچ کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔نائب صدر خان بہادر شیخ انعام علی صدارت کر رہے تھے۔سالانہ جلسے کے انتظامات کے لیے سولہ رکنی سب کمیٹی بنائی گئی۔علامہ اقبال بھی رکن مقرر ہوئے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۱۶ اپریل کو انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسے کا چوتھا اجلاس تھا۔ کلکتہ کے بیرسٹر صلاح الدین خدابخش ایم اے، بی سی ایل نے صدارت کی۔ اقبال نے 'دی اسپرٹ آف مسلم کلچر' (The Spirit of Muslim Culture) کے عنوان سے اسلامی تہذیب کی روح کے موضوع پر انگریزی میں لیکچر دیا۔ کوشش کی کہ سب کی سمجھ میں آ سکے اس لیے ڈیڑھ گھنٹے میں صرف ابتدائی حصہ ختم ہو سکا۔ حاضرین کے اصرار پر اُردو میں خلاصہ پیش کیا۔ جلسے کی روداد میں درج ہوا:

> ہر انسان کے دل میں مشاہدۂ حقیقت کی ہوس ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اسے نظامِ عالم سے آگاہی حاصل ہو۔ زمان و مکان کی کنہ سمجھ میں آ جائے۔ جو حقیقت کائنات کے اندر پوشیدہ ہے اُس کے مشاہدہ اور نظارہ کا موقع مل جائے۔ ساری قومیں اِس مشاہدہ کے لیے ہمیشہ بیتابی کا اظہار کرتی رہی ہیں۔ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ''لن نؤمن لك حتّیٰ نر اللّٰہ جھرۃ'' (ہم اس وقت تک ایمان نہیں لائیں گے جب تک اللہ تعالیٰ کو ظاہر اور کھلے طور پر نہ دیکھ لیں) خود حضرت موسیٰؑ ''رب ارنی'' فرماتے رہے۔ میں نے لکھا ہے:
>
> خرد گفت او بچشم اندر نگنجد
> نگاہِ شوق در اُمید و بیم است
> نمے گردد کہن افسانۂ طُور
> کہ در ہر دل تمنائے کلیم است
>
> مشاہدۂ حقیقت کے حصول کے دو طریق ہیں: (۱) سمع و بصر اور (۲) قلوب یا بہ اصطلاحِ قرآنِ حکیم افئدہ۔
>
> یہ ضروری ہے کہ ان دو طریقوں سے بقدرِ ضرورت کام لیا جائے۔ یورپ نے اپنی ساری کوششیں صرف ''سمع و بصر'' تک محدود کر دیں اور ''افئدہ'' کو ترک کر دیا۔ مسلمانوں نے اپنی توجہات ''افئدہ'' پر مرتکز کر دیں اور سمع و بصر سے پورا کام نہ لیا بلکہ ایشیائی تہذیب کا خاصہ یہی ہے کہ اس میں ''افئدہ'' پر بہت زور دیا گیا ہے اور ''سمع و بصر'' کی بالکل پروا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نہیں کی گئی۔ حالانکہ ضرورت دونوں طریقوں سے کام لینے کی ہے۔

نظامِ عالم کی آفرینش کو یوں سمجھ کر حقیقت نے اپنی نمو یا اپنے آپ کو واضح کرنے کے لیے ایک نقطۂ خاص سے سفر کیا یا بہ اصطلاحِ صوفیہ کرام حسن نے نظارے کے شوق میں اپنے آپ کو آشکارا کر دیا۔ اس خطِ سفر کا آخری نقطہ عالمِ ظاہر ہے۔ اب حقیقت تک پہنچنے کا راستہ یہ ہے کہ اس نقطہ سے اُلٹا سفر کیا جائے۔

مشاہدے کا مقصد یہ نہیں ہونا چاہیے کہ انسان اس میں اپنے آپ کو فنا کر دے۔ اسلام جس مشاہدے کا معلم ہے وہ اپنے آپ کو قائم رکھنے کی تعلیم دیتا ہے یعنی اسلام کا مشاہدہ مردانگی پر مبنی ہے۔ ایک شاعر نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں یہ نکتہ بڑے اچھے طریق پر واضح کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ نعت میں اِس سے بہتر شعر نہیں لکھا گیا

موسیٰ ز ہوش رفت بہ یک جلوۂ صفات
تو عینِ ذات می نگری در تبسمے

یہ اسلامی آئیڈیل ہے۔ اسلامی نقطۂ خیال سے معراج یہی ہے کہ مشاہدۂ ذات کے بعد بھی عبودیت قائم رہے لیکن سرکشی اور تمرد کے لیے نہیں بلکہ خدمت و عبدیت کے لیے۔ مسلم کو کسی چیز میں فنا نہ ہونا چاہیئے۔ گو یہ فنا فی اللہ ہی ہوں نہ ہو۔

۱ آنحضرتؐ ختم الرسل ہیں۔ نبی اِس لیے بھیجے گئے کہ وہ لوگوں کو جن کی سمجھ ابتدائی حالت میں تھی سمجھائیں۔ عین اس وقت دنیا میں غور و فکر کا شور شروع ہوا اور لوگ تقلید سے نہیں بلکہ اپنے فہم و اِدراک کی مدد سے نتائج اخذ کرنے لگے گویا تقلیدِ جامد کی جگہ افقِ عالم پر علم و اِدراک کا آفتاب طلوع ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے آخری حجت کو اَرسال کر دیا اور کہہ دیا کہ اب کوئی ایسا شخص نہیں آ سکتا جس کی باتوں کو تم تنقید کے بغیر تسلیم کرو۔ شہنشاہیت اور نبوّت کا بھی خاتمہ ہو گیا اور دماغی غلامی پر موت چھا گئی۔ عقل کے عروج کی ابتدا وہ روزِ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سعید ہے جب ختم الرسل ؐمبعوث ہوئے۔ اب اگر کوئی شخص نبوّت کا مدعی ہوتو ہم اُس کی دماغی حالت کا اُسی طرح مطالعہ کریں گے جس طرح علم الحیات کا ماہر کسی مینڈک کے اجزا کا مطالعہ کرتا ہےاور کیکڑے کے وجود پر غور وفکر کی نگاہ ڈالتا ہے۔

۲ یورپ کی ترقی اِس سے شروع ہوئی کہ اہلِ مغرب نے فلاسفۂ یونان کے فلسفے کے خلاف جوتقویمِ پارینہ ہو چکا تھا علَمِ جہاد بلند کیا۔ بیکن نے استقرائی منطق پر زور دیا۔ موشگافی کے بجائے مشاہدات وتجربات حصولِ علم کا ذریعہ قرار دیے گئے لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ استقرائی منطق کا موجد اور مدونِ اوّل یعقوب کندی ہے بیکن نہیں۔ تاریخ گواہ ہے کہ بیکن نے جو عربی پڑھا ہوا تھا اندلس کے عرب منطقیوں کی تصنیفات سے حظ و استفادہ کیا اور اُن کے خیالات کا ترجمہ کیا۔

۳ ہندی حکما اور یونانی طلبا کے نزدیک یہ دنیا ایک مکمل نظام کی شان رکھتی ہے۔ مگر امام غزالی اور امام ابن تیمیہ جیسے اکابرِ اسلام نے اِس واہمہ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ اُنھوں نے قرآن کریم کی آیاتِ بیّنات سے متاثر ہوکر دُنیا کی عدمِ تکمیل کا دعویٰ کیا اور ثابت کیا کہ دنیا ابھی منازلِ ارتقا طے کر رہی ہے۔

۴ فلسفۂ یونان کے خلاف جہاد کرنے کا ڈھنگ یورپ کے اربابِ فکر نے مسلمان حکمأ سے سیکھا۔ امام غزالی نے فلسفۂ یونان کے پرخچے اُڑا دیے۔ ابن رُشد نے فلسفے کی قبائے دریدہ کو رفو کرنا چاہا مگر وہ اس مقصد میں ناکام رہا۔

۵ ذوالنون مصریؒ بہت بڑے صوفی ہی نہیں تھے بلکہ اعلیٰ درجے کے کیمیادان بھی تھے۔ چنانچہ وہ حکیم جس نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا کہ پانی جوہرِ بسیط نہیں بلکہ ایک مرکب شے ہے آپ ہی ہیں۔

۶ اٹلی کے مشہور شاعر ''دانتے'' نے اپنی شہرۂ آفاق نظم میں بہشتِ بریں کا جونقشہ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

> کھینچا ہے وہ تمام و کمال محی الدین ابن عربی کی ''فتوحاتِ مکیہ'' سے ماخوذ ہے۔
> اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں نے یورپ کے فلسفہ پر ہی نہیں بلکہ ادب پر
> بھی زبردست اثر ڈالا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۱۱۳-۱۱۰۔ ان کا ماخذ انجمن کے سالانہ جلسے کی قلمی روداد ہے۔

یہ اُس سفر کی انتہا تھی جو بیالیس برس پہلے ۲۴ ستمبر ۱۸۸۴ء کو مسجد بکن خاں میں شروع ہوا تھا۔ چند دردمند مسلمانوں کے اجتماع میں معزول مغل شہزادے مرزا ارشد گورگانی نے اسلام کے ارکانِ خمسہ پر لیکچر دیا تھا۔ اُس شاعر کے لیکچر سے شروع ہونے والی انجمن آج انتہا پر پہنچی تھی۔ ایک اور شاعر نے آج یہاں وہ لیکچر دیا تھا جسے اہلِ نظر فکرِ اسلامی کی تشکیلِ نَو کہنے والے تھے۔

☆

۳ مئی کی شام لاہور کے ڈبی بازار میں باؤلی صاحب پر ہندوؤں اور سکھوں کی بڑی تعداد جمع ہوئی۔ انہیں خبر ہوئی تھی کہ کسی مسلمان نے ایک سکھ لڑکی پر مجرمانہ حملہ کیا ہے۔ برطانوی حکومت نے عام طور پر تلواریں وغیرہ رکھنے پر پابندی لگائی ہوئی تھی مگر کرپان رکھنا سکھوں کے مذہب کا حصہ تھا اس لیے انہیں اجازت تھی۔ اشتعال انگیز تقریریں سننے کے بعد یہ ہجوم حویلی کابلی مل میں داخل ہوا۔ مسلمانوں پر کرپانوں اور لاٹھیوں سے حملہ کر دیا۔

''رات کو ساڑھے بارہ بجے کے قریب جب میں حویلی کابلی مل پہنچا تو ایک شخص میری موجودگی میں گرفتار کیا گیا،'' علامہ اقبال نے بعد میں بیان دیا۔ ''مجھے یہ بتایا گیا کہ مسلمانوں نے دو آدمیوں کو موقع واردات پر ہی گرفتار کر لیا اور ایک حملہ آور کے ہاتھ میں سے ایک کرپان چھین لی۔ جس شخص نے کرپان چھینی تھی اس نے میری موجودگی میں بیانات قلم بند کرائے۔ میرے خیال میں اس وقت نہایت بے دلی سے تفتیشِ حالات کی جا رہی تھی۔ پانچ بجے صبح کے قریب تفتیش ختم ہو گئی اور میں جناب محمد امین اندرابی کے مکان سے واپس آ گیا۔''

دو تین گھنٹے بعد وہ میاں عبدالعزیز بیرسٹرایٹ لاء کے گھر گئے۔ ''اِس اجتماع سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ مسلمانوں کو امن و امان قائم رکھنے کی ترغیب دیں اور صبر و تحمل کی تلقین کریں،'' علامہ اقبال نے بعد میں بیان دیا۔

گیارہ بجے دن کے قریب یہ لوگ شہر میں داخل ہوئے۔ علامہ اقبال اور میاں عبدالعزیز نے کئی مقامات پر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لوگوں کو صبر و تحمل اور ضبط و امن کی نصیحت کی۔ دو گھنٹے بعد علامہ نے زمیندار میں پڑھا کہ شام پانچ بجے جلسہ عام منعقد ہوگا۔ مسلم آؤٹ لک کے دفتر سے زمیندار کے مدیر مولانا ظفر علی خان کو ٹیلی فون کیا کہ جلسہ ہرگز منعقد نہیں ہونا چاہیے۔ وہ مان گئے۔

علامہ گھر واپس آئے تو پنڈت سنتانم اور سردار سردول سنگھ کویشر ملنے آئے ہوئے تھے۔ بحث تمحیث شروع ہوئی۔ اسی دوران ساڑھے تین بجے کے قریب شیخ عبدالقادر آئے جو اَب خان بہادر تھے۔ بتایا کہ رات جو مسلمان شہید ہوئے اُن کے جنازوں کے ساتھ ماتمی جلوس تیار ہے۔ ''مقتدر اور بااثر مسلمانوں کو ماتمی جلوس میں ضرور شامل ہونا چاہیے تاکہ مجمع کو قابو میں رکھ سکیں،'' اُن کا خیال تھا۔ علامہ اُن کے ساتھ موچی دروازہ کے نزدیک ماتمی جلوس میں شامل ہوگئے۔

''میری تو یہ رائے ہے کہ پہلے دن جو جنازوں پر اینٹیں پھینکی گئیں، ان سے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوئے،'' علامہ نے بعد میں بیان دیا۔ ''میں نہیں کہہ سکتا کہ جلوس کے ساتھ کافی پولیس موجود تھی یا نہیں۔ مجھے بالکل علم نہیں کہ ماتمی جلوس میں شریک ہونے والوں نے کسی پر حملہ کیا اور نہ ہی کسی نے مجھے یہ بتایا کہ اس قسم کا کوئی واقعہ معرض ظہور میں آیا۔''

ڈبی بازار میں علامہ نے تقریر کی۔ حاضرین میں سے کسی نے مداخلت کی کہ سکھوں کے پاس تو کرپانیں ہیں، مسلمانوں کے پاس کچھ بھی نہیں۔ وہ بھلا اپنی حفاظت کس چیز سے کریں۔

''مسلمانوں کے رہنماؤں کو اس طرف متوجہ ہونا چاہیے اور اس سلسلہ میں کچھ کرنا چاہیے،'' علامہ نے اُس وقت یا بعد میں کہا۔ ''اگر اپنی حفاظت اور اغیار کے حملوں کی مدافعت کے لیے مسلمانوں کو ہتھیار رکھنے کی اجازت نہ ملے تو کونسل کے تمام مسلمان علی العموم اور میں علی الخصوص اس کے لیے سعی بلیغ کریں گے۔'' معلوم ہوتا ہے کہ یہ خبر اس طرح پھیلی کہ علامہ نے کہا ہے کہ مسلمانوں کو اس مقصد کے حصول کے لیے جتھے بنانے چاہییں۔

لاہور میں فرقہ وارانہ فسادات کی ابتدا ہو چکی تھی۔ دکانیں بند تھیں۔ ''مسلمان دکانیں کھولنے پر رضامند تھے لیکن ہندوؤں نے انکار کر دیا اور کہا کہ انھیں لوٹے جانے کا خطرہ ہے،'' علامہ اقبال نے بعد میں بیان کیا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

کوئی مولوی عرفان کسی احتجاجی جلسے سے واپس آرہے تھے۔ پولیس کے سپاہیوں نے لاٹھی سے پیٹا۔ ممکن ہے کہ سپاہی ہندو رہے ہوں۔

اُن دنوں ہندوؤں اور مسلمانوں کے کئی وفد لاہور کے ڈپٹی کمشنر سے ملے اور ایک دوسرے کی شکایت کی۔ مسلمانوں کے ایک وفد میں علامہ اقبال بھی تھے۔ ڈپٹی کمشنر نے کہا، ''اصلاحات کی اسکیم کے نفاذ سے پہلے پولیس میں ۱۲۰ برطانوی آفیسر تھے اور اب صرف ۶۸ ہیں۔ ہمارے برطانوی آفیسروں کی یہ تعداد کافی نہیں اور دونوں فرقے یورپین آفیسر چاہتے ہیں!''

علامہ نے لاٹھی چارج کی شکایت کی۔ دو پولیس افسر موجود تھے۔ انہوں نے کہا کہ انگلستان میں بھی یہی ہوتا ہے۔ علامہ نے مولوی عرفان کی پٹائی کا حوالہ دیا تو ڈپٹی کمشنر نے فرمایا کہ وہ خبر غلط ہے۔ ایسا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔

بعد میں علامہ نے مولوی صاحب سے ملاقات کی تو اُن کے جسم پر پولیس کی لاٹھیوں کے نشان موجود تھے۔

یہ معلومات علامہ اقبال کی تقریر سے اخذ کی گئی ہیں جو انھوں نے پنجاب اسمبلی کے اجلاس منعقدہ شملہ میں ۱۸ جولائی ۱۹۲۷ء کو کی تھی۔ میرا ماخذ ہے Sherwani

☆

ٹریبیون اخبار (Tribune) کے خصوصی نامہ نگار نے فساداتِ لاہور کے سلسلے میں علامہ اقبال سے ملاقات کی۔ انہوں نے کہا، ''میں ابھی تک فسادات لاہور کے متعلق اپنی رائے ظاہر نہیں کرسکتا البتہ وہ واقعات و حقائق بیان کرسکتا ہوں جن کا مجھے علم ہوا ہے۔'' انہیں بیان کرنے کے بعد کہا:

> میں نے یہ نہیں کہا کہ اس مقصد کے حصول کے لیے مسلمانوں کو جتھے بنانے چاہییں۔
>
> حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں میں یہ خیال عام ہے کہ اس طرح کے مواقع پر اپنی محافظت کے لیے ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں ہے۔
>
> لاہور کے تمام امن پسند باشندوں کو ان واقعات سے سخت صدمہ اور رنج ہوا ہے۔
>
> لاہور کے فسادات کو بچشم خود دیکھنے کے بعد میرے دل میں تو یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ ہم ان سیاسی ادارات کو سنبھالنے کے لیے تیار بھی ہیں یا نہیں، جنھیں چلانے کے لیے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

دیانت، مقصد اور خیر سگالی عامہ کے جذبات کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن یہ بالکل جداگانہ مسئلہ ہے۔ حالات موجودہ میں ہم سب کا فرض ہے کہ ہم لاہور کے مختلف باشندوں کے دلوں سے خوف وخطر اور نفرت وحقارت کے جذبات کسی طرح نکال دیں اور باہمی اعتماد اور ایک دوسرے کی عزت کے جذبات وخیالات پھر پیدا کریں۔

اس مقصد کے لیے میں نے بعض تجاویز اس جلسہ میں پیش کی تھیں جو کمشنر لاہور کے دفتر میں منعقد ہوا تھا۔ باہمی اعتماد کی بحالی کے لیے دلوں کا بدلنا ضروری ہے اور مختلف قوموں کے افراد کو اس مقصد کے لیے موٴثر تدابیر اختیار کرنی چاہییں۔ بلاشبہ دلوں کے بدلنے کے لیے کچھ نہ کچھ وقت چاہیے لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ [بات ممکن] ہے اور میرے پاس باور کرنے کی وجوہ موجود ہیں کہ مختلف قوموں کے اصحاب تہ دل سے یہ مقصد حاصل کرنے کے خواہاں ہیں اور وہ اس کے لیے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیں گے۔

تمام قوموں کے عام رہنماؤں اور سرکردہ آدمیوں کو ایک جگہ بیٹھ کر صوبہ کے موجودہ حالات پر خاص طور پر توجہ مبذول کرنی چاہیے اور مختلف قوموں کے باہمی تعلقات کے مستقبل کی نسبت قطعی فیصلہ کر کے اٹھنا چاہیے۔

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ انقلاب: ۱۲/مئی ۱۹۲۷ء۔ گفتگو پہلے انگریزی میں ٹربیون میں شائع ہوئی ہو گی۔

☆

۸ مئی کو ہمدرد میں مولانا محمد علی (جوہر) کا افتتاحیہ 'فسادات لاہور' کے عنوان سے شائع ہوا۔ نواب سر ذوالفقار علی خاں دہلی میں علاج کروا رہے تھے۔ علامہ اقبال کو خط لکھا۔

۸ مئی ۱۹۲۷ء

چیمسفورڈ کلب، نئی دہلی

مائی ڈیر اقبال

لاہور میں فرقہ وارانہ فسادات اور ان کے افسوسناک نتائج کے متعلق اخبارات میں جو بیانات شائع ہو رہے ہیں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

انھیں پڑھ کر میرے دل کو سخت صدمہ ہوا ہے۔ مجھے نہایت رنج ہے کہ میں علالت کی وجہ سے فی الفور لاہور پہنچنے سے قاصر ہوں۔ اسمبلی کے اجلاس کے اختتام کے بعد میرا ارادہ فوراً لاہور آجانے کا تھا مگر ڈاکٹروں کے مشورہ پر مجبوراً ٹھہرنا پڑا۔ اب تو میں ایک لمحہ کے لیے بھی نہ ٹھہرتا مگر ڈاکٹروں کی رائے ابھی یہی ہے کہ مجھے چند دن اور دہلی میں مقیم رہنما چاہیے ورنہ موجودہ علاج میں خلل کا اندیشہ ہے۔ میرے دل سے ہر وقت یہ دعا نکلتی ہے کہ خدا ہمیں سیدھا راستہ دکھائے اور موجودہ آفات اور مصائب سے، جو ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں، بہت جلد باہر نکالے۔ میں نہیں جانتا کہ ہمیں تاریخ عالم میں کوئی ایسی مثال مل سکتی ہو جس میں ملک کے باشندوں نے انسانی جذبات کی پروانہ کرتے ہوئے اتنی بیدردی سے خود اپنی تباہی اور ہلاکت کے لیے ایسی وحشیانہ خانہ جنگی کی ہو۔ یہ ہلاکت آفریں واقعات ایک معنوں میں ہماری قومی امنگوں کے لیے موت کا پیغام ہیں۔ مگر یہ موقع آئندہ ترقی کے متعلق خیال کرنے کا نہیں۔ ہمیں واقعات حاضرہ کو سمجھنا اور سلجھانا ہے ہمارا پہلا فرض اس وقت یہ ہونا چاہیے کہ مقتولین و مجروحین کے پسماندگان کو امداد و اعانت پہنچانے کی فکر کریں۔ اس کے لیے فوراً ایک فنڈ کھول دینا چاہیے۔ میں اپنی طرف سے اس فنڈ کے لیے آپ کو اس کے ہمراہ مبلغ دو صد روپیہ روانہ کر رہا ہوں۔ میرا جسم دہلی میں ہے لیکن میری جان اور میرے دل کو آپ لاہور میں موجود تصور فرمائیں۔ والسلام

آپ کا مخلص

ذوالفقار علی خان

☆

بعض لوگ کہتے تھے کہ ایک دوسرے سے زیادہ سرکاری ملازمتیں حاصل کرنے کے لالچ نے فسادات کو جنم دیا ہے۔ کچھ اِس کے برعکس بتاتے تھے۔ بعضوں کے خیال میں گھٹیا اخبارات نے فسادات کو ہوا دی تھی۔ تمام مکاتیبِ فکر کے لوگوں کی کمیٹی بنی۔ رائے بہادر موتی ساگر کے دولت کدے پر میٹنگ ہوئی۔ علامہ اقبال بھی گئے۔ تجویز پیش کی کہ باتیں بنانے کی بجائے بڑی تعداد میں سب کمیٹیاں بنائی جائیں۔ وہ شہر کے مختلف حصوں میں جا کر لوگوں کو سمجھائیں کہ فرقہ وارانہ جھگڑے سے فائدہ نہ ہوگا۔

"یہ اِس جوائنٹ کمیٹی کی پہلی اور آخری میٹنگ تھی،" علامہ کا بیان ہے۔ "میری تجویز کا وہی حشر ہوا جو عام طور پر

اِس قسم کی تجاویز کا ہوتا ہے۔"

علامہ اقبال کی تقریر جو انہوں نے صوبائی قانون ساز مجلس میں ۱۸ جولائی کو کی۔ میرا ماخذ Sherwani ہے۔

☆

بنام مدیر انقلاب

جنابِ من السلام علیکم

یہ چند سطور اپنے قیمتی اخبار کے کسی گوشے میں شائع کر کے ممنون فرمائیں۔

مسلمانانِ مزنگ نے مسلم ریلیف کمیٹی کو اس سے پہلے پانچ سو روپیہ بھیجا ہے۔ آج دوسری قسط سات سو روپے کی ان کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ (بذریعہ چیک) یہ ۱۲۰۰ روپیہ کی رقم خان بہادر میاں چراغ دین صاحب اور ان کے احباب کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ میں تمام مسلمانانِ شہر لاہور کی طرف سے میاں صاحب اور ان کے احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔

محمد اقبال

☆

حاجی عبداللہ ہارون کا خط

[علامہ اقبال کے نام]

کراچی ۹ مئی ۱۹۲۷ء

مجھے بے گناہ مسلمانوں پر ہندوؤں اور سکھوں کے متفقہ حملہ اور بعد کے فساد کا حال معلوم ہونے پر سخت صدمہ ہوا تھا۔ استدعا ہے کہ آپ میری دلی ہمدردی کا پیغام مسلمانوں کے مظلوم اور مصیبت زدہ خاندانوں اور دوسری قوموں کے بے گناہ اشخاص تک پہنچا دیں جو مصیبت کا شکار ہوئے۔ میں آپ کو اور آپ کے رفقا کو مبارکباد دیتا ہوں کہ آپ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نے مسلمانوں کو نہایت صبر آزما لمحوں کے اندر قابو میں رکھا۔ امید ہے کہ دوسری قوموں کے جرائد اور رہنما بھی بحالی امن کی مساعی میں آپ کے مددگار ہوں گے۔

حاجی عبداللہ ہارون
رکن مجلس ہند

گفتار اقبال (حوشی) بحوالہ انقلاب، ۱۵ مئی ۱۹۲۷ء

☆

اخبارات پر مقدمے چلائے جائیں یا ان کی بیجا آزادی کو کسی اور طریقے سے روکا جائے۔ یہ تجویز مسلمانوں اور ہندوؤں کے بعض رہنماؤں کی طرف سے سامنے آئی تھی۔ ۲۳ مئی کو مسلم آوٹ لُک کا نمایندہ علامہ اقبال سے ملا تو معلوم ہوا وہ بھی اس کی حمایت کرتے ہیں۔ انٹرویو انگریزی میں ہوا ہوگا لیکن اس کا صرف ترجمہ دستیاب ہے:

افسوس ہے کہ ان امور کو صحیح طور پر نہیں سمجھا یا گیا۔ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو میں اپنے دل کو اس دنیا میں آزادی مطلق پر یقین دلانے کے لیے آمادہ نہیں کر سکتا۔

میں نہایت دیانت داری سے اس اعلان کو حق بجانب خیال کرتا ہوں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں تحریر کی آزادی کو دبانے کا خواہش مند ہوں کیونکہ میرے خیال میں آزادی تحریر قوم کی ترقی کا ایک نہایت اہم جزو ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ دیسی زبانوں کے جرائد، جو اپنی طاقت اور اپنے اثر سے بخوبی واقف ہیں، اپنی ذمہ داریوں کو بھی اچھی طرح محسوس کرنے لگیں۔ میرا خیال ہے کہ ہر شخص اس معاملہ میں میرے ساتھ اتفاق کرے گا کہ ملک کے بہترین مقاصد کے پیش نظر یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ایسی تحریروں کو، جو فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کرتی ہیں، روکا اور دبایا جائے۔ اگر کوئی اور صورت نہ ہو تو قانون ہی کے ذریعہ سے اس مقصد کو حاصل کیا جائے۔

مثال کے طور پر رنگیلا رسول کے مقدمہ ہی کو لے لیجیے۔ عدالت عالیہ کا فیصلہ یہ ہے کہ اس پر دفعہ ۱۵۳ الف تعزیرات ہند کا اطلاق نہیں ہوتا اور نہ یہ معاملہ تعزیرات ہند کی کسی اور دفعہ کے ماتحت آتا ہے، پھر ایسی کتابوں کی اشاعت کو ناممکن بنانے کے لیے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کیا کیا جاسکتا ہے۔ اگر ہم اس امر کے لیے قانون وضع کرنے سے مدد لیں تو اس کا یہ مطلب نہ ہوگا کہ خیالات کے آزادانہ اظہار کو روکنے کے متمنی ہیں۔

ذاتی طور پر بھی میں اخبارات کی آزادی کا بڑی حد تک قائل ہوں، بلکہ زندگی کے ہر شعبہ میں آزادی کا حامی ہوں۔ لیکن میں دلائل سے متاثر نہیں ہوسکتا اور آزادی اور لائیسنس (License) کو یکساں نہیں سمجھ سکتا۔ حقیقی آزادی اخلاقی ضبط نفس کا نتیجہ ہوا کرتی ہے۔

اگر دیسی اخبارات سنسنی پھیلانے والے عنوان لکھنا چھوڑ دیں، تقریریں وغیرہ کی رپورٹ کرنے کے لیے بہتر آدمی رکھیں، ایسے چھوٹے چھوٹے واقعات کو، جو کسی اور طریقہ کی معاشرت میں جاذب توجہ نہیں ہوسکتے، فرقہ وارانہ رنگ دینے سے احتراز کرنے لگیں تو دیسی زبانوں کے اخبارات کی تعلیمی قدر و قیمت بہت بڑھ سکتی ہے۔ ایسے ملک میں، جہاں عام اشخاص نقاد نہیں اور سطحی عقل رکھنے والے ہیں، ایسی احتیاط نہایت ضروری ہے۔ بہر حال اس اعلان کا مقصد اخبارات کے لب و لہجہ کی اصلاح کے سوا اور کچھ نہیں۔ یہ ان کی آزادی کو سلب نہیں کرتا۔

نمایندے نے ڈپٹی کمشنر اور پولیس کے اقدامات کے بارے میں علامہ کی رائے دریافت کی۔ انہوں نے کہا:

اس امر میں کوئی شبہ نہیں کہ مسٹر اوگلوی نے بڑی مستعدی سے کام کیا اور نتیجہ خیز کام کیا اور جونہی انھوں نے چارج لیا، صورت حال کو بہتر بنا دیا۔ لیکن جیسا کہ میں ایک سے زیادہ دفعہ حکام سے کہہ چکا ہوں کہ معاملات کی صورت حال، خاص کر جہاں تک تفتیش اور مقدمات کی پیروی کا تعلق ہے، بہت تشویش اور خطرات پیدا کرنے والی ہے اور فوری توجہ کی محتاج ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میں اس معاملہ میں مسلمانوں کی متفقہ رائے کی صحیح ترجمانی کررہا ہوں۔ بلا امتیاز گرفتاریاں کی جارہی ہیں۔ اس حقیقت نے، کہ پولیس کے اکثر افسر ہندو اور سکھ ہیں، عدم اعتماد کا ایک عام احساس پیدا کردیا ہے۔

نمایندے نے پوچھا کہ اب کیا پروگرام ہونا چاہیے۔ علامہ نے جواب دیا:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہمیں لاہور کے فسادات سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ صرف یہ حقیقت کہ ہمیں ایک دوسرے کے خلاف اپنی حفاظت کے لیے برطانوی تحفظ کی ضرورت ہے، یہ ظاہر کر رہا ہے کہ ہم کس منزل پر ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس حقیقت نے مجھے اپنے سیاسی خیالات اور سیاسی عقائد پر از سرِ نو غور کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پنجاب کے مسلمانوں، خاص طور پر دیہاتی مسلمانوں میں، جو ہماری قوم کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی مانند ہیں، جہالت عام ہے اور کسی قسم کی سیاسی یا اقتصادی بیداری پیدا نہیں ہوئی۔ قوم کی قوتوں کو فرقہ بندی اور ذاتوں کی تقسیم نے علیحدہ منتشر کر رکھا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ ہم سراسر غیر منظّم کے غیر منظّم ہیں۔ اب میں اس امر کا قائل ہو گیا ہوں کہ اس صوبہ کے مسلمانوں کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ اپنی داخلی تنظیم اور اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ اس امر کے لیے قوم کے رہنماؤں کو مسلسل کوشش کرنی پڑے گی اور حکومت سے سوالات کرنے کی بھی ضرورت ہو گی۔ تنازعہ للبقا کے اس عالم گیر دور میں دوسری قوموں سے امداد کی توقع رکھنا فضول ہے۔ سب کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونا چاہیے۔ جب سب قومیں فی الواقع مضبوط ہو جائیں گی تو باہمی مفاہمت ہونا یقینی امر ہے۔

محمد رفیق افضل (گفتارِ اقبال) بحوالہ انقلاب ۲۶ مئی ۱۹۲۷ء

☆

۱۹ جون کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ میاں محمد شفیع صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کالج کمیٹی کے رکن مقرر ہوئے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

خیال کیا جاتا ہے کہ زبورِ عجم جون کے تیسرے ہفتے میں شائع ہوئی۔

رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲-۲۰۰۱)، ص ۱۴۷

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب ۸

شہید کی قبر

جون ۱۹۲۷ء سے مئی ۱۹۳۰ء تک

☆

جون میں پنجاب ہائی کورٹ نے گستاخ کتاب کے خلاف مقدمہ خارج کر دیا۔ مسلمانوں کے وفد نے گورنر پنجاب سے ملاقات کی۔ علامہ اقبال شامل تھے۔ گورنر نے کہا کہ اگر قانون میں گنجایش ہوئی تو کچھ کیا جائے گا ورنہ قانون میں ترمیم کی کوشش کی جائے گی۔ روزنامہ انقلاب میں خبر آئی کہ بانیانِ مذاہب کی توہین کے سدِ باب کے لیے علامہ اقبال کونسل میں قرارداد پیش کریں گے۔

☆

مولانا محمد علی اور خواجہ حسن نظامی میں صلح ہو چکی تھی مگر حسن نظامی نے جھگڑے کی یک طرفہ روداد نمونہ جنگ صفین کے عنوان سے چھاپ دی۔

☆

۳ جولائی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ انجمن کے نائب صدر خان بہادر شیخ انعام علی صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کو دوبارہ کالج کمیٹی کا رُکن بنایا گیا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

مسلم آوٹ لُک اور مسلمانوں کے بعض دوسرے اخباروں نے مسلمانوں کو احتجاجی مظاہرے کی دعوت دی۔ 'مستعفی ہو جاؤ' کے عنوان سے ایک مضمون بھی شائع ہوا۔ پھر ۶ جولائی کو 'ڈاکٹر اقبال کا اعلان' کے عنوان سے نوٹ شائع ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کو احتجاجی مظاہرے سے کوئی ہمدردی نہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

علامہ نے فوراً تردید کی جو اگلے روز انقلاب میں شائع ہوگئی: ''...اخبارات پرتاب [وغیرہ] میں جو کچھ چھپا ہے، کھلی ہوئی افترا پردازی ہے۔ مسلمان اس ایجی ٹیشن سے اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی عزت کا تحفظ چاہتے ہیں۔ اس سعی وکوشش پر مجھے نہ صرف ان سے ہمدردی ہے بلکہ میں ان کو بالکل حق بجانب جانتا ہوں اور اس معاملہ میں کسی قسم کا تساہل روا رکھنے والے کو شقی ازلی تصور کرتا ہوں۔ البتہ یہ بات صحیح ہے کہ مسلم آؤٹ لک کے مضمون 'مستعفی ہو جاؤ' کی اشاعت سے پہلے مجھے اس کا کوئی علم نہ تھا۔ بانیانِ مذاہب کی توہین کا سدباب کرنے کے لیے میں ایک قرارداد بھی کونسل کے آیندہ اجلاس میں پیش کرنے والا ہوں جس کا اعلان اس سے پہلے اخبار انقلاب وغیرہ میں ہو چکا ہے۔''

محمد رفیق افضل (گفتارِ اقبال) بحوالہ انقلاب ۷ جولائی ۱۹۲۷ء

☆

لاہور میں دفعہ ۱۴۴ لگ چکی تھی۔ مجلسِ خلافت پنجاب نے سِول نافرمانی کا اعلان کیا۔ مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی نے گرفتاری پیش کر دی۔

جلسے جلوسوں پر پابندی تھی مگر مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے سے کون روک سکتا تھا؟ اعلان ہوا کہ بادشاہی مسجد میں جلسہ ہوگا۔ پھر بعض باتیں علامہ اقبال اور دوسروں کے علم میں آئیں۔ خطرہ محسوس ہوا کہ خدا کے گھر ہی میں مسلمانوں کے درمیان شدید اختلاف کا مظاہرہ نہ ہو جائے۔ جلسہ ملتوی ہوا مگر ٹھیک سے اعلان نہ ہو سکا۔

اگر اِسی موقع پر برکت علی اسلامیہ ہال میں تین مختلف انجمنوں کے نمایندوں اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں کا اجلاس ہوا تو اس کی صحیح تاریخ میں کچھ شبہ پیدا ہوتا ہے۔ بہرحال اجلاس ۸، ۹ یا ۱۰ جولائی کو ہوا۔ شیخ عبدالقادر صدارت کر رہے تھے۔ تجویز پیش کی کہ سِول نافرمانی ملتوی کر دی جائے۔ علامہ اقبال نے حمایت کی: ''...ہم مدت سے اتحاد، اتحاد پکار رہے تھے مگر اتحاد موجود نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نقطۂ واحد پر لانے کے لیے اسباب پیدا کر دیے یعنی ہمارے ملک کے باشندوں میں سے ایک فریق نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس پر حملہ کیا، جس سے ہر مسلمان کے دل کو بے حد صدمہ ہوا اور جو مسلمان عملاً توحید پر جمع نہ ہوئے وہ نبوت پر متفق ہو گئے...میں ارکان مجلسِ خلافت سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ موجودہ حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس طریقِ کار کو ملتوی کر دیں، کیونکہ اس سے بعض اشخاص کو نیک نیتی کے ساتھ اختلاف ہے۔ اور کوئی دوسری ایسی تدابیر اختیار کریں جس پر سب متفق

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہوکر عمل کرسکیں...مجھے مجلس خلافت کےاُن ارکان سے ہمدردی ہے جو اپنی مجلس کی تجویز کے مطابق نیک نیتی سے یہ سمجھتے ہوئے قید ہوئے کہ وہ ایک پاک مقصد کی خاطر ایثار کررہے ہیں،خاص کر مولوی سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور خواجہ عبدالرحمٰن غازی ایسے مشہور کارکنوں کے ساتھ ہمدردی ہے۔ہمیں ان کی بعض رایوں سے خواہ اختلاف بھی ہو لیکن عقل اور انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی خوبیوں کا بھی اعتراف کیا جائے۔وہ قومی کاموں میں بہت حصہ لیتے ہیں اور ضرورت کے وقت بڑا ایثار دکھاتے ہیں۔''

محمد رفیق افضل (گفتارِ اقبال) بحوالہ انقلاب ۱۰ جولائی ۱۹۲۷ء۔ رفیق افضل نے مجوزہ جلسے کی تاریخ ۸ جولائی لکھی ہے مگر ۱۰ جولائی کی علامہ اقبال کی تقریر میں جو واقعات نقل کیے ہیں اُن سے یوں لگتا ہے کہ مجوزہ جلسہ ۹ جولائی کو ہونا تھا۔ اس کے التوا کے اگلے روز برکت علی اسلامیہ ہال میں اجلاس ہوا۔

☆

۱۰ جولائی کو مجلس خلافت لاہور کا جلسہ بادشاہی مسجد میں ہوا۔شیخ حسام الدین نے تحریک پیش کی کہ مولانا عبداللہ قصوری ناظم جمعیۃ دعوت تبلیغ اسلام جلسے کی صدارت کریں۔علامہ حسین میر نے تائید کی۔سب سے پہلے علامہ اقبال نے تقریر کی جسے روزنامہ انقلاب کے نمایندے نے یوں نوٹ کیا:

> اے مسلمانانِ لاہور!اس ملک میں واقعات حیرت انگیز سرعت کے ساتھ حرکت کررہے ہیں۔ابھی کل کی بات ہے کہ اسی شہر لاہور میں ایک خوفناک فساد رونما ہوا۔اس کے زخم ابھی مندمل نہ ہوئے تھے اور اس سے پیدا شدہ نتائج کا خمیازہ بھگتنے کا سلسلہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ع
>
> یک داغ نیک ناشدہ داغ دگر دہند
>
> ایک دوسرا فتنہ پیدا ہوا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا مسلمانان ہند ایک بہت بڑے ابتلا میں گرفتار ہونے والے ہیں،جس کا سلسلہ خدا جانے کب اور کہاں ختم ہوگا؟ مگر جہاں اس ابتلا آزمایش میں ایک قسم کا دکھ دکھائی دیتا ہے وہاں اس کا اچھا پہلو بھی ہے۔وہ اچھا پہلو کیا ہے؟ وہ ہے تو ایک معمولی بات لیکن اس میں بھی ایک نکتہ ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے:'الزموا مساجدکم'۔مسلمانوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فرمان کو

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بھلا دیا تھا،لیکن اس ابتلا کے دوران دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ اس ارشاد کی تعمیل کے لیے بہانہ بن گیا اور یہی وجہ ہے کہ آج کسی اور جگہ کے بجائے خانۂ خدا میں اکٹھے ہوئے ہیں۔

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں بن سکتی جب تک کہ وہ ابتلاؤں میں گرفتار نہ ہو۔ ہمیں خوش ہونا چاہیے کہ ہمارے امتحان کا موقع پیدا ہو گیا۔ اس پر کوئی ہمیں کچھ ہی کیوں نہ کہے ہمیں بہر صورت خوش ہونا چاہیے ع

وہ کہہ رہے ہیں عشق میں میں خاک ہو گیا
میں شاد ہوں کہ ہوں تو کسی کی نگاہ میں

بہت ممکن ہے کہ جو فتنہ اس وقت درپیش ہے یہ اس کی آخری منزل ہو۔ ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی ابتلا نہیں ہو سکتی جو اس وقت درپیش ہے۔ راجپال کی تصنیف نے، جس کا نام لینا میں پسند نہیں کرتا، مسلمانوں کے قلب کے نازک ترین حصے کو چوٹ لگائی ہے۔ دو اڑھائی سال تک اس پر مقدمہ چلتا رہا، جس کا نتیجہ اس افسوسناک فیصلے کی صورت میں نکلا، جو ہائی کورٹ نے کیا۔

اس ابتلا کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ وہ یہ کہ مسلمانوں کے وہ فرقے جو آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریباں رہا کرتے تھے اس ابتلا کے دوران ایک ہو گئے۔ یہ وہ مبارک نتیجہ ہے جو ہمیں صرف اس فتنے کی بدولت ملا ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ مسلمان اس نکتے کو اچھی طرح سمجھ جائیں گے۔

میں نے کل لطیفے کے طور پر کہا تھا کہ مسلمان توحید، امانت اور فقہ پر جمع نہ ہو سکے لیکن توہین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے فتنے نے ان سب کو متحد و متفق کر دیا۔ اور یہ وہ واقعہ ہے جس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ اسی سلسلہ میں دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ بھی کیا گیا۔ اس نفاذ کے خلاف بطور احتجاج خلافت کمیٹی کی طرف سے سول نافرمانی کا سلسلہ شروع ہوا۔ مگر مسلمانوں میں اس امر کے متعلق اختلاف واقع ہو گیا۔ بعض کہتے تھے کہ یہ طرز عمل مسلمانان پنجاب کے لیے فی الحال سود مند نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کوئی صحیح راستہ نکالنے کے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لیے ایک جلسہ کا اعلان کیا گیا تھا، جو کل اسی مسجد میں ہونے والا تھا۔ مگر بعد میں معلوم ہوا کہ اس جلسہ کے انعقاد سے اختلاف کم نہیں ہو سکتا بلکہ بڑھ جائے گا۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ چونکہ یہ معاملہ نہایت اہم تھا اور میں ہرگز نہیں چاہتا تھا کہ خانہ خدا کے اندر بہت بڑے جلسے کے درمیان مسلمانوں کے شدید اختلاف کا مظاہرہ ہو، اس لیے ہم نے یہ جلسہ ملتوی کرا دیا۔ التوائے جلسہ کا اشتہار کافی طور پر نہ ہو سکنے کے باعث مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی جس کے لیے میں آج معافی کا خواستگار ہوں۔

دوسرے روز برکت علی اسلامیہ ہال میں ایک مجلس مشاورت ہوئی جس میں تین مختلف انجمنوں کے نمائندوں اور متعدد اہل الرائے نے حصہ لیا۔ بحث و تمحیص کا مضمون یہی تھا کہ اس نازک صورت حال میں کون سا طرز عمل اختیار کیا جائے۔ قرآن شریف کے ارشاد 'ھاتوا برھانکم' کی تعمیل کرتے ہوئے شرکائے جلسہ میں سے ہر ایک نے اپنی فہم و فراست کے مطابق اس میں حصہ لیا اور مجلس اس نتیجہ پر پہنچی کہ سول نافرمانی کی یہ صورت اس وقت مسلمانوں کے مفاد کے خلاف ہے۔ جس اتحاد و خلوص کے ساتھ مجلس مشاورت نے یہ فیصلہ کیا اس کے لیے وہ مستحق مبارکباد ہے۔ اس کی مفصل روئداد چودھری افضل حق خان صاحب آپ کے گوش گذار کریں گے۔

جب تمام قومیں مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں تو قرین دانش یہی ہے کہ میدان عمل میں جو قدم بھی اٹھایا جائے وہ سوچ سمجھ کر اٹھایا جائے۔ اصل مقصد توہین رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا علاج ہے۔ امید ہے کہ آپ اس مقصد کو پیش نظر رکھیں گے۔ سب سے پہلے صرف اسی کے لیے جدوجہد کریں گے اور جدوجہد سے پہلے اپنی تمام قوتیں جمع کر لیں۔ ڈپٹی کمشنر کا حکم اور دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ بے شک ناجائز ہے لیکن ایک بڑے حق کو حاصل کرتے وقت ضرورت آ پڑی ہے کہ ہم اس چھوٹے حق کو چھوڑ دیں۔

اس وقت سب سے بڑا سوال اسلام کی عزت کا تحفظ اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کا تحفظ ہے۔ اسے حل کرتے ہوئے اگر کوئی چھوٹا سا سوال پیدا بھی ہو جائے تو

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بہتر ہے کہ اسے نظرانداز کر دیا جائے۔

مجلس مشاورت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ فی الحال سول نافرمانی ترک کر دی جائے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس التوا کے بعد مسلمانوں کے لیے درست راہ عمل کیا ہے؟ آپ کو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں کے ایک وفد نے اس صوبہ کے گورنر سر میلکم ہیلی کے پاس جا کر اسے مسلمانوں کے دلی جذبات سے آگاہ کیا۔ گورنر صاحب نے اس وفد کے جواب میں جو کچھ کہا وہ اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اس جواب پر ہندو قوم اور ان کے جرائد کی طرف سے خوب لے دے ہوئی۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ یہ جواب ہمدردانہ تھا۔ مگر اس ہمدردی کا سبب یہ نہیں کہ گورنر صاحب کو ہم سے پیار ہے بلکہ یہ حقیقت ہے کہ عدل و انصاف کا تقاضا یہی تھا۔ ہندو سبھا کی قرارداد نے گورنر کے اس رویہ کے متعلق جن جذبات کا اظہار کیا ہے وہ قابل مذہب ہے۔ عدالت عالیہ کے فیصلے نے مذہبی دل آزادی کے لیے دروازے کھول دیے ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ جہاں تک حکومت کا تعلق ہے حکومت اس کا سد باب کرنے کی پوری پوری کوشش کر رہی ہے یعنی ہم نے جو مطالبہ کیا تھا اس کا ایک حصہ پورا کیا جا رہا ہے۔ 'ورتمان' کا مقدمہ امرتسر کی عدالت ضلع سے عدالت عالیہ میں منتقل ہو چکا ہے اور جب تک اس کا فیصلہ نہ ہو جائے حکومت کوئی رویہ اختیار نہیں کر سکتی۔ یہ درست ہے کہ جسٹس دلیپ سنگھ کے فیصلہ کے بعد دو تین مثالیں ایسی ہوئیں جن سے یہ ثابت ہوا کہ دریدہ دہندوں کو بے لگام ہو جانے کی جرأت ہو گئی ہے۔ پچھلے دنوں یہاں کے 'پرتاب' اخبار نے ایک شرمناک مضمون لکھا۔ پھر دہلی کے ایک آریہ نے سورہ مثل القرآن لکھ کر شائع کی۔ یہ واقعات ظاہر کر رہے ہیں کہ اعدائے اسلام اسی قسم کا اور مصالحہ بھی تیار کر رہے ہیں۔ اس لیے ہم نے یہ مطالبہ کیا ہے کہ جب تک معین صورت نہ نکل آئے ان حرکات مذمومہ کا سد باب کرنے کے لیے حکومت جلد از جلد کوئی کارروائی کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ آرڈیننس کا نفاذ ہو، بعض چاہتے ہیں کہ ریگولیشن جاری ہو۔ بہر حال جو کچھ بھی ہو بات ایک ہی ہے یعنی ہمارا مطالبہ صرف یہ ہے کہ حکومت عجلت سے

کام لے۔

> مقدمہ 'ورتمان' کو ہائی کورٹ میں منتقل کرنے میں جو کارروائی کی گئی ہے شاید وہ تاریخ میں پہلی مثال ہے۔ غالباً دو اڑھائی ماہ تک اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اگر یہ فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا تو کسی مزید فیصلے کی ضرورت نہیں۔ اس لیے میری استدعا ہے کہ جب تک یہ فیصلہ صادر نہ ہو جائے کوئی دوسرا طریق کار اختیار نہ کیا جائے۔

ایک طرف سے شور بلند ہوا، "جو کرا رہی ہے گورنمنٹ کرا رہی ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے گورنمنٹ کے ایما پر ہو رہا ہے۔" علامہ نے کہا:

> میرا مقصد یہ نہیں کہ آپ خاموش ہو بیٹھیں بلکہ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کا کوئی طریق کار اختیار نہ کیا جائے جس سے ہمارے اصل مقصد کو نقصان پہنچے۔ میں آپ کو مشورہ دے رہا ہوں جو میرے خیال میں درست ہے۔ اگر آپ اسے پسند نہیں کرتے تو اس پر عمل نہ کریں۔

شور پھر بلند ہوا، "ہرگز نہیں! ہرگز نہیں! پہلے رہنماؤں کو چھڑاؤ، پہلے رضا کاروں کو چھڑاؤ۔" علامہ نے کہا، "میں اس سچے جوش کی قدر کرتا ہوں۔" تقریر ختم کر دی۔

محمد رفیق افضل (گفتارِ اقبال) بحوالہ انقلاب ۱۳ جولائی ۱۹۲۷ء

مجلس خلافت کے چودھری افضل حق کی باری تھی۔ تقریر کے دوران کہا، "میں یہ کہوں کہ سر محمد اقبال مجھ سے کم مسلمان ہیں... تو اس کے معنی یہ ہوں گے ہمارا مطالبہ مذہبی اور اسلامی نہیں بلکہ کوئی اور ہے... اگر کوئی سیاسی معاملہ ہوتا تو ہم ان سے کوئی مشورہ ہرگز نہ لیتے۔ ۱۹۲۱ء کی سول نافرمانی کے دوران ہم کبھی ان کے مکان پر نہیں گئے۔ سر اقبال کی شخصیت نہ صرف ہندوستان میں مسلمہ ہے بلکہ کرہ ارض کے تمام حصے ان کی اصابت رائے کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس لیے اگر ہم سر اقبال کا مشورہ قبول نہ کرتے تو اس کا مطلب خلافت کمیٹی کی عزت کو نہ صرف ہندوستان میں نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے بلکہ ہندوستان سے باہر بھی!"

مولانا ظفر علی خاں نے بھی تقریر کی، "...کیا میں آپ سے یہ عرض نہ کروں کہ آپ نے ڈاکٹر اقبال کے حضور میں گستاخی کی ہے۔ یعنی ان کی تقریر کے دوران اعتراض کیا۔ اقبال پکا مسلمان اور سچا عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہے۔ وہ روتا ہے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عشق میں، وہ روتا ہے اسلام کی محبت میں...''

مجمع سے آوازیں بلند ہوئیں، ''ہم ڈاکٹر صاحب سے معذرت چاہتے ہیں۔ یہ گستاخی سی آئی ڈی نے کی تھی۔ کسی مسلمان نے نہیں کی۔''

محمد رفیق افضل (گفتارِ اقبال) حاشیہ ۸

☆

پنجاب کی قانون ساز کونسل کا اجلاس شملہ میں ہوا۔ ۱۸ جولائی کو حکومت کی طرف سے اضافی امداد کے مطالبے پر بحث ہو رہی تھی جب علامہ اقبال نے اُٹھ کر کہا کہ انہیں زیرِ بحث مسئلے پر تو کچھ نہیں کہنا سوائے اِس کے کہ وہ حکومت کے مطالبے کی تائید کرتے ہیں البتہ لاٹھی چارج والے واقعے میں ڈپٹی کمشنر سے جو غلط بیانی سرزد ہوئی تھی اُسے بیان کر دیا۔ کونسل کے اجلاس کی تقاریر میں اِس بات کا ریکارڈ پر آنا ڈپٹی کمشنر کے لیے شرمندگی ہی نہیں بلکہ خاصی پریشانی کا سبب بن سکتا تھا۔ شاید علامہ کا مقصد یہی رہا ہو۔

اُس روز لاہور کے فرقہ وارانہ فسادات پر تحریکِ التوا پیش ہوئی۔ چودھری ظفر اللہ خاں نے تجویز پیش کی کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی گول میز کانفرنس بلائی جائے۔ وہ فرقہ وارانہ مسئلے کو حل کرے۔ پنڈت نانک چند نے انسان دوستی کے بہت سے حوالے دیے۔

علامہ نے صاف کہہ دیا کہ پنڈت جی اپنی نیت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ رائے بہادر موتی ساگر والی جوائنٹ کمیٹی کی ناکامی کا حوالہ دے کر کہا:

In this Council impassioned speeches for intercommunal unity are made. We are asked to constitute joint committees and conciliation boards. But I wish to bring home this lesson to everybody in this Council that procrastination will not mend matters. If you want to do anything, do it without further loss of time. I wonder if the members have realised the fact that we are actually living in a state of civil war. If stringent measures are not taken to put this down, the atmosphere of the whole province will be poisoned.

I support Chaudhri Zafarullah Khan from the bottom of my heart that a round table conference should be held at the

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

earliest possible moment in which Government should also be asked to participate. This conference should carefully consider the present situation and suggest ways to suppress the existing communal tension. If this communal hatred permeates the rest of the country and the people living in villages also come to loggerheads, God alone knows where eventually it will land us.

شملہ کی نمایندگی کرنے والے رُکن لالہ موہن لال نے اچھوتوں کی وکالت میں تقریر کی۔ وعظ معلوم ہوتی تھی۔ سکھ رُکن اجل سنگھ نے قرارداد پیش کی کہ آیندہ تمام محکموں میں سرکاری ملازمتیں مقابلے کے امتحان سے پُر کی جائیں اور جہاں یہ ممکن نہ ہو وہاں صرف اہلیت کی بنیاد پر فیصلہ ہو:

This Council recommends to the Government that in future all posts under Government in all departments should be filled by open competition as far as possible; and where this cannot be done and selection has to be made the most highly qualified candidate should be selected without regard to caste, creed or colour.

انگریز وزیرِ مالیات سر جیوفرے نے قرارداد کی مخالفت کی۔ اگلے روز تقریر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے بھی مخالفت کی:

۱ موہن لال، اجل سنگھ اور نانک چند جیسے ممبران ایک ایسی خیالی تصویر پیش کر رہے ہیں جو حقیقت میں موجود نہیں ہے۔

۲ جنوبی ہند میں برہمن کسی شُودر سے گفتگو کرتے ہوئے کسی دیوار یا درخت کو مخاطب کرتا ہے اور شُودر بھی اُسی دیوار یا درخت کو جواب دیتا ہے کیونکہ برہمن اور شُودر کی براہِ راست گفتگو میں برہمن کا اَپمان ہوتا ہے۔ لاہور کے حالیہ فسادات میں مسلمانوں اور ہندوؤں کے وفود نے انگریز افسران کے سامنے ایک دوسرے کی شکایات پیش کیں۔ ہندوستانی قومیت وجود نہیں رکھتی اور یہ بھی قابلِ بحث ہے کہ اسے وجود میں آنا چاہیے یا نہیں۔ مذہبی قومیتیں (communities) وجود رکھتی ہیں اور فی الحال یہ ایک دوسرے پر بھروسہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔

۳ اِن حالات میں یورپین افسروں کی تعداد بڑھانے کی ضرورت ہے۔ مقابلے کے امتحان اور اہلیت

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کے علاوہ یہ دیکھنے کی ضرورت بھی ہے کہ مسلمانوں کی بھی مناسب نمایندگی ہو۔

On the Resolution regarding Filling of Posts by OpenCompetitive Examination

Speech delivered by Dr. Sir Muhammad Iqbal in the session of the Punjab Legislative Council
Simla, 19th July, 1927

Sir, after the Honourable Finance Member's speech, which to my mind constitutes a most crushing reply to the resolution as framed," it is hardly possible for anyone hi this House to make a substantial addition to the discussion. However, I cannot but admire the innocent idealism of Sardar Ujjal Singh, which idealism, like all idealisms, sees everything except realities. I can assure my honourable friend that the principle of competition, pure and simple, is absolutely inapplicable in this country, especially in this province. I suppose many honourable members of this House know that such a non-communal institution as, the Punjab University has had to adopt the system of fictitious roll numbers in the various University examinations. The examiner, according to this system, does not know as to the caste or creed or colour of the candidate whose paper he is examining or the college from which he comes. This system was adopted because it was feared that Hindu examiners might fail Muhammadan candidates and Muhammadan examiners might fail Hindu candidates –

VOICES: Shame!

IQBAL: Yes, it is a shameful thing; but it does exist. With all that both Hindu and Muhammadan candidates leave certain marks in their examination papers to indicate to the examiner the candidate's caste or creed. Only the other day, I was reading the LL.B. examination papers. I found the number "786" which is the numerical value of an Arabic

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

formula and on others I found "Om" marks meant to invoke the blessing of God as well as to reveal to the examiner the community of the candidate. Such is the state of things in a non-communal institution. Take another instance. During the recent riots in Lahore, both Hindu and Muhammadan citizens went in deputations to the Deputy Commissioner on several occasions-each community complaining of the investigating officers belonging to the opposite community. I happened to be a member of one such deputation.

VOICES: Shame!

IQBAL: It is not a matter to be ashamed of. We have to see things as they are; and it is a pity that they have come to such a pass. You know, Sir, what the Deputy Commissioner told us. I think he was perfectly right in saying what he did. He said: "Before the Reform scheme came into operation, there were 120 British Officers in the police department, but that they were only 68 now. We have not got a sufficient number of British officers. Both communities want European officers."

My friend, Pandit Nanak Chand, is unfortunately not here at the present moment. He told us that Government had removed the colour distinction, so that the posts which formerly went to British gentlemen now go to Hindus and Muslims; but I assure my friend that Government had made a very great mistake and I would welcome if there were more British officers.

VOICES: No, no.

IQBAL: I fully realise my responsibility when I say this and I also realise the meaning of this voice of "no, no." I am not enamoured of that false and shallow nationalism which speaks like this.

DR. SHAIKH MUHAMMAD ALAM: Everybody is not the same.

IQBAL: Well, it may be so, yet the talk of a united nationalism is

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

futile and will perhaps remain so for a long time to come. The word has existed on the lips of the people of this country for the last fifty years and like a hen it has cackled a great deal without laying a single egg. However, I will tell you that the state of this country is such that it is not possible for us to introduce the principle of competition pure and simple. The best method for the country is the one indicated by Sir Geoffrey deMontmorency in his speech, that is to say, the principle of competition tempered by selection and nomination.

One other thing I should like to point out. I was very glad to hear the honourable member for Simla. I mean his advocacy of the Untouchables in an almost apostolic tone. I welcome it though I do not know what Pandit Madan Mohan Malaviya's verdict would be in this matter –

LALA MOHAN LAL: It is the same as mine.

IQBAL: Only a short time and he excommunicated one of his nearest relatives because he had given his daughter to a Brahmin of an inferior caste.

LALA MOHAN LAL: He did not.

IQBAL: It was in the papers and Pandit Madan Mohan was called upon to publish a reply to open letters which were addressed to him and he published no contradiction. However, I welcome the change. If it is not in theory alone and I hope that through the efforts of my friend, the honourable member for Simla, untouchability will be removed in this province. In the south of India we hear that when a Brahmin is constrained to talk to an Untouchable he must talk to some wall or tree nearby, and the Untouchable too has to address, in reply, the same wall or the tree since the Brahmin is too scared to be addressed by a Sudra. I shall welcome the day when such bans are entirely removed and the Hindus of this province adopt better principles of equality.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Sir, I need not say anything more with regard to the principle of competition. My friend has pointed out certain defects in the present system which he has enumerated. He refers to the success of the principle of competition in other countries. I must say that the state of things in this country is totally different to the state of things in other countries. For this reason the principles the application of which is good in other countries would not apply to this country. In this country one community is always aiming at the destruction of the other community. Therefore the power in whose hands lies the destiny of this country must adopt a line of action which is calculated equally to elevate all communities that form the population of this country. It has been argued that the present system tends to retard the progress of what my friend called nationality. Well, I do not know whether it is desirable to become a nation. It is a proposition which can be controverted but, assuming that it is so, I would suggest that it is first desirable to develop mutual trust in the communities of this country. The present state of things is such that the communities do not trust each other; they have no faith in each other. When we meet each other we talk of nationalism, we talk of philanthropy and of love of mankind. Only a few days ago a friend of mine told me that he had overheard two Hindu gentlemen talking. One of them asked the other as to what should be our policy now. The other gentleman said: Let nationalism be on your lips, but fix your gaze always on your own community.

Sherwani

☆

اسمبلی کی روداد کے بارے میں طویل رپورٹ لندن کے اخبار ٹائمز کے نامہ نگار نے تار کے ذریعے شملہ سے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بھیجی۔ اُس کے مطابق اقبال کی تقریر پنجاب کے سمجھدار اور تعلیم یافتہ طبقے کے عام جذبے اوران کے دل کی بات ظاہر کرتی تھی۔ ساتھ ہی اپنے دل کی بات بھی لکھ دی کہ ہندوستان جمہوریت کے قابل نہیں۔

۲۰ جولائی کو یہ رپورٹ علامہ کی تقریر کے کچھ جملوں کے ساتھ شائع ہوئی۔

مضامین جوہر: 'میرا استاد اقبال' ہمدرد ۱۴ اگست ۱۹۲۷ء اور 'طبیب حاذق سر محمد اقبال کا نیا نسخہ' ہمدرد ۱۶ اگست ۱۹۲۷ء

☆

۶ اگست تھی۔ مولانا محمد علی دن بھر کام کرنے کے بعد تھک گئے تھے۔ سونے کو لیٹے تو ولایتی ڈاک سرہانے رکھی ہوئی تھی جس میں انگلستان کے اخباروں کے تراشے بھی تھے۔

"ولایتی اخبارات میں مہینے بھر میں مشکل سے دو چار سطریں ہندوستان کے متعلق شائع ہوتی ہیں اور رواٹر تک اس سے زیادہ تار پر بھیجنے کو فضول خرچی سمجھتا ہے،" مولانا محمد علی کا کہنا تھا۔ "لیکن یہ طول طویل 'خبر' جو باریک ٹائپ میں بھی مشکل سے ایک کالم میں سمائی، شملہ سے اُسی دن تار پر بھیجی گئی جس دن 'پرنٹنگ ہوس اسکوائر' میں طبع کی گئی اور یقیناً ٹائمز کے اپنے 'نامہ نگار' نے انگلستان کے سب سے مہنگے اور سب سے زیادہ مشہور اور سب سے زیادہ ضخیم اور سب سے زیادہ دروغ باف اخبار کا بہت سا روپیہ اس تار کے ارسال کرنے میں صرف کرا دیا۔"

اقبال کی تقریر کے جملے پڑھتے ہی مولانا محمد علی کی نیند غائب ہوگئی۔ دل کو سخت دھچکا لگا۔ بیان نہ کر سکتے تھے۔

جوہرؔ کا مضمون 'میرا استاد اقبال' ہمدرد ۱۴ اگست ۱۹۲۷ء

میرا اُستاد اقبال

ازمولانا محمد علی

[اقتباس]

ڈاکٹر سر محمد اقبال صاحب... جن سے ہم نے اسلام سیکھا تھا (نہ کہ کسی مولوی سے) اُس وقت نظر بند نہیں ہوئے جب کہ جنگِ عمومی میں بہت سے نظر بند کر دیے گئے تھے، وہ اس جنگ کے بعد بھی مارشل لأ کے زمانے میں قید نہیں ہوئے حالانکہ خود پنجاب میں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بعض بڑے سے بڑے ہندو اور مسلمان قید کر دیے گئے اور عوام میں سے تو سیکڑوں ہی جیل خانوں میں بھر دیے گئے... اِس وقت بھی میں جو کچھ اپنے استاد (شاعری کے نہیں مذہب اسلام کے اُستاد) 'اقبال مرحوم' کے متعلق لکھ رہا ہوں میرا دل ان کی محبت کے باعث تڑپ رہا ہے... آج بھی سید عطاءُ اللہ شاہ بخاری اور عبدالرحمٰن غازی جیل میں سڑ رہے ہیں مگر جو آزاد ہیں وہ آزاد ہیں اور اقبال کی دعا قبول ہو کر ان کو جو 'ہمدمِ دیرینہ' اور ان کے 'عشقِ عالم سوز' کا 'آئینہ' ان کا 'یارِ ہمدم' اور ان کے 'رموزِ فطرت' کا محرم... ملا ہے وہ محمد امین صاحب بیرسٹر (سابق ساگر چند) ہیں... اور دونوں مل کر اِس ہائے وہو میں مصروف ہیں کہ سب عہدے خالی کرو اور سب کے سب انگریزوں کو دے دو۔

روزنامہ ہمدرد (دہلی)، ۱۴ اگست ۱۹۲۷ء

☆

شمع وشاعر کے مصنف سے ایک سوال

ازمولانا محمد علی (جوہرؔ)

[اقتباس]

...ریل کے کسی ڈبّے میں چھ سات ہندو ہوں اور اُن میں تم بھی جا کر بیٹھ جاؤ تو کیا تمہیں ان سے ڈر لگے گا؟ بعض اوقات تو انہیں کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ البتہ اگر اُس ڈبے میں دو چار گورے ہوں تب تم کو اور ان کو دونوں کو ڈر لگتا ہے اور اسی کا فکر رہتا ہے کہ یہ ماریں گے یا سامان پھینک دیں گے یا گالی دیں گے یا پاؤں دبوائیں گے۔ آج اگر ہندو تم پر ظلم کرتے ہیں، تمہارے سیاسی اور مذہبی حقوق کو پامال کرتے ہیں، تمہارے تہواروں میں تم سے جنگ آزما ہوتے ہیں اور تمہاری عبادتوں میں خلل ڈالتے ہیں تو یہ بھی اس لیے کہ حکومت تمہاری اور تمہارے حقوق کی حفاظت میں کوتاہی کرتی ہے ورنہ جس حکومت نے ترکِ تعاون کی تحریک کو شکست دے دی وہ کیا ہندو جاتی کو نہیں دبا سکتی؟ وہ ان کے مقابلے میں

آج بھی تمھیں سے زیادہ ڈرتی ہے۔ خیر اگر تم کو ان سے لڑنا ہی ہے تو کس ہتھیار سے لڑو گے؟ لٹھ پونگے میں تم اب بھی وَر ہو پھر پہلوانوں کے دنگل کر کے تنظیم کرانے سے کیا حاصل۔ اگر آج انگریز بیچ میں کود نہ پڑیں تو تم اب بھی ان سے بھگت لے سکتے ہو مگر بھلا انگریز تمھیں بھگت لینے دیں گے۔ ایک جگہ بھی تو آج تک دن بھر لڑائی نہ ہونے پائی۔ پولیس آ جاتی ہے، فوج آ جاتی ہے اور تم بالآخر ان سے نہیں اِس سے ڈر کر اپنے اپنے گھروں میں دبک کر بیٹھ جاتے ہو۔ پھر پکڑ دھکڑ شروع ہوتی ہے اور کوتوالیوں اور کچہریوں میں جنگ شروع ہو جاتی ہے۔ جن مسلمانوں کے لیے تم گلا پھاڑ پھاڑ کر چیخا کرتے تھے کہ سرکاری نوکریاں انھیں دی جائیں وہ تو اس خوف کے مارے کہ کہیں سرکار ان کو متعصب اور طرف دار سمجھ کر برخاست نہ کر دے بعض اوقات خود ہی ناکردہ گناہ مسلمانوں تک کو پھنسوا دیتے ہیں۔ سہارنپور میں کیا ہوا؟ وہ تو ہندو ہی ہیں جو خود تمھارے قول کے مطابق اپنے مجرموں تک کو چھڑا دیتے ہیں اور جو ہندو سبھا کے صدر سے بقرعید کی صبح ٹیلی فون پر احکام لیا کرتے ہیں کہ کس محلے میں اور کس بازار میں اور کس گلی میں زیادہ پولیس لگائی جائے اور کس میں کم، جب مقدمات کچہری میں پہنچ جاتے ہیں تو تمھارے یہاں وکیلوں کا کال پڑ جاتا ہے۔ خود تمھارا بیان ہے کہ عبدالرشید کے مقدمے میں ایک بیرسٹر صاحب نے چار سو روپے رکھوا لیے اور اگر شبِ ماقبل میں آٹھ بجے سے پہلے یہ رقم وصول نہ ہوگئی تو بوریا بندھنا باندھ اُسی وقت اسٹیشن کا رُخ کرنے کی دھمکی دی۔ نہ سیشن میں، نہ ہائی کورٹ میں کسی نامور مسلمان بیرسٹر نے پوری فیس لے کر پیروی کرنا قبول کیا۔

اس کی شکایت وکیلوں سے کی جاتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ روزمرہ تو مسلمان اپنے مقدمات کی پیروی کے لیے ہندو وکلأ کو بیش قرار فیس دیا کرتے ہیں لیکن جب فسادات واقع ہوتے ہیں اور یہ پکڑے جاتے ہیں تو مفت مقدمہ چلانے کے لیے ہم سے امید رکھی جاتی ہے۔ جب حالت یہ ہو تو کیا یہ بہتر نہیں کہ فسادات سے جہاں تک ہو سکے بچا جائے اور لٹھ پونگے کے اس قدر مستعدی کے اظہار سے اپنے تئیں اس جنگ میں مارے جانے

سے بچا جائے جس میں چھریاں اور تلواریں خون نہیں بہایا کرتیں اور جس میں بندوقیں اور ریوالور آگ نہیں برساتے بلکہ جن میں بہی کھاتوں پر قلم چلا کرتا ہے اور سود در سود کے ذریعے سے خون چوسا جایا کرتا ہے اور خرچ سمیت ڈگریاں اور قرقیاں دل جلایا کرتی ہیں۔ اگر سرکاری ملازمتیں ہی تمہیں تمہارا رزق پہنچا سکتی ہیں تو پھر مدارس کیوں نہیں قائم کرتے، امتحان کیوں نہیں پاس کرتے اور ڈگریاں حاصل کر کے، مقابلے کے امتحانات میں بیٹھ کر اور سب سے آگے رہ کر نوکریاں کیوں نہیں مانگتے؟ نہ ڈاکٹر صاحب کو وہ پرانا نسخہ یاد آتا ہے جو اس نبی کریمؐ نے لکھا تھا جو حکمت کو مسلمانوں کی کھوئی ہوئی پونجی بتلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اسے جس کے پاس دیکھو اس سے چھین لو۔ جس کی وہ کھوئی ہوئی پونجی ہے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے بہ نسبت اُس کے جسے وہ کہیں پڑی ہوئی مل گئی ہو۔

صحیح تنظیم سنگھٹن کی نقل نہیں ہے نہ جذبۂ انتقام سے اسے کوئی واسطہ، اگر ہندو بجائے تمہارے دشمن ہونے کے تمہارے سب سے زیادہ چہیتے دوست بھی ہوں اور سنگھٹن کا نام تک نہ لیں تب بھی تمہیں اپنی تنظیم تو کرنا ہی ہے اور اس کے لیے سنتِ مالویہ پر چلنے کی مطلق ضرورت نہیں، سنتِ محمدیہؐ موجود ہے۔ اسی پر چل کر مسلمان منزلِ مقصود تک پہنچ جائیں گے۔ جب تم میں اور کسی دشمن میں لڑائی ہو تو کیا ضرورت ہے کہ وہی ہتھیار استعمال کیا جائے جو اس کے پاس ہے، جادلھم بالتی ھی احسن، ہی کے ہتھیار سے بھی جو ہتھیار بہتر ہو وہ کیوں نہ استعمال کیا جائے۔ آج اگر مسلمان اقامت الصلوٰۃ ہی کے رکن دین پر عامل ہونے لگیں تو فتح انہیں کی ہے مگر یہاں تو ساری دینداری مسجدوں کے سامنے باجا نہ بجنے دینے میں ختم ہو گئی ہے۔ مسجدوں میں جا کر نماز سو میں سے بہ مشکل پانچ پڑھتے ہیں اور جو پڑھتے ہیں ان میں سے کتنے ہی ایسے ہیں جن کو اس کا زیادہ خیال ہے ٹخنے سے ٹخنا اور گھٹنے سے گھٹنا مل جائے چاہے دل سے دل ملے یا نہ ملے اور فکر ہے تو اس کی کہ میاں تم ہاتھ کہاں باندھتے ہو، آمین بالجہر کہتے ہو یا نہیں یا رفع یدین کرتے ہو یا نہیں کرتے، تمہارا پاجامہ گھٹنوں تک آتا ہے یا ٹخنوں سے نیچا ہے۔ اس

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کی کتنوں کو فکر ہے کہ میرے پاس نماز پڑھنے والے کے کپڑے تو اس قدر بوسیدہ ہیں کہ سترِ عورت تک مشکل ہے اور میں اس چکن پٹ ہوں کہ چاوڑی بازار اور ٹبی کی ''زیادہ خرچ بالانشین'' عورتوں کو مات ہے۔ اگر اقامت الصلوٰۃ صحیح طریقے پر کی جائے تو مسلمانوں سے زیادہ منظّم تو جرمن کی فوج بھی نہ ہو اور جرمن کی فوج پر تو لارڈ نارتھ کلف کے پروپیگنڈے کا جادو چل گیا تھا، اس فوج پر جو خدائی فوج داروں کی فوج ہے بھلا کس کا جادو چل سکتا ہے۔ پوری حریت اور پوری آزادی اور پوری جمہوریت سے اس کا امام چنا جائے اور ووٹ یورپ اور امریکہ کی طرح اپنی ذاتی خواہشوں کی پیروی میں نہ دیے جائیں بلکہ اسلام کے مقرر کردہ اصولوں کے مطابق۔ لیکن جب اس طرح امام چن لیا جائے اور نسلاً بعد نسلٍ اور بطناً بعد بطنٍ نہ رہے تو پھر تو اُس وقت تک جب تک کہ وہ حکمِ الٰہی اور سنتِ نبوی کی پیروی کرتا ہے اس کا اتباع اس طرح کیا جائے کہ کسی فوج کے جنرل کا بھی کبھی نہ ہوا ہو اور سمعنا واطعنا کا منظر ایک عالم کو پھر دکھلا دیا جائے...

حج اِس سارے نظام کی چوٹی ہے۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ کی قربانیوں کی یاد کو تازہ کرنا اور جاننا کہ یہ سب اسی لیے کی گئی تھیں کہ اسی وادیِ غیر ذی زرع میں افضل البشرؐ افضل الانبیاءؑ، سرورِ کونینؐ باعثِ تکوینِ دو عالم کو پیدا اور مبعوث ہونا تھا اور خیر الامم کے ذریعے سے خدا کا آخری پیغام چار وانگِ عالم میں ہر سننے والے کو سنوانا تھا اور پھر جو اس پیغام کو قبول کر چکے ہیں ان کا آپس میں مشورہ کرنا کہ جنہوں نے اب تک اسے قبول نہیں کیا ہے انہیں کس طرح اس پر آمادہ کیا جائے۔ جو رکاوٹیں وہ اس کام میں ڈال رہے ہیں ان کو کس طرح دُور کیا جائے اور خود اپنی اصلاح کس طرح کی جائے یعنی دوسرے اور مختصر الفاظ میں موتمر عالمِ اسلام کا منعقد کرنا۔ آج اگر یہ ہوا کرے تو پھر کون مسلمانوں کو شکست دے سکتا ہے۔ لیکن یہ تو بعد کے چار ارکان ہیں۔ پہلا رکنِ دین تو وہ ایمان ہے کہ ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین

یہ سبق ہم نے قرآن کریم سے حاصل کیا ہے لیکن اس کی تفسیر ہمارے لیے کسی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مولوی نے نہیں کی تھی بلکہ زیادہ تر خود اقبال نے کی تھی۔ میں ان سے پوچھتا ہوں کہ کیا انہیں نے ہمیں نہیں سکھایا تھا کہ

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

لیکن آج وہ ایمانِ براہیمی کا نسخہ ہمارے لیے تجویز نہیں کرتے بلکہ خود نمرود کا خیر مقدم کرتے ہیں اور ہم کو بھی یہ حکم دیتے ہیں کہ اس کو بھی سجدہ کرو گو وہ سورج کو مشرق کی بجائے مغرب سے نہیں نکال سکتا مگر یجی ویمیت اس کی شان بھی ہے۔ آج وہ ہماری نجات کو اجانب کے دستِ کرم میں بتاتے ہیں اور ہمیں ان کا دست نگر بناتے ہیں لیکن کیا انہیں نے ہمیں یہ سبق نہ سکھایا تھا کہ

آشنا اپنی حقیقت سے ہو اے دہقاں ذرا
دانہ تو، کھیتی بھی تو، باراں بھی تو، حاصل بھی تو
آہ، کس کی جستجو آوارہ رکھتی ہے تجھے
راہ تو، رہرو بھی تو، رہبر بھی تو، منزل بھی تو

...میں تو آج بھی اقبال اپنے محبوب اقبال سے کہتا ہوں کہ ساقیا تو آتش بجام آکر تو دیکھ شعلہ آشام اب بھی باقی ہیں...تعجب ہے کہ آج تو بھی لالہ جی کے خوف سے او گلوی صاحب کی گود میں گھسا جاتا ہے...تو نڈر ہو کر مسلمانوں کو پھر بیدار کر، اور مسلمانوں ہی کو نہیں بلکہ ہندوؤں کو بھی، جو ہم سے بھی زیادہ خوف زدہ ہیں۔ فقط مسلم لیگ ہی کو نہ جگا بلکہ کانگریس کو بھی ہوشیار کر ع

پھر دیکھ خدا کیا کرتا ہے

روزنامہ ہمدرد (دہلی)، ۲۱ اگست ۱۹۲۷ء

☆

اقبال سے اختلاف کی انتہا پر پہنچ کر مولانا محمد علی جوہر نے ان کے ساتھ اپنے اتفاقِ رائے کی اصل گہرائی کو ظاہر کر دیا۔ انہوں نے سب سے بڑے مخالف سے جنگ میں باقی حریفوں کے ساتھ صلح کرنے کا جو اصول بیان کیا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اقبال نے بھی تو اُسی کے مطابق انگریز حکومت سے صلح کر رکھی تھی۔ البتہ مولانا محمد علی کے خیال میں انگریز حکومت، ہندو اکثریت سے زیادہ بڑی دشمن تھی۔ فیصلہ صرف وقت کر سکتا تھا اور وہ جلد کرنے والا تھا۔

☆

اقبال نے کہیں سے پلاؤ پکانے کی یہ ترکیب سنی کہ ٹماٹروں کا پانی ڈال کر پکایا جائے۔ سردار بیگم نے اگلے ہی روز یہ ترکیب آزمائی۔ "یہ تو واقعی بہت لذیذ ہے،" اقبال نے کہا۔ "اب جب بھی پلاؤ پکائیں تو یہی طریقہ استعمال کیا کریں۔"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۲۸۔ وسیمہ مبارک کی روایت ہے۔زمانے کا تعین نہیں ہے لیکن اِس واقعے میں مختار بیگم کا ذکر نہیں ہے اِس لیے قیاس ہے کہ اُن کی وفات کے بعد ہوا ہو گا۔

☆

۴ر ستمبر تھی۔ لاہور میں کشمیری بازار کے متصل کوٹھی داران میں دس ہزار کے قریب افراد جمع تھے۔ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے انجمن قائم ہو رہی تھی۔ علامہ اقبال جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔ اہلِ محلّہ کو مبارکباد دی۔ آخر میں ایک مختصر تقریر میں تین باتوں پر زور دیا:

☆ قرآن شریف کی آیت وکذالک جعلنا کم امۃ وسطاً کی روشنی میں مسلمانوں کو میانہ روی اختیار کرنی چاہیے۔ فضول مصارف ترک کر دیں۔

☆ حدیث شریف الکاسب حبیب اللّٰہ کے مطابق ہر مسلمان کو کچھ نہ کچھ کمانا چاہیے۔

☆ مسلمانوں کو آپس میں اعتماد کی فضا قائم کرنی چاہیے۔ مسلمان دکانداروں کی مدد کرنی چاہیے۔ باہمی اشتراک سے چلنے والی کمپنیاں کھولنی چاہئیں۔

کوئی نانبائی روٹی مہنگی بیچتا تھا۔ ایک عورت نے شوہر سے کہا کہ بازار سے گندم لا کر خود روٹی تیار کرے گی تو شوہر نے جواب دیا کہ نانبائی آخر محلے والوں ہی کے بھروسے پر بیٹھا ہے، اُس سے قطع تعلق نہ کرنا چاہیے۔ یہ حکایت شیخ سعدی نے بیان کی تھی۔ علامہ نے اپنی تقریر میں پیش کی۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۷نومبر ۱۹۲۷ء

علامہ اقبال کئی ماہ سے کہہ رہے تھے کہ مسلمانوں کو اپنی اصلاح اور تنظیم کی ضرورت ہے۔ اصلاح اور تنظیم کا مفہوم

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جو علامہ کے ذہن میں تھا وہ اِس مختصر تقریر میں پوری طرح سامنے آ گیا۔

یہ اُس مفہوم سے مختلف تھا جو بعض جوشیلے رہنماؤں نے پیش کیا تھا جن کے مطابق اصلاح اور تنظیم کے معانی یہ تھے کہ مسلمان مذہب کے انفرادی اور نجی پہلو پر سختی سے زور دیں اور جو متفق نہ ہو اُس کے اسلام کو مشکوک سمجھیں۔ اُس رجحان کی مخالفت مولانا محمد علی جوہر بھی کر رہے تھے۔ ہمدرد کے ایک مضمون میں اُسے سُنّتِ محمدیہؐ کی بجائے ''سُنّتِ مالویہ'' قرار دیا تھا۔

☆

۸ نومبر کو حکومت نے اعلان کیا کہ آیندہ آئین کے لیے تجاویز پیش کرنے والے کمیشن کی قیادت سر جان سائمن کریں گے۔ کمیشن میں صرف انگریز شامل تھے۔ کسی ہندوستانی کے نام کا اعلان نہیں کیا گیا۔

اگلے روز پنجاب پراونشل مسلم لیگ کے جنرل سیکرٹری کی حیثیت میں علامہ اقبال نے سائمن کمیشن کے بارے میں بیان جاری کر دیا۔ ممکن ہے کہ انگریزی میں جاری ہوا ہو مگر صرف چند روز بعد انقلاب میں شائع ہونے والا اُردو متن دستیاب ہے۔

بیان

کمیشن میں کسی ہندوستانی کا نہ ہونا غیر متوقع، مایوس کن اور تکلیف دہ ہے۔ ایک ایسے کمیشن میں، جو ہندوستان کی قسمت کا فیصلہ کرنے والا ہے اور جس کے ہاتھ میں یہاں کے قانون اساسی کا مستقبل ہے، کسی ہندوستانی کا نہ ہونا میرے نزدیک انگریزی نقطہ خیال سے بھی ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ لیکن ہندوستانیوں کے لیے کمیشن کی رکنیت کا دروازہ بالکل بند رہنے کے متعلق رائے دیتے وقت ملک کی موجودہ افسوسناک حالت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی مختلف اقوام کے باہمی اختلافات اور الم انگیز کش مکش کو مدِنظر رکھتے ہوئے پارلیمنٹ کے لیے اور کوئی راستہ باقی نہ تھا۔ بہرحال کمیشن میں ہندوستانی ممبر نہ ہونے کے ایک بڑی حد تک ہم خود بھی ذمہ دار ہیں۔ میرے خیال میں اگر ہندوستانی ان تمام واقعات پر ایک منصفانہ نگاہ ڈالیں جو گذشتہ دو چار سال میں پیش آئے ہیں تو انھیں کمیشن کی رکنیت سے محرومی کا راز خود بخود معلوم ہو جائے گا۔ بلاشبہ کمیشن میں کسی ہندوستانی

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کا نہ لیا جانا ہندوستان کے وقار پر حملہ ہے۔ لیکن یہ حملہ میرے نزدیک اس بات کا نتیجہ نہیں کہ برطانوی پارلیمنٹ کو ہندوستان کے فہم و ادراک یا دماغی قابلیت کے متعلق سوءظن ہے، بلکہ اس کی وجہ وہ بے اعتمادی اور بدظنی ہے جو ہندوستان کی مختلف اقوام کو ایک دوسرے کے متعلق ہے۔

اگر کمیشن میں ہندوستانی ممبروں کو لیا جاتا تو مسلمانوں کے سرکردہ آدمیوں میں سے غالباً مسٹر جناح یا سر علی امام پر نظر انتخاب پڑتی۔ یہ دونوں مخلوط انتخاب کے حامی ہیں اور یہ امر پنجابی نقطہ خیال سے موجب اطمینان نہ تھا۔ مرکزی مجلس وضع قوانین کے ارکان میں سے ایک امدادی مجلس بنانے کی جو تجویز کی گئی ہے وہ اگرچہ کمیشن کی ممبری سے محروم کرنے کا کوئی اچھا معاوضہ نہیں، تاہم فائدے سے بالکل خالی بھی نہیں کیونکہ اس مجلس کی وساطت سے قومی اور ملکی نقطۂ نظر کمیشن پر واضح ہو سکے گا۔ لیکن پنجابی نقطہ خیال سے یہ مجلس بھی موجب اطمینان نہیں۔ کیونکہ اسمبلی کے سرکردہ ارکان میں جن لوگوں کے مجلس میں منتخب ہو جانے کا امکان ہے مثلاً مسٹر جناح، نواب محمد اسماعیل خان، تصدق احمد خان شروانی، مولوی محمد یعقوب، یہ سب مخلوط انتخاب کے حامی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ وہ جن حلقوں کے نمایندے ہیں وہاں مسلمانوں کی آبادی کم ہے۔

باقی رہا کمیشن کے مقاطعہ یا عدم مقاطعہ کا مسئلہ، تو میں اس کے متعلق ابھی اپنی رائے ظاہر کرنا پسند نہیں کرتا۔ معاملہ نہایت اہم ہے۔ مسلمانوں کی مختلف جماعتوں کو اس پر پورا غور و فکر کرنا چاہیے۔ پراونشل مسلم لیگ کا ایک جلسہ ۱۳ نومبر کو ہوگا جس میں طریق کار کا فیصلہ کیا جائے گا۔ چونکہ معاملہ بہت اہم ہے اس لیے ممکن ہے کہ ایک جلسہ میں فیصلہ نہ ہو سکے۔ بہر حال جب تک (پراونشل) لیگ کسی متفقہ فیصلہ پر نہ پہنچ جائے جنرل سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے میں اپنی رائے ظاہر نہیں کرنا چاہتا۔ اتنا کہہ دینے میں مجھے تامل نہیں کہ اتحاد کانفرنسوں کی ناکامی اور دیگر رنج دہ حالات نے مسلمانوں کو اس پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ بحیثیت اقلیت اپنی پوزیشن اور اپنے مفاد کا خاص خیال رکھیں لیکن ابھی وقت ہاتھ سے نہیں گیا۔ اگر ہندوستان کی مختلف قوموں کے نمایندے مل کر پھر ایک دفعہ تمام قوموں کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی کوشش کریں تو عجب نہیں کہ کوئی قابل عمل نتیجہ پیدا ہو جائے مگر شرط یہ ہے کہ اس مرتبہ محض سیاسی اختلافات کو دور کرنے اور ان کے متعلق سمجھوتہ پر پہنچنے کی کوشش کی جائے۔ مذہبی امور زیر بحث لانا، جیسا کہ پہلے ہوتا رہا ہے بالکل بے سود ہوگا۔ اور نہ تنہا مذہبی معاملات کے متعلق اتفاق تمام اختلافات کو مٹا سکتا ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۱۲ نومبر ۱۹۲۷ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

جداگانہ انتخاب کو علامہ اقبال ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ سمجھتے تھے۔ ان کا کہنا تھا، ''اس کی وجہ کسی حد تک تو مسلمانان ہند اور خاص کر مسلمانان پنجاب کی موجودہ اقتصادی حالت ہے لیکن بڑی وجہ فرقہ وار امن و آشتی کے قیام کا احتمال ہے، جو میرے خیال میں صرف جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب ہی سے متعین ہوسکتا ہے۔ اگر ایک ہی حلقہ سے دو یا دو سے زیادہ ایسے امیدوار انتخاب کے لیے کھڑے ہوگئے جن کے مذہب مختلف ہوں تو ان لوگوں کی طرف سے بدترین مذہبی احساسات کو مشتعل کرنے کا بہت بڑا احتمال بلکہ گمان غالب ہے، جو جداگانہ فرقہ وار انتخاب کی صورت میں مذہبی فرقہ بازی اور برادری کے احساسات سے فائدہ اُٹھانے پر بھی شرمسار نہیں ہوتے۔''

دیکھ چکے تھے کہ گزشتہ دو انتخابات اگرچہ جداگانہ بنیاد پر ہوئے تھے لیکن ایک ہی مذہب سے تعلق رکھنے والے امیدواروں کے درمیان بھی ذات، برادری اور نسلی امتیازات کی بنیاد پر شدید تعصّبات کا اظہار ہوا تھا۔ اگر ہندو اور مسلمان امیدوار ایک ہی حلقے میں ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہوں تو باہمی نفرت اور مخالفت کا طوفانِ بدتمیزی کس عروج پر پہنچے؟

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۲۸ء۔ گفتار اقبال

☆

۱۳ نومبر تھی۔ پنجاب پراونشل مسلم لیگ کا اجلاس میاں سر محمد شفیع کے مکان پر ہوا۔ وہ صدارت کر رہے تھے۔ قرارداد پیش کی کہ موجودہ حالات میں آئینی کمیشن سے تعاون نہ کرنا ملک کے مفاد میں بالعموم اور مسلمانوں کے مفاد میں بالخصوص نقصان دہ ہوگا۔ ملک برکت علی نے ترمیم پیش کی۔ مسترد ہوئی۔ اصل قرارداد ہی منظور ہوئی۔

جنرل سکرٹری کے طور پر علامہ اقبال نے بیان جاری کر دیا۔ بنیادی نکتہ یہ تھا کہ اقلیتوں کو اپنی اپنی تہذیبوں کے مطابق نشو و ارتقا حاصل کرنا چاہیے خواہ مغرب کے دستوری اصول سے یا کسی اور مناسب ذریعے سے حاصل ہو۔

بیان

پنجاب پراونشل مسلم لیگ نے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر کامل غور و خوض کے بعد ایک قرارداد منظور کی ہے، جس کا

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مفاد یہ ہے کہ کمیشن کا بائیکاٹ ملکی زاویہ نگاہ سے علی العموم اور اسلامی نقطہ نگاہ سے علی الخصوص نقصان رساں ہوگا۔ میرے خیال میں یہ قرارداد پنجابی مسلمانوں کے احساسات کا آئینہ ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ دوسرے صوبوں کے مسلمان بھی موجودہ حالات میں اپنے آپ کو ملک کی قلیل التعداد جماعت تصور کرتے ہوئے کمیشن کے متعلق موزوں طریق کار تجویز کریں گے۔ میں انھیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ اس معاملہ میں صاف گوئی سے کام لیں، جو اس ملک میں ان کی قسمتوں کا فیصلہ کرنے والا ہے۔

سر جان سائمن صدر کمیشن نے نہایت صحیح کہا کہ کمیشن کا فرض محض یہ ہوگا کہ ہندوستان کی طرف سے جو مختلف تجاویز پیش ہوں ان کی روئداد پیش کرے اور ان پر غور و خوض کرے۔ اس ملک کی قلیل التعداد جماعتوں کو رائل کمیشن کی آمد سے بڑھ کر اپنے اندیشے، اپنی امیدیں اور اپنے مقاصد ظاہر کرنے کا اور کوئی موقع نہیں مل سکتا۔ میری رائے میں ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنی اپنی تہذیبوں کے مطابق نشو و ارتقا حاصل کریں۔ یہ مقصد حاصل ہونا چاہیے خواہ مغرب کے دستوری اصول سے حاصل ہو یا کسی دوسرے ایسے ذریعہ سے جو وقت کے مطابق ہو اور لوگوں کی ضروریات پوری کرے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۱۸/نومبر ۱۹۲۷ء

☆

۲۴ نومبر کو لندن کے دارُ الاُمرأ (House of Lords) میں لارڈ برکن نے کہا کہ ہندوستان میں مختلف فرقوں کے شدید اختلافات ہی کی وجہ سے رائل کمیشن میں کوئی ہندوستانی شامل نہ کیا جا سکا۔ اُسی صبح لندن کے اخبار ٹائمز میں سید امیر علی کی طرف سے اِسی قسم کا مضمون شائع ہوا تھا۔

گفتار اقبال حاشیہ ۹

☆

لارڈ برکن کے بیان کے جواب میں بعض ہندوستانی رہنماؤں کی طرف سے بیان شائع ہوا۔ محمد علی جناح بھی شامل تھے۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۲۷ء۔ گفتار اقبال

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

کلکتہ کے سر عبدالرحیم کے خیال میں شاہی کمیشن کا مقاطعہ کافی نہ تھا۔ تجویز پیش کی کہ ہندوستان کی تمام جماعتیں آپس میں مل کر ایک دوسرے کے ساتھ تصفیہ کر لیں۔ اسے برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیں۔ ثابت ہو جائے گا کہ ہندوستان میں ایک متحد قوم رہتی ہے۔

سر عبدالرحیم نے اس مقصد کے لیے ہندوستانی جماعتوں کی راؤنڈ ٹیبل کانفرنس تجویز کی۔ ہندو مہاسبھا کی طرف سے لالہ لاجپت رائے نے تائید کی مگر کہا کہ تمام اختلافی مسائل اور فرقوں کے درمیان تصفیے کو حکومت پر چھوڑ کر باقی معاملات کے بارے میں اسکیم تیار کر لینا بہت کافی ہوگا۔ پنڈت مدن موہن مالوی نے کہا کہ ہندوستانی جماعتوں کو خود ہی آئینِ اساسی تیار کر لینا چاہیے۔

علامہ اقبال کے خیال میں ان تدبیروں سے کچھ حاصل نہ ہو سکتا تھا۔ ہندوستان میں فرقوں کے درمیان اختلاف ایک حقیقت تھی جس پر پردہ ڈالنے کی ہر کوشش ناکام ہونے والی تھی۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۲۷ء۔ گفتار اقبال

☆

۸ دسمبر تھی۔ آئینی کمیشن کے بارے میں علامہ اقبال، نواب سر ذوالفقار علی خاں، صوبہ سرحد کے نواب سر عبدالقیوم خاں، میاں عبدالحئی، سید راجن شاہ اور جماعتِ احمدیہ کے لاہوری گروپ کے بانی مولوی محمد علی کی طرف سے مشترکہ بیان شائع ہوا:

- ☆ لارڈ برکن کے ۲۷ نومبر کے بیان نے آنکھیں کھول دی ہیں۔
- ☆ محمد علی جناح اور اُن کے ساتھیوں کا بیان ملک کے موجودہ حالات سے بے حسی ظاہر کرتا ہے۔
- ☆ ہندوؤں اور اقلیتوں کے درمیان مشترکہ لائحہ عمل اُسی وقت وجود میں آ سکتا ہے جب پہلے فرقہ وارانہ اختلاف کا "فیاضانہ اور منصفانہ تصفیہ" کر لیا جائے۔

[بیان سے اقتباس]

ہم نہایت عاجزی سے اپنے اہل وطن کو بالعموم اور مسلمان بھائیوں کو بالخصوص متنبہ کرنا

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

چاہتے ہیں کہ مقاطعہ کی لاحاصل روش اختیار کرنے سے، جیسا کہ مسٹر جناح اور ان کے ہم خیالوں نے تجویز کی ہے، افسوس اور ندامت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو متنبہ کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ انھیں اس موقع پر نا قابل مصالحت مزاحمت کا رویہ ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے۔ یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہم اپنے ان حقوق کا تحفظ کر لیں جو ہندو ہمیں دینے سے انکار کر رہے ہیں۔ باوجودیکہ جناب وزیر ہند اس امر کی دعوت دے چکے ہیں کہ آئین حکومت کے متعلق تجاویز پیش کی جائیں اور یہ دعوت ابھی تک قائم ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سیاسئین اس اہم سیاسی مسئلہ کا تصفیہ کرنے میں محض اس خوف سے پہلو تہی کر رہے ہیں کہ انھیں اس ملک کی قلیل جماعتوں کے منصفانہ حقوق تسلیم کرنے پڑیں گے۔ اس لیے ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کو ان تباہ کن نتائج و عواقب سے باخبر کر دیں جو ایک ایسے کمیشن کا مقاطعہ کرنے سے پیدا ہوں گے، جو ہندوستان کی اقلیتوں کے ساتھ انصاف کرنے کی پوری ضمانت لے کر آ رہا ہے۔ جن مسلمانوں نے مسٹر جناح کے اعلان پر دستخط کیے ہیں ان میں سے بعض تو ایسے صوبوں سے تعلق رکھتے ہیں جن میں مسلمان آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ ان کی روش پنجاب اور بنگال ایسے صوبوں کے مسلمانوں کی حکمت عملی کو تبدیل یا وضع نہیں کر سکتی۔

اس معاملہ میں سر عبدالرحیم اور کلکتہ کے سربرآوردہ مسلمانوں کے درمیان زبردست اختلاف رائے ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمام جماعتوں کی ایک 'راؤنڈ ٹیبل کانفرنس' منعقد کر کے ہندوستان کی ضعیف و درماندہ قومیت کو سہارا دیں۔ وہ اس رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ ایک طرف تو اہل ہند کمیشن کا مقاطعہ کریں، دوسری جانب ساتھ ہی ساتھ آپس میں تصفیہ کر کے رہنے سہنے کی ایک سکیم تیار کر لیں، جسے تمام جماعتوں کی منظوری حاصل کرنے کے بعد برطانوی پارلیمنٹ کے سامنے رکھ دیا جائے۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کی یہ تخیل آرائی ناکام ہو کر رہے گی، کیونکہ ملک کی تین منظّم جماعتیں بھی ایک

مشتر کہ اعلان نہیں کر سکیں: آل انڈیا مسلم لیگ، ہندو مہا سبھا اور کانگرس۔ تینوں نے جداگانہ تجاویز ملک کے سامنے رکھی ہیں۔ اسی خیال کو پنڈت مالوی کی تجاویز مقاطعہ کی تائید مزید بھی حاصل ہو گئی ہے۔ جنھوں نے منجملہ دیگر امور کے ہندوستان کا دستور اساسی مرتب کرنے کی تجویز بھی کی ہے۔ اس وقت تک ہندو رائے عامہ کے ذمہ دار رہنماؤں نے اس تجویز کے قبول کرنے کی طرف میلان کا اظہار نہیں کیا۔ ان تمام متضاد و متخالف عناصر کے ہوتے ہوئے اس امر کی کیا ضمانت ہے کہ سر عبدالرحیم کے پاکیزہ خیالات کو باہم جھگڑنے والی جماعتوں کی تائید حاصل ہو جائے گی۔

سید امیر علی نے لنڈن ٹائمز کی ایک اشاعت، میں ہندوستان کی اصلی حالت کا جو قابل قدر انکشاف کیا ہے، وہ ہماری سیاسی نظارگی کو اور بھی صاف کر دیتا ہے۔ ہمارا صاف اور غیر مبہم رویہ اس خیال پر قائم ہے کہ ملک کی اکثریت سے اپنے منصفانہ حقوق حاصل کرنے میں ناکام رہ کر ہم یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ ایسا قیمتی وقت ضائع کرنا ہمارے اہم مفاد کے منافی ہوگا۔ ہندوؤں کو اچھی طرح جان لینا چاہیے کہ ہم باہمی اختلافات کے تصفیہ کے معاملہ کو مزید التوا میں ڈالنے کے لیے آمادہ نہیں ہو سکتے جیسا کہ ہندو مہا سبھا کے معتقدین اور خود لالہ لاجپت رائے نہایت ہوشیاری سے کہہ رہے ہیں۔ لالہ لاجپت رائے 'راؤنڈ ٹیبل کانفرنس' کے انعقاد کی تجویز کرتے ہیں، مگر تمام اختلافی مسائل کو، خصوصاً فرقہ وار نیابت کے معاملہ کو، اہل برطانیہ کی ثالثی پر چھوڑ دینے کے خواہاں ہیں۔ مسلمان ایسی چالوں سے ناواقف نہیں۔ ملک کی اکثریت کو چاہیے کہ ابھی ہمارے ساتھ دیانت دارانہ مفاہمت کر کے مسلمانوں کے دل میں اپنا اعتماد پیدا کریں۔ مسلمانوں کو محض اعمال ہی قائل کر سکتے ہیں، اقوال اور بلند بانگ دعوؤں سے کچھ نہ بنے گا۔ کیونکہ مسلمان بیش بہا تجارت کے بعد قدرے سوچ بچار کے عادی ہو گئے ہیں۔

ہم نہایت جرأت اور زور سے کہتے ہیں کہ ہم کرایہ کے ٹٹو بننے کے لیے تیار نہیں۔ مسٹر جناح اور دیگر حضرات نے یہ فقرہ اڑا لیا ہے کہ ہماری خودداری ہمیں 'رائل کمیشن' کی

تائید کی اجازت نہیں دیتی۔ ہم اس کے برعکس یہ کہتے ہیں کہ فرقہ وار جنگ اور خودداری یکجا قائم نہیں رکھی جاسکتیں۔ تدبر کا اقتضا یہ ہے کہ اس نازک موقع پر جذبات کو عقل اور دلیل پر حاوی نہ ہونے دیں۔

نواب سر ذوالفقار علی خاں، رکن مجلس ہند

ڈاکٹر سر محمد اقبال، رکن مجلس پنجاب

نواب سر عبدالقیوم خاں (صوبہ سرحد)، رکن مجلس ہند

میاں عبدالحئی، رکن مجلس ہند

سید راجن شاہ، رکن مجلس ہند

مولوی محمد علی، امیر جماعت احمدیہ

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۸دسمبر ۱۹۲۷ء۔

☆

۲۰ نومبر تھی۔ آل انڈیا مسلم لیگ کونسل نے فیصلہ کیا کہ اس دفعہ سالانہ اجلاس لاہور میں ہو۔ میاں سر محمد شفیع صدارت کریں۔ انہوں نے قبول کر لیا۔ سکرٹری ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے احتجاج کیا۔ زبانی استعفیٰ دے دیا۔ علامہ اقبال اور ملک فیروز خاں نون نے ان سے درخواست کی کہ مزید غور کریں۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۱۴ دسمبر۔ گفتار اقبال

☆

میاں سر محمد شفیع سے بعض لوگوں نے کہا کہ صدارت کے لیے سر آغا خاں زیادہ موزوں رہیں گے۔ میاں شفیع مان گئے مگر اِس شرط کے ساتھ کہ سر آغا خاں جداگانہ انتخاب کی حمایت کریں گے۔ اخبار میں خبر چھپ گئی۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۱۴ دسمبر۔ گفتار اقبال

☆

علامہ اقبال اور کونسل کے دوسرے ارکان کے لیے ناخوشگوار حیرت کا مقام تھا جب ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ کونسل کا ایک اور اجلاس ۱۱ دسمبر کو دہلی میں منعقد کیا جا رہا ہے۔ سالانہ جلسے کی صدارت پر دوبارہ غور کیا جائے گا۔

ڈاکٹر کچلو سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مدراس کے تین حضرات اور بنگال کے دو حضرات نے تجویز پیش کی تھی۔ ان حضرات کے خطوط مانگے گئے۔ وہ امرتسر میں رہ گئے تھے۔ ڈاکٹر کچلو نے کہا کہ بعض لوگ جناح صاحب کے پاس بھی گئے تھے اگرچہ معلوم نہیں کہ کون تھے اور کتنے تھے۔

علامہ اقبال کے نزدیک مسئلے کا سب سے تکلیف دہ پہلو یہ تھا کہ اجتماع کے اصول کی نفی ہو رہی تھی۔ لیگ کے آئین کے مطابق سکرٹری کو کونسل کا اجلاس بلانے کا حق حاصل تھا مگر لیگ کی پوری تاریخ میں کبھی کسی سکرٹری نے اس حق کو یوں استعمال نہیں کیا تھا کہ کونسل کے ایک فیصلے سے ذاتی اختلاف ہو تو اُسے پسِ پشت ڈال کر دوسرا اجلاس بلوا لے۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۱۴ دسمبر۔ گفتار اقبال

☆

۱۱ دسمبر کو دہلی میں حکیم اجمل خاں کے مکان پر مسلم لیگ کونسل کا وہ اجلاس ہوا جو ڈاکٹر سیف الدین کچلو نے لاہور والے اجلاس کے فیصلے کے خلاف بلوایا تھا۔ ڈاکٹر ضیاء الدین (علی گڑھ)، مسٹر عبداللہ اور مولانا حسرت موہانی کونسل کے عہدہ داروں کے رویے کو لیگ کے آئین کے خلاف قرار دے کر احتجاجاً اجلاس سے نکل گئے۔ اجلاس میں فیصلہ ہوا کہ لیگ کا سالانہ جلسہ کلکتہ میں ہو۔ مولوی محمد یعقوب صدارت کریں۔ صاف ظاہر تھا کہ ایسے اجلاس میں وہ گروہ حاوی ہوتا جو مخلوط انتخابات قبول کرنے اور آئینی کمیشن کا مقاطعہ کرنے پر تیار تھا۔ اس گروہ کے قائد محمد علی جناح تھے۔

یوں آل انڈیا مسلم لیگ دو گروہوں میں بٹ گئی۔ کونسل کے اصل فیصلے پر قائم رہنے والا گروہ شفیع گروپ کہلایا۔ نیا گروہ جناح گروپ بن گیا۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۱۴ دسمبر۔ گفتار اقبال

☆

جس جماعت نے اکیس برس پہلے سنی، شیعہ، اسماعیلی فرقوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر کے اسلامی تاریخ کا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حیرت انگیز معجزہ سرانجام دیا تھا اب اُس کا اپنا اتحاد پارہ پارہ ہو چکا تھا۔۱۴ دسمبر کو علامہ اقبال نے ملک فیروز خاں نون کے ساتھ بیان جاری کیا۔ اصرار کیا کہ سالانہ جلسہ لاہور ہی میں ہو خواہ جنوری کے آخری ہفتے میں یا ایسٹر کی تعطیلات میں ہو۔ ڈاکٹر کچلو کے متنازعہ اقدامات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے کہا:

> اب یہ دیکھنا جمہور کا کام ہے کہ آیا وہ ایک فیصلہ کہ جسے وہ پسند نہیں کرتے تھے مسترد کرانے کے لیے دوسرے جلسہ کو مدعو کرنے میں حق بجانب تھے یا نہیں...کلکتہ میں اجلاس منعقد کرنے کے وجوہ کچھ اور ہی ہیں۔ اور وہ نہیں جو ہمیں یا پبلک کو بتائے جا رہے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ کلکتہ میں مشترکہ حلقہ ہائے انتخاب کے متعلق ۲۰ مارچ کی منظور کردہ تجاویز دہلی کو مسلمان قوم کے سر منڈھنے کا موقع لاہور کی بہ نسبت بہت زیادہ ہے۔ کیونکہ مسلمانان پنجاب متفقہ طور پر جداگانہ حلقہ ہائے انتخاب کے حامی ہیں۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۱۶ دسمبر ۱۹۲۷ء

☆

علامہ اقبال اور فیروز خاں نون کے بیان کے جواب میں جناح کی طرف سے ایک سخت بیان جاری ہوا۔ ۱۹ دسمبر کو علامہ اقبال اور نواب سر ذوالفقار علی خاں نے اس کا جواب اخبارات کو جاری کیا۔

ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست کے بارے میں یہ علامہ اقبال کی طرف سے اب تک کیا جانے والا سب سے زیادہ مفصل تبصرہ تھا۔ آیندہ اُن کے اہم ترین سیاسی تصورات کی بنیاد بننے والا تھا۔ تب کوئی نہیں جانتا تھا کہ بظاہر جناح کے خلاف زہر میں ڈوبے ہوئے فقروں سے سجی یہی دستاویز کبھی خود جناح کا مدعا بن جائے گی جس کی حفاظت کے لیے وہ اپنی خودی کو مٹا کر قائداعظم بنیں گے۔

بیان

[از ڈاکٹر سر محمد اقبال اور نواب سر ذوالفقار علی خاں]

مسٹر جناح اپنے جوابی اعلان میں بعض نامعلوم وجوہ سے اُلٹا الزام دینے پر اُتر آئے ہیں۔ اور یہ کاروائی انھوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نے غالباً اس لیے کی ہے کہ جس موجودہ سیاسی حالت پر ہم نے زور دیا تھا اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کریں۔

موجودہ نازک وقت کا اہم مقصد تمام خیر خواہان ملک کے لیے ایک ہے، جو بڑی بے چینی سے محسوس کرتے ہیں کہ ان کے ملک کی قسمت زندگی اور موت سے وابستہ ہے، لیکن بدقسمتی سے اس ابتلا کے زمانہ میں ایسے آدمی ہندوؤں میں نہیں آئے، جو پردہ اُٹھا کر اپنے ملک کے حقوق کا صحیح فیصلہ دیوتاؤں سے کرائیں۔ ہندوستان کی بدقسمتی سے بمبئی اور کلکتہ کے سرمایہ داروں کو انگلیوں پر نچانے کا موقع مل گیا ہے۔

ہم نے پہلے بھی وضاحت کر دی ہے کہ مختلف اقوام باہمی خون ریزی کے ہولناک مظاہروں میں مصروف ہیں، جس سے ہندوستان کی خودداری خاک میں مل گئی ہے۔ مسٹر جناح اور ان کے رفقا نے بدقسمتی سے قومی زندگی کی ایسی حالت کا تصور کر رکھا ہے جو حقیقت میں مفقود ہے۔ ہاں ہم ان حضرات سے پوچھتے ہیں کہ اس قومی تضحیک کا اصلی ذمہ دار کون ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدا مسلمانوں نے ہرگز نہیں کی۔ وہ ہندوؤں سے بمنت درخواست کرتے رہے ہیں کہ اقلیتوں کے جائز حقوق کے متعلق وہ اپنے غیر متبدل رویہ کو ترک کر دیں۔ مسٹر جناح کو بخوبی معلوم ہے کہ تقرر کمیشن کا اعلان ہونے سے بہت پہلے مسلمانوں نے متعدد مرتبہ اکثریت سے درخواست کی کہ باہمی اختلافات کا تصفیہ کرائیں۔ پھر مؤتمر اتحاد شملہ میں مسلمانوں نے ایک مرتبہ پھر اپنے شکوے کی آواز بلند کی۔ اور اب اس موقع پر پھر مسلمان ان کو صلح کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس تماشے میں مسٹر جناح چیف ایکٹر رہے ہیں۔ کیا وہ ہم کو بتلا سکتے ہیں کہ ان کو کبھی ہندوؤں کی جانب سے سوائے سخت ہٹ دھرمی کے اور کوئی جواب ملا؟ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ مسلمان اور ہندو صرف اتفاق اور اتحاد سے ہندوستان میں مستحکم سیاسی سلسلہ قائم کر سکتے ہیں لیکن اکثریت کا خیال ہے کہ ہمارے اتحاد عمل کے بغیر بھی وہ سوراج کی منزل مقصود پر پہنچ سکتے ہیں۔ اس خیال کی مزید تائید اس راز کے افشا ہونے سے ہو گئی ہے کہ ہندو رہنما برطانوی حزب العمال کے ساتھ خفیہ سازشوں میں مصروف ہیں۔

رائٹ آنریبل سید امیر علی نے حال ہی میں جو پیغام بھجوایا ہے، ہمارے لیے یقینی طور پر دلیل راہ ہے۔ آپ کا وہ مشورہ جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجایش نہیں رہی ہے، یہی ہے کہ ہمیں کمیشن کا مقاطعہ ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ لیکن مسٹر جناح اور ان کے مسلمان دوست جان بوجھ کر اصرار کرتے ہیں کہ کمیشن کے مسترد کرنے میں ہمیں ہندوؤں کی حمایت کرنی چاہیے۔ مسٹر جناح ہماری آنکھوں میں خاک جھونکنا چاہتے ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

آپ فرماتے ہیں کہ حکومت برطانیہ نے ہمیں جداگانہ نیابت دینے کا حلفیہ وعدہ کر رکھا ہے اور جب تک ہم اس مطالبہ پر مستحکم رہے حکومت ہم کو اس استحقاق سے ہر گز محروم نہ کرے گی۔ اخبار ہندوستان ٹائمز جو مہا سبھا کا پرچہ ہے اس دعویٰ کو غیر معتبر سمجھتا ہے اور لکھتا ہے کہ مانٹیگو چیمسفورڈ کی رپورٹ میں اس کی کوئی ذمہ داری نہیں اٹھائی گئی۔ ہم اس رپورٹ کے مفہوم کو جو ہندوستان ٹائمز ظاہر کرتا ہے تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن افسوس کرتے ہیں کہ مسٹر جناح خود مخلوط انتخاب کی تلقین کر کے حکومت کو اس وعدے کے خلاف کرنے پر بزور مجبور کر رہے ہیں۔ اس لیے مسٹر جناح کا اس قسم کا اطمینان دلانا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

ملازمتوں کا سوال اگرچہ کمیشن کے حدود اختیارات سے باہر ہے، لیکن یہ بھی ہماری مستعدی اور استقلال پر منحصر ہے جو ہم فریق مخالف کو اس مسئلہ کے حل کرنے پر مجبور کرنے میں دکھائیں گے۔

مسٹر جناح نے عجیب دقت نظر سے اپنے تین دل پسند امور پر زور دیا ہے۔ یعنی خودداری، مادر ہند سے وفاداری اور مقاطعہ کے فوائد۔ اس سے ہم کو روسی تاریخ کی ایک سادہ کہانی یاد آ گئی ہے۔ کسی پر تکلف دعوت میں گونا گوں گوشت اور شکار کی نمایش کی گئی تھی۔ لیکن آخر کار معلوم ہوا کہ یہ سب معمولی خنزیر کا گوشت تھا جس کو باورچی کی کاریگری نے مختلف صورتوں میں پیش کیا تھا۔ موجودہ صورت میں بھی مسٹر جناح ہندوستانی قومیت کو مختلف فریب آمیز شکلوں میں مسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

ہم اس بات کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ دولت، رسوخ، سیاسی قوت اور تعداد کے لحاظ سے ہم ہندوؤں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے جب تک ہم ہندوؤں اور انگریزی حکومت دونوں سے اپنے حقوق کا مطالبہ مستعدی اور سرگرمی سے نہ کریں، ہماری سیاسی موت مسلمہ امر ہے، جیسا کہ بعض مسلمان ہم سے کہتے ہیں کہ ہم اکثریت کی ہوائی فیاضی پر اعتماد نہیں کر سکتے۔

اب قیاسات اور جذبات کی گنجایش نہیں۔ ہمیں ٹھوس دلائل کی ضرورت ہے۔ مسٹر جناح اور ان کے دوست ہم کو اپنے مفاد کے لیے بھی مورد طعن و تشنیع بنائیں، ہم اس بات کو زمانۂ مستقبل پر چھوڑتے ہیں جو ہمارے اس استقلال کا انصاف کرے گا، جو ہم نے فرقہ وار مفاد کو مستحکم بنیاد پر رکھنے میں دکھلایا ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۲۱ دسمبر ۱۹۲۷ء۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

جاویدنامہ کے پہلے باب کے سات مقاماتِ علم حاصل کرنے کے سات طریقوں کی طرف اشارہ کرتے تھے:

Rational-Intuitive [Medium: Thought-Intuition]
Harmonious-Discriminational [Medium: Music]
Verbal-Organizational [Medium: Language-Time]
Bodily-Spiritual [Medium: Body-Spirit]
Personal-Synthetical [Medium: Self]
Impersonal-Inferential [Medium: the Other]
Spatial-Translational [Medium: Space]

☆

۲۹ دسمبر تھی۔ لاہور میں موچی دروازے کے باہر باغ میں جلسہ ہوا۔ مولوی فضل دین نے صدارت کی۔ علامہ اقبال نے تقریر میں کہا کہ ملک کی اکثریت کے طرزِ عمل نے مسلمانوں کو سوراج کے حصول کی طرف سے بددل کر رکھا ہے۔ اب وہ صرف اپنے ملّی حقوق کے لیے فکرمند ہو رہے ہیں جن پر اُن کی ترقی کا انحصار ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب یکم جنوری ۱۹۲۸ء

☆

اس برس شائع ہونے والی کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

Burnett Hillman Streeter. *Reality – A New Co-Relation of Science to Religion*. Macmillan, London

Joseph Marechal (translated by Algar Thorold). *Studies in the Psyhology of the Mystics.* Burns Oates, London

Paul Carus (edited by C. Cooh). *The Point of View: an Anthology of Religion and Philosophy Selected from the Works of Paul Carus.* Open Court Publishing Co., Chicago

Mohammad Marmaduke Pickthall. *The Cultural Side of Islam – a lecture delivered at Madras in January 1927.* Hoe & Co., Madras

H. Douglas Authony. *Relativity and Religion.* University of London, London

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سیل جوزیف (مترجم سید نذیر نیازی)۔ عربوں کا تمدن۔ جامعہ اسلامیہ، دہلی

☆

۳۱ دسمبر کو لاہور میں آل انڈیا مسلم لیگ (شفیع گروپ) کا سالانہ اجلاس ہوا۔ علامہ اقبال نے قرارداد پیش کی:

موجودہ انتظام میں بنگال و پنجاب کے مسلمانوں کو مجلس وضع قوانین میں اکثریت کے حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ اجلاس اس کے خلاف پرزور احتجاج کرتا ہے اور اسے اصول جمہوریت کے منافی بتایا ہے۔ لیگ حکومت سے مطالبہ کرتی ہے کہ ۱۹۲۱ء میں مسلمانوں کے ساتھ جو بے انصافی کی گئی تھی اسے دور کیا جائے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۳ جنوری ۱۹۲۸ء

۱۹۲۸ء

☆

لاہور سے سات سو چوراسی میل دُور مدراس میں سیٹھ جمال محمد رہتے تھے۔ بین الاقوامی تاجر تھے۔ جاپان، آسٹریلیا، امریکہ اور یورپ کے بہت سے ممالک سے تجارت کرتے تھے۔ اپنی بعض قومی فیاضیوں کی وجہ سے پنجاب بلکہ تمام اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کے برلأ مشہور ہو رہے تھے۔ مسلمان یتیموں اور غریبوں کے لیے مدرسہ جمالیہ مدت سے جاری کر رکھا تھا۔

حال ہی میں اسلامی علوم وفنون پر سالانہ لیکچروں کا ادارہ قائم کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کے قدیم وجدید کو ایک حقیقت کی شکل میں دنیائے اسلام کے سامنے پیش کیا جائے۔ ادارے کے سکرٹری حمید حسن ایل ایل بی تھے۔ مدراس ہائی کورٹ میں فارسی اور اُردو کے ترجمان تھے۔ سرکاری ملازمت کے باوجود تعلیمی امور کی دُھن رکھتے تھے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ایم او ایل — فارسی دوسرا پرچہ
ایم اے — فارسی دوسرا پرچہ
ایم اے — فلسفہ چوتھا پرچہ [بطور خارجی ممتحن؛ داخلی ممتحن سی جی چیٹرجی تھے]
ایم اے — فلسفہ چھٹا پرچہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ کی مختلف اشاعتیں ہیں۔

☆

Emotion as the Basis of Civilization

John Hopkins Denison
[Excerpt]

The vast difficulty of creating any sense of unity or solidarity in such a group [i.e. composed of different nations with different traditions and outlooks] is apparent. All historians declare that the amazing success of Islam in dominating the world is the astounding coherence or sense of unity in the group, but they do not explain how this miracle was worked. There can be little doubt that the most effective means was prayer. The five daily prayers, when all the faithful, wherever they were, alone in the grim solitude of the desert or in the vast assemblies in a crowded city, knelt and prostrated themselves towards Mecca, uttering the same words of adoration for the one true God and of loyalty to His Prophet, produced an overwhelming effect even on the spectator and the psychological effect of thus fusing the minds of the worshippers in a common adoration and expression of loyalty is certainly stupendous. Muhammad was the first one to see the tremendous power of public prayer as a unification culture and there can be little doubt that the power of Islam is due in a large measure to the obedience of the faithful to this inviolable rule of the five prayers.

The giving of alms to the poor was also a means of developing the sense of brotherhood. So, likewise, was the pilgrimage to Mecca., the pilgrimage proved in the end a great aid in unification, for the men of every tribe and race met at Mecca with a common purpose and in a common worship and a feeling

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

of brotherhood would not but be engendered in the process.

یہ اقتباس علامہ اقبال نے اپنے مضمون 'Corporeal Resurrection' مطبوعہ ستمبر ۱۹۳۲ء میں پیش کیا۔ Sherwani۔ نیز Reconstruction میں کتاب کا حوالہ دیا۔

☆

۲۲فروری کو پنجاب کی قانون ساز کونسل میں یونانی اور آیورویدک طریقِ علاج کے بارے میں ایک قرارداد زیرِ بحث تھی۔ علامہ اقبال نے مختصر تقریر کی:

۱ یہ تاثر عام ہو رہا ہے کہ چونکہ مغربی دواؤں کے ساتھ انگریزوں کے تجارتی مفادات وابستہ ہیں اس لیے حکومت دانستہ طور پر طبِ یونانی (اسلامی طب) اور آیورویدک طریقِ علاج کو نقصان پہنچانے کی پالیسی پر عمل کر رہی ہے۔

۲ طبِ یونانی کو حقیر سمجھنا غلط ہے۔ یہ بعض معاملات میں مغربی طب سے بھی آگے ہے۔ مغربی طب ابھی اِس سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہے۔

۳ اس کے علاوہ طبِ یونانی اور آیورویدک طریقے سستے بھی ہیں اور ہندوستانی عوام کے مزاج کے مطابق بھی ہیں۔

۴ یہ درست ہے کہ بعض معاملات میں یہ طریقے وقت کے تقاضوں سے پیچھے رہ گئے ہیں، مثلاً دوا تیار کرنے کے لیے ابھی تک فرسودہ طریقے استعمال کیے جاتے ہیں۔ ان معاملات میں انہیں ترقی دے کر حوصلہ افزائی کرنی چاہیے۔

Sir, the impression is gaining ground amongst the people of this country that the Government has commercial interests in view and is, for this reason, encouraging Western system of medicine on the one side and discouraging indigenous system of medicine on the other. I do not know how far this impression has basis in truth but the fact remains that the Unani and Ayurvedi systems of medicine do not find favour with the Government.

In my opinion, in spite of all that the supporters of the

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Western system of medicine say, the latter has yet to learn much from the Unani system of medicine. Many of the books written on the Unani system and specially those written by Najib-ud-Din Samarqandi, have not been published. There are in the libraries of Europe many works which, if published, are sure to serve as eye-openers to those who boast of superiority of the Western system of medicine. Nor can we lose sight of the fact that ours is a poor country. Its people cannot afford an expensive system of medicine, it is, therefore, essential to introduce and encourage a cheaper system. From this point of view I think our Unani and Vedic systems very much suit the people. Of course the way in which our medicines are prepared is defective and requires improvement. An institution is needed to teach pharmacy. Our own system of pharmacy, I believe, is more conducive to the health of the people than any other methods... I think that if the Government were to take up the question of improving the indigenous systems of medicines seriously, these systems are sure to prove much more useful to the people of this country. I will, therefore, request the Government to give a little more attention to this matter.

Sherwani

☆

On the Resolution Regarding Application of the Principles of Assessment of Income Tax to the Assessment of Land Revenue

Speech delivered by Dr. Sir Muhammad Iqbal in the session of the Punjab Legislative Council
Lahore, 23rd February, 1928

Sir, I am glad to see that the Honourable Member for

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Revenue17 did not make any attempt to justify the present system of assessment on the basis of State ownership of land. He left it very wisely for the honourable member for Simla. I am afraid this offers a fitting occasion to the application of that humorous Punjabi proverb chor nalon pand kalhi, that is to say-the property stolen is readier to run away than the thief.

A VOICE: Who is the thief?

IQBAL: You may understand it as you like: Since the honourable member for Simla has raised this point, I think it necessary to dispose of it with a few remarks. Let me tell the honourable representative for Simla that the first European author to refute this theory was the French-man Perron in the year 1777. Later in 1830 Briggs made a very extensive inquiry as to the law and practice in India and relating to the theory of State ownership of land. He gives in his book an accurate description of the laws of Manu, of Muslim law and the practices prevailing in the various parts of India-Bengal, Malwa, the Punjab, etc., and arrives at the conclusion that in no period in the history of India the State ever claimed the proprietorship of land. In the time of Lord Curzon, however, this theory was put forward, but the Taxation Committee's report which was published sometime ago has come to a very clear finding that this theory has no basis at all. That is, I believe, the reason why the Honourable Revenue Member has not tried to defend the present system on the ground of that theory.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: Not necessarily.

IQBAL: Well, you did not mention it at any rate.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: It is irrelevant.

IQBAL: If you agree, Sir, the Honourable Member may argue on the basis of that theory if he likes. But in his first speech on

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

the subject he did not try to defend the present system of assessment on the basis of that theory.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: I did not want to.

IQBAL: And we take it that the Government does not rely upon that. However, we have to see, in the first place, how far the present system of assessment is just. Workable it is and sanctioned by a very old tradition; but we have first to see whether it has justice on its side or not. My submission is that it is not at all just. The injustice of it is perfectly clear. If a man happens to be landowner, big or small does not matter, he has to pay land revenue. But if a man earns from sources other than land less than two thousand rupees a year you don't tax him at all. That is where injustice comes in. Nobody can deny that the system is unjust. It is no argument to say that since there are insuperable difficulties in the way of the removal of this injustice, therefore it must he perpetuated. We must admit that there is injustice and we ought to seek proper remedies in order to remove the injustice in so far as it is possible. I have no hesitation in admitting that there are serious difficulties in the way of the application of the principle of income-tax to land revenue. As a matter of fact one reason why I withdrew a more or less similar resolution which I sent in last time was this, that I felt that there were serious difficulties and the matter had to be further investigated, although the difficulties that were then in my mind have not at all been referred to by the Honourable Revenue Member; and I need not mention them until I have heard what other members have got to say.

A VOICE: You cannot speak again

IQBAL: I do not then want to tell the House the difficulties that struck me.

A VOICE: Is that a secret?

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

IQBAL: It is an open secret to which the Official Secrets Act does not apply.

The arguments that the learned Member for Revenue put forward are, in the main, two. In the first place, he argues that we are constantly in need of money: the province needs money for its development, and that the Government does not practice alchemy. I think the Government need not practise alchemy so long as they have in their pocket all the tillers of the soil whose hard work turns dust into gold. But this kind of argument can be applied in defence of any kind of evil practice which brings the required amount of money. But assuming that this argument has force, I submit that the deficiency caused in the land revenue by the adoption of a different system of land revenue may be met in other ways. For instance, we can reduce the expenditure on administration. We can spend less on the so-called development which is a very dignified expression for something which has not brought us anything so far. We can further meet it from the remissions made by the Government of India.

Again the Honourable Revenue Member has tried to meet the argument that the whole burden of land revenue falls on the shoulders of the cultivator by showing that the consumer indirectly shares in that burden. The argument is plausible; but personally I feel very doubtful of its validity. One must not forget the condition of things prevailing in this province. We gave up batai long ago.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: Not yet

IQBAL: Practically, the Land Revenue Bill does not recognise batai.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: There is no amended Act yet.

IQBAL: In general practice batai is given up. I do not know what would be the attitude of my zamindar friends. On economic

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

grounds, probably the batai system, to my mind, is better. However, the prices of the produce of the land are determined by the demand of the consumer and the prices, as the Honourable Finance Member19 has pointed out, determine the amount of land revenue. But the moment the land revenue is determined, then it becomes a fixed amount for a number of years. If after the fixing of the amount prices go up, then there is a chance for the seller to profit by the rise of prices; but if the prices fall down, then I am afraid, the consumer has really no share in the burden of land revenue.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: If prices rise?

IQBAL: Well it is matter of chance. They may rise or they may fall.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: Then the consumer pays.

IQBAL: I have a serious doubt about this. The whole situation depends upon chance. If prices rise, it goes to his profit; if the prices fall down the argument which the Honourable Revenue Member put forward has no application. The consumer helps in the determination of land revenue, but after the land revenue is fixed, then the whole thing is left to chance. We should not forget that the production is also certain especially in areas where the land is barani. Again the Honourable Revenue Member argued that this system should either he continued or be given up at once. There is no third alternative possible. In this connection I beg to say that this is not the spirit of the resolution moved by the honourable member from Rohtak. The spirit of the resolution is that if you recognise that the present system is unjust, then do something to make a beginning towards the remedying of that injustice. Definite suggestions were made by the honourable members who preceded me in connection

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

with this matter. I think it is easy to do so without definitely introducing the principle of income-tax in our land revenue system. It can be done by amending section 48 of the Land Revenue Act. I have already submitted an amendment to this effect, though I am afraid the prospect for that amendment is not very bright. I, therefore, suggest that holdings, not exceeding five bighas and situated in non-irrigated areas where the produce is practically fixed, should not be liable to the payment of land revenue. This can be done without deciding the question whether the principle of income-tax should be applied to assessment of land or not. This will to a certain extent remedy the injustice in the present system. If you lay down that a holding not exceeding five bighas is revenue-free, I do not think there will be very great deficiency in the land revenue. At any rate, if there is a large deficiency, I think it can probably he met by reducing expenditure in other directions.

Lastly, as regards the argument of the Honourable Revenue Member, or rather the fear that he expressed that this resolution may mean the death of the baby, the Land Revenue Bill, and the apprehension that it will amount to infanticide-well, in these days of birth-control, I think infanticide does not matter especially when we know that the child is going to be a very wicked one. I do not think it is demanding too much if the holdings to the extent of five bighas should be declared revenue-free. I hope that Government will give serious consideration to this point. Personally I agree even if you make it less than five bighas.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: Five acres.

IQBAL: An economic holding in this province is about ten or eleven bighas. At any rate, five bighas is half the economic holding. I do not think that remission of land revenue in the case of persons holding five bighas would cause very great

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

deficiency.

CHAUDHRI AFZAL HAQ: Only two crores.

IQBAL: My calculation was that it was much less than two crores.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: Not quite that if you let out only the two acre man.

IQBAL: Two and a half acres.

THE HONOURABLE MIAN SIR FAZL-I-HUSAIN: *Gunah-i-be lazzat* [a fruitless sin].

IQBAL: If you commit this fruitless sin, it would show that there is at least some sense of justice in you. Reference was also made by one of the honourable members to sending a kind of commission of inquiry to Russia. I am afraid several commissions have already been sent to Russia, though not from this country. My honourable friend is probably not aware of the causes that led to the Russian revolt. It is not necessary to detail those causes; a good deal of literature has sprung up since the Russian revolt concerning the things that happened and the system that has been adopted there. Books written by such men as Bertrand Russell and others who have devoted their time to economic questions have appeared. But I think my honourable friend Pandit Nanak Chand has already given an effective reply to the proposal made by Chaudhri Afzal Haq that at the present moment, the Punjab zamindar is not ready to give up the right of private ownership. In this country, there are petty landholders, there are proprietors with two bighas, two kanals. They are practically like tenants, yet are not willing to give up the right of private ownership. My submission, therefore, is that Government should give some consideration to the demand embodied in this resolution; they should give some relief to the smaller proprietor, the produce of whose land is obviously insufficient to maintain his family.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۴ مارچ ۱۹۲۸ء کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ شیخ امیر علی صدارت کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات اور شکایات کا جائزہ لینے کے لیے سب کمیٹی بنائی گئی جس کے سترہ ارکان تھے۔ علامہ اقبال شامل تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

اِیسٹر سنڈے ۸ اپریل کو آ رہا تھا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسے کے لیے اقبال نے 'فلسفۂ اسلام' کے عنوان سے لیکچر دینے کی حامی بھری۔ ۲۹ مارچ کو حمایت اسلام میں پروگرام شائع ہوا تو اقبال کا نام دو جگہ درج تھا۔ اقبال نے مولوی غلام محی الدین سے تصحیح کی درخواست کی۔ جواب نہ ملا۔

بنام مدیر انقلاب

انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے کے پروگرام میں میرا نام خلافِ قرارداد دو جگہ درج ہے۔ حالانکہ میں نے صرف انگریزی میں تقریر کا وعدہ کیا تھا۔ میں نے اس امر کی اطلاع مولوی غلام محی الدین صاحب وکیل سکرٹری انجمن کو کر دی تھی اور اُن سے تصحیح کی درخواست بھی کی تھی مگر اُن کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔ لہٰذا مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اندریں حالات میں کسی وعدہ کا پابند نہیں۔ عام مسلمانوں کو غلط فہمی سے بچانے کے [لئے] ازراہِ عنایت اِس عریضے کو اپنے اخبار میں شائع فرما دیجئے۔

فقط

مخلص

محمد اقبال

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

روزنامہ انقلاب، لاہور، ۴ اپریل ۱۹۲۸ء

☆

اعلان

کل بروز یکشنبہ ۱۸ اپریل کو شام کے ساڑھے آٹھ بجے انجمن حمایت اسلام کے سالانہ جلسہ کے موقع پر اسلامیہ کالج کے میدان میں انجمن کے پنڈال کے اندر علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال، پی ایچ ڈی رکن مجلس وضعِ قوانین پنجاب، انگریزی میں ایک لیکچر دیں گے۔ اس لیکچر سے پہلے اسلامیہ کالج کے طلبہ حاضرین کو اپنے کمالات سے محظوظ کریں گے۔

روزنامہ انقلاب (لاہور)، ۱۸ اپریل ۱۹۲۸ء

اقبال نے انجمن والوں کا قصور معاف کر دیا ہو گا مگر اعلان اُسی روز شائع ہوا جب لیکچر تھا۔ صدارت کلکتہ کے بیرسٹر عبدالرحیم کو کرنی تھی۔ نہیں آ سکے۔ شیخ عبدالقادر نے صدارت کی۔ اقبال کے لیکچر کے بعد کہا:

> افسوس ہے کہ مسلمانوں میں ایسے مسائل پر بحث کرنے والے تو الگ رہے، سمجھنے والے بھی کم ہیں اور یہ قحط الرجال ہمارے لیے سخت افسوسناک ہے۔

بعد میں حمایت اسلام نے لکھا:

> علامہ ڈاکٹر محمد اقبال بیرسٹر نے ''علم اور مذہب کا تجربہ'' کے موضوع پر انگریزی میں ایک فاضلانہ تقریر کی جو فلسفہ کے نہایت دقیق و پیچیدہ مسائل پر مبنی تھی۔ آپ نے ثابت کر دیا کہ فلسفہ کے دوسرے مسلکوں کے خلاف اسلام کا فلسفہ، نظریہ اور عمل دونوں پر حاوی ہے اور وہ اِس خصوصیت سے تمام دنیا کے نظامِ فلسفہ سے مدارجِ فوقیت رکھتا ہے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۱۵-۱۱۴۔

☆

علامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع کے مرتب کیے ہوئے اُردو کورس کی پانچویں جماعت والی کتاب کے دو ایڈیشن

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

شائع ہو چکے تھے، معلوم ہوتا ہے اُس کی زبان پر کچھ اعتراضات ہوئے۔ اورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر سید اولاد حسین شاداں بلگرامی سے زبان کی درستگی کروا کے اُن کی تحریر 'گذارش' کے عنوان سے شامل کی گئی۔

اُردو کورس

پانچویں جماعت کے لیے

دیباچہ

اس سے پہلے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جماعت کے لیے اردو کورس تیار کیے گئے تھے۔ جن کو پنجاب صوبجات متحدہ اور مدراس کی ٹیکسٹ بُک کمیٹیوں نے منظور فرمایا اور مدارس کے معلمین اور طلباً نے بہ نظر پسندیدگی دیکھا۔ اس وقت یہ کورس عام طور پر ہندوستانی مدارس میں پڑھائے جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ کورس جن اصولوں کے ماتحت مرتب کیے گئے تھے وہ قابل حوصلہ افزائی ثابت ہوئے۔ اب پانچویں جماعت کا اردو کورس ہدیۂ ناظرین ہے۔ اس میں بھی اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ پرانے اور نئے زمانے کے اساتذۂ علم و ادب کے مضامین اس طرح جمع کیے جائیں کہ طلباً کو نئی معلومات حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اُردو زبان سے دلبستگی پیدا ہو اور وہ ایسے اندازِ تحریر سے واقف ہو جائیں جو اظہار مطالب پر حاوی ہو۔ مضامین کے انتخاب میں زمانۂ حاضرہ کی تمام ضروریات کا خیال رکھا گیا ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ مضامین ایسے دلکش اور پُر اثر ہوں کہ بچوں کی طبیعت ان کی طرف خود بخود راغب ہو۔ یہ مضامین بچوں کے دل میں مادرِ وطن کی محبت، اخلاقی جرأت اور ادبی ذوق پیدا کرنے کے اہل ہیں۔ امید ہے کہ معلمین ان کو پڑھاتے وقت ان تمام جذبات عالیہ کو طلباء کے دل و دماغ پر نقش کرنے کی کوشش کریں گے جو اِن مضامین کی تہ میں موجزن ہیں۔ بچوں کی تعلیمی مشکلات کو کم کرنے کے لیے ایک فرہنگ کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور قواعد اردو کے اصولوں کو ان اسباق کے ذریعے آسان طریقے پر ذہن نشین کرنے کے لیے ہر سبق کے اختتام پر مشقی سوالات لکھ دیے گئے ہیں۔ خدا کرے یہ کورس بھی پہلی کتابوں کی طرح طلباً کے دل میں علم ادب کا ذوق پیدا کرنے میں کامیاب ہو اور وہ اس قابل ہو جائیں کہ اپنے خیالات کا اظہار صاف اور سلیس اردو میں کر سکیں کہ حقیقت میں یہی ہر درسی کتاب کا منشا ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہم جناب قبلہ سید اولاد حسین شاداں بلگرامی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے اس نصاب کی زبان پر نظر ثانی فرمائی۔ حضرت ممدوح اہل زبان ہیں اور ان کا علم و فضل کسی مزید تعارف کا محتاج نہیں۔

مؤلفین

گذارش

[از سید اولاد حسین شاداں بلگرامی، پروفیسر اوئینٹل کالج لاہور]

مؤلفین کتاب ہذا کی خواہش تھی کہ میں اس نصاب کی زبان پر بحیثیت صحت و سقم نظر ثانی کروں۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لیے جہاں کہیں مجھے اپنے خیالات کے موافق سُقم معلوم ہوا، میں نے بلا امتیاز ترمیم کر دی یا نوٹ لکھ دیا۔ میں اس کتاب کے ہر مضمون کے مؤلف کو قابلِ فخر ہستی سمجھتا ہوں۔ بعض مصنفین کی قابلیت تو مسلّمِ ہندوستان ہے۔ ساتھ ہی اس کے میں یا کوئی خطائے بشری سے خالی نہیں۔ ۹ جون ۱۹۲۸ء

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۶۷-۱۶۹

☆

بکری کا ایک بچہ جاوید کے ہاتھ آ گیا تھا۔ وہ اُسے دن بھر لیے لیے پھرتے۔ ایک دن اقبال باہر سے آ کر جاوید کے قریب ہی بیٹھ گئے اور اُن سے باتیں کرنے لگے جب جاوید بکری کے بچے سے کھیلنے میں مشغول تھے۔ سردار بیگم نے کہا، ''آپ نے بیشمار شعر کہے ہیں لیکن جاوید پر کبھی کچھ نہیں لکھا۔'' اقبال مسکرائے اور کہا، ''یہ کون سی مشکل بات ہے، لو ابھی کہہ دیتے ہیں۔''

اِک سا بِبّا بکری والا
ہتھ وِچ رکھدا ڈنڈا
نانی جو اُہنوں پھڑن لگی
نسیا مار پچھنڈا
بھابی ببا بکری والا

نالے کھاندا توس تے انڈا

نالے کھاندا حلوا منڈا
بھابی ببّا بکری والا

☆

مسلم لیگ کا اجلاس میاں محمد شفیع کے گھر پر ہوا۔ جنرل سکرٹری کے طور پر علامہ اقبال بھی شریک تھے۔ لیگ کی طرف سے سائمن کمیشن کو پیش کرنے کے لیے میمورینڈم زیرِ غور تھا۔ علامہ اتفاق نہ کر سکے۔ ان کے خیال میں صوبائی خودمختاری کے مطالبے پر زور دینے کی ضرورت تھی۔

یہ معلومات علامہ اقبال کے استعفیٰ مورخہ ۲۴ جون ۱۹۲۸ء سے ماخوذ ہے۔ Sherwani

''اگر مرکز میں جمہوری حکومت رائج کرنے کے لیے پورے ہندوستان پر محیط وفاق کا قیام ضروری ہے، جس کے لیے مجھے ڈر ہے کہ خاصا طویل عرصہ درکار ہوگا، تو حکومت کو چاہیے کہ برطانوی ہند کے صوبوں میں فوری طور پر جمہوری حکومت رائج کر دے،'' اُنھوں نے بعد میں (انگریزی میں) کہا۔ ''تاکہ اس طرح رکھی جانے والی بنیاد اِس عرصہ میں تجربہ حاصل کر کے اِس قابل ہو جائے کہ بعد میں وفاقی ڈھانچے کا پورا بوجھ اُٹھا سکے۔'' بہرحال یہ اُن کی قطعی رائے تھی کہ ہندوستان میں صحیح معنوں میں جدید طرز کی وفاقی ریاست کے حصول سے پہلے بڑی تیاری کی ضرورت تھی۔ اس کے بغیر صوبوں کے اختیارات مرکز کو تفویض کرنا نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ مستقبل اُن کی تائید کرنے والا تھا۔

واوین میں دیے ہوئے الفاظ خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کے ایک اقتباس کا ترجمہ ہیں لیکن یہ خیال علامہ اقبال نے دسمبر ۱۹۳۰ء کے خطبۂ الٰہ آباد میں بھی ظاہر کیا۔ یہ ہندوستان میں آئینی اصلاحات کے بارے میں اُن کا بنیادی نکتہ تھا جو اُن کی مختلف آرأ میں کارفرما دکھائی دیتا ہے۔

☆

طبیعت خراب تھی۔ علاج کے لیے دہلی جانا پڑا۔

☆

۲۱ جون کو علامہ دہلی سے واپس آئے۔ سائمن کمیشن کو پیش کرنے کے لیے مسلم لیگ (شفیع گروپ) کا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میمورینڈم اخبارات میں شائع ہوا۔ صوبائی خودمختاری پر زور نہیں دیا گیا تھا۔

۲۴ جون کو جنرل سکرٹری کے عہدے سے علامہ اقبال کا استعفےٰ اخبارات میں آ گیا:

You are aware that I had expressed my difference of opinion relating to some important points-principally the question of provincial autonomy in the first meeting of the Draft Committee which was held at the President's residence.

The original draft was merely tentative, meant for eliciting opinions from other members of the League, a large number of whom expressed their opinions in due courseregarding the various points discussed in the original draft.

A final draft was prepared after the receipt of these opinions but by that time I had unfortunately fallen ill and was, for this reason, unable to attend the discussion of the final draft.

I now find that the extract of the League memorandum as published in the Press makes no demand for full provincial autonomy and suggests a unitary form of provincial government in which law, order and justice would be placed under the direct charge of the Governor. It is hardly necessary for me to say that this suggestion is only a veiled form of diarchy and means no constitutional advance at all.

Since I still stick to my opinion, which I expressed at the first meeting of the Draft Committee, that the All-India Muslim League should demand full provincial autonomy (which, in my opinion, is the demand of the whole Punjab Muslim community), I ought not, in the circumstances, remain Secretary of the All-India Muslim League. Kindly accept my resignation.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۲۴ جون کو اخبار سیاست میں اعتراضاً خبر شائع ہوئی کہ سائمن کمیٹی کے انتخاب والے دن ڈاکٹر اقبال کونسل میں حاضر نہیں تھے۔ خبر غلط تھی۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب اقبال بنام مدیر انقلاب ۸ جولائی ۱۹۲۸

☆

نواب احمد یار خاں نے علامہ اقبال کو بذریعہ تار اطلاع دی کہ ۲۶ جون والی اخبار سیاست کی خبر کی تردید کر چکے ہیں۔ ۶ جولائی کو اُن کی بھیجی ہوئی کٹنگ بھی علامہ کو مل گئی۔ بیمار تھے۔ دو روز تک تردید نہ کر سکے۔

۱۱ جولائی کو مدیر انقلاب کے نام سیاست کی خبر کی تردید کا خط لکھا۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۸ جولائی

☆

عبداللہ چغتائی کے بھائی عبدالرحمٰن چغتائی اُنتیس برس کی عمر میں بین الاقوامی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ دیوانِ غالب کا مصوّر ایڈیشن تخلیق کیا تھا۔ آئرلینڈ کے مصور اور نقاد ڈاکٹر جیمز کزنز (Dr. James Cousins) ڈبلیو بی ییٹس (W. B. Yeats) سے زبردست جھگڑے کے بعد برسوں سے ہندوستان میں گھوم رہے تھے، انہوں نے دیباچہ تحریر کیا۔ علامہ اقبال کی رائے میں چغتائی کے کام کے فنی پہلوؤں کو خوب نمایاں کیا تھا۔

غالباً چغتائی کی فرمایش پر ۲۱ جولائی کو علامہ نے بھی دیباچہ تحریر کر دیا۔ اب تک کی چاروں شعری تصانیف میں اُصولِ فن کے موضوع پر جو کچھ لکھا تھا اُس کی تلخیص انگریزی میں ہو گئی۔

Muraqqa-i-Chughtai

Foreword

by Muhammad Iqbal

I welcome 'Murraqa-i-Chughtai' - Ghalib's illustrated Edition by Mr. M.A. Rahman Chughtai - a unique enterprise in modern Indian painting and printing. Unfortunately I am not competent enough to judge the technical side of painting, and refer the reader to Dr. Cousin's admirable introduction in which

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

he has analysed some of the more important forces that are shaping Chughtai's artistic ideal. All that I can say is that I look upon Art as subservient to life and personality. I expressed this view as far back as 1914 in my *Asrar-i-Khudi*, and twelve years later in the last poem of the *Zubur-i-Ajam*, wherein I have tried to picture the soul-movement of the ideal artist in whom Love reveals itself as a unity of Beauty and Power.

دلبری بے قاہری جادوگری است
دلبری قاہری پیغمبری است

From this point of view some of the more recent paintings of Mr. Chughtai are indeed remarkable. The spiritual health of a people largely depends on the kind of inspiration, which their poets and artists receive. But inspiration is not a matter of choice. It is a gift, the character of which cannot be critically judged by the recipient before accepting it. It comes to the individual unsolicited, and only to socialise itself. For this reason the personality that receives and the life-quality of that which is received are matters of the utmost importance for mankind. The inspiration of a single decadent, if his art can lure his fellows to his song or picture, may prove more ruinous to a people than whole battalions of an Attila or a Changez. As the Prophet of Islam said of Imra'ul Qais-the greatest Poet of Pre-Islamic Arabia.

اشعرالشعرأ وقائدھم الی النار

To permit the visible, to shape the invisible, to seek what is scientifically called adjustment with Nature is to recognise her mastery over the spirit of man. Power comes from resisting her stimuli, and not from exposing ourselves to their action. Resistance of what is with a view to create what ought to be, is health and life. All else is decay and death. Both God and man live by perpetual creation.

حسن را از خود بروں جستن خطاست
آنچہ می بایست پیش ما کجاست

The artist who is a blessing to mankind defies life. He is an associate of God and feels the contact of Time and Eternity in his soul. In the words of Fichte, he "sees all Nature full, large and abundant as opposed to him who sees all things thinner, smaller and emptier than they actually are." The modern age seeks inspiration from Nature. But Nature simply 'is' and her function is mainly

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

to obstruct our search for 'ought', which the artist must discover within the deeps of his own being.

And in so far as the cultural history of Islam is concerned, it is my belief, that, with the single exception of Architecture, the art of Islam (Music, Painting and even Poetry) is yet to be born-the art, that is to say, which aims at the human assimilation of Divine attributes, (t"Û¯ Øz¼°± ¯ujnN´) gives man infinite aspiration, (àurpÝ RvÐ R¸¯) and finally wins for him the status of God's Representative on earth.

There are, however, indications to show that the young artist of the Punjab is already on the way to feel his responsibility as an artist. He is only twenty-nine yet. What his art will become when he reaches the maturer age of forty, the future alone will disclose. Meanwhile all those who are interested in his work will keenly watch his forward movement.

Lahore   Muhammad Iqbal
21st July, 1928

Razzaqi

☆

اس برس چوتھی جماعت کے لیے اُردو کے زائد کورس رفیقِ طلبا کا دُوسرا ایڈیشن دی پنجاب سکول سپلائی ڈپو لاہور سے شائع ہوا۔ 'ہماری چار نامور ہستیاں' کے عنوان سے ایک سبق میں ڈاکٹر اقبال، مسز سروجنی نائیڈو، ڈاکٹر ٹیگور اور سر جگدیش چندر بوس کے حالات پیش کیے گئے تھے:

ا۔ ڈاکٹر اقبال

ڈاکٹر سر محمد اقبال اس وقت ہندوستان کے اُن شاعروں میں سے ہیں۔ جن کی شہرت ساری دنیا میں ہو رہی ہے۔ آپ سیال کوٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ ہندوستان میں ایم۔اے تک تعلیم پا کر ولایت چلے گئے۔ اور وہاں خوب پڑھا لکھا۔ اور بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔

پھر ہندوستان میں آ کر آپ نے ایسی اچھی نظمیں کہنی شروع کیں کہ ہر طرف آپ ہی کا نام لیا جانے لگا۔ پہلے آپ اُردو میں نظمیں کہتے تھے۔ اب فارسی میں کہتے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہیں۔ پچھلے دنوں آپ کی فارسی نظموں کی ایک کتاب کا ترجمہ انگریزی میں ہوا ہے۔ آپ کی نظموں ہی کی خوبیوں کی وجہ سے آپ کو ''سر'' کا خطاب ملا ہے۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۶۴-۱۶۳

☆

چھوٹا سا جزیرہ تھا جہاں مولانا محمد علی (جوہر) لندن کے راستے میں اُترے تھے مگر جتنا چھوٹا تھا اُتنا ہی مشہور بھی تھا۔

''مالٹا تقریباً ویران سا اور غیر آباد جزیرہ ہے،'' مولانا محمد علی نے بعد میں لکھا۔ ''لیکن اربوں بلکہ کھربوں روپیہ اس پر صرف کیا جا چکا ہے اور ایک ایک جہاز کروڑوں کی لاگت کا وہاں لنگر انداز ہے۔ توپیں بھی ہیں اور فوج بھی اور طیارے بھی۔ پانی میں سرنگیں بھی ضرور لگی ہوں گی۔ زرہ بکتر سے بھی قلعہ محفوظ ہوگا۔ مال و زر، محنت، دماغی قابلیت اور ہر طرح کی قربانیاں کون سی چیز ہے جو اس ویران جزیرہ پر قربان نہیں کی جا چکی لیکن کس لیے؟ نہ اس لیے کہ انسانوں کو زندہ رکھا جائے یا ان کی مادی یا روحانی اصلاح کی جائے بلکہ صرف اس لیے کہ انسانوں کو انسان زیادہ تیزی کے ساتھ ہلاک کر سکے۔ سائنس کے تازہ سے تازہ انکشافات اسی ایک مہلک مقصد کی نذر ہوتے رہتے ہیں اور اسی کا نام تہذیب اور امن ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا میرے دل پر کتنا اثر ہوا، اور نہ صرف دو گھنٹے جو ہم نے مالٹا کے ساحل پر گزارے بلکہ وہ سارا دن اور دراصل کم سے کم مارسیلز پہنچنے تک سارا وقت اسی غور و فکر میں گزارا کہ کیا اسی کا نام ارتقا ہے اور کیا ساری دنیا کو ایسی تہذیب کی تقلید کرنی ہوگی؟ اس کے بعد بارہا اقبال کے وہ شعر یاد آتے تھے:

اے سوارِ اشہبِ دوراں بیا

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص ۷۸

☆

امریکی رسالے دی مسلم ورلڈ (The Muslim World) میں ہارٹ فورڈ سیمنری کے متعصب عیسائی عالم پروفیسر ڈنکن بلیک میکڈونلڈ کا مقالہ 'Continuous Re-Creation and Atomic Time in Moslem Scholastic Theology' شائع ہوا۔ پچھلے برس یونیورسٹی آف شکاگو کے علمی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جریدے آئسس میں بھی شائع ہو چکا تھا۔

عالمِ اسلام میں نظریۂ جواہر (atomism) کا نشو ونما اسلامی فلسفی کی تاریخ کا دلچسپ باب تھا۔ ارسطو کے اِس نظریے کے خلاف کہ کائنات ایک ساکن وجود ہے، مسلمانوں کی ذہنی بغاوت کا پہلا اہم مظہر سمجھا جا سکتا تھا۔ بصرہ میں اس کے نظریات پہلے پہل ابوہاشم نے مرتب کیے جو ۹۳۳ء میں فوت ہوئے۔ بغداد میں ابوبکر باقلانی نے مرتب کیے جو ۱۰۱۲ء میں فوت ہوئے۔ اسلامی عہد کے اندلس میں یہ ثمرات غیر مسلموں تک بھی پہنچے۔ تیرہویں صدی کے آغاز میں اندلس کی اسلامی درس گاہوں سے تعلیم پانے والے یہودی عالم موسیٰ بن میمون (Moses Maimonides) نے اپنی کتاب دلیل الحائر میں اس نظریے کو باقاعدہ اور جامع شکل دی تھی۔ ۱۸۶۶ء میں سالمن مُنک (Salomon Munk) نے فرانسیسی میں اس کا ترجمہ کیا۔ میک ڈونلڈ کا مضمون اِسی کتاب کے مشمولات کی توضیح پر مشتمل تھا۔ لیکن چونکہ وہ علمی زاویے کی بجائے کالے علوم کی روشنی میں اسلامی تہذیب کا مطالعہ کرنے کو درست قرار دیتے تھے، انہوں نے اُن نفسیاتی عوامل کا اندازہ کرنے کی کوئی کوشش نہ کی جو اسلامی علمِ کلام میں نظریۂ جواہر کی نشو ونما کا باعث ہوئے تھے۔

''افسوس ہے کہ پروفیسر میک ڈونلڈ ... یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یونانی فلسفے میں اس مخصوص طرزِ فکر کی کوئی جھلک نہیں ملتی مگر پھر اِس خیال سے کہ کہیں مسلم فلسفیوں کی جودتِ طبع کا اقرار نہ کرنا پڑے، کلام کے اس نظریے اور ایک بدھ فرقے کے خیالات میں چند سطحی مماثلتیں تلاش کرتے ہوئے یکا یک چھلانگ لگا کر اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ مسلمانوں کے یہاں اِس فکر کی نشو ونما بدھ مت کے زیرِ اثر ہوئی،'' اقبال نے کسی وقت انگریزی میں اپنی رائے درج کی:

> Professor Macdonald, however, has made no attempt to discover the psychological forces that determined the growth of atomistic kalam in Islam. He admits that there is nothing like the atomism of Islam in Greek thought, but, unwilling as he is to give any credit for original thought to Muslim thinkers, and finding a surface resemblance between the Islamic theory and the views of a certain sect of Buddhism, he jumps to the conclusion that the origin of the theory is due to Buddhistic influences on the thought of Islam.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Reconstruction, Lecture III (ترجمہ نیازی سے ماخوذ ہے)

☆

نہرو رپورٹ کے جو حصے اخبارات میں شائع ہوئے اُن سے علامہ اقبال نے محسوس کیا کہ آئینی مشکلات حل کرنے کی ایسی شاندار کوشش کر کے نہرو رپورٹ نے ہندوستان کے سیاسی طور پر بالغ ہو جانے کا ثبوت دے دیا ہے۔ جو تجاویز پیش کی گئی تھیں اُن سے البتہ اختلاف تھا:

۱ رپورٹ نے حکومت مستعمرات کا مطالبہ کیا تھا۔ علامہ اس سے متفق تھے مگر اُن کے نزدیک اِس رپورٹ سے ''لالہ لاجپت رائے اور بعض اسلامی جرائد کے ان منافقانہ دلائل کا بخوبی انکشاف ہو جاتا ہے جو وہ اس امر کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی دنیائے اسلام کی آزادی کے مترادف ہے۔''

۲ پنجاب اور بنگال کو جداگانہ انتخاب سے محروم کرنا ہر لحاظ سے غلط تھا۔

۳ رپورٹ نے مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخاب کا حق مسترد کرنے کے ساتھ ہی تمام بالغوں یعنی ۲۰ برس یا زیادہ عمر والے مردوں اور عورتوں کے لیے ووٹ کے حق کا مطالبہ کیا تھا۔ علامہ سمجھتے تھے کہ اس میں مسلمانوں کے لیے دقتیں تھیں:

ا ۲۰ سال کے مسلمان بالغوں کی تعداد تمام بالغ مردوں کے مقابلہ میں ۵۴ فی صد تھی جبکہ کل آبادی کے لحاظ سے مسلمانوں کا تناسب ۵۶ فی صد تھا۔ اس دو فی صد خسارہ سے ہندوؤں اور سکھوں کے تناسب آبادی میں دو فی صد کا اضافہ ہو جاتا تھا۔ انہیں ۴۶ فیصد نیابت ملتی جبکہ کل آبادی میں ان کا تناسب ۴۴ فیصد تھا۔

ب صوبے کی بالغہ خواتین میں سے مسلمان خواتین ۵۵ فیصد تھیں مگر نسبتاً زیادہ قدامت پسند ہونے کی وجہ سے مستقبل قریب میں ان کا پولنگ اسٹیشن پر ووٹ دینے کے لیے جانا مشکل تھا۔ غیر مسلم خواتین مقابلتاً زیادہ ترقی یافتہ تھیں لہٰذا زیادہ تعداد میں رائے دینے کے لیے جاتیں۔ مسلمانوں کی نشستوں کی تعداد چونکہ مقرر نہیں کی گئی تھی لہٰذا یہ تعداد مزید کم ہونے کا امکان پیدا ہو جاتا تھا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ج رپورٹ میں کہا گیا تھا کہ ایک لاکھ آبادی کی طرف سے ایک نمایندہ ہو۔ پنجاب میں حلقہ جات کی از سرِ نو تقسیم کرنی پڑتی۔ علامہ کے خیال میں مسلمانوں کی اکثریت اقلیت میں بدل جاتی۔

۴ سندھ کی علیحدگی بعض تجاویز کے ساتھ مشروط کر دی گئی تھی۔ علامہ کے خیال میں اس قسم کی کوئی قید نہیں لگانی چاہیے تھی۔

۵ حقوق شہریت کے تحت جو تجاویز پیش کی گئی تھیں، اُن پر علامہ کا خیال تھا کہ قابلیت کا معیار مقرر ہونا چاہیے تا کہ ہر قوم انتظامِ ملک میں کافی حصہ دار ہو۔ فرقہ وارانہ رقابت کا موقع نہ ملے۔ تمام اقوام کی تعلیمی درسگاہوں کو بلالحاظِ مذہب وملت گرانٹ دینے کی تجویز کے ساتھ کہا گیا تھا کہ یہ اُس وقت ہو جب حکام اس کا انتظام کر دیں۔ علامہ کے خیال میں یہ تجویز مبہم تھی مگر اُمید تھی کہ اس کا مطلب یہ رہا ہوگا کہ اچھوتوں وغیرہ کے لیے ایک ہی اسکول میں جداگانہ تعلیم کا انتظام ہو جائے۔

۲۰ اگست کو ایسوسی ایٹڈ پریس کو بیان دیا:

> میں نے ابھی تک نہرو کمیٹی کی مکمل رپورٹ کا مطالعہ نہیں کیا۔ میں نے صرف وہی حصے دیکھے ہیں جو اخبارات میں شائع ہو گئے ہیں۔ جو کچھ میں نے پڑھا ہے اس سے میں نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ رپورٹ صحیح الدماغی کا ایک نمونہ ہے اور اس سے ملک کے اہم آئینی مشکلات کے حل کرنے کی حقیقی خواہش کا اظہار ہوتا ہے۔ ہر ایک ہندوستانی ان ممتاز ہندوستانی قانون دانوں کی مرتب کردہ رپورٹ کو فخر ومباہات کے جذبات کے بغیر مطالعہ نہیں کرے گا۔

اپنے اختلافات پیش کرنے کے بعد کہا:

> آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کی جماعتیں اس رپورٹ کی طرف پوری توجہ دیں اور بجائے فرقہ وار تنازعات میں اپنا وقت ضائع کرنے کے دستور اساسی کے متعلق کسی مستحسن باہمی سمجھوتے پر پہنچیں۔ اسی پر ملک کی موجودہ نجات اور آیندہ عظمت کا انحصار ہے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۲۱ اگست ۱۹۲۸ء

☆

دوپہر کو کھانے کے بعد اقبال پلنگ پر نیم دراز تھے جب جاوید نے کہانی سنانے کی فرمائش کی اور جب اقبال نے کہا کہ دن کے وقت کہانی سنانے سے مسافر راستہ بھول جاتے ہیں تو جاوید نے پہیلی کا تقاضا کر دیا۔ اقبال نے کچھ دیر سوچ کر پنجابی میں پہیلی پوچھی کہ ایک جانور ایسا ہے جس کی چونچ پر پیسہ ہے، اُس کی ہڈیاں حلال اور شوربا حرام ہے:

اِک جناور ایسا جدہی چُنج اُتے پیسہ
اوہدیاں ہڈیاں حلال اوہدا شوربا حرام

جاوید نے کچھ دیر سوچا اور پھر ایک دم بولے، ''نہرو دی پوٹ!'' اقبال خوب ہنسے اور کہا، ''بالکل درست، بالکل درست۔ تم نے نہرو رپورٹ کو بالکل صحیح پہچانا ہے۔''

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۷۷-۷۶۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔

☆

۲۸ اگست کو لکھنؤ میں آل پارٹیز کانفرنس ہوئی۔ نہرو رپورٹ کو منظور کروانا تھا۔ مسلم لیگ کے دونوں گروپوں میں سے کسی نے بھی نمایندہ بھیجنا مناسب نہ سمجھا۔ مسلمانوں کی طرف سے صرف خلافت کمیٹی نے نمایندے بھیجے۔ ان میں سب سے اہم شخصیت مولانا شوکت علی تھے۔ آنکھیں کھل چکی تھیں۔ دل بجھ گیا تھا۔ ان کی تقریر ایک حیرت انگیز انکشاف سے کم نہ تھی۔

سر علی امام جن کے نام کبھی علامہ اقبال نے 'اسرارِ خودی' منسوب کی تھی، اب پکے وطن پرست ثابت ہوئے۔ کہا کہ پنجاب اور بنگال میں مسلمانوں کی نشستیں مخصوص کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ورنہ مسلمانوں کے دل میں تحفظ کا غلط احساس پیدا ہوگا، نیز متعین شدہ نشستوں سے زیادہ نشستیں حاصل کرنے کی کوشش نہ کر سکے گی۔

کانفرنس نے نہرو رپورٹ کی سفارشات منظور کر لیں۔ دوسرے مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔

علامہ اقبال کا بیان مورخہ ۴ ستمبر بحوالہ گفتار اقبال

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

Divine Right to Rule

[Excerpt]

...On one occasion a party of Muslims, including the Prophet, was out on a journey and when at meal times everyone took some part in the cooking, the Prophet began to collect fuel as his part of the work. When his followers implored that he need not trouble himself, he simply replied that he must do his own work.

Such was this most mighty monarch the world has ever seen-the monarch who ruled not only the bodies, but also the hearts of his people, the monarch without an army, without a palace, without a treasury, without any of the numerous instruments with which earthly monarchs keep their people in due subjection... History knows but one monarch whose rule over men may justly he called a rule by divine right and that one man was the Prophet of Islam. And yet, though the ruler of men by right divine, he never claimed to be a ruler! "I am but a man like unto you," was the grand message of this greatest of kings to an adoring humanity.

Light, Lahore, 30 August 1928

Sherwani

☆

۴ ستمبر کو علامہ اقبال سے فری پریس کے نمایندے نے ملاقات کی۔ لکھنؤ کانفرنس میں سر علی امام نے جو موقف اختیار کیا تھا، علامہ نے اُس پر تنقید کی اور کہا:

ہندوستان کا مسلمان اب اس جذبہ کو از سر نو سمجھنے اور اس کی قدر و قیمت مقرر کرنے پر مجبور ہو جائے گا، جسے 'ہندی قومیت' کے جذبہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جونھی وہ اس امر پر غور کرے گا وہ اپنے آپ کو مولانا شوکت علی کی طرح پائے گا جن کی آنکھیں اب کھل چکی ہیں اور جو کمال رنج و احساس درد کے ساتھ اپنے دل کو آزادی کے اس جوش اور جذبہ سے خالی پاتے ہیں، جس نے ان کی ہستی میں ایک قسم کی بجلی بھر رکھی تھی۔ تمام باتیں مسلمانوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کے احساس عدم اعتماد کو مستحکم و مضبوط کرنے کا موجب ہوں گی...

پنجاب کے مسلمانوں کو اگر قانون ساز مجالس اور ملازمتوں میں ان کا مناسب حصہ دے دیا جائے تو وہ پوری طرح مطمئن اور قانع ہو جائیں گے۔ انھیں اقتدار و تفوق قائم کرنے کی ہرگز خواہش نہیں...

ان صوبجات میں جہاں ان کی اکثریت ہے، اکثریت کے حقوق کے متعلق ہندوؤں کا مطالبہ میری رائے میں نہایت منصفانہ ہے۔ اگرچہ اس کی زد صوبجات متحدہ اور مدراس کی مسلمان اقلیتوں کے بڑھے ہوئے حقوق پر پڑتی ہے۔ میں ان صوبجات سے جن میں مسلمانوں کی اقلیت ہے، درخواست کرتا ہوں کہ وہ اس معاملہ پر وسیع ہندوستان گیر اسلامیہ زاویۂ نگاہ سے غور کریں۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۲ ستمبر ۱۹۲۸ء

☆

Kush-hal Khan Khattak

The unification of the Afghan race - a process which is still going on before our eyes - forms one of the most interesting chapters in the history of Central Asia. Bahlol Lodhi and Sher Shah Suri in India, the Khattak poet Khush-hal Khan and Pir Roshan among the frontier tribes, the late Amir Abdur Rahman Khan and his grandson King Aman Ullah Khan in Afghanistan proper, are the most outstanding figures in the history of this interesting movement. The day is not far off when some Afghan historian will tell us the story of the unity of his race much in the same way as Bolton King has told the story of the unity of Italy.

I want to place before the readers of "Islamic Culture" some specimens of Khush-hal Khan's poetry, the value and importance of which is yet to be realised by the Afghans. He was born in 1613, and rose to the chieftainship of his tribe at the age of 27. He served the Emperor Shah Jahan loyally, but fell under the suspicion of Aurangzeb who imprisoned him in the fortress of Gwaliar. He was released after seven years, but on his return to his native land openly revolted against the Emperor and founded the great Afghan confederacy

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

against the Mughals. He personally went from tribe to tribe, and by negotiations as well as his charming poetry tried to infuse something of his own burning soul into his countrymen. The diplomacy and gold of Aurangzeb, however, were too powerful for him and he was finally compelled to retire in the Afridi country where he died at the age of 78. He was a versatile mind and wrote on various subjects, such as Poetry, Philosophy, Ethics, Medicine and his own autobiography which is unfortunately lost. Throughout his poetry, the major portion of which was written in India and during his struggles with the Mughals, breathes the spirit of early Arabian poetry. We find in it the same simplicity and directness of expression, the same love of freedom and war, the same criticism of life. I hope the Education Minister of Afghanistan will appoint some Afghan scholar to make a criticial study of this great warrior-poet of the Pushto language and to bring out a complete edition of his works with the necessary historical notes. This must be the first literary undertaking of modern Afghanistan.

The following specimens of Khush-hal Khan's poetry are taken from Captain Raverty's literal English translation which was published in 1862. The selection is sure to give the reader some idea of the poet's passionate patriotism, his aspirations, and the keenness of his observation of men. The poet has no doubt said some bitter things against Aurangzeb, but we must not forget that these are the judgements of an enemy who had passed seven long years as the Emperor's prisoner in a country of which he himself says:

"Defend us from Hind, tho' it should teem with all the world's
luxuries besides."

1

A year hath passed since Aurangzeb is encamped against
Disordered and perplexed in appearance, and wounded in heart.
It is now year after year that his nobles fall in battle;
But his armies swept away, who shall number them!
The treasures of India have been spread out before us:
The red gold muhurs have been engulfed in the hills.
It would not have entered one's head in eighteen guesses
That such events would ever have happened in these parts.
Still Aurangzeb's malevolence hath not a whit diminished

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Though the curse of his father it before drew down.
For this reason, also, no one can place dependence on him:
He is malignant and perfidious; a breaker of his word.
For this state of things, no other termination can be seen,
Than that the Mughals be annihilated, or the Afghans undone.
If this, which is beheld, be the revolutions of destiny-
If in this be the will of the Almighty, the time is come.
Fate revolveth not in the same fashion at all times-
Now 'tis propitious to the rose; now favourable to the thorn.
At a period so pregnant with honour and glory as the present.
In what manner do these base and recreant Afghans cat?
There is no deliverance in any thing save the sword:
Afghans, who nourish any other idea than this, are lost, indeed.
The Afghans are superior to the Mughals at the sword,
Were but the Afghans, in intellect, a little discreet.
If the different tribes would but support each other,
Kings would have to bow down in prostration before them.
But whether it be concord of strife, or folly or wisdom,
The affairs of everyone are in the hands of the Almighty.

2

I have beheld fortune's practices-its different usages and ways-
It clambereth unto thee with difficulty; but like a stone from a mountain, rolleth away!

3

Though the king may cast him into prison, he will not grieve;
For the liberty of the free is from the beginning of time.

4

Let it not be, that every bad rider should mount fortune's steed:
If it be ridden by any one, at least a good horseman let him be.

5

Neither doth any one here seek to avail himself of my abilities and experience,
Nor are the capabilities of this country's people of any advantage unto

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

me.
We converse together in one tongue - we speak the Pushto language;
But we do not, in the least, understand what we to one another say.
The Suwatis account themselves exceeding wise, whilst they are but fools,
And 'tis amongst such a set as these, that the Almighty my lot hath cast,
Now that I have beheld the Suwat valley, I have this much discovered,
That there is no tribe more abject and contemptible than the Yusufzais.
Tyranny and self-conceit seem to be the inmates of all;
And every man amongst them is covetous and ready to beg.
Although, in their dwellings, they have wealth and goods, they are hungry-eyed;
And their head-men, than the rest, are more villainous and Infamous still.
'Tis said, that the watermelon deriveth its colour from the watermelon,
But their wise men and elders are more worthless than the people themselves.
The rights of the poor and helpless, they make out wrong and unjust,
If they can a single penny obtain by way of a present or a bribe.
As to these I have seen myself; about others I am unable to speak-
They are all either bullocks or skinners, without any exception so ever.

6

The Turanis are all turbulent, quarrelsome, and oppressive;
Liars, perjurers, and concocters of calumny and slander.
The Iranis are of a friendly disposition - they are true and faithful;
They have urbanity and breeding - are respectable and deserving.
The Afghans are malevolent and ruthless and contentious
But give them for their modesty and valour due praise.
Whether Baluch or Hazarah, both are dirty, and abominable:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

They have neither religion nor faith - may shame attend them!
Whether Hindustani or Sindhi, may their faces be blackened!
For they have neither modesty nor shame, neither bread nor meat.
The Kashmiris, whether male or female - may they all be undone!
They have none of the chattels of humanity amongst them.
Behold they are not of the human race - what are they?
May perdition swallow them - both Uzbek and Kazalbash!
The Laghmanis, Bangashis, Suwatis, Tirahis - all of them,
Are dancers and fiddlers - and who will be friends with such?
Unto him, all matters are manifest, regarding other folks' ways;
Then render unto Khush-hal's shrewdness, its due meed of praise.

7

Gentle breeze of the morn, shouldst thou pass over Khairabad,
Or should thy course lead thee by Sarae, on the banks of the Sind.
Hail them, again and again, with my greetings and salutations!
And with them many, many expressions of my regard and love.
Cry out unto the swift Aba-Sind with sonorous voice;
But unto the Laddaey, midly and whisperingly say-
"Perhaps, I may drink, once more, a cup of thy water;
For, whilom, I was not on Gange's nor on Jamna's banks."
Of the climate of Hind should I complain, how long shall I cry out?
Whilst the vileness of its water is far more horrid still.
Shouldst thou drink water from a rivulet, it racketh the vitals;
And that of the wells, too, is not free from danger and peril.
Since therein, from hill streams, the cool element is not to be had,
Defend us from Hind, tho' it should teem with all the world's luxuries besides.

8

Do they belong to the afrit, the demon, or the goblin race?
For among the lineage of Adam, the Afghans I cannot account.
Notwithstanding thou mayest give one of them the best of counsel and advice.
Still, even the counsel of his father is not acceptable to his heart.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

The whole of the deeds of the Pathans are better than those of the Mughals!
But they have no unity amongst them, and a great pity it is.
The fame of Bahlol, and of Sher Shah too, resoundeth in my ears-
Afghan Emperors of India, who swayed its sceptre effectively and well.
For six or seven generations, did they govern so wisely,
That all their people were filled with admiration of them.
Either those Afghans were different, or these have greatly changed;
Or otherwise, at present, such is the Almighty's decree.
If the Afghans shall acquire the gift of concord and unity,
Old Khushhal shall, a second time, grow young there-from.

9

A good name will remain behind - naught else soever will survive:
The wicked for evil are remembered - the good, for their virtues, in the memory live.
Shouldst thou hear of Hajaj thou wilt also hear the name of Noshirwan,
For justice, the unbeliever is venerated - for tyranny, the believer is cursed.

10

The Afghans have gone mad about posts and dignities;
But God preserve me from such plagues and troubles.
Unto whom belongeth the gift of discretion; to the swordsman?
Just the same as one learneth the Qur'an, in the schools?
Not one amongst them is gifted with the art of prudence;
For with the dispositions of all of them I am well acquainted.
The Afghans have one very great failing, if thou but notice -
That they with the titles and dignities of the Mughals coquet.
Shame and reputation, fame and honour, are of no account;
But, certainly, they talk enough about officers, rank, and gold.
Look not towards the Mughals with the eyes of cupidity
Even if in the habit of doing so from any other cause.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

The trusty Khattaki sword is buckled round my waist;
But not the custom of servitude, in the village and in town.
The dark night of Aurangzeb's prison I hold in remembrance.
When all the night long, "O God!" continually I cried.
If the Afghans would but oppose the Mughals with the sword.
Every Khattak, by the briddle-rein, should lead a Mughal away.
Amongst the Khattak, O Khushhal, no council of honour existeth;
Hence, I cannot conceive from what lineage they have sprung.

11

Whether it is the wise man, or the ignorant - the honest man or the robber;
I do not see anyone a true colleague united with me in my task.
A sincere friend in distress I cannot discover throughout the land;
For people merely give the empty consolation of their tongues.
Like unto the ants, directed towards the grain are the steps
Of those who favour me with their coming and their going.
Did not these ants entertain the hope of obtaining a store,
They would never make any journey in that direction at all.
Abandon not thine own stricken mountain-land, O Khushhal!
Tough blood is at every footstep and in every direction shed.

12

If the damsels of Kashmir are famed for their beauty,
Or those of Chin, or Ma-chin, or Tartary, noted likewise;
Yet the sweet Afghan maidens that mine eyes have beheld
Put all the others to shame, by their conduct and ways.
As to their comeliness, this, once for all, is the fact of the matter.
That they are, in lineage, of the tribe and posterity of Yakub.
Of the fragrance of musk, or of rosewater, they have not need-
They are as the attar of the perfumer, by prayer five times a day.
Whether jewels for forehead or for neck, or any other trinkets,
All these are contemptible, with their dark locks compared.
Whether veils of gold brocade, or whether silken mantles,
All are a sacrifice unto the snow-white kerchief of theirs.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

The beauty of their minds excelleth their personal privacy:
Not seen in the markets, with germents open and persons exposed.
They cannot look one full in the face, through modesty.
They are unused to abuse, and the discipline of the shoe.
Khushhal hath mentioned, more or less, somewhat of the matter;
But much remaineth that may be suitable, or unsuitable to the case.

13

If the Afghan people are of the human race,
In disposition and ways they are very Hindus.
They are possessed of neither skill, nor intellect;
But are happy in ignorance, and in strife.
Neither do they obey words of their fathers;
Not do they unto the teachers' instructions give ear.
When there may be one worthy man amongst them
They are the destroyers of his head and life.
They ever lie in wait, one to injure the other;
Hence they are always by calamity remembered.
They neither possess worth, nor do others esteem them,
Though they are more numerous than locusts or than ants.
First, I, then others, as many as there may be-
We all of us require aid, and a helping hand.
Whether it is valour, or whether liberality,
They have cast, through dissension, them both away.
But still, O Khushhal, thank God for this,
That they are not slaves, but free-born men.

14

Doth the gnat ever attain unto the high rank of the falcon,
Even though he is furnished, both with feathers and with wings?

15

Though all the world may agree to disparage and speak ill of him,
Poor Khushhal is Khushhal in his own merits and integrity.

16

However tortuously the snake moveth about,

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

It proceedeth straight enough unto its hole.

17

What is it, a sound and healthy body,
Which, more than empire and sovereignty, is preferred?
Altho' the world's wealth is an excellent thing,
Glory and renown are, than riches, more precious still.
What are more inestimable than the most perfect thing?
The one is purity - the other is sincerity of heart.
What is it that disenthralleth a man from sorrow?
Yea, what is it? - it is contentedness of mind.
Shouldst thou boast thyself of thy godliness,
That godliness, thereby, is rendered bootless and vain.
What is that, what hath a value beyond compute?
Yea, what is it? - it is deliberation in all our affairs.
That, which as a favour and obligation is conferred,
As generosity or liberality, was it ever accounted?
What is that, which, in this world, is a Hell indeed?
Verily, it is the society and acquaintance of a fool.
Then, O Khushhal, guard thou well thy mind;
For if there be aught god, 'tis a mind upright.

18

Verily, the Afghans are deficient in sense and understanding-
They are the tail-cut curs of the butcher's slaughter house.
They have played away dominion for the gold of the Mughals;
And they lust after the offices, that the Mughals can give.
Though the camel, with its lading, hath entered their dwelling,
They are first taken up with stealing the bell from its neck.
Out upon him who first the name of Sarrahban bore,
And malediction upon the whole of them, that after follow.
The recreant occupy themselves in baseness and dishonour;
But every breath of the noble is devoted to the cause of renown.
They commence from Kandahar, and reach unto Damghar,
And all are worthless and good for nothing, who dwell between.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

19

The Mughals whom I now set eyes upon, are not such as were wont to be:
The day of their swords is past and gone, and but the pen remaineth unto them:
They gain over the Afghans by gold; and by fraud and deception entangle them.
Upon me these things have no effect, for the favour of God is still upon me.
I am neither a fly nor a crow, that I should hover over rottenness and filth.
The hawk or the falcon am I, that must my hearth, with my own quarry, delight;
Were there but others like unto me in this affair, I should rejoice indeed;
But since there are none like me, with distress and grief I am o'erwhelm'd.

Islamic Culture, Hyderabad-Deccan, October, 1928

Razzaqi

☆

۶ نومبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ میاں محمد شفیع صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کو پھر کالج کمیٹی کا رُکن بنایا گیا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۷۹۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

اس برس نومبر میں لاہور میں پانچویں انڈین اورینٹل کانفرنس ہوئی۔ علامہ اقبال عربی، فارسی اور ژند کے شعبے کی صدارت کر رہے تھے۔

Razzaqui

A Plea for Deeper Study of the Muslim Scientists

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

[Excerpt]

Sometime ago various questions arose in my mind regarding the culture of Islam as embodying the world-feeling of a specific group of mankind. Is Modern Science purely Western in origin? Why did the Muslims devote themselves to architecture as a mode of self-expression; and why did they comparatively ignore music and painting? What light, if any, do their mathematics and their decorative art throw on their intellectual and emotional attitude towards the concepts of space and time? Are there any psychological conditions which determined the rise and final acceptance, as an orthodox religious dogma, of a boldly conceived Atomic theory wholly unlike the Greek theory? What is the psychological meaning of mi'raj in the cultural history of Islam? Professor Macdonald has recently tried to prove the existence of Buddhistic influence on the rise and growth of Atomism in Islam. But the cultural problem which I have ventured to raise is far more important than the purely historical question answered by Professor Macdonald. Similarly Professor Bevan has given us valuable historical discussion of the story of the mi'raj. To my mind, however, what is, culturally speaking, more important is the intense appeal that the story has always made to the average Muslim, and the manner in which Muslim thought and imagination have worked on it. It must be something more than a mere religious dogma, for it appealed to the great mind of Dante, and, through Muhyiuddin ibn-ul-Arabi, furnished a model for the sublimest part of the Divine Comedy which symbolises the culture of mediaeval Europe. The historian may rest satisfied with the conclusion that the Muslim belief in the Prophet's Ascension finds no justification in the Quran; yet the psychologist who aims at a deeper view of Islamic culture caflnot ignore the fact that the outlook given by the Quran to its followers does demand the story as a formative element in the world-picture of Islam. The truth is that it is absolutely necessary to answer all such questions, and mutually to adjust their answers into a systematic whole of thought and emotion. Without this it is impossible to discover the ruling concepts of a given culture, and to appreciate the spirit that permeates it. However, a comprehensive view of the culture of Islam, as an expression of the spiritual life of its followers, is easy of achievement.

The culture of Islam is the youngest of all Asiatic cultures. For us

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

moderns it is far more easy to grasp the spirit of this culture than to imagine the world-picture of those ancient cultures whose intellectual and emotional attitude is extremely difficult to express in a modern language. The difficulty of the historian of Muslim culture is mainly due to the almost total lack of Arabic scholars trained in special sciences. European scholars have done good work in the domain of Muslim history, philology, religion and literature. Muslim philosophy too has had share of their attention; but I am afraid the work done in philosophy is, on the whole, of a superficial kind, and often betrays ignorance of both Muslim and European thought. It is in Art as well as in the concepts of special sciences. and philosophy that the true spirit of a culture is revealed. But, for the reason mentioned above, the student of Muslim culture is yet very far from understanding the spirit of that culture.

Sherwani

☆

۹ دسمبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ شیخ امیر علی صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال پھر کالج کمیٹی کے رکن مقرر کیے گئے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

تہذیبِ نسواں کی کسی پڑھنے والی نے اقبال کو خط لکھ کر کوئی سوال پوچھا کہ وہ "محفلِ تہذیب" کے ذریعے جواب دیں جو غالباً تہذیبِ نسواں میں کوئی مستقل کالم تھا۔ "میں یہ بھی کرتا،" بعد میں اقبال نے کہا۔ "مگر مجبوری یہ تھی کہ ان کے سوال کی نوعیت کچھ ایسی تھی جس کا جواب میں نہ جانتا تھا۔"

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸–۱۹۷۱)، ص [قدیم:۱۹۳] کتاب میں شامل حجاب اسماعیل (بیگم امتیاز علی تاج) کی یادداشتوں میں اس واقعے کا ذکر ہے۔

☆

اِس برس شائع ہونے والی ایک کتاب مصنف نے اگلے برس مئی ۱۹۲۹ء کے دستخط کے ساتھ اقبال کو پیش کی:

Syed Zafarul Hassan. *Realism: An Attempt to Trace Its Origin and*

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Development in Its Chief Representatives. Cambridge University Press, London

اِس برس شائع ہونے والی دوسری کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

Carl, Rahn. *Science and the Religious Life – A Psycho-Physiological Approach.* Hale University Press, New Haven

Sigmund Freud (translated by W.D. Robson-Scott). *The Future of an Illusion.* Leonard, London

William Hocking Ernest. *The Self – Its Body and Freedom.* Yale University Press, New Haven

Henry A. Atkinson (editor). *The World's Religions Against War – the proceedings of the preliminary conference held at Geneva, Sept. 1928 to make arrangements for a universal peace conference.* Church Peace Union, Paris

Edwyn Bevan. *Sibyls and Seers – A survey of some ancient theories of revelation and inspiration.* George Allen & Unwin, London

E. S. D. Barucha. *A Brief Sketch of the Zoroastrian Religion and Customs – An Essay Written for the Rahnumai Mazdayasnan Sabha.* D. B. Taraporevala, Bombay

An Indian Mahmedan. *The Indian Moslems.* Ardenne Publishers, London

J. W. N. Sullivan. *Galileo or the Tyranny of Science.* Kegan Paul, London

J. W. N. Sullivan. *The Bases of Modern Science.* Ernest Bew, London

Maurice Maeterlinck (translated by Bernard Miall). *The Life of Space.* George Allen Unwin, London

Oswald Spengler (translated by Charles Francis Atkinson). *The Decline of the West – Volume I: Form and Actuality.* George Allen & Unwin, London

Oswald Spengler (translated by Charles Francis Atkinson). *The Decline of the West – Volume II: Perspectives of World History.* George Allen & Unwin, London

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

A History of Persian Navigation

by Prof. Hadi Hasan, Muslim University, Aligarh

Foreword

by Dr. Sir Muhammad Iqbal

I have read parts of Prof. Hadi's book on Persian Navigation with great interest and profit. Besides the innumerable Persian, Arabic and Chinese sources, he has utilized all the available sculptural, pictorial and numismatic material in establishing the conclusion that whilst the land empire of the Sassanids perished with the fall of Yazdigird the maritime activity of the Persians continued till the Caliphate of al-Mutawakkil, when it began to be displaced by the Arabs. The author's great capacity for sustained work, his infinite patience in sifting the details of evidence, and above all his youthful enthusiasm for the subject of his study - all this is abundantly clear from the remarkable work that he has produced. I have no doubt that Prof. Hadi's work is a very important contribution to modern historical research relating to Persian antiquities. It is needless to add that Prof. Hadi is a brilliant Persian scholar from whom yet greater things are expected.

Lahore — Muhammad Iqbal

☆

اُس برس کسی وقت مگر ممکن ہے کہ اگلے برس، پہلا یومِ اقبال منایا گیا۔ اُس روز جاوید بیمار تھے۔ اقبال اُنہیں دیکھنے اندر آئے تو سردار بیگم کو بتایا کہ یومِ اقبال میں جاوید کی صحت یابی کے لیے بھی دُعا کی گئی ہے۔ سردار بیگم نے حیرت سے کہا کہ اقبال کا یوم منایا گیا ہے مگر وہ سارا دِن گھر پر رہے۔ اقبال نے کہا، "ہاں، جس کا یوم منایا جائے وہ اُس میں شرکت نہیں کرتا۔"

اگلے روز انقلاب اخبار کا پرچہ اقبال نے زنانے میں خاص طور پر بھجوایا کہ خواتین بھی یہ خبر پڑھ لیں۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۷۹–۷۷۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا جن کی یادداشت کے مطابق پہلے یومِ اقبال کے وقت جاوید اقبال صاحب کی عمر چار پانچ برس تھی اور اُنہوں نے اسکول جانا شروع نہیں کیا تھا۔ خالد نظیر صوفی نے حاشیے میں پہلے یومِ اقبال

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کی تاریخ کے حوالے سے مفصل بحث کر کے آخر میں لکھا ہے: ''اِس کے علاوہ جب یہ کتاب مولانا غلام رسول مہر [مدیر انقلاب] کے پاس پیش لفظ کے لیے گئی تو چند ایک مندرجات کے متعلق اُن سے میری گفتگو ہوئی جن میں پہلے یومِ اقبال کا ذکر بھی آیا اور انہوں نے میری تحقیق کو درست قرار دیا۔''

☆

کلکتہ کنونشن کا مقصد یہ تھا کہ نہرو رپورٹ پر غور کیا جائے۔ محمد علی جناح کی تمام تجاویز ہندو مہا سبھا کی مخالفت کی وجہ سے مسترد ہوئیں۔ سمجھا جاتا ہے کہ اسی موقع پر جناح نے محسوس کیا کہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو متحد کرنے کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ صرف مسلمانوں کو متحد کیا جا سکتا ہے۔

☆

آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا اجلاس دہلی میں ۲۹ دسمبر کو شروع ہوا۔ سر آغا خاں صدارت کر رہے تھے۔ اگلے چار روز تک اجلاس ہوتے رہے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب یکم جنوری ۱۹۲۹ء

۱۹۲۹

☆

یکم جنوری ۱۹۲۹ء کو دہلی میں آل پارٹیز کانفرنس کا آخری اجلاس ہوا۔ سر میاں محمد شفیع نے مسلم مطالبات کی قرارداد پیش کی۔ علامہ اقبال نے حمایت کی:

> حضرات! گذشتہ تین چار سال سے ہم کو جو مشاہدات و تجربات حاصل ہو رہے ہیں وہ نہایت مفید اور نتیجہ خیز ہیں۔ ہم کو جو باتیں اپنے برادران وطن کے متعلق قیاسی طور پر معلوم تھیں اب وہ یقینی طور پر ہمارے علم میں آ گئیں۔

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میں اس حقیقت کا اعتراف کرتا ہوں کہ آج سے نصف صدی قبل سر سید احمد خان مرحوم نے مسلمانوں کے لیے جو راہ عمل قائم کی تھی، وہ صحیح تھی اور تلخ تجربوں کے بعد ہمیں اس راہ عمل کی اہمیت محسوس ہو رہی ہے۔

حضرات! آج میں نہایت صاف لفظوں میں کہنا چاہتا ہوں کہ اگر مسلمانوں کو ہندوستان میں بحیثیت مسلمان ہونے کے زندہ رہنا ہے تو ان کو جلد از جلد اپنی اصلاح و ترقی کے لیے سعی و کوشش کرنی چاہیے۔ اور جلد از جلد ایک علیحدہ پولیٹیکل پروگرام بنانا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں بعض حصے ایسے ہیں، جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اور بعض حصے ایسے ہیں، جن میں وہ قلیل تعداد میں ہیں۔ ان حالات میں ہم کو علیحدہ طور پر ایک پولیٹیکل پروگرام بنانے کی ضرورت ہے۔ آج ہر قوم اپنے حقوق کے تحفظ کے لیے سعی و کوشش کر رہی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان اپنے حقوق کے لیے سعی و کوشش نہ کریں۔ آج اس کانفرنس میں متفقہ طور پر جو ریزولیوشن پیش ہوا ہے، وہ نہایت صحیح ہے اور اس کی صحت کے لیے میرے پاس ایک مذہبی دلیل ہے اور وہ یہ کہ ہمارے آقائے نامدار حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ میری امت کا اجتماع کبھی گمراہی پر نہ ہوگا۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب یکم جنوری ۱۹۲۹ء

☆

علامہ اقبال کے نزدیک مسلمانوں کا اجتماعی فیصلہ غلط نہ ہو سکتا تھا اور علامہ کی نظر میں دہلی کی آل پارٹیز مسلم کانفرنس کا فیصلہ اس قسم کے اجتماع کی ایک مثال تھا۔ اُس روز کے بعد ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست کے تمام اہم مراحل کے بارے میں علامہ کے موقف کو صرف انہی دو نکتوں کی روشنی ہی میں صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

علامہ سے یہ بھی روایت ہے کہ گاندھی جی نے اس کانفرنس کی تجاویز کے بارے میں کہا کہ مسلمانوں کا مطالبہ متحدہ نہیں۔ ''وہ حق بجانب نہ تھے،'' علامہ نے بعد میں بیان کیا۔ ''میں اُس صحبت میں موجود تھا اور میں نے کہا تھا کہ ہندوؤں کا ایک طبقہ جداگانہ انتخاب مانگتا ہے، دوسرا مخلوط انتخاب کا حامی ہے اور تیسرا 'سوشل ڈیموکریسی' چاہتا ہے۔

جب ہندوؤں میں اس قدر اختلاف ہے تو مسلمانوں کے معمولی اختلاف پر ایک بہانہ بنالینا اگر منافقت نہیں تو کیا ہے۔"

علامہ کی تقریر ۲ مئی ۱۹۳۱ء بحوالہ گفتار اقبال۔

☆

۲ جنوری ۱۹۲۹ء تھی۔ رات ساڑھے آٹھ بجے دہلی کے ریلوے اسٹیشن پر علامہ اقبال فرنٹیئر میل (Frontier Mail) میں سوار ہوئے۔ چودھری محمد حسین اور عبداللہ چغتائی اُن کے ساتھ مدراس جا رہے تھے۔ اسٹیشن پر چھوڑنے جو لوگ آئے تھے اُن میں روزنامہ انقلاب کے مدیر غلام رسول مہر بھی تھے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

اگلے روز بارہ بجے دوپہر کے قریب ریل بمبئی میں کولابا کے اسٹیشن پر پہنچی۔ سیٹھ اے ایس اسماعیل کے صاحبزادے سیٹھ ہاشم اسماعیل استقبال کے لیے موجود تھے۔ "انہوں نے ڈاکٹر صاحب قبلہ کو دعوت دے رکھی تھی کہ جتنا وقت آپ بمبئی ٹھہریں میرے مہمان رہیں،" عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔

دوپہر کا کھانا سیٹھ ہاشم اسماعیل صاحب کے مکان پر ہوا۔ اُن کی اہلیہ مشہور سوداگر حاجی یوسف سبحانی کی صاحبزادی تھیں۔ سینئر کیمبرج کرنے کے بعد جرمنی میں دو سال علم طب کی تحصیل کر چکی تھیں۔ کھانے کے بعد اُنہوں نے زنانے میں سے گوئٹے کے فاؤسٹ کا غالباً اصل جرمن ایڈیشن بھجوایا کہ علامہ اپنے ہاتھ سے کوئی شعر لکھ دیں۔ علامہ نے وہی شعر لکھا جس میں اُن کے اِس مشن کا خلاصہ تھا کہ مسلمان یونانی فلسفے کے اثرات سے پیچھا چھڑا کر استقرائی طریقِ تحقیق اختیار کریں:

کلام و فلسفہ از لوح دل فرو شستم
ضمیر خویش کشادم بہ نشتر تحقیق

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

عبداللہ چغتائی کا بیان ہے کہ لکھتے وقت علامہ نے کہا، "یہ وہ نتیجہ ہے جس پر فوسٹ کو پہنچنا چاہیے تھا مگر وہ نہ پہنچا۔"

شام پانچ بجے تاج ہوٹل سے متصل گرینز ہوٹل میں سیٹھ ہاشم اسماعیل ہی کی طرف سے چائے کی دعوت تھی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

افغانستان کے قونصل جنرل سردار غلام احمد خاں، سر چمن لال سیتلواڈ، مرزا محمد علی سولسٹر کے علاوہ بھی کچھ بڑے لوگ موجود تھے۔ ''مسٹر محمد علی جناح مدعو تھے مگر کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے''عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔

رات کے کھانے کی دعوت مسلم فیڈریشن بمبئی کی طرف سے آٹھ بجے شام کی تھی۔ وہاں لوکل سیلف گورنمنٹ کے وزیر مسٹر ہدایت حسین کے علاوہ اور دس گیارہ بڑے لوگ موجود تھے۔

رات دس بجے علامہ اقبال، عبداللہ چغتائی اور چودھری محمد حسین مدراس میل میں سوار ہوئے۔ وہ رات، اگلا دن اور اگلی رات ریل ہی میں گزری۔ ''عجیب سفر ہے اور جس حصہ ملک میں یہ سفر کیا وہ بھی کم عجیب نہیں''عبداللہ چغتائی نے محسوس کیا۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

☆

حجاب اسماعیل مدراس کے سینٹ تھامس کانونٹ میں پڑھتی تھیں اور نظام حیدر آباد کے فرسٹ سیکرٹری سید محمد اسماعیل کی لڑکی تھیں۔ ''ہندوستاں ہمارا'' اور ''سارا جہاں ہمارا'' کی ملی جلی آوازیں بچپن ہی سے ذہن میں خوابناک فضا بنتی رہی تھیں۔ علامہ کے انتظار میں لاہور ہی میں خط لکھے تھے۔

۵ جنوری کی صبح انگریزی لباس میں حجاب اپنے والد اور اُن کے چند دوستوں کے ساتھ اُن لوگوں میں شامل تھیں جو مدراس سے ایک اسٹیشن پہلے بیسن برج کے پلیٹ فارم پر پھولوں کے ہار وغیرہ لیے کھڑے تھے۔ گاڑی آ کر رُکی تو سب نے فرسٹ کلاس میں اقبال کو تلاش کرنا شروع کیا مگر وہ سیکنڈ کلاس میں پائے گئے۔ حجاب نے آہستہ سے اپنے والد سے کہا کہ اگر کوئی انجمن اُنہیں سیکنڈ کلاس کا ٹکٹ دیتی یا وہ علامہ اقبال ہوتیں تو اِنکار کر دیتیں۔ والد نے جواب دیا کہ بڑے لوگ چھوٹی چھوٹی باتوں کو خاطر میں نہیں لاتے۔

کمپارٹمنٹ میں علامہ کھڑے ہو کر سب لوگوں سے ہاتھ ملا رہے تھے۔ ''اُنھوں نے پنجابی شلوار پہن رکھی تھی اور کرتے پر واسکوٹ اور پاؤں میں دیسی جوتی (گرگابی یا پمپ شو) جیسی کہانیوں کی کتابوں میں میں نے جادوگروں کو پہنے ہوئے دیکھا تھا''حجاب نے بعد میں لکھا۔ ''میرے تصورات کی جنت پارہ پارہ ہوگئی...اور تو اور، انگلیوں میں موٹے مصری سگار کی بجائے سامنے حقہ اور اُس پر چلم رکھی تھی۔''

حجاب کے والد نے اُن کا تعارف علامہ اقبال سے کرواتے ہوئے بتایا کہ اُن کے قومی ترانے ان کی گھٹی میں

پڑے ہوئے ہیں تو اُنھوں نے شفقت سے اُنہیں اپنے ساتھ بٹھایا اور سگریٹ کا ڈبہ کھول کر سگریٹ پیش کیا۔ والد ہنسنے لگے اور اُن کے ایک دوست نے کہا، ''سگریٹ؟ ابھی تو یہ سینٹ تھامس کانونٹ میں پڑھتی ہیں۔''

''بتایئے کانونٹ میں عیسائیت کا آپ نے اب تک کتنا اثر قبول کیا ہے؟'' اقبال نے مسکرا کر حجاب سے پوچھا اور اُنھوں نے کہا، ''بہت تھوڑا سا۔'' اقبال ہنس پڑے اور ریل چل پڑی۔

حجاب نے اُن سے سوالات پوچھنے شروع کیے۔ وہ ''مسلم ہیں ہم...'' جیسے دلنشیں ترانے کیسے لکھ لیتے ہیں؟ ''اب میں مان گیا کہ عیسائیوں کے کانونٹ کا آپ نے ذرا بھی اثر قبول نہیں کیا،'' اقبال نے بیحد شگفتگی سے کہا۔ ''جبھی تو آپ کا 'مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا' پر ایمان ہے۔ آپ کے عقائد، آپ کے طرز و ادا اور آپ کی باتوں کو سن کر میں ایک تجویز یہ پیش کرتا ہوں کہ آپ کا نام شیریں ہونا چاہیے تھا۔'' پھر حجاب کے والد کی طرف دیکھ کر مسکرائے اور کہا، ''کیوں سید صاحب! آپ کو اِس پر کوئی اعتراض ہے؟''

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸/۱۹۷۱)، ص (قدیم: ۱۹۳-۱۸۵) پر حجاب اسماعیل جو ۱۹۳۴ء کے بعد حجاب امتیاز علی تاج تھیں، اُن کی تحریری یادداشت شامل ہے جو مصنف کی فرمایش پر کتاب کی تصنیف کے وقت لکھی گئی۔ علامہ کے انتظار میں لاہور ہی میں خط لکھنے کا تذکرہ عبداللہ چغتائی نے اپنے مکتوب ۵ جنوری ۱۹۲۹ء میں کیا ہے (گفتار اقبال)۔

''صبح سات بج کر پینتیس منٹ پر جب ہماری گاڑی مدراس سٹیشن پر پہنچی تو استقبال کرنے والے حضرات کا ایک ہجوم سٹیشن پر موجود تھا،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''بیشتر مسلمان تھے اور ترکی ٹوپیاں پہنے ہوئے تھے۔ مدراس کے اکثر علما و فضلا اور زعما و رؤسا موجود تھے۔ حضرت علامہ کو گاڑی سے اُترنا مشکل ہوگیا۔ ہر ایک کی یہ خواہش تھی کہ پہلے میں دیکھوں اور مصافحہ کروں... گاڑی سے اُترنا مشکل ہوگیا۔''

حمید حسن، سیٹھ جمال محمد کے لڑکے کے ساتھ ڈبے کے اندر آئے۔ علامہ کو پھولوں کے ہار پہنائے۔ بلند آوز میں لوگوں کو یقین دلایا، ''سب کو ڈاکٹر صاحب سے ملنے کا موقع ملے گا'' اور کسی طرح اقبال کو گاڑی سے اُتارنے میں کامیاب ہوئے۔

پلیٹ فارم پر مدراس کے جو معززین موجود تھے اُن میں مولوی سید ابوظفر داؤدی، افضل العلما عبدالحق ایم اے، جمال محمد، خان بہادر عبدالعزیز بادشاہ، عبدالعزیز حسن، عبدالحکیم، حاجی جلال عبدالکریم، حکیم مخدوم اشرف، جمال محی الدین، سید یوسف اور ڈاکٹر جمال الدین شامل تھے۔ خان بہادر محمد حسین بھی تھے جنھوں نے علامہ اقبال سے لوگوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کا تعارف کروایا۔

علامہ کو پھولوں سے بری طرح لاد دیا گیا تھا۔ اُنہوں نے بہت سے ہار حجاب کے گلے میں ڈال دیے۔ حجاب نے پوچھا کہ دوبارہ کب ملیں تو مسکرا کر کہا کہ جس وقت آپ کا دل چاہے۔ حجاب کے والد قریب آ گئے اور کہا کہ سوا بجے بساٹو ہوٹل میں استقبالیہ لنچ ہے، وہاں وہ حجاب کے ساتھ موجود ہوں گے۔ ''بہت خوش خوش گھر پہنچی،'' حجاب کا بیان ہے۔ ''اب مجھے شاعرِ مشرق کا لباس اور دیسی جوتیاں بری نہ لگتی تھیں کیونکہ اُن کی گفتگو بہت شائستہ اور دلچسپ تھی۔''

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸/۱۹۷۱)، ص۱۲۳–۱۲۲ (قدیم: ۱۹۲–۱۹۰)، حجاب امتیاز علی کی یادداشت

☆

مدراس کے بوساٹو ہوٹل کی شان و شوکت کے بارے میں عبداللہ چغتائی کا خیال تھا کہ ایسے ہوٹل بمبئی کلکتہ میں شاید رہے ہوں مگر لاہور میں تو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ یہاں علامہ اقبال اور اُن کے دونوں ہمراہیوں کے ٹھہرنے کا بندوبست تھا کیونکہ ہوٹل کے مالک سیٹھ جمال محمد ہی تھے۔ ریلوے اسٹیشن سے علامہ اقبال انہی کے ساتھ موٹر میں بیٹھ کر ہوٹل پہنچے۔ چند منٹ بعد عبداللہ چغتائی اور چودھری محمد حسین بھی خان بہادر محمد حسین کے ساتھ پہنچ گئے۔

''کمرے میں بیٹھے ابھی پندرہ منٹ نہ ہوئے ہوں گے کہ مدراس پریس بیورو کے فوٹوگرافر نے پھر کیمرہ سامنے لا کھڑا کیا اور جب تک تصویریں نہ لے چکا خلاصی نہ کی،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔

ناشتے کا وقت ہو چکا تھا۔ علامہ اور دونوں ساتھیوں نے سیٹھ جمال محمد، اُن کے بیٹے اور بھتیجے کے ساتھ چائے پی۔ ''اس مختصر سی صحبت میں پہلی بات یہ کھلی کہ وہ سیٹھ جمال محمد صاحب جو اپنی بعض قومی فیاضیوں کی وجہ سے پنجاب بلکہ تمام اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کے 'برلا' مشہور ہو رہے ہیں، محض سیٹھ ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کے علم و فضل کے مالک ہیں،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''انگریزی خوانوں کی اصطلاح میں کلچرڈ ہیں اور ایک عرصے سے مسلمانوں کی موجودہ مذہبی اور تعلیمی کمزوریوں نے آپ کو فکرِ مداوا میں مبتلا کر رکھا ہے۔''

اس مختصر صحبت میں سیٹھ جمال محمد نے جو خیالات ظاہر کیے ان کا خلاصہ عبداللہ چغتائی نے بیان کیا ہے۔ اہم ہے کیونکہ اُس شخص کے افکار کا خلاصہ ہے جس کی دعوت پر علامہ اقبال کے تشکیلِ جدید کے لیکچر لکھے گئے۔ عبداللہ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

چغتائی کے مطابق:

> پرانی مذہبی تعلیم اور عہد حاضر کے علوم وفنون کی تعلیم کی کس طریق پر آمیزش دی جائے کہ ''ملا'' عہد حاضر کی تعلیم یافتہ بن جائے اور عہد حاضر کا تعلیم یافتہ ''ملا'' نہ سہی ''مسلمان'' بن کر دنیا میں رہے۔ یہ آپ کی نیک سرگرمیوں کا سب سے بڑا نصب العین ہے۔ آپ سائنس کے مسائل پر عالمانہ گفتگو کرتے ہیں۔ قرآنی آیات سے بعض ایسے مسائل کا استنباط نہایت خوبی سے کرتے ہیں۔ آپ شاکی ہیں کہ گذشتہ دو صدیوں بلکہ اس سے زیادہ عرصے سے علما حضرات نے اپنے فرائض تبلیغ وتعلیم میں حالات شناسی سے کام نہیں لیا۔ تاہم وہ اس قدر مورد ملامت بھی نہیں۔ یہ صورت حال ایک وجہ سے نہیں بیسیوں وجوہ سے قوم کو دیکھنی پڑی ہے۔
>
> تاہم گذشتہ گذشتہ تھا۔ اس پر واویلا مفید نہیں ہوسکتا۔ عہد حاضر کے مسلمان علما و زعما کو ''قدیم ونو'' اس طرح ''ترتیب'' دینا چاہیے کہ تمام گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی ہوجائے اور دنیا پھر اس ''مسلم'' کو دیکھ سکے جس کا دنیا میں پیدا کرنا قرآن کا مقصد، پیغمبر اسلام کا مقصد اور خدائے دو جہاں کا مقصد تھا۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

عبداللہ چغتائی کا بیان ہے کہ علامہ اقبال نے سیٹھ جمال کے بارے میں (غالباً اُن کے جانے کے بعد) کہا، ''اللہ اللہ! یہ انسان ایک کروڑ سالانہ کی تجارت کرتا ہے، تہبند کرتا پہنتا ہے اور حقیقت، مادہ اور روح جیسے علمی مسائل پر انگریزی اور اُردو میں گفتگو کرتا ہے اور اس کو فکر دامن گیر ہے کہ مسلمانوں کی قدیم اور نئی تعلیم کا حقیقی اتصال ہو اور اسلام اپنی اصلی شان میں دنیا پر ظاہر ہو۔ مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جب تک یہ 'ٹائپ' نہ پیدا ہوگا نصب العین تک رسائی محال ہے۔''

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۵ جنوری ۱۹۲۹

☆

موقع ملتے ہی عبداللہ چغتائی ''ہم سفر'' کے قلمی نام سے غلام رسول مہر کے نام خط لکھنے بیٹھے۔ ''افسوس کہ سفر کے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حالات کی اس مختصر نامہ میں گنجایش نہیں اور نہ ہی میں بمبئی کے متعلق مفصل حالات لکھ سکا ہوں،" کچھ حالات بیان کرنے کے بعد لکھا۔"جنوبی ہند کو دیکھ کر اور یہاں کے لیے علامہ اقبال کے مقاصد سفر کو مدنظر رکھ کر میں ایک مستقل سفرنامہ ترتیب دینے کی ضرورت محسوس کرنے لگا ہوں....لاہور سے بمبئی اور بمبئی سے مدراس تک سات سو چوراسی (۷۸۴) میل سفر کرنے کے بعد اقصائے ہند میں اقبال کے لیے اتنے مسلمانوں کا اجتماع دیکھ کر مجھ جیسے 'اقبالی' اور 'مسلمان اقبالی' کے دل پر جو کیفیات گذرتی ہوں گی ان کا اندازہ [غلام رسول] مہر نہ کر سکے گا تو اور کون کرے گا... حضرت علامہ اقبال کا جنوبی ہند میں سفر کرنا خاص معنی رکھتا ہے۔ اسلام کے مقتدر علما و مشائخ ہندوستان کے اس حصے میں خاص مقاصد لے کر ہمیشہ آتے ہیں اور غالباً آیندہ آتے رہیں گے۔"

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

خط لکھ ہی رہے تھے کہ کچھ کام آن پڑا۔ باقی آیندہ پر چھوڑ کر پہلا خط مکمل کر دیا۔

☆

لنچ کے لیے اقبال نے کھلا نیلگوں مائل خاکستری رنگ کا سُوٹ اور سیاہ ٹوپی پہنی۔ سوا ایک بجے بسا ٹو ہوٹل میں حجاب اپنے والد کے ساتھ پہنچیں تو اقبال نے دُور سے ہاتھ ہلا کر اُنہیں سلام کیا۔

ڈائننگ ہال میں لمبی لمبی میزوں پر شراب کے گلاسوں کے پاس مہمانوں کی نشستوں کے لیے ان کے نام لکھے ہوئے تھے مگر اِقبال نے اپنے سیدھے ہاتھ کی کرسی کھینچتے ہوئے حجاب سے کہا،"کیا مضائقہ ہے اگر آپ یہاں تشریف رکھیں؟"، منتظمین میں سے سیٹھ حمید حسن نے قریب آ کر کہا،"چلیے چلیے علامہ صاحب آپ کو بلا رہے ہیں۔"

"علامہ صاحب میز بانوں اور دوسرے مہمانوں سے مصروفِ گفتگو تھے،" حجاب نے کھانے کا حال لکھا۔"اِدھر موقع دیکھ کر میں بھی ان سے باتیں کر رہی تھی۔ جب میرے اور علامہ صاحب کے آگے رکھی ہوئی گلاسوں میں مختلف قسم کی شراب بیروں نے ڈالنی شروع کی تو ایک بیرے سے میں نے آہستہ سے کہا:'میرے لیے لیمونیڈ لے آؤ۔' تھوڑی دیر علامہ صاحب چپ رہے، پھر بولے:'آپ صرف لیمونیڈ پیئیں گی؟' میں نے کہا،'ہاں میں شراب نہیں پیتی۔ آپ پی لیتے ہیں؟' ہنس کر کہنے لگے،'بالکل نہیں۔ آپ کو شاید معلوم نہیں، میں نے اپنے قیامِ انگلستان کے دوران بھی کبھی شراب کا ایک قطرہ نہیں چکھا۔' یہ فقرہ سن کر آس پاس جو لوگ بیٹھے ہوئے تھے، اُنہوں نے خوشی

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سے تالیاں بجائیں۔"

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸/۱۹۷۱)، ص ۱۲۳-۱۲۲ (قدیم: ۱۹۲-۱۹۰)، حجاب امتیاز علی کی یادداشت

☆

شام کو گوکھلے ہال میں علامہ اقبال کا پہلا لیکچر تھا۔ غالباً اِسی کو حجاب نے "لالی ہال" لکھا ہے۔ وہ اپنے والد کے ساتھ آئی تھیں۔ تمام ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ زیادہ تر مسلمان تھے مگر ہندوؤں کی تعداد بھی کم نہ تھی۔ مدراس کے چیف منسٹر ڈاکٹر سبرائن صدارت کر رہے تھے۔ عبداللہ چغتائی نے لیکچر کا عنوان 'دینیات اسلامیہ اور افکار حاضرہ' (Muslim Theology and Modern Thought) بیان کیا ہے۔ ویسے 'علم بالوحی اور عالم بالحواس' (Knowledge and Religious Experience) کے نام سے مشہور ہوا۔

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸/۱۹۷۱)، ص ۱۲۳ (قدیم: ۱۹۳)

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

قرآن شریف کی تلاوت سے جلسے کا آغاز ہوا۔ عبدالحمید حسن نے سوسائٹی کے سکرٹری کے طور پر مختصر سی تقریر میں 'مدراس لیکچرز آن اسلام' (Madras Lectures on Islam) کے مقاصد بیان کیے۔ ہندوستانی اقوام کو ایک دوسرے کی تہذیب و مذہب سے واقف ہونے کی ضرورت بتلائی۔ پھر کہا، "اقبال کا نام بطور شاعر مشرق تو آپ کو معلوم ہی تھا۔ ان کی شاعری نے ہندوستان اور بالخصوص اسلامی ہندوستان میں صحیح زندگی کی جو لہر دوڑائی ہے، اس سے آپ لوگ بھی ملک کے اس دور دراز گوشے میں متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے۔ مگر آج وہ شاعر کی حیثیت سے آپ کے شہر میں نہیں آئے بلکہ اسلامی مذہب و فلسفہ اسلامی، دینیات وفقیات اور اسلامی تہذیب و تمدن کے پیغام بر بن کر آئے ہیں۔"

چیف منسٹر ڈاکٹر سبرائن نے تقریب کے صدر کی حیثیت میں ڈاکٹر اقبال اور ایسوسی ایشن کا شکریہ ادا کیا۔ گورنر مدراس لارڈ گوشن کے پرائیویٹ سکرٹری کی طرف سے خط پڑھ کر سنایا کہ گورنر صاحب بہادر کو افسوس ہے کہ پہلی مصروفیتوں کی وجہ سے جلسے میں شریک نہیں ہو سکتے، سر محمد اقبال کا ذکر کئی دفعہ سن چکے ہیں اور لیکچر سن کر خوشی ہوتی مگر مصروفیتوں کی وجہ سے معذوری کا اظہار فرماتے ہیں۔ اس کے بعد ڈاکٹر سبرائن نے کہا:

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اس سرزمین میں ہندو اور مسلمان دونوں آباد ہیں۔ اگر وہ خود اختیاری حکومت حاصل کرنا اور اسے قائم رکھنا چاہتے ہیں تو ان میں اتحاد ضروری ہے۔ میں بارہا کہہ چکا ہوں کہ یہ ہندوؤں کا فرض ہے کہ مسلم اقلیت کو اطمینان دلائیں کہ وہ اس سرزمین میں بھائیوں کی طرح زندگیاں بسر کریں گے۔

حاضرین نے چیئرز کے نعرے لگائے۔ پھر ڈاکٹر سبرائن نے کہا:

میرے لیے باعث عزت ہے کہ میں اگرچہ ہندو ہوں لیکن اسلامی فلسفہ پر لیکچر کی صدارت کے لیے منتخب کیا گیا ہوں۔ میں خوش ہوں کہ اس صوبے کے مسلمانوں کا زاویہ نگاہ صحیح ہے۔ اسلام نے مشرق کو بلکہ ساری دنیا کو اخوت کا سبق دیا ہے۔ ہم ہندو ذات پات اور قومی امتیازات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہمیں ابھی اسلامی تہذیب اور اسلامی کلچر سے اخوت کا سبق سیکھنا ہے۔ میں یہاں غیر برہمن کی حیثیت میں تقریر نہیں کر رہا اور نہ اس نقطہ خیال سے ذات پات کے خلاف کہہ رہا ہوں۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کو یکجا کرنے اور تمام ہندوستانی اقوام میں اتحاد پیدا کرنے کے لیے ہمیں اسلامی اخوت کو دلیل راہ بنانا ہے۔

”اس کے بعد علامہ اقبال نے خطبہ ارشاد فرمایا،“ عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۵ جنوری ۱۹۲۹

Knowledge and Religious Experience

[Excerpt]

What is the character and general structure of the universe in which we live? Is there a permanent element in the constitution of this universe? How are we related to it? What place do we occupy in it, and what is the kind of conduct that befits the place we occupy? These questions are common to religion, philosophy, and higher poetry. But the kind of knowledge that poetic inspiration brings is essentially individual in its character; it is figurative, vague, and indefinite. Religion, in its more advanced forms, rises higher than poetry. It moves from individual to society. In its attitude towards the Ultimate

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Reality it is opposed to the limitations of man; it enlarges his claims and holds out the prospect of nothing less than a direct vision of Reality. Is it then possible to apply the purely rational method of philosophy to religion? The spirit of philosophy is one of free inquiry. It suspects all authority. Its function is to trace the uncritical assumptions of human thought to their hiding places, and in this pursuit it may finally end in denial or a frank admission of the incapacity of pure reason to reach the Ultimate Reality. The essence of religion, on the other hand, is faith; and faith, like the bird, sees its "trackless way" unattended by intellect which, in the words of the great mystic poet of Islam, "only waylays the living heart of man and robs it of the invisible wealth of life that lies within." Yet it cannot be denied that faith is more than mere feeling. It has something like a cognitive content, and the existence of rival parties- scholastics and mystics- in the history of religion shows that idea is a vital element in religion. Apart from this, religion on its doctrinal side, as defined by Professor Whitehead, is "a system of general truths which have the effect of transforming character when they are sincerely held and vividly apprehended." Now, since the transformation and guidance of man's inner and outer life is the essential aim of religion, it is obvious that the general truths which it embodies must not remain unsettled. No one would hazard action on the basis of a doubtful principle of conduct. Indeed, in view of its function, religion stands in greater need of a rational foundation of its ultimate principles than even the dogmas of science. Science may ignore a rational metaphysics; indeed, it has ignored it so far. Religion can hardly afford to ignore the search for a reconciliation of the oppositions of experience and a justification of the environment in which humanity finds itself. That is why Professor Whitehead has acutely remarked that "the ages of faith are the ages of rationalism". But to rationalize faith is not to admit the superiority of philosophy over religion. Philosophy, no doubt, has jurisdiction to judge religion, but what is to be judged is of such a nature that it will not submit to the jurisdiction of philosophy except on its own terms. While sitting in judgement on religion, philosophy cannot give religion an inferior place among its data. Religion is not a departmental affair; it is neither mere thought, nor mere feeling, nor mere action; it is an expression of the whole man. Thus, in the evaluation of religion, philosophy must recognize the central position of religion and has no other

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

alternative but to admit it as something focal in the process of reflective synthesis. Nor is there any reason to suppose that thought and intuition are essentially opposed to each other. They spring up from the same root and complement each other. The one grasps Reality piecemeal, the other grasps it in its wholeness. The one fixes its gaze on the eternal, the other on the temporal aspect of Reality. The one is present enjoyment of the whole of Reality; the other aims at traversing the whole by slowly specifying and closing up the various regions of the whole for exclusive observation. Both are in need of each other for mutual rejuvenation. Both seek visions of the same Reality which reveals itself to them in accordance with their function in life. In fact, intuition, as Bergson rightly says, is only a higher kind of intellect.

The search for rational foundations in Islam may be regarded to have begun with the Prophet himself. His constant prayer was: "God! grant me knowledge of the ultimate nature of things!" The work of later mystics and non-mystic rationalists forms an exceedingly instructive chapter in the history of our culture, inasmuch as it reveals a longing for a coherent system of ideas, a spirit of whole-hearted devotion to truth, as well as the limitations of the age, which rendered the various theological movements in Islam less fruitful than they might have been in a different age. As we all know, Greek philosophy has been a great cultural force in the history of Islam. Yet a careful study of the Qur'an and the various schools of scholastic theology that arose under the inspiration of Greek thought disclose the remarkable fact that while Greek philosophy very much broadened the outlook of Muslim thinkers, it, on the whole, obscured their vision of the Qur'an. Socrates concentrated his attention on the human world alone. To him the proper study of man was man and not the world of plants, insects, and stars. How unlike the spirit of the Qur'an, which sees in the humble bee a recipient of Divine inspiration and constantly calls upon the reader to observe the perpetual change of the winds, the alternation of day and night, the clouds, the starry heavens, and the planets swimming through infinite space! As a true disciple of Socrates, Plato despised sense-perception which, in his view, yielded mere opinion and no real knowledge. How unlike the Qur'an, which regards "hearing" and "sight" as the most valuable Divine gifts and declares them to be accountable to God for their activity in this world. This is what the earlier Muslim students of the Qur'an

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

completely missed under the spell of classical speculation. They read the Qur'an in the light of Greek thought. It took them over two hundred years to perceive-though not quite clearly-that the spirit of the Qur'an was essentially anti-classical, and the result of this perception was a kind of intellectual revolt, the full significance of which has not been realized even up to the present day.

☆

''جلسے کے اختتام پر اخباروں کے نمایندوں نے ڈاکٹر صاحب کے گرد جھرمٹ ڈال دیا،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''بھلا تمام تقریر کو وہ کہاں تک لکھ سکتے تھے اور ایسی فلسفیانہ تقریر کا لکھنا آسان کب تھا۔ اپنے لکھے ہوئے دو جملوں کی صحت پر بھی اطمینان نہیں ہوسکتا تھا۔ سب نے تقاضا کیا کہ لیکچر ہمیں دیں اور ہم یہیں بیٹھ کر دو گھنٹے میں اس کو نقل کرلیں گے۔ چونکہ لیکچر کی ایک ہی کاپی تھی اس لیے ڈاکٹر صاحب دے نہ سکے البتہ جو خلاصہ تیار کیا گیا تھا، اس کی کاپیاں پہلے سے موجود تھیں، وہ ہر ایک کو دے دی گئیں۔ پریس والے اس خلاصے سے ہرگز مطمئن نہ تھے مگر ایک ہندو عالم جو سٹیج پر تشریف رکھتے تھے اور جنھوں نے تمام لیکچر نہایت غور سے سنا تھا، اُٹھ کر فوراً ڈاکٹر صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ صاحب ان کے تقاضوں کا کچھ خیال نہ کیجیے گا۔ ان رپورٹروں کے ہاتھ آپ کا لیکچر پڑ گیا تو عجیب وغریب صورت میں مختلف اخباروں میں اس کے بعض حصے چھپ جائیں گے اور پھر آپ پچھتائیں گے۔''

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۵ جنوری ۱۹۲۹

☆

جلسے کے بعد عبداللہ چغتائی کو مزید وقت ملا۔ خط کی دوسری قسط بھی اُسی روز لکھ کر غلام رسول مہر کو بھیج دی۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۵ جنوری ۱۹۲۹

☆

اس کے بعد پندرہ بیس منٹ کی مسلسل و پرسکون فرصت بھی نصیب نہ ہوئی۔ ''سیٹھ حمید حسن صاحب نے جس طرح فراخ دلی سے ایڈریسوں اور دعوتوں کو مختلف افراد اور انجمنوں کی طرف سے قبول کرلیا تھا اسی طرح سختی سے ہمیں اوقات کی پابندی پر مجبور رکھا،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''پھر بھی اُنھیں یہ شکایت رہی کہ کئی افراد اور کئی انجمنیں مجھ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سے خفا ہیں کہ میں نے اُن کی دعوتوں کو آپ کے لیے قبول نہ کیا۔"

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

معلوم ہوتا ہے کہ ٦ جنوری کی شام علامہ اقبال نے سیٹھ جمال کے مدرسہ جمالیہ کے جلسۂ عام میں 'یتیم اور اسلام' کے موضوع پر تقریر بھی کی۔ تفصیل دستیاب نہیں ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۱۱ جنوری ۱۹۲۹

اُس روز دوسرا لیکچر بھی غالباً گوکھلے ہال ہی میں ہوا۔ عبداللہ چغتائی کا بیان ہے کہ اس میں بھی مسلمانوں اور ہندوؤں کا عظیم الشان اجتماع دیکھنے میں آیا۔

The Philosophical Test
of the Revelations of Religious Experience
[Excerpt]

Scholastic philosophy has put forward three arguments for the existence of God. These arguments, known as the Cosmological, the Teleological, and the Ontological, embody a real movement of thought in its quest after the Absolute. But regarded as logical proofs, I am afraid; they are open to serious criticism and further betray a rather superficial interpretation of experience...

A keener insight into the nature of conscious experience, however, reveals that the self in its inner life moves from the centre outwards. It has, so to speak, two sides which may be described as appreciative and efficient. On its efficient side it enters into relation with what we call the world of space. The efficient self is the subject of associationist psychology- the practical self of daily life in its dealing with the external order of things which determine our passing states of consciousness and stamp on these states their own spatial feature of mutual isolation. The self here lives outside itself as it were, and, while retaining its unity as a totality, discloses itself as nothing more than a series of specific and consequently numberable states. The time in which the efficient self lives is, therefore, the time of which we predicate long and short. It is hardly distinguishable from space. We can conceive it only as a straight line composed of spatial points which are external to one another like so many stages in a journey. But time thus regarded is not true time, according to Bergson. Existence in spacialized time is spurious existence. A deeper analysis

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

of conscious experience reveals to us what I have called the appreciative side of the self. With our absorption in the external order of things, necessitated by our present situation, it is extremely difficult to catch a glimpse of the appreciative self. In our constant pursuit after external things we weave a kind of veil round the appreciative self which thus becomes completely alien to us. It is only in the moments of profound meditation, when the efficient self is in abeyance, that we sink into our deeper self and reach the inner centre of experience. In the life-process of this deeper ego the states of consciousness melt into each other. The unity of the appreciative ego is like the unity of the germ in which the experiences of its individual ancestors exist, not as a plurality, but as a unity in which every experience permeates the whole. There is no numerical distinctness of states in the totality of the ego, the multiplicity of whose elements is, unlike that of the efficient self, wholly qualitative. There is change and movement, but change and movement are indivisible; their elements interpenetrate and are wholly non-serial in character. It appears that the time of the appreciative-self is a single "now" which the efficient self, in its traffic with the world of space, pulverizes into a series of "nows" like pearl beads in a thread. Here is, then, pure duration unadulterated by space. The Qur'an with its characteristic simplicity alludes to the serial and non-serial aspects of duration in the following verses:

> And put thou thy trust in Him that liveth and dieth not, and celebrate His praise Who in six days created the Heavens and the earth, and what is between them, then mounted His Throne; the God of mercy (25: 58-59).
>
> All things We have created with a fixed destiny: Our command was but one, swift as the twinkling of an eye (54: 49-50).

If we look at the movement embodied in creation from the outside, that is to say, if we apprehend it intellectually, it is a process lasting through thousands of years; for one Divine day, in the terminology of the Qur'an, as of the Old Testament, is equal to one thousand years. From another point of view, the process of creation, lasting through thousands of years, is a single indivisible act, "swift as the twinkling of an eye". It is, however, impossible to express this inner experience of pure duration in words, for language is shaped on the serial

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

time of our daily efficient self. Perhaps an illustration will further elucidate the point. According to physical science, the cause of your sensation of red is the rapidity of wave motion the frequency of which is 400 billions per second. If you could observe this tremendous frequency from the outside, and count it at the rate of 2,000 per second, which is supposed to be the limit of the perceptibility of light, it will take you more than six thousand years to finish the enumeration. Yet in the single momentary mental act of perception you hold together a frequency of wave motion which is practically incalculable. That is how the mental act transforms succession into duration. The appreciative self, then, is more or less corrective of the efficient self, inasmuch as it synthesizes all the "heres" and "nows" - the small changes of space and time, indispensable to the efficient self- into the. coherent wholeness of personality. Pure time, then, as revealed by a deeper analysis of our conscious experience, is not a string of separate, reversible instants; it is an organic whole in which the past is not left behind, but is moving along with, and operating in, the present. And the future is given to it not as lying before, yet to be traversed; it is given only in the sense that it is present in its nature as an open possibility. It is time regarded as an organic whole that the Qur'an describes as Taqdir or the destiny - a word which has been so much misunderstood both in and outside the world of Islam. Destiny is time regarded as prior to the disclosure of its possibilities. It is time freed from the net of causal sequence - the diagrammatic character which the logical understanding imposes on it. In one word, it is time as felt and not as thought and calculated.

☆

انجمن ترقی اُردو مدراس اور ہندی پرچار سبھا کی طرف سے بھی علامہ اقبال کو سپاس نامے پیش کیے گئے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹ء

☆

۷ جنوری کو مدراس کی انجمن ہلالِ احمر نے مدعو کیا۔ علامہ اقبال نے مختصر سی تقریر کی کہ ایشیائی ممالک یعنی ہندوستان، افغانستان، شام، حجاز اور چین باہمی فاصلوں کے باوجود اپنے مسائل کے جو حل تلاش کر رہے ہیں اُن

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میں یکسانیت ہے۔ ایشیا کو پھر عروج حاصل ہوگا مگر ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے مسائل پر دونوں پہلوؤں سے غور کر کے مصالحانہ نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔

''مجھے یقین کامل ہے کہ پرانی دنیا جس کا پیرو یورپ بنا ہوا ہے خاتمہ پر پہنچ رہی ہے،'' اُنہوں نے کہا۔ ''اب نئی دنیا معرض ظہور میں آنے والی ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ وہ ہندوستان ہی ہے جو مادہ پرستوں کی مغربی دنیا کو یہ عظیم القدر پیغام پہنچانے کے قابل ہوگا۔''

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۱۷ جنوری ۱۹۲۹ء

اُس روز مدراس کی انجمن خواتین نے بھی بلایا۔ سپاس نامہ پیش کیا۔ جواب میں علامہ نے جو تقریر کی اُسے عبداللہ چغتائی نے قلمبند کیا۔ علامہ کے خیال میں تقریر کے بعض اہم نکات نظر انداز کر گئے:

گفتار اقبال بحوالہ زمیندار ۱۹ فروری ۱۹۲۹ء

> میں آپ کے ایڈریس کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ ایمان کی بات تو یہ ہے کہ اگر میری تحریروں نے خواتین کے دلوں میں اسلامی روایات کا احترام پیدا کیا ہے تو رب کعبہ کی قسم میں سمجھتا ہوں کہ میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ میرا یہ عقیدہ رہا ہے کہ کسی قوم کی بہترین روایات کا تحفظ بہت حد تک اس قوم کی عورتیں ہی کر سکتی ہیں۔ اس کے علاوہ اور بھی وجوہ ہیں جن کی بنا پر میں آپ کے ایڈریس کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اگرچہ انحطاط کے دور میں عورت کے حقوق سے بے پروائی ہوئی، مسلمان مردوں نے مسلمان عورتوں سے تغافل برتا، لیکن عورت باوجود اس تغافل کے اپنا منصب پورا کرتی رہی۔ کوئی ایسا شخص نہ ہوگا جن اپنی ماں کی تربیت کے اثرات اپنی طبیعت میں نہ پاتا ہو یا بہنوں کی محبت اس کے دل پر اپنا نشان نہ چھوڑتی ہو۔
>
> وہ خوش نصیب شوہر، جن کو نیک بیویاں ملی ہیں، خوب جانتے ہیں کہ عورت کی ذات مرد کی زندگی کے ارتقا میں کس حد تک اس کی ممد و معاون ہے۔
>
> مجھے یہ بتلانے کی ضرورت نہیں کہ اسلام میں مرد و زن میں قطعی مساوات ہے۔ میں نے قرآن پاک کی آیت سے یہی سمجھا ہے۔ بعض علما مرد کی فوقیت کے قائل ہیں۔ جس آیت سے شک کیا جاتا ہے وہ مشہور ہے: 'الرجال قوامون علی النساء'۔ عربی محاورے

کی رو سے اس کی یہ تفسیر صحیح معلوم نہیں ہوتی کہ مرد کو عورت پر فوقیت حاصل ہے۔ عربی گرامر کی رو سے قائم کا صلہ جب علیٰ پر آئے تو معنی محافظت کے ہو جاتے ہیں۔ ایک دوسری جگہ قرآن حکیم نے فرمایا: 'ھن لباس لکم وانتم لباس لھن'۔ لباس بھی محافظت کے لیے ہوتا ہے۔ مرد عورت کا محافظ ہے۔ دیگر کئی لحاظ سے بھی مرد و عورت میں کسی قسم کا فرق نہیں۔

قرون اولیٰ میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش جہاد میں شریک ہوئیں۔ حضرت عائشہ پردہ میں بیٹھ کر لوگوں کو درس دیتی رہیں۔ خلفائے عباسیہ کے عہد میں ایک موقع پر خلیفہ کی بہن قاضی القضاۃ کے عہدہ پر مامور تھیں اور خود فتویٰ صادر کرتی تھیں۔ اب یہ مطالبہ ہے کہ عورت کو ووٹ کا حق ملنا چاہیے۔ خلافت اسلامیہ میں خلیفہ کے انتخاب میں ہر شخص کو رائے دینے کا حق حاصل تھا، نہ صرف مرد بلکہ عورتیں بھی خلیفہ کے انتخاب میں اپنی آواز رکھتی تھیں۔ اسلام تمام معاملات میں اعتدال کو مدنظر رکھتا ہے: 'اُمۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس' اس کا مطلب یہی ہے کہ تمام افراط و تفریط سے پرہیز کیا جائے۔

تمام مسائل کے حل کرنے میں علما نے اعتدال کے طریق کو بطور اصل الاصول ملحوظ رکھا۔ انسانوں کی زندگی مدنی ہے۔ یعنی انسان مل کر زندگی بسر کرتے ہیں اس لیے انسانوں کی مختلف جماعتوں سے مختلف فرائض متعلق ہیں۔ ایک سلسلۂ فرائض انسانی زندگی میں مردوں کا ہے، اور ایک عورتوں کا۔ یہ فرائض بعض تو خدائی احکام کی رو سے ہیں اور بعض خود وضع کردہ ہیں۔ بعض فطری طور پر ہیں۔ عورت کے بحیثیت عورت اور مرد کے بحیثیت مرد، بعض خاص علیحدہ علیحدہ فرائض ہیں۔ ان فرائض میں اختلاف ہے، مگر اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عورت ادنیٰ ہے اور مرد اعلیٰ۔ فرائض کا اختلاف اور وجوہ پر مبنی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جہاں تک مساوات کا تعلق ہے، اسلام کے اندر مرد و زن میں کوئی فرق نہیں۔ تمدنی ضروریات کی وجہ سے فرائض میں اختلاف ہے۔ مدنی زندگی کے لیے جو

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

احکام ہوں گے وہ فرائض کو مدنظر رکھ کر ہوں گے۔

اگر آپ ان حقوق پر نظر ڈالیں جو اسلام نے عورتوں کو دیے ہیں تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس مذہب نے عورت کو کس طرح مرد سے ادنیٰ درجہ پر نہیں رکھا۔ سب سے پہلے یہ دیکھیے کہ ماں بچوں کی وراثت کا حق رکھتی ہے۔ سب سے اول اسلام ہی نے اس امر کا اعلان کیا کہ عورت اپنی علیحدہ جائیداد کا حق رکھتی ہے۔ یورپ کے کئی ملکوں میں اب تک آپ کی بہنوں کو علیحدہ جائیداد کی مالک نہ تھی۔ اس کی جائیداد نکاح کے وقت خاوند کی جائیداد میں جذب ہو جاتی تھی۔ ۱۸۸۸ء میں کوئی انگریز اپنی مرحوم بیوی کی بہن سے شادی نہیں کر سکتا تھا۔ اسلام میں اس قسم کی شادی کی اجازت شروع سے ہے۔ تعجب کی بات ہے کہ اولاد کی ولایت کا حق انگریز ماں کو اس وقت تک بھی نہیں۔ اسلام میں یہ حق ہمیشہ سے موجود ہے۔ ان تمام امور میں یورپین قومیں یا تو اسلام کا تتبع کر رہی ہیں یا خود فطرت نے اب انھیں اس طرف توجہ دلا دی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ یورپ نے بھی وضع قانون کے معاملے میں اسلام سے بہت کچھ سیکھا ہے۔ یورپ میں طلاق کا حاصل کر لینا مشکل تھا۔ مسلمانوں میں یہ شکایت کبھی خاص طور پر پیدا نہیں ہوئی۔

اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسلام میں عورت کو [مرد کی طرح] طلاق دینے کا حق نہیں۔ حال میں ترکی میں یہی اعتراض کیا گیا۔ لیکن ہم تو محکوم ہیں، اپنی مرضی کے مطابق اپنی تعلیم کو نہیں چلا سکتے۔ تعجب ہے کہ ترکی میں بھی اس اعتراض کا جواب نہ دیا گیا۔ اسلام نے اس مسئلے کو عجیب طرح بیان کیا ہے۔ جو حل اسلام نے اس مسئلہ کا تجویز کیا ہے، وہ نہایت عمیق تجربے پر مبنی ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ ہمارے علما نے کبھی اس بات کی توضیح ہی نہیں کی کہ نکاح کے وقت عورت کہہ سکتی ہے کہ جو حق اسلام نے طلاق کا تم کو (مرد کو) دیا ہے، وہی اس وقت مجھے (عورت کو) دے دو تو پھر نکاح ہوگا یا یہ حق میرے کسی قریبی تعلق والے کو دے دیا جائے۔ پنجاب میں آج سے دس سال پہلے کسی کو معلوم نہ تھا کہ عورت کو نکاح کے وقت یہ حق بھی حاصل ہے اور نہ جہالت کی وجہ سے آج تک کسی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نے دریافت ہی کیا۔ جب انگلستان میں طلاق کی آسانی ہوئی تو بیشتر عورتیں ہی تھیں جنھوں نے عدالتوں میں طلاق کی درخواستیں دینا شروع کر دیں۔ حالانکہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ مرد عورت کو بہت جلد طلاق دے دیتا ہے۔

آپ نے اپنے لیے ایڈریس میں اسیران قفس کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ان سے مجھے مغربی عورتوں کی اس تحریک کا خیال ہوا جسے ترکی میں یا اور جگہ یورپ میں امینسی پیشن (emancipation) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ جن باتوں کو لفظی قیود سے تعبیر کیا جاتا ہے وہ اپنی اصل میں قیود ہیں یا نہیں۔ اگر مصطفیٰ کمال کے خیال کے مطابق یہ قید اٹھا بھی دی گئیں تو آخر نتیجہ کیا دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ابھی چند دن ہوئے اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی کہ حکومت ترکیہ کو معلوم ہوا ہے کہ عورتوں میں خودکشی کے واقعات بہت بڑھ رہے ہیں۔ عورت خود زندگی کا سرچشمہ ہے۔ اگر عورت ہی زندگی سے بیزار ہو جائے تو پھر زندگی کے آگے بڑھنے کے کیا امکان باقی رہ گئے۔ اس معاملہ کی تحقیق کے لیے ترکی نے کمیشن بٹھایا۔ پھر اپنے علما کو جو اس قدر مورد عتاب تھے، بلا کر کہا کہ اپنے وعظوں کے ذریعہ عورتوں کو سمجھائیں کہ اسلام میں خودکشی گناہ ہے۔ یہ نتیجہ ہوا ایمنسی پیشن کا ترکی میں! میں حیران ہوتا ہوں کہ جب عورتوں نے تمام ان باتوں سے، جن کو وہ قیود کہتی تھیں، آزادی حاصل کر لی تو پھر خودکشی پر کیوں آمادہ ہوئیں۔ انگلستان میں بیشتر عورتوں کا طلاق کے لیے عدالتوں میں جانا اور ترکی میں خودکشی کی وارداتوں کا ہونا ایسے دو اہم واقعات ہیں کہ ہمیں ان کی علتوں پر گہری نظر سے غور کرنا ہوگا۔ یہ مشکل مسئلہ ہے اور بغیر انسانی فطرت کے گہرے اور صحیح مطالعہ کے اس کے عمل پر پہنچنے کی امید کرنا مشکل ہے۔

انسانی زندگی کی رہنمائی کے لیے انبیا کے طبقے سے بڑھ کر اور کوئی طبقہ مفید نہیں ہو سکتا۔ اس وقت بھی دنیا کی آبادی کا بیشتر حصہ انبیا کے زیر ہدایت زندگی بسر کر رہا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ جو قوانین انبیا نے وضع کیے ہیں وہ کن حکمتوں پر مبنی ہیں۔ قرآن پاک

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نبی اکرم صلعم کی تعریف میں فرماتا ہے:

'یعلمھم الکتاب والحکمه'

آپ کو غور کرنا چاہیے کہ حکمت کے کیا معنی ہیں۔ احکام انبیا کے اندر کیا حکمتیں مضمر ہیں۔ انبیا نے زندگی کے جس قدر احکام ہمیں دیے ہیں وہ مختلف حالات کو مدنظر رکھ کر وضع کیے گئے ہیں۔ پردہ کے متعلق اسلام کے احکام صاف اور واضح ہیں۔ 'غض بصر' کا حکم ہے اور وہ اس لیے کہ زندگی میں ایسے وقت بھی آتے ہیں جب عورت کو غیر محرم کے سامنے ہونا پڑتا ہے۔ خاص اس وقت کے لیے یہ حکم ہے، دیگر حالات کے لیے اور احکام ہیں۔ پردے کے سلسلے میں اسلام کا عام حکم عورت کو یہ ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ کرے۔

ان تمام امور میں شریعت اسلامی نے ایک عام اصول کو ہمیشہ مدنظر رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ 'الدین یسر'۔ پھر اسلام میں تعدد ازدواج کا حکم نہیں دیا گیا، محض اجازت ہے۔ زندگی میں ایسے حالات یقیناً پیدا ہوتے ہیں جب تعدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ مسلمان مردوں نے اس اجازت سے بے جا فائدہ اٹھایا۔ اس میں اصول و قوانین کا کیا قصور؟ جس سوسائٹی میں اس قسم کی اجازت نہ ہو، اس کو ضرورت کے وقت جن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے، اس سے آپ نا آشنا نہیں۔ جرمنی میں ایک موقع پر یہ ضرورت پیش آگئی تھی۔ آخر عہد نامہ ویسٹ فیلیا (Westphalia) میں بیس سال کے واسطے ہر مرد کے لیے تعدد ازدواج جائز قرار دیا گیا۔

جب جنگ میں کسی قوم کے مردوں کی تعداد میں خاص کمی واقع ہو جائے تو آیندہ ملکی حفاظت کے لیے ضروری ہو جاتا ہے کہ ایک مرد ایک سے زاید بیویاں کرے۔ قرآن پاک نے انھی مصالح کو ملحوظ رکھ کر اس قسم کی اجازت دی ہے۔ مردوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حالات کو دیکھیں۔ قرآنی یا شرعی اجازت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھائیں۔ اس لیے فقہ میں 'فرض' اور 'رخصت' میں فرق کیا گیا ہے۔ 'رخصت' ترک کی جا سکتی ہے۔ وہ 'فرض'

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہرگز نہیں۔ اگر نکاح کے وقت عورت مرد سے یہ مطالبہ کرے کہ تم اس رخصت کو اپنے حق میں ترک قرار دو، جو تعدد ازدواج کے بارے میں از روئے قرآن تمھیں حاصل ہے، تو وہ اس مطالبہ کا حق رکھتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک الزام میں لڑکیوں کے باپوں کو بھی دوں گا کہ وہ نکاح کے وقت عورتوں کے حقوق پر نگاہ نہیں رکھتے۔ مگر ایک الزام خود عورتوں کو بھی دیے بغیر نہیں رہ سکتا، وہ یہ کہ کیوں بوقت ضرورت عورتیں مردوں سے قانونی ذریعہ سے حقوق کا مطالبہ نہیں کرتیں؟ کیوں بھائیوں سے جائیداد کا حصہ طلب نہیں کرتیں؟

افسوس ہے کہ ہندوستان میں اسلامی قانون کی عدالتیں قائم نہیں تاکہ یہ معاملے شریعت اسلامی کے ذریعہ سے طے ہوں۔ میں نے نواب کے سر جان سائمن سے بھی کہا کہ مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں خانگی تنازعات کے تصفیہ کے لیے اسلامی عدالتیں قائم ہونی چاہییں۔ گذشتہ پانچ یا چھ سو سال سے شریعت اسلامیہ جامد رہی ہے۔ انگریزی قانون والے شریعت اسلامی کو نہیں سمجھ سکتے۔ چند فقہ کی کتابیں مشہور ہیں جو آج سے پانچ سو سال قبل لکھی گئی تھیں۔ اس وقت جو فتوے دیے گئے وہ ان حالات کے مطابق تھے۔ آج حالات اور ہیں اب ان حالات کو ملحوظ رکھ کر شرعی مسائل پر غور کرنا چاہیے۔

جیسا کہ آپ نے اپنے ایڈریس میں کہا، ایک حد تک ضرور مردوں کا قصور ہے۔ مگر ایک دوسری حد تک آپ کا بھی ہے۔ کیوں نکاح کے وقت آپ کے والدین نے لائق اور حقیقت فہم علما سے آپ کے حقوق کے متعلق مشورہ نہیں کیا؟ جن بہنوں کی شادی ابھی نہیں ہوئی، وہ اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے اپنے والدین سے اصرار کریں، اگر عورتیں اپنے حقوق کی حفاظت پر پورے طور سے آمادہ ہو جائیں اور وہ حقوق جو شریعت اسلامی نے عورتوں کو دے رکھے ہیں، آپ مردوں سے لے کر رہیں تو میں سچ کہتا ہوں کہ مردوں کی زندگی تلخ ہو جائے، عورتیں بچوں کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہیں، کھانا پکانے کی اجرت بذریعہ عدالت حاصل کر سکتی ہیں۔ مردوں کو آپ الزام دیتی ہیں، مگر آپ خود الزام سے بری نہیں ہیں۔ آپ کو اپنے حقوق پر شدت کے ساتھ اصرار کرنا چاہیے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جہاں تک شریعت اسلامی کا تعلق ہے، مسلمان عورتیں یہ شکایت نہیں کر سکتیں کہ انھیں شریعت نے حقوق نہیں دیے یا وہ حقوق ایسے ہیں جن سے انھیں مردوں کے ساتھ مساوات کا درجہ حاصل نہیں۔ وہ حق، جس کا عورت انصاف و عقل کے ساتھ کبھی مطالبہ کر سکتی ہے، وہ قرآن پاک نے دے دیا ہے۔ اگر آپ اس سے جاہل و غافل رہیں یا اس سے فائدہ نہ اٹھائیں یا اس کے حاصل کرنے پر اصرار نہ کریں، بوقت ضرورت قانونی چارہ جوئی نہ کریں تو یہ قرآن یا شریعت اسلام کا قصور نہیں۔

ترکوں نے، جیسا کہ سننے میں آ رہا ہے، بظاہر ایسے قانون بنائے ہیں جو شریعت کے خلاف ہیں۔ مگر ترک ایک فوجی قوم ہے۔ مسائل میں موشگافی نہیں کر سکتی۔ وہ قوم کے سپاہی ہیں اور صحیح اجتہاد کرنے والے فقیہ نہیں پیدا کر سکے، جو انھیں صحیح راستہ دکھائیں۔ اس لیے انھوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔ اپنی غلطیوں کو ترک خود آیندہ دس سال میں محسوس کریں گے۔ میں آپ سے پرزور استدعا کرتا ہوں کہ آپ ہرگز ترکی عورتوں کو تقلید کے لیے اپنا نمونہ نہ بنائیں، نہ مصطفیٰ کمال کی نام نہاد اصلاحات پر جائیں۔ ملک کو فوجی قوت و تنظیم کے بل پر بچانا اور بات ہے مگر آیندہ زندگی کے لیے قانون وضع کرنا بالکل علیحدہ بات ہے۔ پہلی بات کے لیے محض قوت کی ضرورت ہے، دوسری کے لیے خاص قابلیتوں کی ضرورت ہے۔ مصطفیٰ کمال پاشا نے جو کچھ اصلاحات کے سلسلے میں کیا ہے، وہ ہرگز حکمت پر مبنی نہیں۔ عورت کو آزادی خود شریعت اسلامی نے دے رکھی ہے، مصطفیٰ کمال کیا دیں گے؟ ہاں 'مادر پدر آزادی' کی شریعت نے کبھی اجازت نہیں دی، نہ کوئی ہوش مند انسان کبھی اس کی خواہش کرے گا۔ بے جا آزادی سے ترکی میں یورپین قسم کا ناچ شروع ہوا۔ اسی مصطفیٰ کمال کو وہ ناچ حکماً بند کرنا پڑا۔

لالہ لاجپت رائے آنجہانی نے اپنی کتاب میں انگریز سرکار کا ایک سرکلر نقل کیا ہے، جس میں وہ باتیں درج ہیں جن سے ترکی عورتوں کو باز رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ ان ہدایتوں میں یہ بھی ہے کہ جوان عورتوں کو رات کے نو بجے گھر سے باہر نہیں نکلنا چاہیے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اگر نکلیں تو ان کے باپ یا بھائی کوئی نہ کوئی ان کے ساتھ ہو۔ اسی طرح تھیٹر کے متعلق بھی ایسی ہی ہدایت ہے۔ یورپ کے اور ملکوں کو بھی اس قسم کی ہدایت جاری کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی ہے۔ آخر کیوں؟ اس لیے کہ جو فطری پردہ غیر محرم مرد اور عورت میں ہونا چاہیے، وہ ان قوموں میں موجود نہ رہا اور آخر ان سرکلروں کے ذریعہ سے اختیار کرنا پڑا۔

ہم مسلمانوں کو چاہیے کہ فقہ کی طرف متوجہ ہوں۔ جو حقوق ملت اسلامیہ نے عورتوں کو دیے ہیں، وہ ان کے حصول پر اصرار کریں۔ شوہر، باپ، بھائی کون سیاہ دل مرد ہوگا جو آپ کو آپ کے حقوق دینے سے انکار کرے گا۔ ہمیں تو ملک میں مسلمانوں کے اندر اس قسم کی رائے عامہ پیدا کر دینی چاہیے کہ جب تک یہ طے نہ پا چکے کہ آیندہ زندگی میں عورت کے کون کون سے حقوق ہوں گے اس وقت تک نکاح نہ پڑھا جائے۔ یہ تحریک بہت زور سے شروع ہونی چاہیے۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ مسلمان عورتیں مسلمان قوم کی بہترین روایات کی حفاظت کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ اصلاح کا صحیح اور عقلمندانہ رستہ اختیار کریں اور ترکی یا دیگر یورپین ممالک کی عورتوں کی اندھا دھند تقلید کے درپے نہ ہو جائیں۔

مسلمان عورتوں کے لیے بہترین اسوہ حضرت فاطمۃ الزہرؓا ہیں۔ کامل عورت بننا ہو تو آپ کو فاطمۃ الزہرؓا کی زندگی پر غور کرنا چاہیے اور ان کے نقش قدم پر چلنے کی سعی کرنی چاہیے۔ عورت کو اپنی انتہائی عظمت تک پہنچنے کے لیے فاطمہؓ کا نمونہ بہترین نمونہ ہے۔ میں ان خیالات کا اظہار اسرار خودی میں کر چکا ہوں۔ حضرت زہرؓا کی عظمت بیان کرنے کے لیے صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ وہ حسینؓ کی ماں تھیں ع

فطرت تو جذبہ ہا دارد بلند
چشم ہوش از اسوہ زہرا بلند
تا حسینے شاخ تو بار آورد
موسم پیشین بہ گلزار آورد

غرض یہ ہے کہ آپ کو لفظ آزادی پر نہیں جانا چاہیے، آزادی کے صحیح مفہوم پر غور کرنا

چاہیے۔ یورپ کی آزادی ہم خوب دیکھ چکے ہیں۔ یورپین تہذیب باہر ہی سے دیکھی جارہی ہے کبھی اندر سے دیکھی جائے تو رونگٹے کھڑے ہوں۔ بڑھے ہوئے معیارِ زندگی کا وہاں لوگوں پر یہ اثر پڑا ہے کہ بعض ماں باپ یورپ میں بچے کی زندگی کا بیمہ کرادیتے ہیں پھر بچے کو تھوڑی خوراک دے کر ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ بچوں کو اس قسم کی ہلاکت سے بچانے کے لیے یورپ میں کئی سوسائٹیاں مقرر ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ قرآن پڑھیں، اس کی تعلیم پر غور کریں۔ پنجاب میں تو اچھی اچھی عدالتوں میں کہہ دیتے ہیں کہ ہم رواج کے پابند ہیں، شریعت کے پابند نہیں۔ محض اس لیے کہ بیٹیوں کو جائیداد سے حصہ نہ دینا پڑے۔ ہم کو کوشش کرنی چاہیے کہ ہم رواج کی قیود سے آزادی حاصل کریں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ مجھے قانون پیشہ ہونے کی وجہ سے کئی بار عدالتوں میں لڑکیوں کے حقوق کے لیے لڑنا پڑا ہے، اور کئی دفعہ یہ خدمت میں نے بغیر فیس انجام دی ہے۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے ایڈریس دیا اور میں امید کرتا ہوں کہ جن خیالات کا اظہار میں نے آپ کے سامنے کیا ہے ان پر پورے طور سے غور کریں گی اور اسلام کی اعلیٰ تعلیم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش فرمائیں گی۔

گفتار اقبال۔ دو غلطیوں کی تصحیح کر دی گئی ہے۔

☆

اُسی روز انگریزی اخبار سوراجیہ کے خصوصی نمایندے نے علامہ سے ملاقات کی۔ علامہ کے انٹرویو کا اصل متن دستیاب نہیں۔ بعد میں انقلاب میں شائع ہونے والے ترجمے کے مطابق علامہ نے سوراجیہ کے نمایندے سے کہا:

میں اس امر کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس کر رہا ہوں کہ ہماری درسگاہوں میں مذہبی تعلیم بھی ہونی چاہیے۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ میں بحیثیت ایک ہندوستانی کے مذہب کو سوراج پر مقدم خیال کرتا ہوں۔ ذاتی طور پر مجھے ایسے سوراج سے کوئی واسطہ نہ ہوگا جو مذہب سے بے نیاز ہو۔ یورپ میں تعلیم کا خالصتاً دنیوی طریق بڑے تباہی آمیز نتائج پیدا کرنے کا موجب ہوا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میرا ملک بھی ان تلخ تجربات سے دوچار

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہو۔ یہ امر صاف ظاہر ہے کہ باشندگان ایشیا یورپ کے خالص مادی رویہ کو بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ ہمارے سامنے یہ مسئلہ درپیش ہے کہ روحانی اور مادی امور کو کس طرح ایک جگہ جمع کیا جائے۔

سب سے پہلی ایشیا قوم جسے اس مسئلے کو حل کرنے سے واسطہ پڑا تھا، ترک تھی۔ میں کہوں گا کہ ترک روحانیت و مادیت کے مطلوبہ اجتماع کو حاصل کرنے میں ناکامیاب رہے۔ تاہم میں ترکوں کی طرف سے مایوس نہیں ہوں۔ میرا خیال ہے کہ تاتاری نسل اس تیز فہم و ادراک اور اس عمق ضمیر سے محروم ہے جو اس مسئلے کے حل کرنے کے لیے ضروری تھی۔ میں فی الحال اس مسئلے کے متعلق ایران، عرب اور افغانستان کی آیندہ روش پر بھی اظہار خیال نہیں کر سکتا جو اقوام ایشیا کے سامنے پیش ہو رہا ہے۔

میرا عقیدہ ہے کہ باشندگان ہند اس کار عظیم کو انجام دینے کے اہل ثابت ہوں گے کیونکہ ان کی مذہبی روایات، ان کے ادراک کی تیز اور ان کے جذبات کی شدت اس کام کی اہلیت کا ثبوت دے رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نوع انسان کی عام بھلائی کے لیے میں یہاں کے مسلمانوں اور ہندوؤں کی مفاہمت کا متمنی رہتا ہوں اور اسے اشد ضروری خیال کرتا ہوں۔ صرف باشندگان ہند ہی پرانی دنیا کے کھنڈروں پر بنی آدم کے لیے نئی دنیا تعمیر کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ ہمارے نوجوانوں کی باتیں کہ مذہب کو بالائے طاق رکھ کر تمام تر توجہ سیاسیات پر دینی چاہیے، یورپ کی غلامانہ تقلید کے سوا اور کچھ نہیں جس کی مادہ پرستی یورپ کی روحانیت اور دوسری اقوام کی مادیت کے لیے پیام موت ثابت ہو چکی ہے۔

روحانیت اور مادیت کو یک جا جمع کرنے میں ترکی کی ناکامی کی زبردست وجہ یہ ہے کہ انھوں نے یورپ کی نقالی شروع کر دی۔ اگر وہ اس مسئلے کا حل اسلام کی وساطت سے ڈھونڈتے تو معاملہ دگرگوں نہ ہوتا، کیونکہ میرے نزدیک اسلام تخیل اور حقیقت یعنی روحانیت اور مادیت کے درمیان تطابق پیدا کرنے کی بڑی کامیاب کوشش ہے۔ ترکی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کے عامۃ الناس مذہب کے ویسے ہی دلدادہ ہیں جیسے پہلے تھے۔اس معاملے میں ترکی کے مسلمان اور ہندوستان کے مسلمان میں کوئی فرق نہیں۔تعلیم یافتہ ترکوں نے فرانس سے تعلیم حاصل کی اوراسی کی تقلید کررہے ہیں۔اس لیے میرے خیال میں ان کی نظریں انگریزی تمدن وشایستگی کی طرف نہیں پہنچیں۔

اس حیثیت سے ہندوستان کا تعلیم یافتہ مسلمان جس نے انگلستان سے تعلیم حاصل کی ہے، ترکوں کی بہ نسبت بہتر ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ آگسٹس اور کومتے کے خیالات سے نیم طور پرتاثر حاصل کرنا مصطفی کمال کوڈانواں ڈول چھوڑ دے گا اوراس کے معاشرتی تجربات کا نتیجہ زبردست ارتجاعی عمل کی صورت میں رونما ہوگا اورایک زبردست انقلاب برپا ہوجائے گا۔اس میں شک نہیں کہ ایشیا اورافریقہ کے مسلمانوں کوزندہ رہنے کی خاطر دنیائے حاضرہ میں داخل ہونا پڑے گا،لیکن اس داخلے کے وقت صرف وہی لوگ محفوظ رہیں گے جو زمانہ حاضرہ میں انسان کے معاملات کو بنانے اور بگاڑنے والی قوتوں سے باخبر ہوں گے۔

پردے کی تنسیخ کے متعلق پوچھا گیا تو کہا:

میں اس معاملے کے متعلق تحقیقی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ میں نے فقہ اسلامی کے اس مسئلے کی تفتیش نہیں کی۔

انٹرویو کرنے والے نمایندے کا خیال تھا کہ اس کے بعد مزاحاً کہا گیا،"مجھے قانون قدرت ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ زندگی کے ذرائع کو پوشیدہ رکھنے کا عادی ہے۔"'پین اسلامزم کے متعلق علامہ نے کہا:

'پین اسلامزم' کے لفظ کے متعلق یورپ اور ایشیا میں بڑی غلط فہمیاں پیدا ہورہی ہیں۔ جہاں تک مجھے علم ہے یہ لفظ پہلے پہل ایک فرانسیسی اخبار نویس نے گھڑا تھا جس کا مقصد یورپ کومسلمان اقوام کے اتحاد کے خیالی اندیشہ سے متنبہ کرنا تھا۔یہ لفظ بھی 'زرد خطرہ' کی طرح کا ہے جو ایسے ہی مقصد کے لیے وضع کیا گیا ہے۔ جہاں تک معانی کا تعلق ہے 'پین اسلامزم' کی کوئی تحریک نہیں۔کیمبرج کے ایک پروفیسر براؤن بھی اس خیال کو بے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بنیاد ثابت کر چکے ہیں۔ اگر اس لفظ کے کوئی معنی ہیں تو یہی کہ اخوت انسانی کا دوسرا نام 'پین اسلامزم' ہے۔ لفظ 'پین' اسلامی لغت میں نظر نہیں آتا کیونکہ اسلام اس تجربے کا نام ہے جو قوم، نسل اور ملک سے بالا ہو کر انسان کو یکجا کرنے کے لیے کیا گیا۔ اخوت انسانی کے حصول کی جدوجہد میں اسلام، بدھ مت اور عیسائیت کی بہ نسبت زیادہ کامیاب ثابت ہوا ہے حالانکہ اس کی عمر صرف تیرہ سو سال ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ انقلاب ۱۹ جنوری ۱۹۲۹ء

☆

اُسی روز تیسرا لیکچر دیا گیا ہوگا۔ "جتنے دنوں ان کی تقاریر ہوتی رہیں، میں بھی باقاعدگی سے ان میں جاتی رہی" حجاب کا بیان ہے۔

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸–۱۹۷۱)، ص [قدیم:۱۹۳]

The Conception of God and the Meaning of Prayer

[Excerpt]

We have seen that the judgment based upon religious experience fully satisfies the intellectual test. The more important regions of experience, examined with an eye on a synthetic view, reveal, as the ultimate ground of all experience, a rationally directed creative will which we have found reasons to describe as an ego. In order to emphasize the individuality of the Ultimate Ego the Qur'an gives Him the proper name of Allah, and further defines Him as follows:

> Say: Allah is One:
> All things depend on Him;
> He begetteth not, and He is not begotten;
> And there is none like unto Him (112: 1-4)

But it is hard to understand what exactly is an individual. As Bergson has taught us in his Creative Evolution, individuality is a matter of degrees and is not fully realized even in the case of the apparently closed off unity of the human being. "In particular, it may be said of individuality", says Bergson:

> that while the tendency to individuate is everywhere present

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

> in the organized world, it is everywhere opposed by the tendency towards reproduction. For the individuality to be perfect, it would be necessary that no detached part of the organism could live separately. But then reproduction would be impossible. For what is reproduction but the building up of a new organism with a detached fragment of the old? Individuality, therefore, harbours its own enemy at home.

In the light of this passage it is clear that the perfect individual, closed off as an ego, peerless and unique, cannot be conceived as harbouring its own enemy at home. It must be conceived as superior to the antagonistic tendency of reproduction. This characteristic of the perfect ego is one of the most essential elements in the Qur'anic conception of God; and the Qur'an mentions it over and over again, not so much with a view to attack the current Christian conception as to accentuate its own view of a perfect individual. It may, however, be said that the history of religious thought discloses various ways of escape from an individualistic conception of the Ultimate Reality which is conceived as some vague, vast, and pervasive cosmic element, such as light. This is the view that Farnell has taken in his Gifford Lectures on the Attributes of God. I agree that the history of religion reveals modes of thought that tend towards pantheism; but I venture to think that in so far as the Qur'anic identification of God with light is concerned Farnell's view is incorrect. The full text of the verse of which he quotes a portion only is as follows:

> God is the light of the Heavens and of the earth. His light is like a niche in which is a lamp - the lamp encased in a glass - the glass, as it were, a star (24: 35).

No doubt, the opening sentence of the verse gives the impression of an escape from an individualistic conception of God. But when we follow the metaphor of light in the rest of the verse, it gives just the opposite impression. The development of the metaphor is meant rather to exclude the suggestion of a formless cosmic element by centralizing the light in a flame which is further individualized by its encasement in a glass likened unto a well-defined star. Personally, I think the description of God as light, in the revealed literature of Judaism, Christianity, and Islam, must now be interpreted differently. The

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

teaching of modern physics is that the velocity of light cannot be exceeded and is the same for all observers whatever their own system of movement. Thus, in the world of change, light is the nearest approach to the Absolute. The metaphor of light as applied to God, therefore, must, in view of modern knowledge, be taken to suggest the Absoluteness of God and not His Omnipresence which easily lends itself to a pantheistic interpretation.

There is, however, one question which will be raised in this connexion. Does not individuality imply finitude? If God is an ego and as such an individual, how can we conceive Him as infinite? The answer to this question is that God cannot be conceived as infinite in the sense of spatial infinity. In matters of spiritual valuation mere immensity counts for nothing. Moreover, as we have seen before, temporal and spatial infinities are not absolute. Modern science regards Nature not as something static, situated in an infinite void, but a structure of interrelated events out of whose mutual relations arise the concepts of space and time. And this is only another way of saying that space and time are interpretations which thought puts upon the creative activity of the Ultimate Ego. Space and time are possibilities of the Ego, only partially realized in the shape of our mathematical space and time. Beyond Him and apart from His creative activity, there is neither time nor space to close Him off in reference to other egos. The Ultimate Ego is, therefore, neither infinite in the sense of spatial infinity nor finite in the sense of the space-bound human ego whose body closes him off in reference to other egos. The infinity of the Ultimate Ego consists in the infinite inner possibilities of His creative activity of which the universe, as known to us, is only a partial expression. In one word God's infinity is intensive, not extensive. It involves an infinite series, but is not that series.

The other important elements in the Qur'anic conception of God, from a purely intellectual point of view, are Creativeness, Knowledge, Omnipotence, and Eternity.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

ہوٹل کے کمرے میں ملاقاتیوں کا تانتا لگا رہتا تھا۔ حجاب بھی والد کے ساتھ آئیں۔ ''انہوں نے میرے پوچھنے پر اپنے کچھ حالات سنائے جن کی تفصیل مجھے یاد نہیں،'' حجاب نے اقبال سے اِس ملاقات کے حوالے سے بعد میں

لکھا۔ "شمس العلمأ مولوی ممتاز علی مرحوم، تہذیب نسواں اور پھول کا بھی اُنہوں نے ذکر کیا۔"

اقبال نے تہذیبِ نسواں کی تہذیبی بہن کے خط کا ذکر لطیفے کے طور پر کیا اور جب حجاب رخصت ہونے لگیں تو کہا، "مجھے آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی، آپ ایک جوشیلی اور پرخلوص مسلمان بچی ہیں۔"

خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸-۱۹۷۱)، ص [قدیم:۱۹۳]

☆

"مدراس کا ساحل سیر کی دلفریب جگہ ہے،" عبداللہ چغتائی نے محسوس کیا۔ "یہاں کا ماہی خانہ خالق برحق اور صناع حقیقی کی شان خالقیت کا یگانہ مظہر ہے۔ خدا کی بحری مخلوق اپنے حقیقی حسن و نیرنگی میں کبھی آج تک نہ دیکھی تھی تعجب ہے اگر ساحل بحر کے انسان بھی خدائے پاک کی ہستی کے منکر رہیں۔ یہاں تو کوئی کافر کبھی پیدا ہی نہیں ہونا چاہیے۔ سیٹھ جمال کے لیے ان مچھلیوں کا وجود خالق ارض و سما کی ہستی کا بین ثبوت ہے۔" ممکن ہے کہ سیٹھ جمال نے ایسی کوئی بات علامہ کے تیسرے لیکچر کے حوالے سے کہی ہو۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

سلطان ٹیپو کی ریاست میسور اَب انگریزوں کے ماتحت تھی۔ مہاراجہ کرشن راج ودیار چہارم حکومت کرتے تھے۔ دنیا کی امیر ترین ہستیوں میں سے تھے۔ مغرب میں فلسفی حکمراں کی شہرت رکھتے تھے۔ گاندھی جی انہیں راجہ رشی کہتے تھے۔ علامہ اقبال کو ریاست آنے کی دعوت دے چکے تھے اس لیے مدراس کے بعد علامہ کی اگلی منزل بنگلور تھا۔

"۸ر جنوری کی شام کو [مدراس سے] چل کر ۹ کی صبح کو ہم بنگلور کنٹونمنٹ پہنچے،" عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ "مسلمانان بنگلور ہزاروں کی تعداد میں سٹیشن پر ڈاکٹر صاحب کے استقبال کو جمع تھے۔ پھولوں کے ہار اس جگہ خاص طرز کے بنتے ہیں۔ یہاں معلوم ہوا کہ ہار بنانے میں بھی 'آرٹ' کی ضرورت ہے۔ بڑے بڑے قیمتی ہار تیار ہوتے ہیں۔ پانچ دس روپے عام اچھے ہار کی قیمت ہے۔" عبداللہ چغتائی نے ہار کا ایک نمونہ پاس رکھ لیا۔ لاہور لے جا کر غلام رسول مہر کو دکھانا چاہتے تھے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

اسٹیشن پر حاجی سر اسماعیل سیٹھ موجود تھے۔ بڑے تاجر تھے۔ "یہ بزرگ بھی یکتائے روزگار ہیں،" عبداللہ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

چغتائی نے محسوس کیا۔ ''اسّی سال سے اوپر کا سن ہو گا مگر جوانوں میں وہ قوت عمل اور زندگی کا وہ رنگ نہیں جو ان میں ہے۔ قومی امور میں ان کی سرگرمیاں مسلمان رؤسا و تجار کے دلوں میں رشک پیدا کر رہی ہیں۔'' ان کے ساتھ حاجی عبدالغفور بھی تھے۔ غالباً یہ بھی تاجر تھے۔ الکلام رسالے کا عملہ 'اقبال نمبر' لیے کھڑا تھا۔ علامہ اقبال، چودھری محمد حسین اور عبداللہ چغتائی دونوں حاجی صاحبان کے ساتھ موٹر میں روانہ ہوئے۔ حاجی سر اسماعیل کی کوٹھی پر جانا تھا۔ لوگوں نے موٹر کے ساتھ دوڑنا شروع کر دیا۔ قریباً نصف میل تک موٹر کو بہت آہستہ لے جانا پڑا۔

دس بجے کے قریب مسلم لائبریری بنگلور کی طرف سے علامہ اقبال کے اعزا میں تقریب ہوئی۔ میسور کے چیف منسٹر امین الملک دیوان مرزا اسماعیل صدارت کر رہے تھے۔ علامہ کو سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ الکلام والوں نے کاروائی نوٹ کر لی تاکہ رسالے میں شائع کریں۔

اُسی شام انٹرمیڈیٹ کالج بنگلور کے صحن میں جلسۂ عام ہوا۔ میسور کے محکمہ تعلیمات کے ڈائریکٹر صدارت کر رہے تھے۔ ''بنگلو کے ہزاروں تعلیم یافتہ لوگ مسلمان اور غیر مسلمان سب جمع ہوئے،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ الکلام کے علاوہ بنگلور ٹائمز وغیرہ کے نمائندے بھی موجود تھے۔

گفتار اقبال بحواله مکتوب عبدالله چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعه انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

۱۰ جنوری کی صبح علامہ اقبال، چودھری محمد حسین اور عبداللہ چغتائی غالباً بعض میزبانوں کے ساتھ بنگلور سے میسور شہر کی طرف روانہ ہوئے۔ الکلام کے مدیر سید غوث محی الدین بھی ساتھ آئے۔ راستے میں سواسدرم کے مقام پر بجلی پیدا کرنے کا کارخانہ تھا۔ ریاست میسور کے لیے بجلی فراہم کرتا تھا۔ اسے بھی دیکھا۔ سلطان ٹیپو شہید کا دارالحکومت سرنگاپٹم بھی راستے میں تھا۔ وہاں نہ رُکے۔

سوا چار بجے شام میسور شہر پہنچے۔ ''عجیب پرفضا مقام ہے،'' عبداللہ چغتائی محسوس کر رہے تھے۔ ''میسور شہر کی سڑکوں کی صفائی اور بجلی کے انتظام کے بھی کیا کہنے۔ بہت کم شہر ہندوستان میں اتنے صاف ستھرے اور پرضا ہوں گے۔ قدرت بھی اس مقام پر خوب مہربان ہے۔ مگر انسانی حسن انتظام بھی داد کا مستحق ہے۔'' موٹر سیدھی ریاست کے گیسٹ ہاؤس لے گئی۔ ہز ہائینس مہاراجا میسور دعوت دے چکے تھے۔

شام چھ بجے میسور یونیورسٹی کے تحت علامہ کا لیکچر تھا۔ وائس چانسلر چاندی نے صدارت کی۔ ''اکثر برہمن اور

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

غیر برہمن فضلا بھی جلسے میں شریک ہوئے،" عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ "تمام ٹاؤن ہال حاضرین سے بھرا ہوا تھا۔"

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

۱۱ جنوری کو لاہور میں انقلاب میں عبداللہ چغتائی کا خط "ہمسفر" کے قلمی نام سے شائع ہوا جو مدراس سے ۵ جنوری کو لکھا گیا تھا۔

گفتار اقبال

اُس روز صبح نو بجے علامہ اقبال نے میسور کے فلسفی طبع مہاراجہ سے ملاقات کی۔ اس کے بعد چودھری محمد حسین اور عبداللہ چغتائی کے ساتھ سرنگاپٹم روانہ ہوئے۔ میسور سے چودہ کلومیٹر کے فاصلے پر دریائے کاویری کے بیچ جزیرہ تھا۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

روایت ہے کہ میسور کے تاجر اور قومی کارکن ابا سیٹھ سفر میں ساتھ تھے۔ سلطان ٹیپو شہید کے مقبرے پر علامہ اقبال دو ڈھائی گھنٹے مراقبے کی کیفیت میں رہے۔ باہر نکلے تو ابا سیٹھ نے حال دریافت کیا۔ علامہ اقبال نے جواب دیا کہ انہیں ایک پیغام ملا ہے۔

رجال

☆

دریا دولت سلطان شہید کا محل تھا۔ اُس روز یہاں ریاست کی طرف سے علامہ اور ساتھیوں کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

شام چھ بجے سے پہلے گیسٹ ہاؤس واپس پہنچ گئے۔ چھ بجے ٹاؤن ہال میں میسور کے مسلمانوں کی طرف سے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

علامہ اقبال کو سپاس نامہ پیش کیا جانا تھا۔

نواب غلام احمد خاں نے صدارت کی۔ تلاوت سے جلسے کا آغاز ہوا۔ پھر غلام محمد عرف علی جان نے آرکسٹرا کے ساتھ علامہ کی تین نظمیں رقت آمیز سُروں میں سنائیں۔ ابا سیٹھ نے سپاس نامہ پیش کیا۔ علامہ نے جوابی تقریر کی۔ ''ڈاکٹر صاحب کی یہ تقریر بھی نہایت اہم تھی،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے لیکن تقریر دستیاب نہیں۔ علامہ کے بعد میسور یونی ورسٹی کے فلسفے کے پروفیسر نے تقریر کی جو غیر مسلم تھے۔ پہلے دن کے لیکچر کے بارے میں کہا، ''اس مضمون پر آج تک کسی نے اس قدر محققانہ نظر نہ ڈالی ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب کو مسلمان ہزار 'اپنا' کہیں مگر وہ سب کے ہیں کسی ایک مذہب یا جماعت کی ملکیت نہیں۔ اگر مسلمانوں کو یہ ناز ہے کہ اقبال ان کا ہم مذہب ہے تو ہم ہندوستانیوں کو یہ فخر کم نہیں کہ اقبال ہندوستانی ہے۔''

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

کہتے ہیں کہ علامہ اقبال نے میسور میں یہ تجویز پیش کی کہ سلطان ٹیپو کے ملفوظات اور کتابیں وغیرہ جمع کی جائیں۔

رجال

''مہمان داری کے فرائض سپرنٹنڈنٹ مہمان خانہ کے علاوہ جناب صادق شاہ اسسٹنٹ سیکرٹری ہز ہائینس مہاراجا صاحب سرانجام دیتے رہے،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''ان قابل و بااخلاق اصحاب نے ہر طرح ڈاکٹر صاحب کو آرام و سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کی۔''

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

۱۲ جنوری کی صبح علامہ اقبال اپنے ساتھیوں کے ہمراہ میسور یونی ورسٹی کا شعبہ نفسیاتِ عملی دیکھنے گئے۔ ''وہاں چند دلچسپ تجربے دیکھے،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''پھر فوٹو بھی اتارے گئے۔'' اس کے بعد علامہ اور ساتھی موٹر پر واپس بنگلور کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں چاند پٹم اور ایک دو دوسرے مقامات پر مسلمان پھولوں کے ہار لیے کھڑے تھے۔ چاند پٹم میں نواب حیدر علی اور سلطان ٹیپو کے پیروں کے مزاروں پر فاتحہ کہی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

دوپہر کو بنگلور واپس پہنچے اور پانچ بجے کے قریب حاجی سر اسماعیل کی کوٹھی پر پہنچ گئے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

۱۳ جنوری کو صبح ساڑھے آٹھ بجے علامہ اقبال اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنگلور سے ریل کے ذریعے حیدرآباد دکن روانہ ہوئے۔ الکلام کے مدیر سید غوث محی الدین بھی ساتھ تھے۔

اگلی صبح فلک نما کے ریلوے اسٹیشن سے گزر کر گاڑی حیدرآباد ریلوے اسٹیشن پر پہنچی۔ مسلمان بچے قطاروں میں کھڑے ''چین و عرب ہمارا'' گاتے سنے گئے۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے رجسٹرار اے ایچ انصاری، سید ہاشمی فرید آبادی، سید مطلبی اور منشی خلیل الرحمان اُن لوگوں کے شامل تھے جو علامہ کے استقبال کے لیے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ''گاڑی ہی میں چائے لے آئے،'' عبداللہ چغتائی کا بیان ہے۔ ''وہیں ڈاکٹر صاحب کو یہ اطلاع دی گئی کہ آپ اعلیٰ حضرت حضور نظام کی گورنمنٹ کے مہمان ہیں۔ اس لیے آپ کو گورنمنٹ کے گیسٹ ہاؤس جانا ہوگا۔''

علامہ اور اُن کے ساتھیوں کو سکندرآباد ریلوے اسٹیشن پر اُترنا تھا۔ وہاں سر اکبر علی حیدری، مولانا عبداللہ العمادی، خلیفہ عبدالحکیم، سید ابراہیم ندوی اور عثمانیہ یونی ورسٹی کے دوسرے اسکالر موجود تھے۔ ہار پہنانے کی رسم ہوئی۔ پھر علامہ اقبال، سر اکبر حیدری کے ہمراہ ہوئے۔ چودھری محمد حسین اور عبداللہ چغتائی، خلیفہ عبدالحکیم کے ساتھ گیسٹ ہاؤس پہنچے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

اُس روز علامہ اقبال کی مہاراجہ کشن پرشاد سے بھی ملاقات ہوئی۔ سولہ برس پہلے لاہور میں ملاقات کے بعد اَب ملے تھے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

اُس شام حیدرآباد کے بعض علم دوست حضرات دیر تک علامہ کے پاس بیٹھے رہے۔ ان میں مولانا عمادی، سید

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ابراہیم ندوی، ڈاکٹر عبدالحق، ڈاکٹر مظفرالدین اور جوش ملیح آبادی شامل تھے۔

رات نو بجے کے قریب امین جنگ بہادر کا رُقعہ آیا کہ اعلیٰ حضرت شہر یارِ دکن (یعنی حضور نظام) نے ۱۸ جنوری کو گیارہ بجے صبح ملاقات کے لیے یاد فرمایا ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

''یہاں بھی پروگرام وہی صورت اختیار کرتا نظر آتا ہے جو مدراس، بنگلور اور میسور میں تھا،'' عبداللہ چغتائی نے ۱۵ جنوری کو غلام رسول مہر کے نام خط میں سفر کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا۔ ''جنوبی ہند کے برہمن علما اب تک مذہب و فلسفہ کے مسائل میں خاص دل چسپی رکھتے ہیں۔ مدراس، بنگلور، میسور، ہر جگہ یہ بات مشاہدے میں آئی۔ تینوں لیکچروں کے اقتباسات تمام مشہور انگریزی اخبارات یعنی ہندو، سوراجیہ، مدراس میل، جسٹس، ڈیلی ایکسپریس وغیرہ میں شائع ہوئے۔ قریباً ہر اخبار نے ڈاکٹر صاحب کا فوٹو شائع کیا۔ مدراس کے ایک ہندو پروفیسر فلسفہ کی ایک چٹھی ہندو میں چھپی... سوراجیہ میں ترکی کے متعلق جو انٹرویو نکلا... اس انٹرویو کے مضمون پر سوراجیہ نے ایک مقالہ افتتاحیہ 'مذہب، سیاسیات اور تعلیم' کے عنوان سے لکھا... 'انجمن ترقی اُردو مدراس' اور 'ہندی پرچار سبھا' کی طرف سے ڈاکٹر صاحب کو جو ایڈریس پیش کیے گئے ان کی کاپیاں بھیجتا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے جو جواب ان دو انجمنوں کو دیا گیا وہ مدراس اور بنگلور کے بعض اخبارات میں شائع ہو چکا ہے۔ اُردو کاپیاں ہاتھ میں اس وقت نہیں۔ جسٹس میں جو اس تقریر کا ترجمہ شائع ہوا ہے وہ ملفوف ہے۔''

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

اُس شام پہلا لیکچر ہوا۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

☆

۱۶ جنوری کو غالباً عبداللہ چغتائی بعض دوستوں کے ساتھ گولکنڈہ دیکھنے گئے۔ یہیں وہ مقبرے تھے جن پر علامہ نے بیس برس پہلے نظم 'گورستانِ شاہی' لکھی تھی۔

گفتار اقبال بحوالہ مکتوب عبداللہ چغتائی ۱۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطبوعہ انقلاب ۲۲ جنوری ۱۹۲۹

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

حیدرآباد میں ابومصلح نے بھی اقبال سے ملاقات کی۔ ان کا تعلق بہار سے تھا مگر قرآن کی اشاعت کا جوش انہیں کہیں قرار نہیں لینے دیتا تھا۔ اب حیدرآباد سے دی قرانک ورلڈ نامی رسالہ نکالتے تھے جو اردو اور انگریزی میں شامل ہوتا تھا۔ یہ اقبال سے ملے اور کہا کہ قرآن کی تعلیم معانی اور مطالب کے ساتھ عام اور لازمی ہونی چاہیئے۔ اقبال نے اپنے ادرگرد بیٹھے تعلیم یافتہ نوجوانوں پر نظر ڈالی اور مولانا سے پوچھا کہ قرآن پڑھائے گا کون؟ مولانا نے جواب دیا، ''بے شک حقیقی معنوں میں قرآن پڑھانے والوں کی کمی ہے۔ جس دن یہ کمی پوری ہوئی سب کچھ ہوجائے گا مگر آپ مجھے قرآن قرآن کرنے دیجیے۔ آپ کے حسب منشا قرآن پڑھانے والے بھی قرآن ہی سے پیدا ہوں گے۔''

رجال

☆

حضور نظام سے بالمشافہ گفت وشنید کے دوران اقبال نے کہا، ''مسلمانانِ پنجاب جناب کی تشریف آوری کے متمنی ہیں اور عرصہ سے چشم براہ ہیں کہ اُن کی یہ اُمید برآئے۔''

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۱۱۷۔ انجمن حمایت اسلام کی قلمی روداد میں درج ہے کہ علامہ اقبال نے یہ بات ۲۳ جون ۱۹۲۹ء کے جنرل کونسل کے اجلاس میں بتائی۔

☆

۱۵ جنوری کو لاہور میں انقلاب میں ''ہمسفر'' کے قلمی نام سے عبداللہ چغتائی کا دُوسرا خط شائع ہوا۔ جو مدراس سے ۵ جنوی کو لکھا گیا تھا۔

گفتار اقبال

☆

۲۲ جنوری کو لاہور میں انقلاب میں ''ہمسفر'' کے قلمی نام سے عبداللہ چغتائی کا تیسرا خط شائع ہوا۔ حیدرآباد دکن سے ۱۵ جنوری کو لکھا گیا تھا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

ایم او ایل　　فارسی پہلا پرچہ

ایم او ایل　　فارسی تیسرا پرچہ

ایم اے　　فلسفہ چوتھا پرچہ

ایم اے　　فلسفہ چھٹا پرچہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ کی مختلف اشاعتیں ہیں۔

☆

لاہور کی اندھیری رات میں سردی عروج پر تھی جب زلزلہ آیا۔ میکلوڈ روڈ والی کوٹھی کے کھڑکیاں دروازے زور سے بج اُٹھے اور چھت سے مٹی گرنے لگی۔ سردار بیگم سوئے ہوئے جاوید کو اُٹھا کر صحن کی طرف دوڑیں، وسیمہ بھی اُن کے پیچھے پیچھے گئی اور بوڑھی ملازمہ شور مچاتی رہی، "بیگم صاحبہ، بیٹھ جایئے! بھاگیے نہیں!"

صحن میں پہنچ کر سردار بیگم بیہوش ہو گئیں اور گرنے لگیں۔ دُوسرے کمرے سے وسیمہ کے چھوٹے بھائی مختار بھی آ چکے تھے، انہوں نے چچی کو سنبھالا اور وسیمہ نے جاوید کو اُن کی آغوش سے نکالا۔ اقبال بھی شور سن کر وہیں آ گئے تھے۔ سردار بیگم کو بیہوشی کی حالت میں اندر لے جایا گیا۔ ڈاکٹر بلایا گیا۔ کافی دیر بعد سردار بیگم کو ہوش آیا اور اقبال نے مختار سے کہا کہ صبح سیالکوٹ تار دے دیا جائے تو وہ پھر گھبرا گئیں۔ اقبال نے تسلی دی کہ سیالکوٹ والوں کی خیریت معلوم کرنے کے لیے تار دینا مقصود ہے۔

سب وہیں بیٹھے رہے۔ اقبال بھی آنکھیں بند کیے، دُھسّا لپیٹے پلنگ پر نیم دراز تھے جب سردار بیگم کے دل کو تقویت پہنچانے کے خیال سے یا حیّ یا قیوم کا وِرد شروع کر دیا۔ آواز بلند تھی، سارا کمرہ گونجنے لگا۔ سردار بیگم پھر گھبرا گئیں اور آہستہ سے وسیمہ سے کہا، "میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے، اُن کو خاموش کراؤ۔"

"اب مختار بھائی اور میں عجیب شش و پنج میں تھے کہ چچا جان کو کون خاموش کرائے،" وسیمہ کا بیان ہے۔ "اُنہیں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

خود ہی اِس کا احساس ہو گیا اور وہ ایک دم خاموش ہو گئے اور ہنس کر فرمایا، 'او ہو پھر ڈر گئی ہو۔ میں تو تمہارے دِل کو تقویت پہنچانے کے لیے ذکرِ الٰہی کر رہا تھا۔'

کچھ دیر خاموش رہ کر کہا، ''اچھا تو تمہارا دل بہلانے کے لیے کچھ اور باتیں کرتے ہیں۔'' اِس کے بعد اَفغانستان کے تازہ حالات سناتے رہے۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۷۵-۷۳۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔ اُن کا بیان ہے کہ اُن دِنوں امان اللہ خاں نئے نئے جلاوطن ہوئے تھے۔

☆

۱۹ فروری کو انقلاب میں عبداللہ چغتائی کی نوٹ کی ہوئی علامہ اقبال کی وہ تقریر شائع ہوئی جو مدراس میں انجمن خواتین کے سپاس نامے کے جواب میں ۷ جنوری کو ہوئی تھی۔

بنام مدیر انقلاب

جناب اڈیٹر صاحب انقلاب السلام علیکم

خواتین مدراس کے سپاس نامے کے جواب میں جو تقریر میں نے کی تھی وہ آج آپ کے اخبار میں میری نظر سے گذری ہے۔ افسوس ہے کہ جن صاحب نے تقریر مذکور کے نوٹ لیے ان سے بعض ضروری باتیں چھوٹ گئیں۔ خیر اس وقت ان باتوں کا ذکر مطلوب نہیں ایک دو اغلاط کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ فقہ اسلامی میں بیوی بچوں کو دودھ پلانے کی اجرت طلب کر سکتی ہے، نہ کہ بچہ جننے کی، جیسا کہ نوٹ لکھنے والے صاحب نے لکھا ہے۔ میں نے تقریر میں اسی کا ذکر کیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات ان کے حافظہ سے اتر گئی۔ علیٰ ہذا القیاس لالہ لاجپت رائے آنجہانی کی کتاب میں جس سرکار کا حوالہ ہے وہ ترکوں کا نہیں بلکہ غالباً انگلستان کا ہے۔ مہربانی کر کے ان چند سطور کو شائع فرما دیجیے کہ غلط فہمی (بالخصوص امراول کے متعلق) پیدا نہ ہو۔ والسلام

مخلص

محمد اقبال

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۲۰ فروری ۱۹۲۹ء

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۰فروری کو یہ خط انقلاب میں شائع ہو گیا۔

☆

اخبارات میں جو کچھ شائع ہو رہا تھا علامہ اُسے قابلِ اعتبار نہیں سمجھتے تھے لہٰذا کہہ نہیں سکتے تھے کہ افغانستان کس حد تک امان اللہ کے اقتدار میں رہ گیا تھا۔ کہا جا رہا تھا کہ حضرت صاحب شور بازار بغاوت کے سرغنہ ہیں مگر اُنہوں نے تو اصلاحات کے اعلان پر جسے ''نظام نامہ'' کہا گیا تھا خود بھی دستخط کیے تھے۔ بظاہر یہی وجہ سمجھ میں آتی تھی کہ امان اللہ نے اصلاحات نافذ کرنے میں تیزی دکھائی اور فوج کی طرف کم توجہ دی تھی۔

علامہ کا خیال تھا کہ وسطِ ایشیا کے سیاسی انحطاط کا منفی اثر ہندوستان اور چین پر بھی پڑے گا۔ وسط ایشیا کے حکمرانوں کو چاہیے تھا کہ اپنی نگاہ کو وُسعت دیں۔ غازی امان اللہ یہ کام بخوبی کر رہے تھے۔ افغانستان پر اُن کا اقتدار برقرار رہنا چاہیے۔

۲۶ فروری کو اخبار ٹریبیون کے نمایندے نے افغانستان کے حالات کے متعلق علامہ سے ملاقات کی۔ علامہ نے یہ خیالات ظاہر کرنے کے بعد غالباً انگریزی میں کہا جس کا صرف ترجمہ دستیاب ہے:

> اس امر کے یقینی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کہ عالم اسلام میں قدامت پسندانہ جذبات اور لبرل خیالات میں جنگ شروع ہوگئی ہے۔ اغلب ہے کہ قدامت پرست اسلام بغیر جدوجہد کے سر تسلیم خم نہیں کرے گا۔ اس لیے ہر ایک ملک کے مسلم مصلحین کو چاہیے کہ نہ صرف اسلام کی حقیقی روایات کو غور کی نگاہ سے دیکھیں، بلکہ جدید تہذیب کی صحیح اندرونی تصویر کا بھی احتیاط سے مطالعہ کریں، جو بے شمار حالتوں میں اسلامی تہذیب کی مزید ترقی کا درجہ رکھتی ہے۔ جو چیزیں غیر ضروری ہیں ان کو ملتوی کر دینا چاہیے۔ کیونکہ صرف ضروری چیزیں فی الحقیقت قابل لحاظ ہیں۔ یہ امر صحیح نہیں ہے کہ مجلسی معاملات میں قدامت پسندانہ طاقتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے، کیونکہ انسانی زندگی اپنی اصلی روایات کا بوجھ کندھوں پر اٹھا کر منزل ارتقا طے کرتی ہے۔ انسان نے اپنی معاشرتی تہذیب کو تشکیل دینے کا سبق حال ہی میں سیکھا ہے، اس لیے جائز حدود سے تجاوز نہیں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کرنا چاہیے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب یکم مارچ ۱۹۲۹ء

☆

علامہ اقبال اور حکیم احمد شجاع کے مرتب کیے ہوئے اُردو کورس کی پانچویں جماعت والی کتاب کا تیسرا ایڈیشن اس برس شائع ہوا۔ پھر کسی وقت محکمہ تعلیم کی منظوری کے لیے پیش کیا گیا۔

☆

۴ مارچ تھی۔ پنجاب کی قانون ساز کونسل کے اجلاس میں بجٹ پر بحث ہو رہی تھی۔ علامہ اقبال کی تقریر معرکۃ الآرا تھی۔ بجٹ پر بحث میں نفع نقصان کے حساب سے بڑھ کر معاشرے کی مجموعی صورت حال کا جائزہ پیش کیا:

۱ پانچ برس میں پہلی دفعہ خسارے کا بجٹ پیش کیا جا رہا تھا۔ اس دفعہ مرکزی حکومت نے مدد نہیں دی تھی۔

۲ فائدہ صرف ایکسائز اور اسٹامپ کی مد میں کچھ اضافہ ہوا ہے۔ یہ تشفی کی نہیں بلکہ تشویش کی بات ہونی چاہیے کیونکہ ایکسائز ڈیوٹی زیادہ تر شراب کی فروخت سے حاصل ہوتی تھی اور اسٹامپ کی فیس مقدمے بازی میں ادا کی جاتی تھی!

۳ اضافی اخراجات صرف آب پاشی اور جیل خانے کی مد میں ہوئے تھے۔ آب پاشی کے اخراجات سیلاب کی وجہ سے بڑھے تھے جو قدرتی آفات میں سے تھے مگر جرائم کی روک تھام انسان کے بس میں ہے۔ جیلوں کے اخراجات بڑھنا ظاہر کرتا تھا کہ قیدیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے اور خوراک کی قیمتوں میں بھی (جو ظاہر ہے کہ قیدیوں کو حکومت کی طرف سے فراہم کی جاتی تھی)۔ موجودہ قوانین ناقص تھے جن کے تحت دس روپے کے مویشی چرانے پر دو برس کی قید ہو جاتی تھی۔

۴ تعلیم کی مد میں حکومت نے جو اِمداد فراہم کی تھی اُس کا بہت ہی کم حصہ مسلمانوں کے اداروں کو ملا تھا جبکہ یہی حکومت کی امداد کے زیادہ مستحق تھے۔

۵ صوبہ مقروض ہو چکا ہے۔ اب مرکزی حکومت سے مزید قرضہ لینے کی تجویز پیش ہوئی ہے۔ اس

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

طرح تو صوبہ مستقل طور پر مقروض ہو جائے گا۔ مزید قرض سے بچنے کی تدابیر اختیار کرنی چاہئیں:

الف: مرکزی حکومت سے درخواست کی جائے کہ اِنکم ٹیکس صوبے کے سپرد کر دیا جائے۔

ب: ورثے پر ٹیکس لگایا جائے جیسا کہ انگلستان میں ہوتا ہے۔ کسی کو بڑی جائیداد (مثلاً بیس ہزار، تیس ہزار یا اس سے زیادہ کی) ملے تو وہ ٹیکس ادا کرے۔

ج: بھاری تنخواہیں میں کمی کی جائے۔

د: مشینری سستی مارکیٹوں سے خریدی جائے۔

On the Budget for 1929-30

Speech delivered by Dr. Sir Muhammad Iqbal in the session of the Punjab Legislative Council Lahore, 4th March, 1929

Sir, I am afraid the Budget which has been presented to this Council presents a financial position which, in the words of the Honourable Finance Member, even a confirmed optimist cannot regard as entirely satisfactory. And the statement with which this Budget is presented is so concise and so absolutely frank that its very frankness makes it extremely difficult for the reader to criticise it. However, there are certain points which must be noticed. One remarkable feature of this Budget is, and this is the first Budget that has this feature, that the contribution to the Government of India finds no place in it. But its most unfortunate feature is that after five years continuous prosperity we are, for the first time, confronting a deficit Budget. The small increase in Excise and Stamps is no source of satisfaction, because it means an increase in drunkenness and litigation which reflects credit neither on the people nor on the Government. On the expenditure side of the Budget for 1928-29 the only excess is under

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Irrigation and Jails. The increase under Irrigation is due to floods in August, and the increase under Jails is due to an increase in the number of prisoners and also to higher prices of food. Well, floods are a natural phenomenon and cannot be prevented, but unless we are complete fatalists, crime is a preventable affair. If appropriate methods to prevent crime are adopted, it, to a very large extent, can be prevented. The present state of affairs is such that the man who steals cattle worth Rs.10 is sent to jail for two years, and I think this is very largely responsible for the increase in the number of prisoners in the jails.

In the Budget Estimates of 1929-30 the first thing which I would like to note is Education. Graph No. 4 in the Memorandum tells us that the amount allocated to Education is 1,81. In the statement of the Honourable Finance Member on page 6 we find it is 1,67. I was not able to understand these figures, because if 12 lakhs on new expenditure are added to 1,67 the sum is 1,79 and not 1,81.

MR. J. G. BEAZLEY: May I explain, Sir, that that figure includes expenditure on works, repairs and stationery?

IQBAL: Very well, Sir. The state of things so far as Education is concerned is very disappointing. I was going to say, awful. In 1922-23, 55 new schools in all came up for grants-in-aids out of which 16 were Islamia schools. The total amount of grants made to schools was Rs. 1,21,906, out of which a sum of Rs. 29,214 went to Muslim schools. In 1926-27, the total amount of grant to high schools was Rs. 1,22,287 and the same amount, namely, Rs. 29,214 went to Muslim schools, i.e. 23 per cent of the total amount. In 1927-28, the total amount of grant was Rs.10,13,154 and the share of Muslim schools was Rs.2,04,330, that is to say, the population which is most backward in education and most indebted got only 2 lakhs out of 10. This is a state of affairs which cannot be

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

regarded as satisfactory. Yet we are told that there are savings in the beneficent departments which Mr. Penny describes as instances of over-budgeting, I am not at all opposed to spending large sums on education nor is it the purpose of this criticism to raise any such opposition: but I should submit that the money spent on education must be spent carefully and must be distributed equally especially in places where people are backward and too poor to pay for education. However, I need not dwell on this point because I believe it will be taken up when the motions for cuts come up before the House.

I would now like to say a few words about capital expenditure. In 1928-29, the budgeted estimate for capital expenditure charged to revenue was 1,81 lakhs. It was later on raised to 1,89 and the revised estimate shows Rs.2,12 lakhs. For 1929-30, the capital expenditure is expected to be Rs.1,54 lakhs. Since extraordinary receipts will not amount to much it is proposed to borrow Rs.1,40 lakhs from the Provincial Loans Fund. This is a very regrettable state of affairs. The province is already in debt. On pages 22-23 of the Budget you will find the exact position of the province. It will be seen that the loans from the public amount to 3 crores while the loans from the Government thereto amount in the aggregate to about 26 crores. Of course, this sum does not include the loans which have been sanctioned from 1st March 1929. We are now compelled to borrow another sum of 1,40 lakhs in spite of what the Honourable Finance Member says at page 4 of his statement which runs as follows:

> It has been found impossible to proceed with the full programme of buildings and roads and it is contemplated that 48 lakhs less will be expended under this head in 1929-30 than is shown in the revised estimate for 1928-29. It is also contemplated to reduce transfers to the Reserve Fund to 5 lakhs only instead of the 15 lakhs

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

budgeted for 1928-29.

I think it was Charles Lamb who said that mankind are really divided into two classes, creditors and debtors. In so far as this province is concerned, if we drop the religious labels-Hindu and Muslim-and substitute the economic labels, lenders and borrowers, Lamb's remark is perfectly true. But my fear is that this province, as a whole, may now be made a permanent member of debtor class. Thus the present financial position is very disappointing and it is not an easy matter to discover new sources of revenue.

However, I venture to make a suggestion. In the first place, I should like the Government to move the Government of India to provincialise Income-tax. That would improve our position to some extent. I may in the next place suggest the imposition of death duties as they have in England.

THE HONOURABLE REVENUE MEMBER: Living duties would be more appropriate!

IQBAL: These would be living duties because it is the living who would have to pay them. Some limit such as those inheriting property to the value of Rs.20,000 or 30,000 may be fixed. Next we should try reduction of high salaries, and purchase of our machinery from the cheapest markets.

Sherwani

☆

جناح تیار تھے کہ مسلم لیگ کے دونوں گروپ متحد ہو جائیں۔ سر آغا خاں کی تجاویز قبول کر لیں۔ چودہ نکات تیار کیے۔ چاہتے تھے کہ مارچ میں دہلی میں لیگ کا مشترکہ اجلاس بلوا کر نکات پیش کر دیں۔ علامہ اقبال، ملک فیروز خاں نون اور شیخ عبدالقادر نے اُن کے نام کھلا خط لکھا کہ اجلاس ملتوی کر دیں۔ نہ ہوا۔ شفیع لیگ کے نمائندوں کی بڑی تعداد دہلی پہنچی۔ اس میں علامہ اقبال، فیروز خاں نون اور شیخ عبدالقادر شامل تھے۔

دہلی لیگ (جناح لیگ) میں ڈاکٹر سیف الدین کچلو کے ساتھیوں نے ۲۸ مارچ تک اپنی پسند کے ارکان بھر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لیے۔لاہور لیگ (شفیع لیگ) کے ارکان کو بھرتی کرنے کے لیے کہا گیا تو صاف انکار کر دیا۔لائل پور کی شاخ کے صدر ملک فضل حسین اوراُن کے ساتھی حکیم نورالدین بھی جو خاص دعوت پر آئے تھے، مسترد ہوئے۔تجویز کی گئی کہ لاہور لیگ (شفیع لیگ) کے جن لوگوں کے نام دہلی لیگ (جناح لیگ) کی فہرست میں ابھی تک موجود ہیں انہیں اجلاس میں شامل ہونے کی اجازت دی جائے۔ایسے لوگوں کی تعداد کم تھی۔انہیں بھی کہا گیا کہ اُن میں سے صرف اُتنے ہی لوگ آسکتے ہیں جتنی نشستیں خالی رہ گئی ہوں۔وہ بہت کم تھیں۔

علامہ اوراُن کے ساتھیوں کے خیال میں یہ حربے اس لیے اختیار کیے جارہے تھے کہ ڈاکٹر کچلو اوراُن کے ساتھی ہر قیمت پر نہرو رپورٹ کی تائید میں قرارداد منظور کروانا چاہتے تھے۔لاہور لیگ والوں کی موجودگی اس میں رکاوٹ بنتی۔''ہم متفق ہو کر لیگ کے اجلاس میں نہیں گئے تاکہ وہاں دوسری پارٹی سے تصادم نہ ہو،'' علامہ نے بعد میں کہا۔ ''لیکن ہم نے اس بات کی اجازت دے دی کہ جس شخص کا نام دہلی لیگ کی فہرست پر اب تک باقی ہو وہ اپنی انفرادی حیثیت میں وہاں چلا جائے۔''

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۱۰ اپریل ۱۹۲۹ء

جلسہ شروع ہوا تو باسٹھ ارکان اُٹھ کر چلے گئے۔ان میں مولانا شفیع داؤدی، مولانا محمد علی (جوہر)، مولانا شوکت علی، مولانا محمد یعقوب اور نواب اسماعیل خان جیسی شخصیتیں بھی تھیں۔انھیں واپس نہیں بلایا گیا۔

اگلے روز ڈاکٹر کچلو کے ساتھیوں نے کھلا اجلاس لیگ کے مستقل صدر یعنی محمد علی جناح کا انتظار کیے بغیر شروع کر دیا۔جناح اُس وقت روٹھے ہوئے ارکان سے گفت وشنید کر رہے تھے۔جلسے میں ڈاکٹر عالم کو عارضی طور پر صدر بنایا گیا۔پھر جو کچھ ہوا وہ کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔

- ☆ بعضوں نے کہا کہ اسی تجویز پر اِتنا شور وغل ہوا کہ نہرو رپورٹ کی تائید میں پیش ہونے والی قرارداد پر بحث نہ ہو سکی۔
- ☆ ڈاکٹر عالم کا بیان تھا کہ قرارداد باقاعدہ پیش ہوئی، اس کی تائید کی گئی اور بغیر تقریروں کے اس کی منظوری کا اعلان کیا گیا۔
- ☆ اس کے برعکس محمد صادق ممبر لیجلسیٹو اسمبلی کا کہنا تھا کہ انہوں نے اجلاس کی بے قاعدگی کی طرف صدر کی توجہ مبذول کروائی، قرارداد میں ترمیم کی اجازت پائی اور ترمیم پیش نہ کر پائے تھے کہ اجلاس

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ملتوی کر دیا گیا۔

☆ جناح کا کہنا تھا کہ انہوں نے اجلاس میں پہنچ کر خود ڈاکٹر کچلو سے سنا کہ قرارداد منظور نہیں ہوئی۔ اُس وقت ڈاکٹر عالم نے بھی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار نہ کیا۔

علامہ اقبال، فیروز خاں نون یا شیخ عبدالقادر وہاں موجود نہ تھے مگر متفق تھے کہ جناح غلط بیانی نہیں کر سکتے۔ انہی کے بیان کو حقیقت پر مبنی سمجھا جائے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۱۰ اپریل ۱۹۲۹ء

جناح اپنے چودہ نکات پیش نہ کر سکے تھے۔ بعد میں شائع کیے:

1. The form of the future constitution should be federal with the residuary powers vested in the provinces.
2. A uniform measure of autonomy shall be granted to all provinces.
3. All legislatures in the country and other elected bodies shall be constituted on the definite principle of adequate and effective representation of minorities in every province without reducing the majority in any province to a minority or even equality.
4. In the Central Legislature, Muslim representation shall not be less than one third.
5. Representation of communal groups shall continue to be by means of separate electorate as at present, provided it shall be open to any community at any time to abandon its separate electorate in favor of a joint electorate.
6. Any territorial distribution that might at any time be necessary shall not in any way affect the Muslim majority in the Punjab, Bengal and the North West Frontier Province.
7. Full religious liberty, i.e. liberty of belief, worship and observance, propaganda, association and education, shall be guaranteed to all communities.
8. No bill or any resolution or any part thereof shall be passed in any legislature or any other elected body if three-fourth of the members of any community in that particular body oppose such a bill resolution or part thereof on the ground that it would be injurious to the interests of that community or in the alternative, such other method is devised as may be found feasible and practicable to deal with such cases.

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

9. Sindh should be separated from the Bombay Presidency.
10. Reforms should be introduced in the North West Frontier Province (NWFP) and Baluchistan on the same footing as in the other provinces.
11. Provision should be made in the constitution giving Muslims an adequate share, along with the other Indians, in all the services of the state and in local self-governing bodies having due regard to the requirements of efficiency.
12. The constitution should embody adequate safeguards for the protection of Muslim culture and for the protection and promotion of Muslim education, language, religion, personal laws and Muslim charitable institution and for their due share in the grants-in-aid given by the state and by local self-governing bodies.
13. No cabinet, either central or provincial, should be formed without there being a proportion of at least one-third Muslim ministers.
14. No change shall be made in the constitution by the Central Legislature except with the concurrence of the State's contribution of the Indian Federation.

☆

۷اپریل کوعلامہ اقبال، ملک فیروز خاں نون اور شیخ عبدالقادر نے مشترکہ بیان جاری کیا:

...محض لیگ کے اجلاس کے التواہی میں ہماری فتح مضمر ہے...جس طرح بھی ہوا اس سے یہ تو ظاہر ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کی عام رائے نہرو رپورٹ کے مخالف ہے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۱۰ اپریل ۱۹۲۹ء

☆

غالباً یہی وہ اہم موڑ تھا جہاں سے علامہ اقبال اور محمد علی جناح کے درمیان اُس گہری ہم آہنگی کا آغاز ہوا جس نے بعد میں ان دونوں کو مسلمانوں کے ضمیر میں اس طرح یکجا کر دیا کہ ایک کے بغیر دوسرے کا تصور کرنا مشکل ہو گیا۔ علامہ کے نزدیک چند ماہ پہلے دہلی کی مسلم کانفرنس میں پیش کی ہوئی تجاویز ہندوستان کے مسلمانوں کا اجتماعی فیصلہ تھیں اور وہ سمجھتے تھے کہ ایک حدیث کی روشنی میں مسلمانوں کا اس قسم کا فیصلہ غلط نہیں ہو سکتا۔ محمد علی جناح نے نہ

(c) 2014, Iqbal Academy, Pakistan (www.allamaiqbal.com)

صرف ان تجاویز کو قبول کر لیا تھا بلکہ اپنی تمام قانونی مہارت صرف کر کے ان تجاویز کو بہتر شکل دے کر وہ چودہ نکات بنائے تھے جو جناح کی سابقہ رائے کے برخلاف قوم کے اجتماعی فیصلے کی عکاسی کرتے تھے۔ جناح کی زندگی میں یہ وہ موڑ تھا جس کے بعد دن بدن وہ قوم کی اجتماعی رائے کی علامت بنتے گئے۔

☆

حیدرآباد کے جریدے اسلامک کلچر (Islamic Culture) کے اپریل کے شمارے میں صفحات ۲۰۹-۲۰۱ پر پچھلے نومبر کو لاہور میں پانچویں انڈین اورینٹل کانفرنس کے شعبۂ عربی، فارسی و ژند میں دیا ہوا علامہ اقبال کا خطبۂ صدارت شائع ہوا:

A Plea for Deeper Study of the Muslim Scientists

Sherwani, Razzaqui

☆

ایسٹر سنڈے ۱۴ اپریل کو تھا۔

[اعلان]

سب سے اوّل ہم آپ کو بتانا چاہتے ہیں کہ جلسۂ مذکورہ میں اسلامی ہند کے بہترین دل و دماغ اپنے خیالات و افکار سے مسلمانوں کو محظوظ و مستفیض فرمائیں گے۔ علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال اس اجتماع میں ایک ایسے موضوع پر اپنے محققانہ اور فلسفیانہ خیالات ظاہر فرمائیں گے جس کی طرف سے افسوس ہے کہ مسلمان غافل ہو چکے ہیں اور وہ مضمون ''قرآن کا مطالعہ'' ہے۔ ہر سوچنے، سمجھنے والے مسلمان کو اِس بات کا یقین ہے کہ فہم و عملِ قرآن سے مسلمانوں کی بے رغبتی ہی حقیقت میں دنیائے اسلام کے تنزل کا باعث ہوئی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو آئندہ دنیا میں فرزندانِ اسلام کو اُبھار سکتی ہے۔ اِس نظریہ کی تشریح علامہ اقبال جیسے یگانۂ روزگار محقق کی زبان سے سننا آپ تسلیم کریں گے کہ ایک نہایت مفید چیز

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہوگی۔قرآن کے مطالعہ کی اہمیت کا صحیح احساس اسوقت ہوسکتا ہے جب ہم قرآن پاک کی اصل قدر و قیمت سے آگاہ ہو جائیں۔

ہفت روزہ حمایت اسلام،۱۴۱اپریل ۱۹۲۹ء

انجمن حمایت اسلام کے اس سالانہ جلسے کے تیسرے دن کے اجلاس کی صدارت میاں محمد شفیع نے کی۔علامہ اقبال نے 'قرآن کا مطالعہ' کے عنوان سے لیکچر دیا۔شیخ عبدالقادر، خواجہ دل محمد، حفیظ جالندھری، قاضی محمد سلیمان منصور پوری اور مولانا عبدالماجد دریابادی بھی موجود تھے۔

☆

۲ مئی تھی۔لاہور میں موچی دروازے کے باہر باغ میں مسلمانوں کا جلسہ تھا۔علامہ اقبال نے کہا:

یہ جلسہ متعدد جلسوں کے سلسلے کی پہلی کڑی ہے جو اس نازک زمانہ میں مسلمانوں کو بیدار کرنے کے بعد ان میں روح حیات پھونکنے کے لیے کیے جائیں گے تاکہ وہ سیاسیات کے میدان عمل میں اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔

وہ جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔ان کی افتتاحی تقریر کے بعد دوسروں نے تقریریں کیں۔بعض تقریروں میں کہا گیا کہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں۔یہ مفروضہ علامہ کے اس بنیادی موقف کی تردید کرتا تھا کہ دہلی کانفرنس کی تجاویز جنہوں نے محمد علی جناح کے چودہ نکات کی صورت اختیار کی تھی، وہ ہندوستان کے مسلمانوں کا متفقہ مطالبہ تھیں۔
جلسے کے اختتام پر علامہ نے پھر تقریر کی جسے انقلاب کے نمایندے نے یوں نوٹ کیا:

بعض تقریروں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ مسلمانوں میں اتحاد نہیں۔لیکن میرے خیال میں مذہب کے فروعی اختلافات تو کسی قدر موجود ہیں لیکن سیاسی اتحاد بہت حد تک موجود ہے۔گاندھی جی نے مسلم کانفرنس دہلی کے متعلق کہا تھا کہ مسلمانوں کا مطالبہ متحدہ نہیں۔ لیکن وہ حق بجانب نہ تھے۔میں اُس صحبت میں موجود تھا اور میں نے کہا تھا کہ ہندوؤں کا ایک طبقہ جداگانہ انتخاب مانگتا ہے، دوسرا مخلوط انتخاب کا حامی ہے اور تیسرا 'سوشل ڈیموکریسی' چاہتا ہے۔جب ہندوؤں میں اس قدر اختلاف ہے تو مسلمانوں کے معمولی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اختلاف پر ایک بہانہ بنالینا اگر منافقت نہیں تو کیا ہے۔

[جہاں تک مذہبی اختلاف کا تعلق ہے]، یہ اختلاف نہیں بلکہ مذہب سے دل چسپی اور محبت رکھنے کا ثبوت ہے۔ سیاسیات کے متعلق مسلمانوں میں اتحاد ہے۔ آل انڈیا [مسلم] کانفرنس کی قرارداد اور لکھنؤ کانفرنس (جو دو ہفتوں کی پیدایش ہے) کی قرارداد کی تیرہ تیرہ دفعات ایک ہی ہیں۔ صرف چودھویں دفعہ میں اختلاف ہے۔ وہ [نیشنلسٹ مسلمان] مخلوط انتخاب کو بالغوں کے حق رائے دہی سے مشروط کرتے ہیں۔ مولانا ظفر علی خان دس سال کے لیے جداگانہ انتخاب کے حامی ہیں اور اس کے بعد بھی بالغوں کے حق رائے دہی کی شرط لگاتے ہیں اور زمیندار کی اشاعت دیروزہ میں لکھتے ہیں کہ بالغوں کا حق رائے دہی ابھی ممکن ہی نہیں۔ جداگانہ انتخاب سے پہلے مخلوط انتخاب کا کافی تجربہ ہو چکا ہے۔ سر علی امام، جو لکھنؤ کانفرنس کے صدر تھے، اس تجربے کی بنا پر اس وفد میں لارڈ منٹو کے پاس گئے تھے، جس نے مسلمانوں کی حالت زار کا حوالہ دے کر جداگانہ انتخاب کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ لارڈ منٹو ان کے دلائل سے متاثر ہو کر جداگانہ انتخاب نافذ کرنے پر تیار ہو گئے۔

پہلے معلوم کرنا چاہیے کہ قوم پرستی کا مفہوم کیا ہے۔ نیشنلزم کا جو تجربہ یورپ میں ہوا اس کا نتیجہ بے دینی اور لامذہبی کے سوا کچھ نہیں نکلا۔ وہی ہندوستان میں ہو رہا ہے۔ رسول عربی صلعم کا وہ حکم موجود ہے جس میں فرمایا گیا تھا کہ آج میں نسل، ذات پات اور برادری کے تمام امتیازات کو پاؤں کے نیچے کچلتا ہوں۔ تم سب مسلمان ہو اور یہی تمھارا صحیح نام ہے۔ ہندوستان میں جس قدر اقوام ہیں، سب چاہتی ہیں کہ ان کی خصوصیات باقی رہیں، اس لیے مسلمان بھی یہی چاہتے ہیں۔ مسلمان دوسروں پر حکومت نہیں چاہتے اور نہ یہ چاہتے ہیں، دوسرے ان پر حکمران ہوں اور وہ ان کے غلام بنے رہیں۔ مسلمان نوجوانوں کو چاہیے کہ سب سے زیادہ قربانی کرنے کو تیار رہیں۔

جواب میں مجمع نے نعرۂ تکبیر بلند کیے۔ اس کے بعد علامہ نے تقریر جاری رکھی:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میں مسلمان نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ قومیت کا صحیح تخیل معلوم کریں۔ ہندوؤں کو بھی معلوم ہونا چاہیے کہ یورپ کا تخیل آزادی اور مذہبیت ہے۔ مسلم نوجوانوں کو چاہیے کہ منظّم ہو جائیں اور یہ کوششیں اس لیے ہیں کہ آپ گونڈ اور بھیل بن جائیں۔ ابھی آپ کو ایک شدید جنگ میں قربانیاں کرنی ہیں اور وہ سرمایہ داری کی لعنت کے خلاف جنگ ہے۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ اس کے لیے بھی ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار رہیں۔ اگر کوئی یہ خیال کرتا ہے کہ کوئی دوسری قوم یا انگریز اس کی دستگیری کرے گا تو وہ بدبخت ہے۔ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ ورنہ تمھیں کوئی حق نہیں کہ زندہ رہو۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۵ مئی ۱۹۳۱ء

☆

جب پنجاب ہائی کورٹ میں ججی کی جگہ خالی ہوئی تو اس پر ڈاکٹر سر محمد اقبال کے تقرر کی تحریک بعض حلقوں سے پیش کی گئی۔ اب سر محمد حبیب اللہ کے ریٹائر ہونے پر وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کی ممبری کے لیے ڈاکٹر صاحب کا نام پیش کیا جا رہا ہے۔ ایک معاصر نے حال میں یہ تجویز پیش کی ہے کہ مسلمانانِ کشمیر کی تعلیمی پستی کے رفع کرنے کی غرض سے محکمہ تعلیم کشمیر کی زمام ڈاکٹر صاحب کے قابل ہاتھوں میں دے دی جائے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال کی سی قابلیت، علمیت، استعداد و عالمگیر شہرت کے انسان کے متعلق اس قسم کی تجاویز کا پیش ہونا اور ان کا تشنۂ تکمیل رہ جاتا ایک اچنبہ ہے۔ حکومت کی نگاہِ نکتہ رس کو تو ایسی زبردست شخصیت کو مدتوں پہلے نظامِ حکومت کی کل کا ایک اہم پرزہ بنا لینا چاہیے تھا۔ اگر حکومتِ کشمیر نے جناب ممدوح کی خدمات حاصل کر لیں تو اس میں خود اسی حکومت کا فائدہ ہے جو ان کی خدمات حاصل کرے گی۔

ہفت روزہ حمایت اسلام، لاہور، ۹ مئی ۱۹۲۹ء

شاہد ۵۷ (مصنف نے ہفت روزہ کے صفحہ ۲ کا حوالہ دیا ہے)۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۱۰ مئی کو علامہ اقبال نے انجمن حمایت اسلام کی طرف سے حضور نظام کو خط لکھ کر بتایا کہ پنجاب کے مسلمان اُن کے لیے چشم براہ ہیں۔ جواباً حضور نظام کا تار غالباً انگریزی میں آیا: ''آئندہ موسمِ سرما میں میری آمد کے متعلق میرے ہم مذہب باشندگانِ لاہور نے جن دوستانہ اور وفادارانہ جذبات کا اظہار کیا ہے میرے دل میں ان کی بہت قدر ہے۔ میں اپنے ارادہ سے بروقت آپ کو اطلاع دوں گا۔''

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۱۹

☆

۲ جون کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ خان بہادر شیخ امیر علی صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کو پھر کالج کمیٹی کا رکن مقرر کیا گیا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

۱۰ جون ۱۹۲۹ء کو خان محمد نیاز الدین خاں فوت ہو گئے۔

کلیات مکاتیب

☆

حضور نظام کے استقبال کے لیے ۲۲ جون کو انجمن حمایت اسلام کے بعض ارکان کی طرف سے کچھ تجاویز پیش ہوئیں۔ اگلے روز جنرل کونسل کا اجلاس خان بہادر شیخ امیر علی کی صدارت میں ہوا۔ اقبال کے الفاظ روداد میں یوں درج ہوئے:

> اعلیٰ حضرت نظام سے مسلمانانِ پنجاب کو بحیثیت مسلمان فرمانروا ہونے کے دلی عقیدتمندی ہے۔ اعلیٰ حضرت، حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کی اولاد سے ہیں۔ چنیوٹ (پنجاب) کے نواب سعد اللہ خاں، وزیر اعظم شاہجہاں سے بھی اعلیٰ حضرت کو نسبی تعلق ہے۔ ان خصوصیات کی بنا پر مسلمانانِ پنجاب کو اپنی عقیدتمندی کا ثبوت اعلیٰ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حضرت کے شاندار خیر مقدم کی صورت میں دینا لازم ہے۔

مولوی غلام محی الدین، سید حبیب، ملک برکت علی، خان بہادر چودھری سلطان محمد خاں، ڈاکٹر امان اللہ خاں، سید محسن شاہ، مولوی فضل الدین، شیخ نیاز مند، خانصاحب شیخ عبدالعزیز، ملک قادر بخش، ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین اور سید بڈھے شاہ نے بحث میں حصہ لیا۔ نو تجاویز منظور کر کے اخباروں کو روداد بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۱۸-۱۱۶

☆

۱۴ جولائی کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ لوکل سیلف گورنمنٹ سے مل کر یتیم خانے کے لیے گرانٹ حاصل کرنے کے لیے گیارہ ارکان پر مبنی وفد مقرر کیا گیا۔ علامہ اقبال کا نام شامل تھا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

حضور نظام کا خط علامہ اقبال کو ملا: ”مجھے سرِ دست اِس بات کا یقین نہیں ہے کہ حسبِ توقع نومبر یا دسمبر میں وہاں آ سکوں گا۔ اس لیے کہ میں اس سال کے خاتمہ پر اپنے جواں عمر شہزادوں کی شادی پر غور کر رہا ہوں۔ علاوہ ازیں ہز ایکسی لینسی وائسرائے بھی دسمبر میں تشریف لا رہے ہیں لہٰذا اندیشہ ہے کہ یہ واقعات میرے ارادہ میں مزاحم ہوں تاہم میں ستمبر یا اکتوبر میں قطعی طور پر اِس معاملہ میں اطلاع دے سکوں گا۔ فی الحال کوئی فیصلہ کن بات کہہ دینا قبل از وقت ہے اور یوں بھی ہنوز چھ مہینے کا وقفہ باقی ہے۔“

انجمن حمایت اسلام کا اخبار مایوس نہ ہوا:

> اعلیٰ حضرت حضور نظام جلیل القدر تاجدارانِ حیدر آباد دکن میں سب سے پہلے فرمانروا ہیں جو سرزمینِ پنجاب کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے متفخر فرمانے والے ہیں۔
>
> اِس سے پیشتر کبھی کسی نظام نے پانچ دریاؤں کی سرزمین کو اپنی تشریف آوری سے مشرّف نہیں فرمایا۔ اعلیٰ حضرت کے نزول اجلال کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کا سببِ حقیقی علامہ ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال ہیں جن کی عالمگیر شہرت و قابلیت پر ادبی دنیا کو ناز ہے اور جن کی فلسفیانہ شاعری تمام ممالکِ عالم سے خراجِ تحسین وصول کر چکی ہے۔

اِس سے پیشتر کبھی کوئی والیِ ریاست کسی فلسفی و شاعر و ادیب کی دعوت پر پنجاب میں نہیں آیا۔ یہ امر حضورِ اقدس کی معارف پروری و ادب شناسی کی ایک زبردست دلیل ہونے کے علاوہ اِس بات کا متقاضی ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت کی تشریف آوری کو اسی رنگ میں منائیں اور اسی پیرایہ میں آپ کا خیر مقدم کریں۔

ہفت روزہ حمایت اسلام (لاہور)، ۱۸ جولائی ۱۹۲۹ء

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۱۹–۱۱۸

☆

خیال کیا جاتا ہے کہ پیامِ مشرق کا تیسرا ایڈیشن جولائی کے آخر میں شائع ہوا۔

رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲–۲۰۰۱)، ص ۱۴۴

☆

خواجہ احمد الدین اقبال سے ملنے امرتسر سے لاہور آئے اور شام سے رات گئے تک تبادلۂ خیالات ہوتا رہا۔ اس دوران قرآن کے مقامات کے علاوہ شاعری اور مابعد الطبیعات بھی بحث میں آئے۔

☆

۷ ستمبر تھی۔ لاہور میں دہلی دروازے کے باہر مسلمانوں کا احتجاجی جلسہ ہوا۔ فلسطین میں برطانوی حکمت عملی کے خلاف تھا۔ ہر طبقے اور جماعت کے لوگ شامل تھے۔ علامہ اقبال صدارت کر رہے تھے۔ اُن کی افتتاحی تقریر کو انقلاب کے نمایندے نے یوں نوٹ کیا:

اے مسلمانانِ لاہور!

آپ پر سلام رحمت اور برکات الٰہی کا نزول ہو۔ ہم سب کا فرض ہے کہ ہم بارگاہ الٰہی میں سجدہ شکر بجا لائیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ باوجود ان اختلافات کے جو وطنی سیاست کے

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

متعلق لاہور کے مسلمانوں میں ہیں، آج ایک جذبہ کے ماتحت ہم سب یہاں اکٹھے ہو گئے ہیں اور ہم نے ان تمام اختلافات کو مٹا دیا ہے۔

مجمع سے نعرۂ تکبیر بلند ہوا۔ اس کے بعد علامہ نے تقریر کو آگے بڑھایا:

ہم نے ان اختلافات کو ایک مقدس غرض کی خاطر نظر انداز کر دیا ہے۔ یہ بات قطعاً غلط ہے کہ مسلمانوں کا ضمیر حب وطن کے جذبات سے خالی ہے۔ البتہ یہ صحیح ہے کہ حب وطن کے علاوہ مسلمانوں کے دل میں دینیت و محبت اسلام کا جذبہ بھی برابر موجود رہتا ہے۔ اور یہ وہی جذبہ ہے جو ملت کے پریشان اور منتشر افراد کو اکٹھا کر دیتا ہے اور کر کے چھوڑے گا اور ہمیشہ کرتا رہے گا۔

فلسطین میں مسلمان اور ان کے بیوی بچے شہید کیے جا رہے ہیں۔ اس ہولناک سفا کی کا مرکز یروشلم ہے، جہاں مسجد اقصیٰ واقع ہے۔ اس مسجد کا تعلق حضرت خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج مبارک سے ہے اور معراج ایک دینی حقیقت ہے، جس کا تعلق مسلمانوں کے گہرے جذبات کے ساتھ ہے۔ صدیاں گذر گئیں کہ ایک معبد تعمیر ہوا تھا، جسے 'ہیکل سلیمانی' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ معبد مسلمانوں کے یروشلم فتح کرنے سے بہت پہلے برباد ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا تو انھیں ہیکل یا مسجد اقصیٰ کے صحیح موقع و محل سے بھی مطلع کر دیا۔ فتح یروشلم کے بعد حضرت عمرؓ بنفس نفیس یروشلم تشریف لے گئے تو انھوں نے مسمار شدہ 'ہیکل سلیمانی' کا محل وقوع دریافت فرمایا اور وہ جگہ ڈھونڈ لی۔ اس وقت اس جگہ گھوڑوں کی لید جمع تھی، جسے انھوں نے اپنے ہاتھ سے صاف کیا۔ مسلمانوں نے جب اپنے خلیفہ کو ایسا کرتے دیکھا تو انھوں نے بھی جگہ صاف کرنی شروع کر دی اور یہ میدان پاک ہو گیا۔ عین اسی جگہ مسلمانوں نے ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کی، جس کا نام مسجد اقصیٰ ہے۔ یہود و نصاریٰ کی تاریخ میں تو یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ موجودہ مسجد اقصیٰ اس جگہ پر واقع ہے جہاں ہیکل سلیمانی واقع تھا۔ اس تشخیص کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اس کی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زیارت کے لیے اس وقت آنا شروع کیا جب کہ یہ مشخص ہو چکی تھی۔

یہودی یورپ کی تمام سلطنتوں میں نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر اسے اپنے لیے کہیں جائے پناہ نظر آتی تو وہ کوئی اسلامی سلطنت ہوتی۔ مسلمانوں نے یورپ کے ستائے ہوئے یہودیوں کو نہ صرف پناہ دی بلکہ انھیں اعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔ انھوں نے عربی زبان میں کمال حاصل کیا اور اسلامی سلاطین کے درباروں میں ہمیشہ ان کی حیثیت ممتاز رہی۔

ترک یہودیوں کے ساتھ غیر معمولی رواداری کا سلوک کرتے رہے۔ یہودیوں کی خواہش پر انھیں مخصوص اوقات میں دیوار براق کے ساتھ کھڑے ہو کر گریہ و بکا کرنے کی اجازت عطا کی۔ اس وجہ سے اس دیوار کا نام ان کی اصطلاح میں 'دیوار گریہ' مشہور ہو گیا۔ شریعت اسلامیہ کی رو سے مسجد اقصیٰ کا سارا احاطہ وقف ہے۔ جس قبضے اور تصرف کا یہود اب دعویٰ کرتے ہیں، قانونی اور تاریخی اعتبار سے اس کا حق انھیں ہرگز نہیں پہنچتا، سوائے اس کے کہ ترکوں نے انھیں گریہ کرنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

۱۹۱۴ء میں محاربہ عظیم کا آغاز ہوا، جس کے واقعات سب کو یاد ہیں۔ انگریز مدبروں نے تجویز کیا کہ پریشان اور متفرق یہودیوں کو ایک جگہ جمع کیا جائے کیونکہ انفرادی طور پر وہ مالدار بھی ہیں۔ مگر من حیث القوم ان کی حالت خراب ہے، جسے درست کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ انھیں ان کے قدیم وطن فلسطین میں واپس لایا جائے۔ یہودی کی فطرت سے دنیا آگاہ ہے۔ وہ گانٹھ کا پکا بنیا ہے۔ صرف اس جگہ سکونت اختیار کرے گا جہاں اسے سود در سود دینے والے، آسانی کے ساتھ چمڑا اتروانے والے بکثرت مل سکیں۔ اس مفاد کے پیش نظر فلسطین میں آباد ہونا مفید نہیں تھا۔

مگر چونکہ برطانوی مدبروں کا اصل مقصد کچھ اور تھا اس لیے انھوں نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے لیے یہودی کو آلہ کار بنایا، صیہونی تحریک کو فروغ دیا اور اپنی غرض کی تکمیل کے لیے جو ذرائع استعمال کیے گئے ان میں سے ایک کا نتیجہ آج ہمارے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سامنے ہے۔ یہودی گریہ و بکا کے بجائے مسجد اقصیٰ کے ایک حصہ کے مالکانہ تصرف کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ انھوں نے آتش فساد مشتعل کر رکھی ہے۔ مسلمان، ان کی عورتیں اور بچے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیے جا رہے ہیں۔ فلسطین کے عربوں کی مجلس اعلیٰ نے اعلان کیا ہے کہ حکمدار حکومت نے یہودیوں کو مسلح کر دیا ہے جس کی وجہ سے اس قدر خونریزی ہو رہی ہے۔

مجمع سے ''شیم شیم'' کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے بعد علامہ نے کہا:

صیہونی تحریک مسلمانوں کے لیے کوئی خوشگوار نتائج پیدا نہیں کرے گی بلکہ اس سے غیر معمولی فتنوں کے ظہور پذیر ہونے کا خطرہ ہے۔ اب حکومت برطانیہ نے فلسطین میں تحقیقات حالات کے لیے ایک کمیشن بھیجنا منظور کیا ہے، مگر میں اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں کو اس پر کوئی اعتماد نہیں۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۱۰ ستمبر ۱۹۲۹ء

☆

کونسل آف اسٹیٹ کا انتخاب دوبارہ ہونے والا تھا۔ علامہ اقبال صوبائی مقنّنہ کے رکن اور پنجاب یونیورسٹی کے فیلو ہونے کی وجہ سے ووٹ دینے کے اہل تھے۔ ۱۶ ستمبر کو گزٹ نمبر ۳۳۰۹ کے ذریعے انتخابی فہرست جاری کی گئی۔ علامہ کا نام ۳۲۴ ویں نمبر پر تھا۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۲۴۷

☆

شاردا بل ایکٹ بن گیا۔ صرف وائسرائے کی منظوری باقی تھی۔ علامہ اقبال سیالکوٹ میں تھے۔ اُن کے خیال میں اسلام نابالغ لڑکی کی شادی کی اجازت دیتا تھا مگر بلوغت سے پہلے لڑکی کی رخصتی کی ممانعت کرتا تھا۔ شاردا ایکٹ میں اِس فرق کا لحاظ نہ رکھا گیا تھا۔ اصولی طور پر یہ ملکہ وکٹوریہ کے اُس وعدے کے خلاف تھا کہ مسلمانوں کی شریعت اور گھریلو قوانین میں مداخلت نہیں کی جائے گی۔ اس ایکٹ کے ذریعے یہ بری مثال قائم ہو رہی تھی کہ حکومت

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

قانون کے ذریعے مذہب میں دخل انداز ہو جائے۔

سماجی اعتبار سے یہ نقصان تھا کہ بعض دیہاتوں میں مسلمان والدین غربت کی وجہ سے کم سنی ہی میں لڑکیوں کی شادی کر دیتے تھے مگر شریعت کے حکم کے مطابق رخصتی لڑکی کے بالغ ہونے کے بعد کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ مجبوری ہوتی تھی، مثلاً بڑی لڑکی کی شادی ہو رہی ہو تو ساتھ ہی چھوٹی کی بھی کر دی جائے کیونکہ بعد میں اُس کی شادی کے اخراجات علیحدہ سے برداشت نہ ہو سکیں گے۔ والدین بوڑھے ہوں تو لڑکی کا نکاح کر جائیں تاکہ بعد میں لڑکی بے سہارا نہ رہ جائے۔ شاردا ایکٹ اِن جائز اور ضروری اقدامات کی راہ میں بھی رکاوٹ بن سکتا تھا۔

یہ درست تھا کہ بنگال کے مسلمانوں میں نابالغ لڑکیوں کی رخصتی کر دینے کا رواج بھی تھا۔ لیکن اُس کی روک تھام کے لیے تو شرعی حکم نافذ کرنا ہی کافی ہوتا۔

علامہ اقبال کا اخباری انٹرویو ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء۔ گفتار اقبال بحوالہ انقلاب یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء

☆

لاہور واپسی ہوئی۔ ۲۹ ستمبر کو لاہور نیوز ایجنسی کا نمایندہ کوٹھی پر آیا۔ شاردا ایکٹ کے متعلق رائے معلوم کرنا چاہتا تھا۔ علامہ نے رائے دینے میں زیادہ جوش کا مظاہرہ نہیں کیا۔ ابھی تک بل کی پاس شدہ دفعات کا مطالعہ نہیں کر سکے تھے۔ یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ لاہور میں مسلمان اس سلسلے میں کیا اقدامات کرنا چاہتے ہیں۔ بل کی پاس شدہ دفعات کا مطالعہ بھی نہیں کیا تھا۔

نمایندے کے سوالوں کے جواب میں ایکٹ کے متعلق اپنے خیالات ظاہر کر دیے، ''حکیم نے مرض تو شناخت کر لیا ہے، مگر نسخہ تجویز کرنے میں غلطی کی ہے۔'' اگر مسلمان ایجی ٹیشن کرتے تو بل مسترد ہو سکتا تھا۔ اگر مسلمانوں نے ایکٹ کے حوالے سے کوئی جلسہ کیا تو علامہ ضرور شرکت کریں گے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء

☆

هو الله

تحریر روز ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ مقام علی خیل

جناب فاضل محترم ایم اے، پی ایچ ڈی، بیرسٹرایٹ لا سر محمد اقبال!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

آپ نے اپنے ان عالی جذبات ہمدردانہ سے، جو آپ افغانستان کی موجودہ تباہ حالی کے متعلق رکھتے ہیں، مجھے اور افغانستان کے عام بہی خواہوں اور فداکاروں کو ممنون و متشکر بنا دیا ہے۔ افغانستان تباہی کے نزدیک ہے۔ اس کی بے چارہ ملت کو بہت بڑے تہلکہ کا سامنا ہے۔ افغانستان اپنے ہندی بھائیوں کی ہر قسم کی امداد و اعانت کا محتاج ہے۔ آپ ایسے وقت میں جو خیر خواہانہ قدم اٹھا رہے ہیں، وہ ہمارے لیے ڈھارس کا موجب ہے، خصوصاً مالی امداد کا مسئلہ جس کے متعلق اخبار اصــــــلاح کے ذریعہ سے اپنے ہندی بھائیوں کے لیے شائع کر چکا ہوں، بہت حوصلہ افزا ہے۔ امید ہے کہ جناب فاضل محترم جو روحاً افغانستان کی موجودہ مصیبت میں شریک ہیں، اس موقع پر اپنی مساعی سے کام لے کر افغانستان کی رنج زدہ قوم کو ہمیشہ کے لیے ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

بااحترامات لائقہ

محمد نادر خان

افغانستان کے آیندہ حکمراں کا یہ خط علامہ اقبال کو فارسی میں ملا ہوگا۔ ۱۲ اکتوبر کو روزنامہ انـقـلاب میں اُردو میں شائع ہوا۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۱/۲ اکتوبر ۱۹۲۹ء۔ خط کی تاریخ عیسوی تقویم کے مطابق ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء بنتی ہے۔

☆

معلوم ہوتا ہے کہ موسمِ سرما میں حضور نظام کی تشریف آوری کے امکان کی وجہ سے انجمن حمایت اسلام کا چھیالیسواں سالانہ جلسہ اگلے برس ایسٹر میں کرنے کی بجائے اسی برس کرسمس پر کرنا طے ہوا۔ پھر حضور نظام نے اطلاع دی کہ نہیں آئیں گے۔ ''علامہ اقبال نے نواب صادق علی خان، والیٔ ریاست بہاولپور کو دعوت دی جو اُنہوں نے قبول کر لی،'' مورخ کا بیان ہے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۲۱

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۱۳ اکتوبر کو خان سعادت علی خاں کے گھر پر لاہور کے مسلمان اکابرین کا جلسہ ہوا۔ علامہ اقبال نے صدارت کی۔ جنرل نادر خاں کی مالی امداد زیرِ غور تھی۔ فوری طور پر نادر خان ہلالِ احمر فنڈ کھولنے کا فیصلہ ہوا۔ مجلسِ عاملہ بنی۔ علامہ اقبال صدر منتخب ہوئے۔

گفتار اقبال

☆

نادر خان ہلالِ احمر فنڈ

[علامہ اقبال کی طرف سے اپیل]

برادران ملت و جوانان اسلام!

افغانستان کے حالات آپ کو معلوم ہیں۔ اس وقت اسلام کی ہزار ہا مربع میل سرزمین اور لاکھوں فرزندان اسلام کی زندگی اور ہستی خطرے میں ہے اور ایک دردمند اور غیور ہمسایہ ہونے کی حیثیت سے مسلمانان ہند پر ہی یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ افغانستان کو بادفنا کے آخری طمانچے سے بچانے کے لیے جس قدر دلیرانہ کوشش بھی ممکن ہو کر گذریں۔

لاہور میں جنرل نادر خان اور افغانستان کے زخمی سپاہیوں، بیوہ عورتوں اور یتیم بچوں کی امداد و اعانت کے لیے 'نادر خان ہلال احمر سوسائٹی' قائم ہو چکی ہے، جس کا دفتر بالعموم صبح چھ بجے سے لے کر دس بجے رات تک برکت علی اسلامیہ ہال میں کھلا رہتا ہے۔

حالات کی نزاکت کو مدنظر رکھتے ہوئے انجمن نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہ کم سے کم وقت میں لاہور اور ہندوستان سے زیادہ سے زیادہ روپیہ جمع کرنے کے لیے اپنی قوت و کوشش صرف کر دے۔ اس غرض کے لیے ایسے ایثار پیشہ کارکنوں کی ضرورت ہے جو رضا کارانہ حیثیت سے مقررہ وقت پر اور منظّم طریق سے لاہور میں کام کریں۔

اس کے علاوہ دفتر کو تمام ملک سے خط و کتابت کرنا ہے، ہزاروں اپیلیں بھیجنی ہیں، سیکڑوں اخبارات اور ہر ایک شہر کے رؤسا، امرا اور اسلامی انجمنوں کو خطوط لکھنے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قدر وسیع کام، جو لاہور کے ہر ایک گلی کوچہ پر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مسلط ہو اور دوسری طرف تمام ملکی اخبارات اور تمام اسلامی انجمنوں اور بستیوں پر محیط ہو، مستقل مزاج، سنجیدہ، دردمند، ذی عزم اور با احساس کارکنوں کی امداد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جنرل نادر خان کی امداد کو اس کی حقیقی اہمیت کے مطابق وسعت دینے کے لیے ایسے جواں ہمت کارکنوں کی ضرورت ہے جو مقامی طور پر وارڈ وار پبلک جلسوں کے انعقاد اور ملکی اخباروں، انجمنوں، قومی کارکنوں اور تمام فیاض اور ذی استطاعت صاحب سے خط و کتابت کرنے میں انجمن کو امداد دیں۔

میں اپنے ان تمام سنجیدہ اور مخلص عزیزوں سے، جن کے دل میں اسلام کا درد ہے جو آزاد اور متحدہ افغانستان کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور ان تمام مقامی انجمنوں کے اراکین سے جو 'نادر خان ہلال احمر سوسائٹی' سے تعاون و اشتراک عمل کے لیے آمادہ ہوں، بڑے زور سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ برکت علی اسلامیہ ہال میں قریشی صاحب سے ملیں اور اپنے وقت کا کچھ حصہ معمولی تفریح یا کم ضروری مشاغل سے بچا کر 'انجمن ہلال احمر' کے کام میں صرف کریں اور یقین کریں کہ یہاں لاہور میں آپ کا ایسا کرنا خود افغانستان میں پہنچ کر جنرل نادر خان صاحب کی امداد کرنے کے مترادف ہوگا۔

محمد اقبال

انقلاب، ۱۱/ اکتوبر ۱۹۲۹ء

گفتار اقبال

☆

۳۱/ اکتوبر ۱۹۲۹ء کو وائسرائے ہند لارڈ ارون کی طرف سے اعلان ہوا کہ ہندوستان کے آئینی مسئلے کے حل کے لیے لندن میں گول میز کانفرنس کی جائے گی۔ ہندوستانی رہنماؤں کو برطانوی سیاستدانوں کے ساتھ بیٹھ کر معاملات طے کرنے کا موقع ملے گا۔

☆

۳ نومبر کو مجوزہ گول میز کانفرنس کے بارے میں علامہ اقبال، سر میاں محمد شفیع، مولانا غلام محی الدین، خلیفہ شجاع الدین، شیخ نیاز مند، میاں عبدالعزیز، میاں شاہنواز اور سید محسن شاہ کا مشترکہ بیان شائع ہوا۔

ہز ایکسلینسی وائسرائے کے اہم اعلان پر ہم نے اچھی طرح غور کیا ہے اور ہم اعتراف کرتے ہیں کہ یہ ملک معظم کی حکومت اور وائسرائے کی طرف سے ہندوستان کے پیچیدہ مسئلے کے اطمینان بخش حل کی نہایت سچی خواہش کا نتیجہ ہے۔ تمام مشکل حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے بعد ہمیں یقین ہو گیا ہے کہ وائسرائے نے جو اعلان کیا ہے وہ ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا اطمینان بخش حل پیش کرتا ہے۔ ملک معظم کی حکومت کے غیر مشتبہ اعلان سے، کہ برطانوی پالیسی کا اصول یہ ہے کہ ہندوستان کو مستعمرات کے پیمانے کی حکومت دی جائے، ہندوستان کے تمام مخلص بہی خواہوں میں اپنے ملک کے مستقبل کے متعلق اعتماد پیدا ہو جانا چاہیے۔ نیز مقصد جلد حاصل کرنے کے متعلق امید پیدا ہو جانی چاہیے۔ سائمن کمیشن کی رپورٹ کے بعد ملک معظم کی حکومت اور ہندوستان کے رہنماؤں نیز دیسی ریاستوں کے نمایندوں کی جو کانفرنس تجویز کی گئی ہے، وہ ہماری رائے میں دور اندیشی اور تدبر کا فعل ہے۔ اس لیے کہ ان تینوں جماعتوں کے اتحاد اور حسن مفاہمت پر جو ہندوستان کے آئینی مسائل کے ساتھ گہرا تعلق رکھتی ہیں ملک کے مستقبل کا انحصار ہے۔ ہماری رائے میں یہ ظاہر ہے کہ ہندوستان و انگلستان دونوں کا فائدہ اسی میں ہے کہ جو وعدہ اب دیا گیا ہے، ہندوستان کی آیندہ آئینی ترقی میں اس کا ایفا کیا جائے۔ اس امید کے ساتھ ہم ملک معظم کی حکومت کے دانش مندانہ فیصلے کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس سلسلے میں وائسرائے نے جو سعی و کوشش فرمائی ہے اس کے شاکرانہ معترف ہیں۔

ہماری رائے میں مجوزہ کانفرنس کی کامیابی کے لیے دو شرطوں کا پورا کیا جانا ضروری ہے اور ہندو مسلم اختلافات نمایندگان ہند کے اس تاریخی اجتماع میں جانے سے پہلے طے ہو جانے چاہییں۔ تمام صحیح الخیال اصحاب پر واضح ہو گا کہ ان اختلافات کے طے کیے بغیر ہندوستانی نمایندے اپنی صلاحیت درجہ مستعمرات کی حقیقتی نمایاں کرنے کے سوا کچھ نہ کر سکیں گے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اگر ہندوستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنما اس نازک موقع پر اتحاد قائم نہ رکھ سکے تو کانفرنس افسوس ناک ناکامی پر منتج ہوگی۔ دوسری ضروری بات یہ ہے کہ جو نمایندے اس کانفرنس میں جائیں وہ تمام قوموں کے حقیقی نمایندے ہونے چاہییں۔ ہم حکومت کو متنبہ کرتے ہیں کہ اگر مختلف مفادات کے حقیقی نمایندوں کے انتخاب کا خیال نہ رکھا گیا اور زیادہ شور مچانے والے طبقے کو مطمئن رکھنے کے اضطراب کو دستور عمل بنا لیا گیا تو کانفرنس یقیناً ناکام رہے گی۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر حقیقی ہندوستانی رہنماؤں کو بلا لیا گیا تو کانفرنس حقیقی طور پر اصل مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی۔ ان دو شرطوں کے ساتھ ہم کانفرنس کے لیے کامیابی کے خواہاں ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ یہ کانفرنس ہندوستان کی وسیع آبادی کے لیے اطمینان اور خوشی کا پیغام ثابت ہو۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۳/نومبر ۱۹۲۹ء۔

☆

۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء کے اخبارات میں سر محمد شفیع اور اقبال کے نام مولانا محمد علی (جوہر) کا چیلنج شائع ہوا تھا کہ پنجاب کے کسی مقام پر بھی سائمن کمیشن کے بائیکاٹ اور متعلقہ مسائل پر مسلمانوں کے کسی بڑے مجمع میں مناظرہ کر لیں!

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)، ص ۴۳

☆

۲۹ نومبر کو علیگڑھ میں مسلم یونیورسٹی اسٹوڈنٹس یونین نے علامہ اقبال کو تاحیات اعزازی رکنیت دی۔ سپاس نامہ پیش کیا۔ شکریہ ادا کرتے ہوئے علامہ نے تقریر کی۔ اپنے مشن کے اہم نکات کا اعادہ کیا:

۱ یورپ بالخصوص انگلستان سے تعلقات قائم ہونے کے بعد جو چیزیں وہاں سے آئی ہیں اُن میں سے تین چیزیں انگریزی ادب، فکرِ ثقیل کی عادت (habit of concrete though t) اور جمہوریت ہیں:

۱ انگریزی ادب بہت سے نوجوان مصنفین کے لیے تخلیق مضامین کا ذریعہ ہوا ہے۔

موجودہ نسل کی ذہنیت کی تشکیل وتوضیح میں ان مضامین کا بہت حصہ ہے۔

ب فکرِ ثقیل کی عادت (habit of concrete though t) اس ملک کے لیے بہترین نعمت ہے جو حسِ واقعہ سے محروم ہو چلا تھا اور اُس عجمیت کی گرفت میں تھا جو محض خیال آرائیوں کو زندگی کا مقصد سمجھ بیٹھتی ہے۔

ج مغرب سے درآمد شدہ جمہوریت مشتبہ قدر و قیمت کی چیز ہے (غالباً اِس لیے کہ مغرب میں جمہوریت اُس سیاسی تصور کے ساتھ لازم وملزوم ہے جس میں ایک قوم دوسری اقوام کے استحصال کو جائز سمجھتی ہے)۔ بہرحال جمہوریت کی جو شکل رائج ہے اُس میں آزادیٔ بحث وتمحیص ایک نمایاں عنصر ہے اس لیے اگر کوئی نوجوان چاہے کہ کل دنیا فتح کر لے تو اُسے آج اچھا مقرر بن جانا چاہیے جو علیگڑھ اسٹوڈنٹس یونین کی روایت بھی ہے۔

۲ انکشافِ ماضی بہت اہم ہے تاکہ حال اور مستقبل کے ساتھ اپنے رشتے کو سمجھا جائے۔ مسلمانوں کے ماضی کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ قرآن شریف نے اصولِ استقرائی کی نعمت عطا کی جس کے استعمال سے علوم کی موجودہ صورت پیدا ہوئی۔ اس کے مثبت نتائج سب کے سامنے ہیں۔

۳ افکار کی تاریخ لکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس میں دکھایا جائے کہ جدید دنیا اصل میں اُس مطمحِ نظر سے ترقی کرتی ہوئی بنی ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا تھا۔

''میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ میرے ساتھ مل کر کام کریں،'' روزنامہ انقلاب کے نمایندے نے علامہ اقبال کے الفاظ نوٹ کیے۔ ''گذشتہ چند سال سے میں صرف اپنے جسدِ خاکی کا مالک ہوں، میری روح ہمیشہ آپ کی خدمات کے لیے حاضر رہی ہے اور جب تک میں زندہ ہوں وہ آپ کی خدمت کرتی رہے گی۔'' نوجوانوں نے یہ بات سن کر خوشی کے نعرے بلند کیے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۱۰/دسمبر ۱۹۲۹ء

☆

سائمن کمیشن کی رپورٹ کے اقتباسات اخباروں میں شائع ہوئے۔ پوری رپورٹ کئی جلدوں میں اگلے برس

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

پیش ہونی تھی۔علامہ اقبال نے محسوس کیا کہ ہندوستان میں سرمایہ داری کی بنیادیں مضبوط کردی گئی ہیں۔نواب سر ذوالفقار علی خاں نے انڈین سنٹرل کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے ایک اختلافی نوٹ لکھا۔علامہ کے خیال میں نہ صرف یہ نوٹ اہم تھا بلکہ نواب ذوالفقار کی آیندہ تمام تقاریر قوم کے لیے بڑی اہمیت کی حامل ہونے والی تھیں۔۱۸ دسمبر کو برکت علی اسلامیہ ہال میں جلسہ عام ہوا تاکہ نواب صاحب اپنے تجربات بیان کریں۔اختلافی نوٹ پر اظہار خیال کریں۔علامہ اقبال نے صدارت کی اور کہا،''نواب صاحب کی آج کی تقریر زیادہ مفصل ومبسوط تقریروں کا مقدمہ ہے جن سے آپ کو صحیح سیاسی حالات کا اندازہ ہوسکے گا اور آپ اپنی مستقبل کی سیاسی زندگی کے لیے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں گے۔''بجلی کے نظام میں خرابی واقع ہوگئی۔نواب صاحب صرف مختصر تقریر کرسکے۔جلسہ ملتوی ہوگیا۔

☆

گزشتہ روز بجلی کی خرابی کی وجہ سے ملتوی ہونے والا جلسہ اُس روز ہوا۔علامہ اقبال کی افتتاحی تقریر کو روزنامہ انقلاب کے نمایندے نے یوں نوٹ کیا:

میں نواب صاحب کا دلی شکریہ ادا کرتا ہوں،ان خدمات کا بھی جو آپ نے سرانجام دیں اور اس تقریر کے لیے بھی۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ آپ ڈاکٹر سہروردی اور نواب صاحب کا اختلافی نوٹ، جو انھوں نے سائمن کمیٹی کی رپورٹ کے ساتھ لکھا ہے،ضرور پڑھیں۔ جو رپورٹ اخبارات کے ذریعہ آپ تک پہنچی ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرمایہ داری کو ہندوستان کے لیے محفوظ کردیا گیا ہے۔

حاضرین نے''شیم،شیم''(شرم،شرم)کے نعرے لگائے۔اس کے بعد علامہ نے کہا:

آپ اگر اپنی حالت پر رحم نہیں کرتے تو خدا کے لیے آنے والے مسلمانوں کے تحفظ حقوق کے لیے کچھ کرو۔تمام سٹیجوں کو جلا دو اور ایک متحدہ سٹیج بناؤ اور آیندہ گول میز کانفرنس میں جانے سے پیشتر ایک کانفرنس کرلو۔ ہندوؤں کو ایک موقع دو، محض اتمام حجت کے لیے تاکہ ان سے مفاہمت اگر ممکن ہو تو ہو جائے، گو مجھے اس کا یقین نہیں۔ انگلستان متحد ہوگا، ہندوستان کو بھی متحد ہونا چاہیے اور متحد ہندوستان کو انگلستان کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ پہلے مسلمان آپس میں اتحاد کریں پھر ہندو اور مسلم کا اتحاد ہوگا۔صوبجاتی حکومتیں آزاد ہوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

یعنی فیڈرل حکومت ہو تو پچیس فی صد مسلمان بھی اسمبلی میں جائیں تو کوئی اندیشہ نہیں۔

اس کے بعد نواب سرذوالفقار علی خاں نے طویل تقریر کی۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۲۴/دسمبر ۱۹۲۹ء۔

☆

۲۳ دسمبر کو کانپور میں علمائے ہند کی کانفرنس سے مولانا محمد علی نے خطاب کیا۔

خطبہ صدارت

اقتباس

ثنأ الحق صدیقی (۱۹۹۰/ ۱۹۷۵)، ص ۲۴۳-۲۵۷ سے شامل کیا جائے

☆

اقبال کے پرانے دوست اُمراؤسنگھ شیر گِل اب پیرس میں رہتے تھے۔ اِس برس شائع ہونے والی ایک فرانسیسی کتاب ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء کے دستخط کے ساتھ اقبال کو بھجوائی:

Louis Massignon. *Recueil de Texts Indits.* Librarie Orenitaliste, Paris

اِسی برس شائع ہونے والی ایک اور کتاب کسی محمد عباس علی خاں نے ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۰ء کے دستخط کے ساتھ اگلے برس اقبال کو پیش کی:

Vasant G. Rele. *Mysterious Kundalini – The Physical Basis of the Kundalini (Hatha) Yoga in Terms of Western Anatomy and Physiology.* D. B. Taraporevala Sons, Bombay

فاؤسٹ کے اس برس شائع ہونے والے ایڈیشن کا ایک نسخہ وطن اسلامیہ ہائی اسکول کے کسی مقبول احمد کے ۲ جون ۱۹۳۵ء کے دستخط کے ساتھ کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوا:

Goethe (in German). *Faust.* Der Verlag, Berlin

اِس برس شائع ہونے دوسری والی کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

William McDougall. *Modern Materialism and Emergent Evolution.* Metheun, London

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Herbert Farmer. *Experience of God - A Brief Inquiry Into the Grounds of Christian Conviction.* Student Christian Movement Press, London

Doughlas W. Mackenzie. *Man's Consciousness of Immortality.* Harvard University Press, Cambridge

A. S. Eddington. *The Nature of the Physical World.* University Press, Cambridge

Frank Townshend. *Earth.* Knoff, London

Muhammad Siddique (1983)

۱۹۳۰

☆

اس برس انجمن حمایت اسلام کے تحت مدرسہ تدریب المبلغین قائم ہوا۔ عام زبان میں اشاعت اسلام کالج کہلاتا تھا۔ ''انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں کو مذہبی اور دینی تعلیم دی جاتی تھی،'' مورخ کا بیان ہے۔ ''مقصد ایسے مبلغین پیدا کرنا تھا جو ہندوستان اور ہندوستان سے باہر اسلام کی خدمت اور تبلیغ کر سکیں۔'' زیادہ تر طلبہ میٹرک پاس تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۳۲، ۶۵، ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

''بھائیو! میں آپ سے کہہ رہا ہوں، جاگتے رہو، جو جاگتا رہے گا اُس کو شیر نہیں کھائے گا مگر جو سو جائے گا اُسے شیر کھا جائے گا، اِس لیے جاگتے رہو۔ بھائیو! میں آپ سے کہہ رہا ہوں۔'' جاوید نے نجانے کیا سوچ کر پنجابی میں یہ جملے ترتیب دیے تھے اور جب اقبال کہتے، ''چلو جاوید! ذرا اپنی شیر والی تقریر تو سناؤ،'' جاوید اُٹھ کھڑے ہوتے اور ہاتھ ہلا ہلا کر کہنے لگتے: ''او بھراوُ! میں تہانوں پیا کہناواں، جاگدے روو، جیہڑا جاگدا روے گا اُہنوں شیر نئیں کھاوے گا، تے جیہڑا سوں جاوے گا اوہنوں شیر کھا جاوے گا۔ اس لئی جاگدے روو۔ او بھراوُ! میں تہانوں پیا کہناں...''

اقبال خاموشی سے سنتے رہتے، خوشی سے چہرہ دمکنے لگتا، پھر جاوید کو پیار کر کے کہتے، ''شاباش! بیٹے شاباش!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

انشاٗ اللہ ہم جاگتے رہیں گے۔" سردار بیگم سے کہتے، "انشاٗ اللہ ہمارا جاوید بڑا بیباک مقرر بنے گا۔"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۸۰-۷۹۔ مصنف کے مطابق اُس وقت جاوید اقبال کی عمر بمشکل پانچ چھ برس رہی ہو گی۔

☆

کوٹھی کے برابر رتن سینما تھا مگر اِقبال اپنے گھر والوں کو فلم نہیں دیکھنے دیتے تھے۔ "ایک دفعہ جاوید ضد کر کے گھریلو ملازم کے ساتھ فلم دیکھنے چلا گیا،" وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ "ابھی آدھا وقت ہی گزرا ہو گا کہ چچا جان کو اِس کا علم ہو گیا اور اُنہوں نے اُسی وقت دوسرے ملازم کو بھیج کر واپس بلا لیا اور اُس ملازم کو، جو جاوید کو فلم دکھانے لے گیا تھا، بڑی سختی کے ساتھ آیندہ کے لیے اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا۔"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۴۰۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا ہے۔ اُن کے مطابق اُس وقت جاوید اقبال کی عمر زیادہ سے زیادہ پانچ چھ برس رہی ہو گی۔

☆

۱۸ جنوری ۱۹۳۰ء کو صاحبزادہ آفتاب احمد خاں فالج کے دوسرے حملے میں فوت ہو گئے۔

☆

۱۹ جنوری کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ میاں محمد شفیع صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال جنرل کونسل کے رکن منتخب ہوئے۔ والیٔ بہاولپور نواب صادق علی خاں سے ملاقات کر کے عطیہ حاصل کرنے کے لیے وفد بنایا گیا۔ اس کے ارکان خان بہادر سردار حبیب اللہ خاں بیرسٹر، خان بہادر شیخ امیر علی اور حاجی شمس الدین تھے جو انجمن کے بانیوں میں سے تھے۔ علامہ اقبال وفد کے سربراہ تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۶۵، ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد نہ گیا یا کم سے کم علامہ بہاولپور نہ جا سکے۔ دسمبر میں نواب بہاولپور نے خود لاہور آ کر سالانہ جلسے کی صدارت فرمائی اور عطیہ دیا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

خواجہ احمد الدین کا انتقال ہو گیا۔ اقبال نے کہا۔ ”مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر میں نے اخبارات میں دیکھی۔ خدائے تعالیٰ ان کی مغفرت کرے۔ اس زمانے میں ان کا دم غنیمت تھا۔ ایسے باعمل روز روز پیدا نہیں ہوتے۔“

رجال

☆

سردار بیگم صندوقوں میں کپڑے وغیرہ رکھ رہی تھیں اور وسیمہ مبارک پاس بیٹھی ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ ایک صندوق میں کپڑوں کے نیچے ایک کاپی دکھائی دی جسے کھول کر دیکھا تو ٹیڑھے میڑھے الفاظ میں لکھا تھا، ”اُن کی عادتیں بالکل وَلیوں جیسی ہیں...“

”میں نے اِتنا ہی پڑھا تھا کہ چچی جان [سردار بیگم] نے دیکھ لیا،“ وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ ”لپک کر کاپی میرے ہاتھ سے چھین لی اور فرمایا، 'اِس کاپی میں تمہارے چچا جان کے متعلق باتیں لکھ رہی ہوں، لیکن ابھی مت پڑھو، جب مکمل ہو جائے گی تو میں خود سب کو پڑھاؤں گی۔' اس کے بعد میں نے اکثر اُنہیں اُس کاپی میں کچھ نہ کچھ لکھتے ہوئے دیکھا۔“

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۵۸۔ وسیمہ بیگم کا بیان ہے کہ سردار بیگم کی وفات کے بعد وہ کاپی نہیں ملی۔

☆

اس برس علامہ اقبال پنجاب یونیورسٹی کے لیے جو پرچے جانچنے والے تھے وہ یہ تھے:

ایم اوایل فارسی پہلا پرچہ

ایم اوایل فارسی تیسرا پرچہ

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص۱۳۲۔ ان کا ماخذ پنجاب گزٹ کی مختلف اشاعتیں ہیں۔

☆

۱۹۳۰ء میں سر ٹامس آرنلڈ نے توسیعی لیکچرز کے سلسلے میں قاہرہ اور استنبول کا سفر کیا۔ لندن واپس آ کر سوئے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہضم کی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔

☆

یکم مارچ کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ خان بہادر سردار حبیب اللہ خاں بیرسٹر صدارت کر رہے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ نواب بہاولپور سے عطیہ حاصل کرنے والے چار رکنی وفد کی توثیق ہوئی جسے ۱۹ جنوری کے اجلاس میں مقرر کیا گیا تھا۔ علامہ اقبال وفد کے سربراہ قرار پائے تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۶۵، ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ وفد نہ گیا یا کم سے کم علامہ بہاولپور نہ جا سکے۔ دسمبر میں نواب بہاولپور نے خود لاہور آ کر سالانہ جلسے کی صدارت فرمائی اور عطیہ دیا۔

☆

۶ مارچ کو پنجاب یونیورسٹی کے حوالے سے اعلان جاری ہوا۔ ڈاکٹر سر محمد اقبال کی عام فیلوشپ کی ۱۶ مارچ سے تجدید کی جا رہی تھی:

Education

The 6th March 1930

No. 1118:- In exercise of the Powers rested in him under section 6(2)(c) of the Indian Universities Act 1904, the chancellor of the Punjab University is pleased to re-nominate Dr. Sir Muhammad Iqbal, Kt, M.A., Ph.D., M.L.U., Bar-at-Law Lahore to be an ordinary Fellow of the said University with effect from 16th of March 1930.

R. Lawrence, Major

Private Secretary to His Excellency

The Governor of the Punjab

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۸۷

☆

۷ مارچ کو پنجاب کی قانون ساز اسمبلی میں بجٹ پر بحث ہو رہی تھی۔ علامہ اقبال نے تقریر کی۔ اسمبلی کے رُکن

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کی حیثیت سے تین برس کی مدت میں اُن کی نویں اور آخری تقریر ثابت ہوئی۔

On the Budget for 1930-31

Speech delivered by Dr. Sir Muhammad Iqbal in the session of the Punjab Legislative Council Lahore, 7th March, 1930

Sir, I should like to offer a few general observations on the financial position of the province as revealed in this Budget. In his very clear and lucid Memorandum Mr. Penny has given the present position in a nutshell. On page 13 he says:

> Even after these special efforts at economy revenue receipts stand at 10.95 lakhs and expenditure at 11.22 lakhs with no provision for a transfer to the Revenue Reserve Fund, and there will thus be a deficit in the year of 27 lakhs. The only consolation i-s that provision has been made for expenditure of 28 lakhs on special flood repairs, and if this is excluded from consideration as abnormal and non-recurring, the Budget just balances.

Now, I am afraid the consolation given by Mr. Penny does not prove of much consequence in view of what he himself says at page 16.

A glance at the first graph prefixed to this memorandum will show that the year 1930-31 will be the third in succession to show an excess of expenditure over receipts in the revenue account. It is true that fortune has been singularly unkind in the last two years and the deficits in both are capable of convincing explanation. But the hard fact remains that if the series since 1921 is taken as a whole, good years and bad years balance, and that the financial system must be adapted to fluctuations which nature herself prescribes. If the decade has been marked by unprecedented floods in the Jumna in 1924 and in the Indus

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

and the Jhelum in 1929, by failure of the rabi harvest in 1921, by a strange disaster to the wheat crop in 1928, and by cotton disease in 1926, there have been compensating gains in the reassessments of land revenue that fortunately fell due in the last five years, in the good harvests form 1921 to 1926 and above all in the complete remission of provincial contributions to the Central Government. The continued extension of canal irrigation has made the prosperity of the province and its revenues more and more secure, and added to the resources from progress in future must be financed. Regarded in the light of the experience of the past nine years, the Budget of the year 1930-31 has a special significance.

This is the part of the paragraph to which I will draw your special attention:

> The deficit in the revenue account may be attributed to the completion of flood repairs, but what is of far greater importance is the fact that even if the cost of flood repairs is excluded, the Budget has been balanced only with difficulty and by jettisoning a number of works that had already received the approval of the Legislature and, but for unforeseen delays or the need for economy, would already have been under construction.

Mr. Penny then discusses the causes of the present financial position and is driven to what he calls a somewhat melancholy conclusion that the present state of things is not a passing phase but has come to stay. He says:

> The inevitable but somewhat melancholy conclusion to be drawn from an examination of the Budget for 1930-31 is that it represents not a passing phase which can be attributed to seasonal misfortunes or flood calamities but a state of things that is likely to continue.

Now, Sir, we know that the province is already in debt. The problem of unemployed is becoming more and more acute every day. Trade is at a low ebb. You can easily

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

imagine what the financial future of the province is likely to be. I am inclined to think that the present position is due not so much to stationary revenues as to the present system of administration which necessitates high salaries in the matter of which the people of this province have no say. There are to my mind only three alternatives open to the people of this province-either have the present system with all its ugly daughters, such as deficit Budgets, communal bickerings, starving millions, debt and unemployment, or do away with the present system root and branch, or retain the form of the present system and secure the power to pay less for it. There is no other alternative. This system must come to an end if you want to live a comfortable life. We spend more than any other country in the world on the present system of administration. There is no other country which spends so much on the administration.

MR. H. GALVERT: Question.

IQBAL: The honourable member may reply me when his turn comes. My belief is that we pay much more than our revenues justify. So far as expenditure in regard to which we have some say is concerned, I support the proposition that a retrenchment committee ought to be appointed so that we may be able to see whether any further reductions are possible.

I now proceed to offer a few remarks on Industry and Education. We spend practically nothing on industry. And as I have said before and as many other speakers have pointed out, industrial development alone can save us from the curse of unemployment. There is a good future for weaving industry, and for shoe-making industry, in this province and if we encourage these industries, I think we shall be able to save the province from unemployment, provided we protect these industries against Cawnpore and Ahmedabad.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Again we have spent a good deal of money on education, and with what result? The report on the progress of education in this province shows that there has been a fall of 27,000 students and about 1,000 schools. The cause of this fall as mentioned in the report is lack of propaganda work on the part of school inspectors. I do not agree that that is the real cause. The real cause of this phenomenon ought to be sought elsewhere. I have a copy before me of the facts and figures relating to the work of the Education Minister26 during the last three years. Unfortunately I cannot go through all these figures within the fixed time-limit; I would draw your attention only to the special grants to unaided schools during 1928-29. You will see that the total number of schools to which grants have been made is 21. Out of this there are 13 Hindu institutions, 5 Sikh institutions and 2 Muslim institutions. The grant that goes to the Hindu institutions is Rs. 16,973, to Sikh institutions Rs. 8,908 and to Muslim institutions Rs. 2,200. The cause, therefore, of this remarkable phenomenon must be sought in the way in which money on education is spent.

Sherwani

☆

چھ خطبات کے درمیان ایک تسلسل موجود تھا:

۱ علم بالحواس اور علم بالوحی: مذہبی حقائق کا عقلی اور سائینسی تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کا رجحان اسی طرف تھا۔ بعد میں یونانی فلسفے کے زیرِ اثر مسلمان اِس سے دُور ہو گئے۔ اب ان اثرات سے چھٹکارہ حاصل کر کے کام کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے (یہ وہی خیال تھا جو یورپ میں قیام کے دوران اقبال کی سوچ کو ایک نئے راستے پر لایا تھا اور جس کا اعادہ 'اسرارِ خودی' میں افلاطون کی مخالفت سے ہوا تھا)۔ مثال کے طور پر پہلے خطبے میں وحی کا تجزیہ کر کے دکھایا گیا۔

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲ وحی کے ذریعے جو حقائق پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوئے اور آپؐ نے ہمارے سامنے پیش کیے اُن کا بھی تجزیہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس کے لیے ''مستعد خودی'' (efficient self) کے علاوہ ''قدر شناس خودی'' (appreciative self) کو بھی برائے کار لانے کی ضرورت ہے۔

۳ خدا بھی خودی ہے۔ جس کے اسلامی تصور کے پانچ عناصر ہیں۔ عبادت کے ذریعے ہمارا خیال اپنی سطح سے بلند ہوتا ہے گویا ہماری خودی، خودیٔ مطلق کی تجلیات سے مستفیض ہوتی ہے۔

۴ انسانی وجود کے مطالعے میں خودی کو مرکزی اہمیت دینی چاہیے۔ یہ اپنی تقدیر منتخب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے۔ حیات بعد الموت کے اسلامی تصور کو جس میں جنت، جہنم اور برزخ وغیرہ شامل ہیں، اِسی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

۵ واقعۂ معراج اور ختم نبوت مسلم ثقافت کی بنیاد ہیں۔ اس لحاظ سے مسلم ثقافت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اثرات کے مطالعے کا نام ہے۔ یہ قدیم تہذیبوں اور بالخصوص عجمی اثرات کے خلاف ایک روحانی بغاوت بھی تھی۔

۶ اجتہاد کے چوتھے اصول یعنی ''اجماع'' پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ منتخب اسمبلی بھی اجماع اور امامت کی سزاوار ہو سکتی ہے۔ اسلام کا نصب العین ایک روحانی جمہوریت ہے جو تاریخ میں پہلے سے موجود نہیں۔ اسے بتدریج ظہور میں آنا ہے۔

☆

فلک مریخ

[ترجمہ]

اہل مریخ

میں نے پل بھر کے لیے پانی میں آنکھ موند لی۔ ذرا دیر کو خود سے جدا ہو گیا۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

میں نے ایک اور عالم کی طرف کوچ کیا، اور ہی زمان و مکاں والا!

ہمارا سورج اُس کے آفاق پر طلوع ہوا مگر کچھ اور ہی طرح کے رات دن ایجاد کیے۔

بدن روح کے رنگ ڈھنگ سے نامانوس ہے، زمانے میں ہے اور زمانے سے بیگانہ!

جو در دبھی ہے، ہماری روح اس سے موافقت پیدا کر لیتی ہے۔ اللہ اسے خوش رکھے ہر اس دن میں جو آچکا ہے یا آئے گا

وہ وقت کی اڑان سے پرانی نہیں ہوتی۔ دن اس کے نور سے دنیا کو روشن کرتے ہیں۔

رات دن کی یہ مسلسل گردش اسی سے ہے۔ اس کی سیر کر کیونکہ ہر عالم اسی سے پھوٹا ہے۔

ایک وسیع سبزہ زار اور اس میں ایک اونچی رصدگاہ جس کی دوربین ثریا تک مار کرنے والی۔

یہ نوافلاک کا چھپاؤ ہے، یہ ہماری زمین کا ھندلا سا خط۔

میں نے کبھی اس کے پھیلاؤ کا کوئی اور چھوڑ ڈھونڈا، کبھی آسمان کی وسعت میں نظر دوڑائی۔

رومیؔ وہ اہلِ نظر کے مرشد بولے: "یہ دنیا مریخ ہے، دیکھو!

ہماری دنیا کی طرح ظاہری چم خم کا ایک طلسم ہے۔ اپنے تئیں شہر اور دیار، محل اور خیابان رکھتی ہے۔

اس کے باسی فرنگیوں کی طرح ہر فن مولا جسم و روح کے علوم میں ہم سے بڑھے ہوئے۔

یہ لوگ زمان و مکان پر زیادہ تسلط رکھتے ہیں کیونکہ انھیں کائنات کے علم میں خوب دسترس حاصل ہے

اس کے وجود سے اس طرح الجھے ہوئے ہیں کہ انھوں نے کہکشاں کا ہر 'پیچ و خم' دیکھ رکھا ہے

اہل زمین کا دل پانی اور مٹی (جسم کی) قید میں ہے۔ اس عالم میں بدن، دل کا محکوم ہے

جب دل، آب و گل میں پڑاؤ کرتا ہے تو اس کے ساتھ جو چاہتا ہے سو کرتا ہے

روح کی بدولت ہے مستی، ذوق اور سرور۔ روح کے حکم سے ہے جسم کا دکھاؤ اور چھپاؤ

ہماری دنیا میں ہستی دو ہو گئی: روح اور بدن — وہ اوجھل، یہ ظاہر!

خاکیوں کی نظر میں روح اور بدن، جیسے پرندہ اور پنجر، مگر اہل مریخ کی فکر بس ایک دیکھتی ہے۔

جب کسی کے بچھڑنے کا دن آ پہنچتا ہے تو وہ فراق کی حرارت سے اور چست ہو جاتا ہے۔

اجل کی گھڑی آنے سے ایک دو دن پہلے وہ شخص لوگوں کے سامنے (اپنی) موت کا اعلان کر دیتا ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ان کی روح بدن کی پالی ہوئی نہیں ہے لہٰذا اسے بدن کی لت نہیں پڑی
ان کا مرنا کیا ہے، تن کو خود میں جذب کر لینا۔ دنیا سے جست بھر کے اپنے آپ میں سما جانا
یہ بات تمہاری عقل سے اونچی ہے کیونکہ تمہاری روح، بدن کی محکوم ہے
یہاں پل دو پل ٹھہرنا چاہیے، ایسا موقع خدا نے کسی کو نہیں دیا۔"

باہر آنا مریخی ستارہ شناس کا رصدگاہ سے

ایک پیر مرد جس کی داڑھی برف کی طرح، سالہا سال علم و حکمت میں صرف کیے ہوئے،
مغرب کے داناؤں کی طرح تیز بیں، اس کا لباس پاپائے روم ایسا،
بوڑھا مگر سرو کی طرح اونچا اور سیدھا، اس کا چہرہ مرو کے ترکوں کی طرح روشن،
ہر راستے کا چلن جاننے والا، اس کی آنکھوں سے گہرا تفکر آشکار،
اس نے انسان کو دیکھا اور پھول کی طرح کھل اٹھا۔ طوسیؔ اور خیامؔ کی زبان میں مخاطب ہوا:
"خاک کا پتلا، وہ کتنے اور کیسے میں گرفتار، نیچے اور اوپر کی دنیا سے نکل آیا!
اس نے خاک کو طیارے کے بغیر پرواز دی، ساکت ستاروں میں سیارے کی روح پھونک دی!"
اس کی زبان اور عقل میں ندی کی سی روانی تھی۔ میں اس کی گفتار سے دنگ تھا۔
یہ سب خواب ہے یا جادو: مریخ والوں کے لب پر فارسی کے بول!
اس نے کہا: "محمد مصطفیٰؐ کے عہد مبارک میں اہلِ مریخ کا ایک پاک باطن شخص تھا۔
اُس نے کائنات پر دنیا دیکھنے والی آنکھ کھولی۔ اُس کے جی میں آدم کی سرزمین سیر کرنے کی دھن سما گئی
اس نے کائنات کی وسعتوں میں پرواز کی یہاں تک کہ حجاز کے صحرا میں اتر گیا
اس نے مشرق و مغرب میں جو دیکھا، لکھ لیا۔ اس کی کھینچی ہوئی تصویر باغ بہشت سے زیادہ رنگا رنگ ہے
خود میں بھی ایران اور یورپ میں رہ چکا ہوں۔ میں نے نیل اور گنگا کی دھرتی گھوم رکھی ہے
میں نے امریکا دیکھ رکھا ہے اور جاپان و چین بھی۔ زمین کی معدنیات کا کھوج لگانے کے لیے
میں زمین کے شب و روز سے باخبر ہوں، اس کی خشکی اور تری میں سفر کر چکا ہوں
آدمی کے سارے ہنگامے ہمارے سامنے ہیں اگرچہ وہ ہمارے معاملات سے انجان ہے۔"

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

رومی

میں افلاکی ہوں۔ میرا ساتھی خاکی ہے۔ یہ مستی سے چور ہے مگر بن پئے

مست مولا آدمی ہے اور اس کا نام زندہ رود ہے۔ اس کی مستی، ہستی کے مشاہدات کی وجہ سے ہے

ہم جو تمہارے شہر میں آنکلے ہیں دنیا میں ہیں مگر دنیا سے آزاد

نئے نئے جلووں کی تلاش میں گھڑی بھر کو ہمارے ساتھ ہو جاؤ۔

حکیم مریخی

یہ برخیا کے مرغدین کا مضافات ہے۔ برخیا ہمارے جدِ اعلیٰ کا نام ہے

برائی کی طرف لانے والا فرزِ مرجنت میں برخیا کے پاس گیا

کہنے لگا: تم یہاں کس طرح مطمئن پڑے ہوئے ہو؟ مدتیں ہو گئیں تمہیں یزداں کی غلامی میں رہتے ہوئے

ایک عالم ہے، تمہارے مقام سے کہیں بہتر۔ اس کے آگے جنت پل بھر کی بہار ہے

وہ دنیا ہر دنیا سے بالاتر ہے۔ وہ عالم لامکاں سے بھی بلند ہے

یزداں کو اُس دنیا کی خبر نہیں ہے۔ میں نے کوئی جہان اس سے زیادہ آزاد نہیں دیکھا

نہ کوئی خدا اس کے نظام میں عمل دخل رکھتا ہے، نہ کتاب اور نہ رسول اور جبرئیل

وہاں نہ کوئی طواف ہے نہ کوئی سجود، نہ کوئی دعا نہ کوئی درود

برخیا نے کہا: او دھوکے باز! اٹھ دفع ہو جا۔ اپنا پانسا اُسی دنیا میں پھینک!

چونکہ ہمارا آدم اس کی چال میں نہیں آیا لہٰذا حق تعالیٰ نے ہمیں ایک دوسری دنیا بخش دی۔

اِس مُلکِ خداداد میں داخل ہو جاؤ۔ مرغدین اور اِس کا قاعدہ قانون دیکھو۔

شہر مرغدین کی سیر

مرغدین اور وہ بلند و بالا عمارتیں۔ کیا کہوں میں اس عالی شان جگہ کے بارے میں!

اس کے باسی گفتگو میں شہد کی طرح میٹھے، خوب رو اور نرم خو اور سادہ پوش

ان کا تخیل اِدھر اُدھر سے سیکھنے کا کشٹ اٹھائے بغیر کیمیائے آفتاب کا بھید جاننے والا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جسے بھی سونا چاندی چاہیے سورج کی روشی سے بنالیتا ہے جیسے ہم کھاری پانی سے نمک نکالتے ہیں

علم وہنر کا مقصد خدمت ہے۔کوئی کاموں کو دولت سے نہیں تولتا

کوئی دینار ودرم سے آگاہ نہیں ہے۔ان بتوں کا حرم سے گزر نہیں ہے

طبیعت پر مشین کا دیو غالب نہیں ہے، آسمان دھویں سے کالے نہیں ہیں

کسان محنتی ہے اوراس کا چراغ روشن ہے۔وہ زمیندار کی لوٹ کھسوٹ سے محفوظ ہے

اس کی کھیتی باڑی پانی کے جھگڑے سے پاک ہے۔اس کی فصل بلاشرکت غیر اس کی ہے

اس دنیا میں نہ لشکر ہے نہ فوج، نہ کوئی قتل وغارت کی روزی کھاتا ہے

نہ مرغدین میں قلم جلا پاتا ہے جھوٹ لکھنے اور پھیلانے سے

نہ بازاروں میں نکموں کا شور غل نہ بھک منگوں کی کان میں درد کر دینے والی صدائیں

حکیم مریخی

یہاں کوئی سائل اور محروم نہیں۔غلام اور آقا، حاکم اور محکوم نہیں

زندہ رود

سائل اور محروم خدا کی مشیت ہے۔حاکم اور محکوم اللہ کی تفریق تو اللہ کی ٹھہرائی ہوئی ہے

تقدیر کا خالق خدا کے سوا کوئی نہیں۔تقدیر کا توڑ تدبیر سے نہیں ہوسکتا

حکیم مریخی

اگر ایک تقدیر سے جگر خون ہوجائے تو حق تعالیٰ سے دوسری تقدیر کا امر طلب کرو۔

تم اگر نئی تقدیر مانگو تو یہ روا ہے کیونکہ اللہ کی تقدیریں بے انتہا ہیں

اہل زمین نے خودی کی پونجی گنوادی۔انھوں نے تقدیر کا بھید نہ جانا

اس کا باریک بھید بس ایک حرف میں پوشیدہ ہے: اگر تم بدل جاؤ تو وہ بھی بدل جائے گی۔

تم مٹی بنو گے تو تمھیں ہوا کی نذر کر دے گی، تم پتھر بنو گے تو تمھیں شیشے پر دے مارے گی۔

تم اوس کی بوند ہو؟ خاک میں مل جانا تمہاری تقدیر ہے۔تم سمندر ہو؟ اٹل جاودانی تمہارا مقدر ہے۔

ہر گھڑی وہی لات ومنات گھڑتے رہتے ہو۔اے بے ثبات! تم بتوں سے ثبات ڈھونڈتے ہو؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جب تک اپنی ذات سے بیگانہ رہنا تمہارا ایمان ہے تمہارے افکار و تخیلات کی دنیا تمہارا قید خانہ ہے۔

اگر کہیں محنت ہی محنت ہے اور دولت ندارد تو تم کہتے ہو کہ تقدیر ہی ایسی ہے

اگر کوئی رنج کھینچے بغیر خزانہ پالے تو تم کہتے ہو کہ مقدر اسی کا نام ہے

اگر دین کی بنیاد یہ ہے تو اے بے خبر محتاج اس سے اور محتاج ہو جائے گا

افسوس وہ دین جو تمہیں سلا دے، پھر گہری نیند میں مبتلا رکھے

یہ دین ہے یا جادو اور دھوکا؟ یہ دین ہے یا افیون کی گولی؟

تمہیں معلوم ہے کہ ہر چیز کی تہہ تک پہنچ جانے والی طبیعت کہاں سے ہے؟ کہاں سے آئی ہے مٹی کی کوٹھڑی میں حور؟

حکیموں کی قوت فکر کہاں سے ہے؟ کلیموں کی طاقت ذکر کہاں سے ہے؟

یہ دل اور اس کے یہ احوال کس کی عطا ہے؟ اس کے یہ فنون اور کرامات کدھر کی دین ہیں؟

تم قال کی گرمی رکھتے ہو؟ یہ تمہاری اپنی نہیں ہے۔ تم حال کی آگ رکھتے ہو؟ یہ تمہاری اپنی نہیں ہے

یہ سارا فیض فطرت کی بہار کا ہے۔ فطرت اپنے پالنہار کی ایجاد ہے

زندگی کیا ہے؟ ہیرے کی کان ہے۔ اس کا مالک دوسرا ہے، تم تو بس رکھوالے ہو۔

اجلی اور پاک طبیعت مرد حق کی آن ہے۔ مخلوق خدا کی خدمت اس کا مقصود ہے

خدمت پیغمبروں کی سنت ہے۔ خدمت کا معاوضہ مانگنا بنیا پن ہے

اسی طرح یہ ہوا، مٹی، بادل، کھیت، باغ، سبزہ زار، محل، خیابان اور اینٹ پتھر ہیں۔

اے کہ تم کہتے ہو جو کچھ ہمارے پاس ہے، ہمارا ہے۔ او بیوقوف! یہ سب خدا کا ہے۔

تم خدا کی زمین کو اپنی زمین سمجھتے ہو، بتاؤ: آیہ 'لاتفسدوا' کا کیا مطلب ہے؟

ابن آدم ابلیسی میں مشغول ہو گیا۔ میں نے ابلیسی کے ہاتھوں سوائے فساد کے کچھ نہ دیکھا

کوئی امانت کو اپنے کام میں نہیں لایا۔ کیا خوب ہے وہ شخص جس نے خدا کا مال خدا کے سپرد کر دیا

تم نے وہ چیز دبا رکھی ہے جو تمہاری نہیں۔ میرا جی کڑھتا ہے اس کام سے جو تمہارے لائق نہیں ہے

اگر تم چیز کے مالک ہو تو زیب دیتا ہے اور اگر نہیں تو خود ہی بتاؤ یہ کیسے ٹھیک ہے!

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

خدا کی چیز خدا کو لوٹا دو تا کہ تم اپنی الجھن سلجھالو۔

آسمان تلے محتاجی اور مفلسی کیوں ہے؟ اس لیے کہ جو چیز خدا کی ہے اسے تم اپنی بتاتے ہو۔

وہ بندہ جو آب وگل کے پھندے سے آزاد نہ ہوا اس نے اپنے شیشے کو اپنے ہی پتھر سے چور کر دیا

اے تم کہ منزل اور راستے میں امتیاز نہیں کرتے، ہر شے کی قدر و قیمت دیکھنے کے انداز سے ہے۔

ہیرا جب تک تمہارے استعمال میں ہے، ہیرا ہے ورنہ پتھر ہے۔ دمڑی برابر بھی نہیں

دوسری طرح دیکھو، کائنات بدل جائے گی۔ یہ زمین وآسمان بدل جائیں گے۔

دوشیزۂ مرّیخ کے احوال جس نے رسالت کا دعویٰ کیا تھا

ہم ہزاروں ایوانوں اور خیابانوں سے گزرتے چلے گئے۔ شہر کے کنارے ایک وسیع میدان،

اس میدان میں مرد وزن کا ایک ہجوم، بیچ میں ایک عورت انار کے لوٹے ایسی

اس کا چہرہ اجلا مگر زندگی کے نور سے خالی، اس کی حقیقت اس کی صورت پر شاق

اس کی باتیں بے سوز اور آنکھیں بے نم، آرزو کے کیف سے انجان

اس کا سینہ جوانی کی امنگ اور اٹھان سے خالی، اس کا آئینہ اندھا اور بے عکس

عشق اور عشق کے چلن سے بے خبر۔ عشق کے شاہین کا ردکیا ہوا ممولا

اس دانا حکیم نے ہمیں بتایا، "یہ دوشیزہ مرّیخ کی نہیں ہے

بے رنگ، بے مہار اور زیبائش اور کشش سے عاری، اسے فرزمرز یورپ سے اٹھالایا تھا

اسے کارِ نبوت میں پکا کیا۔ اس دنیا میں لا ڈالا

اس نے اعلان کیا کہ میں آسمان سے اتری ہوں۔ میرا پیغام آخری پیغام ہے

مرد اور عورت کے مرتبے کی بات کرتی ہے۔ بدن کے بھید بالکل کھول کر بیان کرتی ہے

مرّیخ کی نبیہ کا وعظ

اے عورتو! اے ماؤں! اے بہنو! کب تک 'دلبر' بن کے جینا؟

دنیا میں دلبری مظلومی ہے۔ دلبری محکومی اور محرومی ہے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہم کنگھی چوٹی میں لگے رہتے ہیں۔ ہم نے مرد کو اپنا شکار سمجھ رکھا ہے

مرد شکار بن کر شکار کرتا ہے، تمہارے گرد چکر لگاتا ہے تا کہ تمہیں اپنے پھندے میں جکڑ لے

اس کا اپنے تئیں عشق کی آگ میں جلنا ایک چال ہے اور دھوکا۔ اس کا درد، اس کی حسرت اور اس کی آرزو مکاری اور عیاری ہے

اگرچہ وہ کافر تمہیں حرم بنالیتا ہے مگر در حقیقت تمہیں دردو غم میں مبتلا کر دیتا ہے

اس کے پہلو کی زینت بن کر رہنا زندگی کا روگ ہے، اِس کا وصال زہر ہے اور اُس کا فراق شکر

وہ بل کھایا ہوا سانپ ہے، اس کی گھاتوں سے بچ کر رہو۔ اپنے لہو میں اس کا زہر مت انڈیلو

بچے جننے سے ماؤں کا چہرہ پیلا۔ شوہر نہ رکھنے والی عورتوں کی آزادی کیا خوب ہے

اللہ کی وحی مجھے لگاتار آتی ہے، میرے ایمان کا مزا دوبالا کر دیتی ہے

وہ وقت آ گیا کہ سائنس کے معجزے کے ذریعے بچے کو ماں کے پیٹ ہی میں دیکھا جاسکتا ہے

تم زندگی کی کھیتی سے فصل انبار کروگی، بیٹوں کی یا بیٹیوں کی۔ جو تم چاہو

اگر حمل ہماری مرضی کا نہ ہو تو اسے بے دھڑک ختم کر دینا دین کے عین مطابق ہے

اس زمانے کے پیچھے کچھ اور زمانے ہیں، نئے نئے بھید کھلیں گے

پیٹ میں بننے والا بچہ کسی اور طرح پرورش پائے گا۔ کوکھ کی رات کاٹے بغیر صبح دیکھے گا

حتیٰ کہ وہ سراپا شیطان فنا ہو جائے گا قدیم زمانوں کے حیوانات کی طرح

لالے کے پھول داغدار ہوئے بغیر اور پاک دامنی کے ساتھ شبنم کی بوند سے بے نیاز ہو کر مٹی سے پھوٹیں گے

زندگی کے اسرار خود بخود ظاہر ہو جائیں گے، زیست کا تار مضراب کی چوٹ کھائے بغیر گیت بکھیرے گا

جو نیساں سے ٹپکتا ہے، مت لو۔ اے صدف سمندر کی تہہ میں پیاسے مر جاؤ۔

اٹھو اور فطرت سے جنگ کرو تا کہ تمہاری پیکار سے باندی آزاد ہو جائے

دو جسموں کے میل سے آزاد ہو جانا ہی عورت کی ایکتا ہے۔ اپنی نگہبانی خود کرو اور مردوں پر مت پھولو

رومی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نئے آئین والے زمانے کا مذہب دیکھو۔ لادین تہذیب کا حاصل دیکھو۔
عشق ہی زندگی کے لیے شرع اور آئین ہے۔ تہذیب کی اصل دین ہے اور دین عشق ہے۔
اُس کا ظاہر گرم اور آگ سے بھرا ہوا ہے۔ اُس کا باطن تمام جہانوں کے پروردگار کا نُور ہے۔
علم و فن اُسی کے باطنی تب و تاب سے ہیں۔ اُس کے فنکارانہ جنون سے ہیں۔
عشق کے آداب کے بغیر دین پختہ نہیں ہوتا۔ عشق والوں کی صحبت سے دین حاصل کرو۔

ترجمہ احمد جاوید سے لیا گیا ہے بعض تبدیلیوں کے ساتھ

☆

چھ خطبات کی اولین جلدیں مئی کے شروع میں کسی وقت چَھپ کر آئیں۔

رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲-۲۰۰۱)، ص۳۱۷

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

باب ۹

خدا کا شہر

مئی سے دسمبر ۱۹۳۰ء

☆

اسی برس کسی وقت بانگِ درا کا تیسرا ایڈیشن شائع ہوا۔

رفیع الدین ہاشمی (۱۹۸۲-۲۰۰۱)، ص ۲۶

☆

۹ جون ۱۹۳۰ء کو سوئے ہضم کی بیماری میں حرکت قلب بند ہو جانے سے سر ٹامس آرنلڈ انتقال کر گئے۔

☆

۱۳ جون کو سائمن کمیشن رپورٹ کی اشاعت شروع ہوئی۔ دس گیارہ روز میں ایک سے زیادہ جلدوں میں پوری رپورٹ سامنے آئی تھی۔

☆

۲۴ جون کو سائمن کمیشن کی رپورٹ کی اشاعت مکمل ہوئی۔ علامہ اقبال کی نظر میں یہ بات بھی اہم تھی کہ سائمن کمیشن کی رپورٹ میں اعتراف کیا گیا تھا کہ ہندوستانی کسان اپنی آمدنی کا خاصا بڑا حصہ ریاست کی نذر کرتا ہے۔ علامہ سمجھتے تھے کہ اس کے بدلے میں ریاست کسان کو امن اور تحفظ، تجارت کے ذرائع اور ذرائع ابلاغ و آمدورفت ضرور فراہم کرتی تھی مگر ان برکات کا حاصل اِس کے سوا کیا تھا کہ لگان زیادہ موثر طریقے سے لگائے جائیں، مشینوں سے تیار کی ہوئی اشیأ کے ذریعے دیہی معیشت تباہ ہو اور فصلیں اس طرح تجارتی مفادات کے غلبے میں آئیں کہ کسان ہمیشہ سودخور مہاجن اور تجارتی گماشتوں کا غلام بنا رہے۔ پنجاب کے لیے یہ مسئلہ زیادہ سنگین تھا۔

خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، لاہور، ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ شیروانی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ہندوستان میں اسلام کا مستقبل بڑی حد تک اِس بات پر منحصر تھا کہ پنجاب کے کسان کو سچی آزادی نصیب ہو۔

خطبۂ صدارت آل انڈیا مسلم کانفرنس، لاہور، ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء بحوالہ شیروانی

اُس روز علامہ اقبال نے نواب سر ذوالفقار علی خاں کے ساتھ سائمن رپورٹ کے بارے میں مشترکہ بیان جاری کیا۔

بیان

[علامہ اقبال اور نواب سر ذوالفقار علی خاں کی طرف سے]

سائمن رپورٹ کا بغور مطالعہ کرنے کی ضرورت تھی، لیکن ہم اس کی نمایاں خصوصیتوں پر اپنی رائے کا اظہار کر سکتے ہیں۔ رپورٹ میں سوائے مرکزی فیڈرل اسمبلی کی ترتیب کے جہاں اقلیتوں کے تحفظ کا سامان نہایت خوبی کے ساتھ کیا گیا ہے، جس کی انھیں کسی اور طرح سے امید نہ ہو سکتی تھی، کوئی اور جدت نہیں ہے۔

ہندوستانی خواہشات کی تکمیل کے لیے کم سے کم جو بات کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ صوبجاتی خود اختیاری عطا کر دی گئی ہے، گو وہ بھی واضح اور نمایاں نہیں۔ ہمارے اپنے صوبہ میں اور بنگال میں مسلمانوں سے اصول جمہوری کے حقوق بھی چھین لیے گئے ہیں۔ لیکن آٹھ صوبوں میں سے چھ صوبوں کے اندر ہندو اکثریتیں اپنی حکومتیں آپ مرتب کرنے کے حق سے مستفیض ہوں گی اور مسلمان ان دو صوبوں میں بھی، جہاں ان کی اکثریت ہے، پنجاب میں مساویانہ درجہ اور بنگال میں اقلیت میں تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ ہندوستان میں طاقت کا ایک خفیف توازن قائم رکھنے کے متعلق مسلمانوں کی امیدیں قطعی طور پر خاک میں ملا دی گئی ہیں۔ وہ صرف ان چھ صوبوں ہی میں گھاٹے میں نہ رہیں گے جہاں ان کی اقلیت ہے بلکہ اس بات کا شدید احتمال ہے کہ ان دو صوبوں میں بھی، جہاں وہ اکثریت میں ہیں، ان پر اقلیتوں کا ظلم ہوتا رہے گا۔

حیرت ہے کہ سر جان سائمن اور ان کے رفقا نے یہ کہہ کر کہ پنجاب اور بنگال میں فرقہ وار حکومت قائم ہو جائے گی، عجیب نامطابقت کا اظہار کیا ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر اور زیادہ تعجب ہوتا ہے کہ کمیشن نے نہایت آسانی سے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا ہے کہ اسی قسم کی فرقہ وار حکومت باقی چھ ہندو صوبوں میں بھی تو قائم ہو جائے گی۔ پس یہ واضح ہے کہ کمیشن مسلمانوں کے معاملہ میں اس بات کو برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں، جس کی ہندوؤں کے معاملہ میں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

پورے طور پر حمایت کی گئی ہے۔

اگر شاہی کمشنروں نے اپنی سفارشات کی بنا میثاق لکھنؤ کو، یا ان چند ایک مسلمانوں کی تجاویز کو قرار دیا ہے، جو آبادی کے تناسب کے لحاظ سے نمایندگی کا مطالبہ ترک کر چکے ہیں، تو انھیں سمجھ لینا چاہیے کہ مسلمانان ہندوستان نے مقدم الذکر کو کبھی قبول نہیں کیا تھا اور موٴخر الذکر کی اسلامی اخبارات اور عوام نے شدید مذمت کی تھی۔ ہم اپنے صوبے میں صوبجاتی خود اختیاری کو موہوم و خیالی چیز ہی نہیں بلکہ اپنی قوم کے مستقبل کے لیے تباہ کن سمجھتے ہیں۔

سندھ کی علیحدگی کے مسئلے سے عملی طور پر بے پروائی کا اظہار کیا گیا ہے۔ یہ متنازعہ فیہ مسئلہ ہندوستانی مسلمانوں کو اس وقت تک چین سے بیٹھنے نہ دے گا، جب تک نئے دستور کے نفاذ سے قبل اس کا کوئی اطمینان بخش تصفیہ نہیں ہو جاتا۔

شمال مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے بارے میں ہمیں سخت مایوسی ہوئی ہے اور ہمارا خیال ہے کہ اس ضمن میں کمیشن کی سفارشات نہ ہندوستانی مسلمانوں کی تسلی کر سکیں گی اور نہ ان دو صوبوں کے مسلمانوں کو خوش کر سکیں گی۔ ان دو صوبوں کے ساتھ انصاف دوسرے صوبوں سے مختلف سلوک کرنا کسی طرح بھی قرین انصاف نہیں۔

رپورٹ کی سفارشات کی تہہ میں جو پالیسی کارفرما ہے، اس کا مطلب ہمارے نزدیک اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ مسلمانوں کے اہم مطالبات کو ٹھکرا کر انتہا پسند ہندوؤں کو خوش کرنا مقصود ہے۔ اس وقت جو فوری مسئلہ مسلمانوں کے پیش نظر ہے وہ یہ ہے کہ آیا ان حالات میں وہ اقلیت کی حیثیت سے گول میز کانفرنس میں شرکت کریں یا نہ کریں۔ ہماری رائے صاف طور پر یہ ہے کہ جب حالات ایسی صورت اختیار نہ کر لیں، جو مسلمانوں کے مطالبات کے لیے مفید ہو، کانفرنس میں ہماری شرکت سے قوم کو بجائے فائدے کے نقصان ہو گا۔

ہم مسلمانان ہندوستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فی الفور ایک جداگانہ طریق عمل پر گامزن ہونے کے لیے اپنی طاقتوں کو مرتکز کریں۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب: ۲۶/جون ۱۹۳۰ء۔

☆

اقبال نے پہلی بار بیٹی کو دیکھا تو سر ہلا کر کہا، "یہ تو بالکل معلّمہ نظر آتی ہے۔"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۸۰۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

۷ ستمبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ مولوی فضل الدین صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال کو پھر جنرل کونسل کا رُکن منتخب کیا گیا اور کالج کمیٹی میں اُن کا نام پھر شامل ہوا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص۶۵، ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

حضور نظام سے عطیہ لینے کے لیے ایک وفد کو حیدر آباد دکن بھیجنے کا فیصلہ ہوا۔ علامہ اقبال وفد کے رکن نامزد کیے گئے۔ انہیں معلوم ہوا تو انجمن کو لکھا کہ سر اکبر حیدری انگلستان میں مقیم ہیں۔ ان کی واپسی سے پہلے وفد بھیجنے کا فائدہ نہیں۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۸۱۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

اقبال کے گھر کوئی مہمان ٹھہرے ہوئے تھے۔ وہ کہیں جانے لگے تو جاوید نے ضد کی اور وہ اُنہیں موٹر میں اپنے ساتھ لے گئے۔ ''غلطی اُن سے یہ ہوئی کہ کسی کو بتا کر نہ گئے،'' وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ ''شاید اُن کا خیال ہوگا کہ جلد ہی لوٹ آئیں گے لیکن جب کافی دیر تک جاوید کہیں نظر نہ آیا تو اُس کی ڈھُنڈیا پٹی۔ چچا جان [اقبال] بیحد پریشان ہوئے، چہرے کا رنگ اُڑ گیا، ملازموں کو اِدھر اُدھر دوڑایا، خود بھی کوٹھی سے باہر نکل کر دیکھتے رہے، پریشانی میں کبھی اِدھر جاتے اور کبھی اُدھر، وہ بیحد سراسیمہ نظر آرہے تھے۔ آخر تھک ہار کر برآمدے میں پریشانی کے عالم میں سر جھکا کر بیٹھ گئے۔ اندر چچی جان [سردار بیگم] کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ کافی دیر بعد جب وہ صاحب واپس آئے تو چچا جان اُسی طرح برآمدے میں بیٹھے تھے۔ جوں ہی اُن کی نظر موٹر میں بیٹھے ہوئے جاوید پر پڑی، لپک کر موٹر کی طرف گئے اور بڑی بیتابی سے جاوید کو کھینچ کر سینے سے لگا لیا۔ پھر اسی طرح گود میں اُٹھائے اُٹھائے اُسے اندر لائے اور چچی جان کے حوالے کیا۔ اُس وقت دونوں پر کچھ ایسی کیفیت طاری تھی کہ ایک لفظ بھی زبان سے اَدا نہ ہوا۔ چچی جان تو جاوید کو سینے سے لگا کر رونے لگیں اور چچا جان جلدی سے باہر چلے گئے کیونکہ اُن کی نمناک آنکھیں بھی چھلکنے کے قریب ہی تھیں۔''

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۳۹-۳۸، مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک کی روایت بیان کی ہے۔ ان کے مطابق جاوید اقبال اُس وقت پانچ یا چھ برس کے تھے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

گھر میں کام کرنے والی ملازمہ کا بچہ صحن میں کھیل رہا تھا۔ روایت ہے کہ علامہ اقبال نے کہا، ''جاوید اور اس بچے میں اِس وقت کوئی خاص فرق نہیں، کیونکہ سب بچے برابر ہوتے ہیں، لیکن بڑے ہو کر ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق پیدا ہو جائے گا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جاوید کسی اعلیٰ قسم سے تعلق رکھتا ہے بلکہ بات صرف اِتنی سی ہے کہ اُسے اپنی زندگی میں ایسے مواقع میسر آئیں گے کہ وہ پڑھ لکھ کر ایک بڑا آدمی بن سکے لیکن دُوسرا بچہ اپنی زندگی میں کسی غیر معمولی اتفاق کے فقدان کی بنا پر وہیں کا وہیں رہ جائے گا حالانکہ اگر اِس کو بھی ایسے مواقع میسر آجائیں تو اِس کے پوشیدہ جوہر بھی کھل سکتے ہیں اور سنگِ راہ کی بجائے یہ بھی آسمانِ شہرت پر درخشندہ ستارہ بن سکتا ہے۔''

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۸۰۔

☆

۸ نومبر کو شام ساڑھے چار بجے ہیلی ہال میں پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ کا اجلاس ہوا۔ وائس چانسلر اے سی ولنر صدارت کر رہے تھے۔ علامہ اقبال ۱۶ مارچ کو عام فیلو نامزد ہو چکے تھے۔ شریک ہوئے۔

یہ پنجاب یونیورسٹی کی سینٹ کا آخری ایسا اجلاس تھا جس میں علامہ کی شرکت کا ثبوت موجود ہے۔

ڈاکٹر ملک حسن اختر (۱۹۸۸)، ص ۸۷

☆

۹ نومبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس ہوا۔ میر عزیز الدین صدارت کر رہے تھے۔ اس برس انجمن نے جو مدرسہ تدریب المبلغین یعنی اشاعتِ اسلام کالج کھولا تھا چونکہ اُس کے طلبہ زیادہ تر میٹرک پاس تھے، نصاب کی بعض کتب اُن کی استعداد سے باہر تھیں۔ ردوبدل کے لیے پانچ ارکان پر مشتمل کمیٹی بنائی گئی۔ علامہ اقبال، مولوی اصغر علی، شیخ عظیم اللہ، ایوب احمد مخدومی اور پروفیسر یوسف سلیم چشتی شامل تھے۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۸۰۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد ہے۔

☆

لندن کی گول میز کانفرنس کے بارے میں خبر شائع ہوئی کہ اقلیتوں کی سب کمیٹی میں میاں سر محمد شفیع کی تجویز پر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مسلمان مندوبین جداگانہ طریق انتخاب کو بھی چھوڑنے پر راضی ہو گئے تھے۔ اطلاع کے مطابق انہوں نے بنگال اور پنجاب میں اکثریتی حقوق پر بھی اصرار ترک کر دیا تھا۔ ہندو مہاسبھا نے پھر بھی تجویز رَد کر دی۔

علامہ اقبال کے خیال میں حکومتِ ہند کی یادداشت (Memorandum) میں ہندوستان کے مسلمانوں کے حقوق کا اِس سے بہتر بندوبست تھا اگرچہ علامہ بعض معاملات میں اُس یادداشت سے اختلاف رکھتے تھے۔

۱۵ نومبر کو سر آغا خاں کے نام تار بھیجا جس کا اصل متن دستیاب نہیں ہے۔ ترجمہ روزنامہ انقلاب کے مطابق یوں تھا:

> تازہ ترین خبریں اضطراب انگیز آ رہی ہیں۔ مسلمانان پنجاب کی رائے عامہ دہلی مسلم کانفرنس کی منظور کردہ قراردادوں پر قائم ہے۔ اور ان میں ردوبدل کو ناقابل برداشت خیال کرتی ہے۔ اگر کوئی ردوبدل کیا گیا تو مسلم مندوبین پر اعتماد نہیں رہے گا۔ اگر ہندو مسلم مطالبات کو نہیں مانتے تو مسلمان کانفرنس کو چھوڑ کر چلے آئیں۔

اِسی سے ملتے جلتے تار ہندوستان کے دوسرے مسلمان رہنماؤں کی طرف سے بھی جا رہے تھے۔ ان میں آل انڈیا مسلم کانفرنس کے اجلاس لکھنؤ کے صدر نواب اسماعیل بھی شامل تھے۔

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ انقلاب ۱۸ نومبر ۱۹۳۰ء۔ حکومتِ ہند کی یادداشت سے موازنہ علامہ اقبال نے مسلم آؤٹ لُک کے نمایندے سے انٹرویو میں کیا جو گفتار اقبال میں بحوالہ انقلاب ۲۳ نومبر ۱۹۳۰ء شامل ہے۔

☆

گول میز کانفرنس میں جو حالات پیدا ہوئے اُن کا وہی ردِ عمل ہوا جو ہو سکتا تھا۔ ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے محسوس کیا کہ اگر ہندو اکثریت اُن کے جائز مطالبات کو یوں اُلجھا رہی ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ رہے تو بہتر ہے کہ پنجاب، سرحد، سندھ اور بلوچستان کے مسلمان ہی متحدہ محاذ بنا لیں۔ شمال مغربی ہندوستان انہی علاقوں پر مشتمل تھا۔ ان میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ جغرافیائی اعتبار سے آپس میں ملحق تھے۔ سرحدیں افغانستان اور ایران جیسے مسلمان ممالک سے ملتی تھیں جن کے ساتھ صدیوں سے گہرے روابط قائم تھے۔

شمالی ہند کے مسلمانوں کی کانفرنس بلوانے کا مطالبہ اخبارات میں آنے لگا۔ تجویز تھی کہ کانفرنس لاہور میں بلوائی جائے۔ مسلم آؤٹ لک کے نمایندے نے ملاقات کی تو علامہ نے کہا:

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

یہ تجویز پیش ہو چکی ہے کہ شمالی و مغربی ہند اور پنجاب کے مسلمان لاہور میں ایک اجلاس منعقد کر کے بیان کردہ مفاہمت کے متعلق اپنی رائے کا پرزور طریق پر اظہار کریں۔ جن صوبوں میں مسلمانوں کو باعتبار آبادی اکثریت حاصل ہے، ان میں حصول اکثریت کے لیے اصرار ضروری ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ میں کسی طرح کی زاید از استحقاق نیابت کا حامی نہیں ہوں۔ مجوزہ کانفرنس میں پنجاب کے مسلمانوں کو یہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ مندوبین کے متعلق ان کی روش کیا ہوگی، نیز یہ کہ ان کے کیے ہوئے سمجھوتے کو قبول کر لینا چاہیے یا مسترد کر دینا چاہیے۔

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۲۳/نومبر ۱۹۳۰ء۔

☆

۲۳ نومبر تھی۔ برکت علی اسلامیہ ہال میں تیئیس افراد جمع تھے۔ علامہ اقبال کی درخواست پر شمالی ہند کانفرنس (Upper India Conference) کے انعقاد کے لیے آئے تھے:

۱ علامہ سر محمد اقبال

۲ مولانا عبدالمجید سالک

۳ مولانا غلام رسول مہر

۴ مولانا محمد علی، امیر جماعت احمدیہ (لاہوری گروپ)

۵ خان سعادت علی خان، رئیس اعظم

۶ حکیم محمد شریف

۷ مولانا غلام محی الدین

۸ میاں حق نواز

۹ حاجی میر شمس الدین (بانی انجمن حمایت اسلام)

۱۰ سید محسن شاہ

۱۱ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۲ مولوی فضل الدین

۱۳ سردار حبیب اللہ خان

۱۴ ملک محمد دین

۱۵ میاں فیروز الدین

۱۶ مولانا سید حبیب شاہ

۱۷ سید مراتب علی شاہ گیلانی

۱۸ فضل کریم

۱۹ عبداللہ

۲۰ محبوب الٰہی

۲۱ خان بہادر میر عزیز الدین

۲۲ خان صاحب خیر الدین

۲۳ مجید ملک، اڈیٹر مسلم آؤٹ لک

تمام حاضرین کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کے رکن قرار پائے۔ علامہ اقبال صدر، مجید ملک سیکرٹری اور خان سعادت علی خان فنانشل سیکرٹری مقرر ہوئے۔ علامہ نے کہا: ''حالات حاضرہ کے اعتبار سے شمالی ہند کے مسلمانوں کی ایک خاص کانفرنس کا انعقاد ضروری ہے جس میں صوبہ سرحد، بلوچستان، پنجاب و سندھ کے نمایندے شریک ہوں اور ان صوبوں کے مسلمانوں کو اسلامی حقوق کے حصول کے لیے منظّم بنانے اور ان میں جوش عمل پیدا کرنے کی تدابیر اختیار کی جائیں۔''

گفتار اقبال بحوالہ انقلاب ۲۵ نومبر ۱۹۳۰ء

☆

علامہ اقبال کو معلوم ہوا کہ انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کے ۲۳ نومبر کے اجلاس میں وہ جنرل کونسل اور کالج کمیٹی کے رُکن مقرر کیے گئے۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بنام مولوی غلام محی الدین

لاہور

۳۰ نومبر ۱۹۳۰ء

جناب سکرٹری صاحب

انجمن حمایت اسلام، لاہور

جناب کا نوازش نامہ مل گیا ہے جس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ تم کو جنرل کونسل انجمن و کالج کمیٹی کا ممبر انتخاب کیا گیا ہے۔ اِس عزّت افزائی کا شکریہ! لیکن میں نادم ہوں کہ کونسل و کمیٹی کے اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکا اور اِن غیر حاضریوں کی وجہ سے میں اِس امر کا مستحق نہیں تھا کہ مجھے دوبارہ منتخب کیا جاتا لہٰذا ملتمس ہوں کہ میری جگہ کسی اور صاحب کو منتخب کیا جائے جو با قاعدہ حاضر ہوا کریں۔ اگر مجھے اعتماد ہوتا کہ آیندہ حاضر ہو سکوں گا تو یہ عریضہ نہ لکھتا لیکن کئی وجوہ سے اس با قاعدگی کا یقین نہیں اس واسطے مذکورہ بالا درخواست کی گئی ہے

گرفتم اینکہ بہشتم دہند بے طاعت
قبول کردن و رفتن زشرطِ انصاف است

محمد اقبال

انجمن کی جنرل کونسل کے اجلاس میں علامہ اقبال کا خط پیش کیا گیا۔ شیخ عبدالقادر نے کہا، ''ہمارے خیال میں ایسے اصحاب کا ممبر رہنا انجمن اور ہمارے لئے باعثِ عزت ہے۔ ہم ان کو جُدا نہیں کر سکتے۔''

حاجی محمد حفیظ نے تحریک کی کہ علامہ اقبال کو انجمن کا لائف پریذیڈنٹ بنایا جائے۔ شیخ عبدالقادر اور حاضر ممبران نے تائید کی۔ قلمی روداد میں لکھا گیا: ''ڈاکٹر شیخ سر محمد اقبال صاحب لائف پریذیڈنٹ انجمن منتخب کیے جائیں۔''

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۲۱

☆

۱۴ دسمبر کو علامہ اقبال کی کوٹھی پر بالائی ہند کے مسلمانوں کی کانفرنس کی مجلس استقبالیہ کا اجلاس ہوا۔ سیاست کے مدیر مولانا سید حبیب سیکرٹری منتخب ہوئے۔ طے پایا کہ اجلاس دسمبر کی بجائے جنوری کے آخری ہفتے میں لاہور میں ہو۔ اخبارات میں اپیلیں شائع کروائی جائیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

گفتار اقبال بحوالہ روزنامہ انقلاب ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء۔ گفتار اقبال میں تاریخ "۴ دسمبر" درج ہے۔ میں اسے کتابت کی غلطی سمجھ کر "۱۴ دسمبر" قیاس کیا ہے کیونکہ اس روز جس اپیل کی اشاعت کا فیصلہ ہوا وہ ۱۶ دسمبر کو جاری کی گئی۔

☆

اپیل

از دفتر اپر انڈیا مسلم کانفرنس لاہور مورخہ ۱۶ر دسمبر ۱۹۳۰ء

برادران اسلام، السلام علیکم! آپ مسلم آؤٹ لک ،سیاست، انقلاب اور دیگر اخبارات کے ذریعے سے یہ خبر سن چکے ہوں گے کہ جنوری ۱۹۳۱ء میں ہم لوگ لاہور میں مسلمانوں کے ایک اجتماع کا بندوبست کر رہے ہیں، جس کا نام بالائی ہند کے مسلمانوں کی کانفرنس (اپر انڈیا مسلم کانفرنس) تجویز کیا گیا ہے۔ اس اجتماع میں شمولیت کے لیے ہم (۱) شمال مغربی سرحدی صوبہ، (۲) بلوچستان، (۳) سندھ، اور (۴) پنجاب کے مسلمان نمایندوں کو دعوت دینا چاہتے ہیں اور جن نمایندوں کو مدعو کرنے کا ارادہ ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

۱ ان صوبوں کے وہ مسلمان بزرگ جو کونسل آف سٹیٹ یا اسمبلی کے ارکان ہیں۔ ان صوبوں میں سے جن میں مجالس آئین ساز (کونسلیں) موجود ہیں ان کے مسلمان ارکان۔

۲ ان صوبوں میں جہاں ڈسٹرکٹ بورڈ یا بلدیات یا مشتہرہ علاقہ جات (نوٹی فائڈ ایریاز) یا پنچایتیں یا دوسری ایسی جماعتیں موجود ہیں جو بروئے قانون ملک معرض وجود میں آئی ہوں ان کے مسلمان ارکان۔

۳ مقتدر مسلم جماعتوں کے نمایندے۔

۴ دیگر معزز مسلمان اکابر۔

اس کانفرنس کے طلب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ان صوبجات کے مسلمانوں کو حالات حاضرہ اور آج کی سیاسی تحریکات سے آگاہ کیا جائے اور ہماری ہمسایہ اقوام اور ہندوستان کی حاکم قوم کی حکمت عملی سے واقف کر کے ان خطرات سے آگاہ کیا جائے، جن سے اس وقت ملت مرحومہ دوچار ہے اور اس کے بعد مسلمانان ہند کی اس کثرت کو،

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جو ان صوبجات میں ہے، جن کو خدائے حکیم و علیم و خبیر نے یقیناً مصلحت نہیں بلکہ کسی ایسی مصلحت کے لیے، جو ارباب دانش و بینش پر روز بروز عیاں ہوتی چلی جا رہی ہے، یکجا رکھا ہے، اور ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے تحفظ کے لیے سرگرم عمل ہونے کا پیغام دیا جائے۔

آپ جیسے باخبر حضرات کو خطاب کرتے ہوئے سیاسیات حاضرہ پر تفصیلی بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ دور کیوں جایئے، نہرو رپورٹ کے اجرا کے زمانے کے بعد سے جو سیاسی تغیر رونما ہوئے اور سیاسیات کے بحر زخار میں جو تموج پیدا ہوئے آپ ان کے اسباب و علل، تاثرات اور یقینی نتائج سے ناآگاہ نہیں ہو سکتے۔ آپ نے دیسی ریاستوں کے متعلق بٹلر کمیٹی کی رپورٹ اور ہندوستان کے آیندہ دستور اساسی کے انصرام کے واسطے سائمن کمیشن اور اس کی امدادی کمیٹیوں کی تگ و دو کا مطالعہ کیا ہوگا۔ اس کے بعد جس طرح سر جان سائمن نے دیسی ریاستوں اور برطانوی ہند کے اتحاد کی لم پیدا کی اور حکومت ہند نے سائمن رپورٹ پر تبصرہ کیا، اس سے بھی آپ کا واقف ہونا غیر مشتبہ ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ جس وقت وائسرائے کے نامزد کردہ مسلمان مندوب گول میز کانفرنس کی شرکت کے لیے لندن کو سدھارے تھے تو ہم مسلمان چاہتے تھے کہ

۱ ہندوستان کا نظام حکومت فیڈرل ہو۔

۲ پنجاب و بنگال کی مسلم اکثریتیں قائم رہیں۔

۳ بلوچستان، سرحد اور سندھ کے مسلمان صوبوں کو مکمل اصلاحات ملیں۔

۴ وزارتوں اور ملازمتوں میں مسلمانوں کا حصہ بروئے دستور اساسی محفوظ کر دیا جائے۔

۵ شریعت حقہ، تمدن اسلام، تعلیم اسلام اور مسلمانوں کا انفرادی قانون غیر مسلم دسترس سے بروئے دستور اساسی محفوظ کر دیا جائے۔

۶ غیر مصرحہ اختیارات صوبجات کے قبضہ میں رہیں۔ اور

۷ مرکزی مجالس آئین ساز اور وزارت میں ہمارا حصہ ایک تہائی ہو۔

یہ مختصر سی روئداد ہے ان مسلم مطالبات کی جو مسٹر جناح کے چودہ نکات یا دہلی کی اس مشہور قرارداد کے نام سے معروف ہیں، جو سر آغا خان کی صدارت میں آل انڈیا مسلم کانفرنس ۱۹۲۹ء کے پہلے روز منظور کی گئی تھی۔ لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ لندن میں دیسی ریاستوں کو فیڈرل نظام ہند میں شمولیت کی دعوت دی جا رہی ہے اور دیسی ریاستوں کی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

طرح تمام برطانوی ہند کو اس نظام کا ایک صوبہ یا جزو تسلیم کرانے کی سعی کی جا رہی ہے۔ اگر ایسا ہوا تو ہندوستان کے موجودہ صوبجات کی حیثیت وہی ہوگی جو پنجاب کے کسی ضلع کو اپنے صوبہ کے اندر حاصل ہے۔ یوں جہاں ہم مسلمان فیڈرل نظام کے تسلیم کیے جانے پر اظہار مسرت کر رہے ہیں وہاں ہم بلاشبہ اس حقیقت سے ناآگاہ ہیں کہ یہ اس لفظی ٹٹی کی آڑ میں ہمیں شکار بنایا جا رہا ہے۔ پھر جن صوبوں میں مسلمانوں کی تعداد اقلیت میں ہے ان کو قدرے زیادہ نشستیں دے کر شطرنج سیاست پر سکھوں کے مہرہ کو بڑھایا جا رہا ہے۔ اور ہمیں شاہ مات دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

ڈاکٹر سر محمد اقبال

مسٹر مجید ملک، مدیر مسلم آؤٹ لک

مولانا سید حبیب، مدیر سیاست

خان سعادت علی خان

مولانا غلام رسول مہر

مولانا عبدالمجید سالک

مولوی محمد علی

حکیم محمد شریف

مولانا غلام محی الدین

ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین

مسٹر عبداللہ

مولوی محبوب الرحمٰن

خان بہادر میر عزیز الدین

گفتارِ اقبال بحوالہ روزنامہ انقلاب ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء

☆

۲۶ دسمبر کو انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل کا اجلاس شیخ عبدالقادر کی صدارت میں ہوا۔ طے پایا کہ اقبال اگلے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

روز انجمن کے سالانہ جلسے میں نواب بہاولپور کو سپاسنامہ پیش کریں۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۲۱

تقدیر کے اُفق پر جو مملکت علامہ اقبال کو دکھائی دے رہی تھی، اُس کی سب سے بڑی ریاست بہاولپور تھی جس کے حکمراں اعلیٰ حضرت رکن الدولہ حافظ الملک نصرت جنگ مخلص الدولہ ہز ہائی نس کیپٹن حاجی نواب سر صادق علی خاں عباسی خامس، کے سی ایس آئی، کے سی وی او سالانہ جلسے کی صدارت کے لیے تشریف لائے تھے۔ اسی متوقع مملکت کی ایک اور بڑی ریاست خیر پور تھی۔ اُس کے میر صاحب بھی جلسے میں موجود تھے۔ نواب صاحب ڈھاکہ بھی تشریف رکھتے تھے۔ ۲۷ دسمبر کو شیخ عبدالقادر نے انجمن حمایت اسلام کے اراکین اور لاہور کے مسلمانوں کی طرف سے ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا:

> قبل اس کے کہ سر شیخ محمد اقبال ایڈریس پیش کریں، میں چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ بات ہمارے لیے صد گونہ موجبِ افتخار ہے کہ آج یہاں قرآن السعدین دو تاجور جلوہ فرما ہیں۔ نیز یہ بات بھی قابلِ فخر ہے کہ نواب صاحب ڈھاکہ تحریکِ صدارت فرمائیں گے۔

سپاس نامہ

جسے سر شیخ محمد اقبال نے نواب بہاولپور صادق علی خاں عباسی خامس کے حضور پیش کیا

اعلیٰ حضرتا! ہم عقیدتمندانِ قدیم کو اِس نوازشِ خسروانہ کے فریضۂ سپاس سے عہدہ برآ ہونے کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ حضورِ پرنور نے از راہِ علم نوازی و قوم پروری انجمن حمایتِ اسلام کی التجا کو شرفِ پذیرائی بخشا اور قدومِ میمنت لزوم سے انجمن کے سالانہ جلسہ کو چار چاند لگا دیے۔ گویا سلیمان نے مورِ ناتواں کی مہمانی قبول فرمائی۔

حضور کا ورودِ مسعود اسلامیانِ پنجاب کے لیے انتہائی فخر و مباہات کا سرمایہ ہے۔ لاہور شاداں ہے کہ آج اُسے شمالی ہند کے سب سے بڑے اسلامی فرمانروا کی پابوسی کا شرف حاصل ہے۔ انجمن کا ہر فرد مسرّت اانبساط کے پرخلوص جذبات سے لبریز ہے کہ آج اراکینِ انجمن کو جس شہریار بلند اقبال کی بارگاہ میں بلاواسطہ عرضِ نیاز کا فخر

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حاصل ہے اُس کے اجدادِ کرام جہاں صولت وسطوتِ شاہانہ کے ایسے زندہ جاوید نقش صفحۂ روزگار پر چھوڑ گئے جن کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی، وہاں اُن کی علم نوازیوں کی نظیر سے بھی شرق وغرب کی تاریخ کے اَوراق یکسر خالی ہیں۔ یہ حقیقت آفتاب کی طرح روشن ہے کہ علوم وفنون نے عباسیوں کے ظلِ عاطفت میں جنم لیا اور عباسیوں ہی کے دودمانِ بخشش ونواش میں ان کا نشو ونما ہوا۔ ایسا ہونا ناگزیر تھا اس لیے کہ یہ دودمانِ عالی افقہ الناس حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی یادگار ہے جنہیں خواجۂ دوجہاں سرورِ عالم وعالمیان صلی اللہ علیہ وسلم نے خیرالامت کے لقب سے ممتاز فرمایا اور افتاحِ ابوابِ علم کی دعا سے شرف بخشا۔ ہم اِس مبارک وقت اور سعید تقریب پر جتنا بھی فخر کریں بجا ہے کہ ہماری گردنیں آج اُس جواں بخت فرمانروا کی بارگاہ میں جھک رہی ہیں جن کا عالی شان دودمان اسلام وتاریخِ اسلام کا سب سے زیادہ بیش بہا سرمایہ ہے۔

انجمن حمایتِ اسلام پرورشِ علم وفن کی انہی فقید المثال روایات کو زندہ رکھنے کے لیے کوشاں ہے جو سب سے بڑھ کر دودمانِ عالیہ عباسی کی ممنونِ احسان ہیں۔ چھیالیس سال ہوئے کہ چند دردمندانِ قوم نے نہایت ہی حقیر سامان کے ساتھ اِس انجمن کی بنیاد ڈالی تھی۔ آج خدا کے فضل وکرم سے اس کے ارکان کی تعداد چار ہزار ہے۔ اس کے مختلف علمی ادارات میں پانچ ہزار لڑکے اور لڑکیاں علم کی دولت سے مالا مال ہو رہے ہیں۔ اس کا ایک عظیم الشان کالج ہے۔ چار ہائی سکول ہیں۔ دو مڈل سکول، ایک زنانہ مڈل سکول، چھ زنانہ مدارس ہیں۔ ایک طبیہ کالج ہے، ایک جی اے وی ٹریننگ کالج ہے۔ ایک مردانہ یتیم خانہ ہے، ایک زنانہ یتیم خانہ۔ علاوہ ازیں انگریزی ویونانی شفاخانے ہیں۔ اخبار ''حمایتِ اسلام'' ہے۔ کالج کی ایک عظیم الشان لائبریری ہے جو ہماری بے بضاعتی کے باوجود صوبے کے تمام سرکاری وغیر سرکاری ادارات کے کتب خانوں میں خاص حیثیت رکھتی ہے۔ ایک ادارہ تالیف وطبع ہے جس کے زیرِ اہتمام دینیات اور اُردو فارسی کی مفید کتب کا وسیع سلسلہ مرتب ہو کر چھپ چکا ہے اور اِس وقت مختلف مدارس میں بطور نصاب رائج ہے۔ ایک وسیع مطبع ہے۔ حال ہی میں انجمن نے اشاعتِ اسلام کالج کے نام سے ایک نئی درسگاہ قائم کی ہے۔ جس میں طلبہ کو دینی تعلیم دی جائے گی اور ان کو اشاعتِ اسلام کے اہم مقاصد کے لیے تیار کیا جائے گا۔ اس درس گاہ کے فارغ التحصیل طلبہ جہاں دینیات کے ماہر ہوں گے وہاں جدید مغربی علوم سے بھی انہیں واقفیت حاصل ہوگی اور اس طرح تبلیغ واشاعت کے فریضہ کو بطریقِ احسن انجام دینے کا راستہ صاف ہو جائے گا۔ اِس وقت انجمن کا خرچ کم وبیش چھ لاکھ روپے سالانہ ہے اور سالِ آئندہ کی آمد وخرچ کا اندازہ دس لاکھ کے قریب کیا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

گیا ہے۔

انجمن کے انجام دیے ہوئے کام کا یہ اجمالی مرقع ہے لیکن ابھی بہت سی نئی منزلیں درپیش ہیں جن کے لیے زادِ راہ کے انتظامات کیے جا رہے ہیں۔ جن ضروریات کی تکمیل کے لیے انجمن بلا تاخیر قدم اُٹھانا چاہتی ہے اُن میں:

اولاً ایک انڈسٹریل کالج اور سائنٹیفک ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کا قیام ہے۔ آج محض علوم کی تعلیم قوم کی تمام ضروریات کی کفیل نہیں بن سکتی۔ جب تک صنعت و حرفت کی تعلیم کا اعلیٰ پیمانہ پر انتظام نہ کیا جائے گا۔ نہ افرادِ قوم کا معتد بہ حصہ بیکاری و بیروزگاری کی مصیبت سے نجات پائے گا۔ نہ قوم زمانہ حاضرہ کی ضروریات کے مطابق ترقی کے مراحل خوش اسلوبی سے طے کر سکے گی۔

ثانیاً اِس بات کی ضرورت ہے کہ شہر سے باہر اسلامیہ کالج کے لیے ایک وسیع عمارت کا انتظام کیا جائے۔ اِس لیے کہ موجودہ عمارت کالج کے طلبہ کی روز افزوں تعداد کے لیے کافی نہیں ہے۔

ثالثاً انگریزی وضع کے ایک پبلک سکول کا قیام ضروری ہے جس میں عام تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ انداز کی تربیت بھی ہوتی رہے۔

رابعاً ایک زنانہ ہائی سکول فی الفور بن جانا چاہیئے جو ایک اسلامی زنانہ کالج کے لیے اساس کا کام دے سکے۔

یہ انجمن کی فوری ضروریات ہیں۔ حضور پرنور ایسے سرپرستان و مربیانِ علم و فن کی کرم گستری و دریا نوالی شاملِ حال رہی تو خدا کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ انجمن کی تازہ ضروریات بھی اسی طرح پوری ہو جائیں گی جس طرح کہ اب تک اور صدہا ضروریات پوری ہوتی رہی ہیں۔

علمی اعتبار سے عباسی فرمانرواؤں کا فیض ہمیشہ عام رہا ہے۔ سرکارِ والا کے آبا وَ اجداد کے احسانات کا تذکرہ اِس مختصر سپاس نامے میں نہیں سما سکتا۔ ہم نیاز مندانِ قدیم محض تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ حضور پرنور کے دودمانِ عالی کا ابرِ لطف و کرم شروع ہی سے انجمن کی خشک کھیتی کے لیے سیرابی کا چشمہ بنا رہا۔ ۱۹۰۸ء میں دولتِ عباسیہ اسلامیہ بہاولپور کی طرف سے پچھتر ہزار روپیہ کی خطیر رقم مرحمت فرمائی گئی۔ آج کالج کی شاندار عمارت کا پورا ایک بازو بہاولپور وِنگ کہلاتا ہے۔ مسلمانانِ پنجاب اس عطیۂ خسروانہ کو جو اس وِنگ کی صورت میں ہمیشہ قائم رہے گا کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ اسی سال مستقل سالانہ عطیے کی رقم میں بھی فیاضانہ اضافہ فرمایا گیا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

اور کالج کے ایک ہوسٹل کی تعمیر کے لیے تیس ہزار روپے کی مزید رقم عطا فرمائی گئی۔ اس وقت بھی ہر سال دو ہزار روپے انجمن کو مل رہے ہیں۔ حضور پرنور کی ان ہی پے در پے خسروانہ نوازشوں نے ہم نیازمندوں کو یہ جرأت دلائی ہے کہ اس سال سالانہ اجلاس کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمائے جانے کی عاجزانہ درخواست کریں۔

اخیر میں ہم پھر حضور پرنور کی اس نوازشِ کریمانہ کے لیے پنجاب بھر کے مسلمانوں کی طرف سے علی العموم اور ارکان انجمن کی طرف سے بالخصوص بصد عقیدت و نیاز تشکّر و سپاس کا ہدیہ محقر پیش کرتے ہیں۔

☆

سپاسنامہ سن کر نواب بہاولپور نے پچیس ہزار روپے کا عطیہ عنایت فرمایا۔ نواب صاحب ڈھاکہ نے تقریر کی۔ ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ جج خان بہادر مرزا ظفر علی نے تحریکِ صدارت پیش کی۔ حاضرین نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے۔ نواب بہاولپور کرسئ صدارت پر بیٹھے۔ علامہ اقبال نے ان کی خدمت میں ایک غریب مسلمان کی طرف سے ایک جائے نماز اور مسلمانانِ لاہور کی طرف سے قرآن پاک کے تحائف پیش کرتے ہوئے مختصر تقریر کی:

> سرکارِ والا شہرِ لاہور کے مسلمانوں نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں کلامِ الٰہی کا ایک نسخہ بطور ہدیہ آپ کو پیش کروں۔ لیکن اس سے قبل کہ یہ تحفہ پیش کروں مسلمانانِ لاہور کے اِس انتخاب کی داد دینا چاہتا ہوں۔ یہ وہ مبارک کتاب ہے جس سے عزیز متاع مسلمانانِ عالم کے پاس موجود نہیں۔ یہ پیش کش ایسی ہے جیسے کہ اپنے محبوب کے سامنے کوئی اپنا دل نکال کر رکھ دے۔ اِس تحفہ کو آپ کے لیے منتخب کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ آپ کے جدِ امجد اِس کتاب کے سب سے پہلے محقق تھے۔ میری مراد حضرت ابنِ عباسؓ سے ہے۔ یہ کتاب جب حضور رسالت مآب پر نازل ہوئی تو آپ کے جدِ امجد نے سب سے پہلے اس کی تفسیر کی۔ چنانچہ کتبِ صحیحہ میں مروی ہے کہ ایک روز حضرت ابن عباسؓ مسجدِ نبوی میں قرآن پاک کا درس دے رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک طرف ابن عباسؓ درس دے رہے ہیں اور دوسری طرف چند صحابہ حضور کے انتظار میں حلقہ باندھے کھڑے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر دونوں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کے درمیان کھڑے رہے۔ گویا جناب رسالت مآب یہ سوچ رہے ہیں کہ پہلے کس طرف جائیں۔ آخر آپ یہ کہہ کر حضرت ابن عباسؓ کے گروہ کی طرف چل دیے کہ میں معلم مبعوث ہوا ہوں، مجھے رہنما کی طرف جانا چاہیئے۔ اِس نسبت سے حضورِ والا اِس بات کا اندازہ کر سکیں گے کہ مسلمانانِ پنجاب بلکہ مسلمانانِ عالم اگر آپ سے محبت سے رکھتے ہیں تو اِس کی وجہ صرف یہ ہی نہیں کہ آپ ایک بڑی اسلامی ریاست کے فرمانروا ہیں بلکہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ آپ دینی اعتبار سے ہمارے بزرگ اور مخدوم ہیں۔

نواب بہاولپور نے سیدھے کھڑے ہو کر تحفہ قبول کیا، بوسہ دیا اور آنکھوں سے لگایا۔

محمد حنیف شاہد (۱۹۷۶)، ص ۱۲۶-۱۲۱۔ ان کا ماخذ انجمن کی قلمی روداد یں ہیں۔

☆

اس برس شائع ہونے والی ایک کتاب مصنف نے لاہور کے کسی سید محمد محسن شاہ ایل ایل بی کو پیش کی اور بعد میں کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئی۔ احمدی موقف پر مبنی تھی:

Maulvi Mustafa Khan, B.A., M.R.A.S., *The Kingdom of Heaven.* Islamic World Library, Lahore

اس برس شائع ہونے والی دوسری کتابیں جو کبھی اقبال کے ذخیرۂ کتب میں شامل ہوئیں یہ ہیں:

Margaret Smith. *An Introduction to the History of Mysticism.* Macmillan, London

Sir Mohammad Shafi. *Some Important Indian Problems*. Modern Electric Press, Lahore

Harry Elmer Barnes. *World Politics in Modern Civilization: the contributions of Nationalism, Capitalism, Imperialism and Militarism to Human culture and International anarchy.*Alfred A. Knoff, New York

Ludwell Denny. *America Conquers Britain – a record of economic war.* Alfred A. Knoff, London

A. M. Ghani. *A History of Persian Language and Literature at the Mughal Court (with a brief survey of the growth of Urdu language) Babur toAkbar – Part II: Humayun*. Indian Press,

(c) 2014, Iqbal Academy, Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Allahabad

A. M. Ghani. *A History of Persian Language and Literature at the Mughal Court (with a brief survey of the growth of Urdu language) Babur toAkbar– Part III: Akbar*. Indian Press, Allahabad

☆

Presidential Address

Delivered by Dr. Mohammad Iqbal at the Annual Session of the All-India Muslim League, held at Allahabad in 1930

Gentlemen,

I am deeply grateful to you for the honour you have conferred upon me in inviting me to preside over the deliberations of the All-India Muslim League at one of the most critical moments in the history of Muslim political thought and activity in India. I have no doubt that in this great assembly there are men whose political experience is far more extensive than mine, and for whose knowledge of affairs I have the highest respect. It will, therefore, be presumptuous on my part to claim to guide an assembly of such men in the political decisions which they are called upon to make today. I lead no party; I follow no leader. I have given the best part of my life to a careful study of Islam, its law and polity, its culture, its history and its literature. This constant contact with the spirit of Islam, as it unfolds itself in time, has, I think, given me a kind of insight into its significance as a world-fact. It is in the light of this insight, whatever its value, that, while assuming that the Muslims of India are determined to remain true to the spirit of Islam, I propose, not to guide you in your decisions, but to attempt the humbler task of bringing clearly to your consciousness the main principle which, in my opinion, should determine the general character of these decisions.

Islam and nationalism

It cannot be denied that Islam, regarded as an ethical ideal plus a certain

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

kind of polity - by which expression I mean a social structure, regulated by a legal system and animated by a specific ethical ideal - has been the chief formative factor in the life-history of the Muslims of India. It has furnished those basic emotions and loyalties which gradually unify scattered individuals and groups, and finally transform them into a well-defined people, possessing a moral consciousness of their own. Indeed it is no exaggeration to say that India is perhaps the only country in the world where Islam, as a people-building force, has worked at its best. In India, as elsewhere, the structure of Islam as a society is almost entirely due to the working of Islam as a culture inspired by a specific ethical ideal. What I mean to say is that Muslim society, with its remarkable homogeneity and inner unity, has grown to be what it is, under the pressure of the laws and institutions associated with the culture of Islam. The ideas set free by European political thinking, however, are now rapidly changing the outlook of the present generation of Muslims both in India and outside India. Our younger men inspired by these ideas, are anxious to see them as living forces in their own countries, without any critical appreciation of the facts which have determined their evolution in Europe. In Europe, Christianity was understood to be a purely monastic order which gradually developed into a vast Church-organisation. The protest of Luther was directed against this Church-organisation, not against any system of polity of a secular nature, for the obvious reason that there was no such polity associated with Christianity. And Luther was perfectly justified in rising in revolt against this organisation; though, I think, he did not realize that in the peculiar conditions which obtained in Europe his revolt would eventually mean the complete displacement of universal ethics of Jesus by the growth of a plurality of national and hence narrower systems of ethics. Thus the upshot of the intellectual movement initiated by such men as Rousseau and Luther was the break-up of the one into a mutually ill-adjusted many, the transformation of a human into a national outlook, requiring a more realistic foundation, such as the notion of country, and finding expression through varying systems of polity evolved on national lines, i.e., on lines which recognize territory as the only principle of political solidarity. If you begin with the conception of religion as complete other-worldliness, then what has happened to Christianity in Europe is perfectly natural. The universal ethics of Jesus is displaced by national systems of ethics

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

and polity. The conclusion to which Europe is consequently driven is that religion is a private affair of the individual, and has nothing to do with what is called man's temporal life. Islam does not bifurcate the unity of man into an irreconcilable duality of spirit and matter. In Islam God and the universe, spirit and matter, church and state, are organic to each other. Man is not the citizen of a profane world to be renounced in the interest of a world of spirit situated elsewhere. To Islam matter is spirit realizing itself in space and time. Europe uncritically accepted the duality of spirit and matter probably from Mannichaean thought. Her best thinkers are realizing this initial mistake to-day, but her statesmen are indirectly forcing the world to accept it as an unquestionable dogma. It is, then, this mistaken separation of spiritual and temporal which has largely influenced European religious and political thought, and has resulted practically in the total exclusion of Christianity from the life of European states. The result is a set of mutually ill-adjusted states dominated by interests, not human but national. And these mutually ill-adjusted states, after trampling over the moral and religious convictions of Christianity, are to-day feeling the need of a federated Europe, i.e. the need of a unity which the Christian Church-organisation originally gave them, but which, instead of reconstructing in the light of Christ's vision of human brotherhood, they considered it fit to destroy under the inspiration of Luther. A Luther in the world of Islam, however, is an impossible phenomenon; for here there is no Church-organisation, similar to that of Christianity in the middle ages, inviting a destroyer. In the world of Islam we have a universal polity whose fundamentals are believed to have been revealed, but whose structure, owing to our legists' want of contact with the modern world, stands today in need of renewed power by fresh adjustments. I do not know what will be the final fate of the national idea in the world of Islam, whether Islam will assimilate and transform it, as it has assimilated and transformed before many ideas expressive of a different spirit, or allow a radical transformation of its own structure by the force of this idea, is hard to predict. Professor Wensinck of Leiden (Holland) wrote to me the other day: "It seems to me that Islam is entering upon a crisis through which Christianity has been passing for more than a century. The great difficulty is how to save the foundations of religion when many antiquated notions have to be given up. It seems to me scarcely possible to state what the

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

outcome will be for Christianity, still less what it will be for Islam." At the present moment the national idea is racialising the outlook of Muslims, and thus materially counteracting the humanising work of Islam. And the growth of racial consciousness may mean the growth of standards different and even opposed to the standards of Islam.

I hope you will pardon me for this apparently academic discussion. To address this session of the All-India Muslim League you have selected a man who is not despaired of Islam as a living force for freeing the outlook of man from its geographical limitations, who believes that religion is a power of the utmost importance in the life of individuals as well as states, and finally who believes that Islam is itself Destiny and will not suffer a destiny! Such a man cannot but look at matters from his own point of view. Do not think that the problem I am indicating is a purely theoretical one. It is a very living and practical problem calculated to affect the very fabric of Islam as a system of life and conduct. On a proper solution of it alone depends your future as a distinct cultural unit in India. Never in our history Islam has had to stand a greater trial than the one which confronts it today. It is open to a people to modify, reinterpret or reject the foundational principles of their social structure; but it is absolutely necessary for them to see clearly what they are doing before they undertake to try a fresh experiment. Nor should the way in which I am approaching this important problem lead anybody to think that I intend to quarrel with those who happen to think differently. You are a Muslim assembly and, I suppose, anxious to remain true to the spirit and ideals of Islam. My sole desire, therefore, is to tell you frankly what I honestly believe to be the truth about the present situation. In this way alone it is possible for me to illuminate, according to my light, the avenues of your political action.

The unity of an Indian nation

What, then, is the problem and its implications? Is religion a private affair? Would you like to see Islam, as a moral and political ideal, meeting the same fate in the world of Islam as Christianity has already met in Europe? Is it possible to retain Islam as an ethical ideal and to reject it as a polity in favour of national polities in which religious attitude is not permitted to play any part?

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

This question becomes of special importance in India where the Muslims happen to be in a minority. The proposition that religion is a private individual experience is not surprising on the lips of a European. In Europe the conception of Christianity as a monastic order, renouncing the world of matter and fixing its gaze entirely on the world of spirit, led, by a logical process of thought, to the view embodied in this proposition. The nature of the Prophet's religious experience, as disclosed in the Quran, however, is wholly different. It is not mere experience in the sense of a purely biological event, happening inside the experient and necessitating no reactions on its social environment. It is individual experience creative of a social order. Its immediate outcome is the fundamentals of a polity with implicit legal concepts whose civic significance cannot be belittled merely because their origin is revelational. The religious ideal of Islam, therefore, is organically related to the social order which it has created. The rejection of the one will eventually involve the rejection of the other. Therefore, the construction of a polity on national lines, if it means a displacement of the Islamic principle of solidarity, is simply unthinkable to a Muslim. This is a matter which at the present moment directly concerns the Muslims of India. "Man," says Renan, "is enslaved neither by his race nor by his religion, nor by the course of rivers, nor by the direction of mountain ranges. A great aggregation of men, sane of mind and warm of heart, creates a moral consciousness which is called a nation." Such a formation is quite possible, though it involves the long and arduous process of practically re-making men and furnishing them with a fresh emotional equipment It might have been a fact in India if the teachings of Kabir and the Divine Faith of Akbar had seized the imagination of the masses of this country. Experience, however, shows that the various caste units and religious units in India have shown no inclination to sink their respective individualities in a larger whole. Each group is intensely jealous of its collective existence. The formation of the kind of moral consciousness which constitutes the essence of a nation in Renan's sense demands a price which the peoples of India are not prepared to pay. The unity of an Indian nation, therefore, must be sought, not in the negation, but in the mutual harmony and cooperation of the many. True statesmanship cannot ignore facts, however unpleasant they may be. The only practical course is not to assume the existence of a state of things which does not exist, but to

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

recognise facts as they are, and to exploit them to our greatest advantage. And it is on the discovery of Indian unity in this direction that the fate of India as well as of Asia really depends. India is Asia in miniature. Part of her people have cultural affinities with nations in the East, and part with nations in the middle and west of Asia. If an effective principle of cooperation is discovered in India it will bring peace and mutual goodwill to this ancient land which has suffered so long, more because of her situation in historic space than because of any inherent incapacity of her people. And it will at the same time solve the entire political problem of Asia.

It is, however, painful to observe that our attempts to discover such a principle of internal harmony have so far failed. Why have they failed? Perhaps, we suspect each other's intentions, and inwardly aim at dominating each other. Perhaps, in the higher interests of mutual cooperation, we cannot afford to part with monopolies which circumstances have placed in our hands, and conceal our egoism under the cloak of a nationalism, outwardly simulating a large-hearted patriotism, but inwardly as narrow-minded as a caste or a tribe. Perhaps, we are unwilling to recognize that each group has a right to free development according to its own cultural traditions. But whatever may be the causes of our failure, I still feel hopeful. Events seem to be tending in the direction of some sort of internal harmony. And as far as I have been able to read the Muslim mind, I have no hesitation in declaring that, if the principle that the Indian Muslim is entitled to full and free development on the lines of his own culture and tradition in his own Indian homelands is recognized as the basis of a permanent communal settlement, he will be ready to stake his all for the freedom of India. The principle that each group is entitled to free development on its own lines is not inspired by any feeling of narrow communalism. There are communalisms and communalisms. A community which is inspired by feeling of ill-will towards other communities is low and ignoble. I entertain the highest respect for the customs, laws, religious and social institutions of other communities. Nay, it is my duty, according to the teachings of the Quran, even to defend their places of worship if need be. Yet I love the communal group which is source of my life and behaviour;* and which has formed me what I am by giving me its religion, its literature, its thought, its culture, and thereby recreating its whole past, as a living operative factor, in my

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

present consciousness. Even the authors of the Nehru Report recognise the value of this higher aspect of communalism. While discussing the separation of Sind they say: "To say from the larger view-point of nationalism that no communal provinces should be created is, in a way, equivalent to saying from the still wider international viewpoint that there should be no separate nations. Both these statements have a measure of truth in them. But the staunchest internationalist recognises that without the fullest national autonomy it is extraordinarily difficult to create the international state. So also without the fullest cultural autonomy, and communalism in its better aspect is culture, it will be difficult to create a harmonious nation."

Muslim India within India

Communalism, in its higher aspect, then, is indispensable to the formation of a harmonious whole in a country like India. The units of Indian society are not territorial as in European countries. India is a continent of human groups belonging to different races, speaking different languages and professing different religions. Their behaviour is not at all determined by a common race consciousness. Even the Hindus do not form a homogeneous group. The principle of European democracy cannot be applied to India without recognising the fact of communal groups. The Muslim demand for the creation of a Muslim India within India is, therefore, perfectly justified. The resolution of the All-Parties Muslim Conference at Delhi is, to my mind, wholly inspired by this noble ideal of a harmonious whole which, instead of stiffling the respective individualities of its component wholes, affords them chances of fully working out the possibilities that may be latent in them. And I have no doubt that this house will emphatically endorse the Muslim demands embodied in this resolution. Personally I would go further than the demands embodied in it. I would like to see the Punjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single state. Self-Government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim state appears to me to be the final destiny of the Muslims at least of the North-West India. The proposal was put forward before the Nehru Committee. They rejected it on the ground that, if carried into effect,

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

it would give a very unwieldy state. This is true in so far as the area is concerned; in point of population the state contemplated by the proposal would be much less than some of the present Indian provinces. The exclusion of Ambala Division and perhaps of some districts where non-Muslims predominate, will make it less extensive and more Muslim in population - so that the exclusion suggested will enable this consolidated state to give a more effective protection to non-Muslim minorities within its area. The idea need not alarm the Hindus or the British. India is the greatest Muslim country in the world. The life of Islam as a cultural force in this country very largely depends on its centralisation in a specified territory. This centralisation of the most living portion of the Muslims of India whose military and police service has, notwithstanding unfair treatment from the British, made the British rule possible in this country, will eventually solve the problem of India as well as of Asia. It will intensify their sense of responsibility and deepen their patriotic feelings. Thus, possessing full opportunity of development within the body-politic of India, the North-West Indian Muslims will prove the best defenders of India against a foreign invasion, be that invasion the one of ideas or of bayonets. The Punjab with fifty-six per cent Muslim population supplies fifty-four per cent of the total combatant troops in the Indian Army, and if the nineteen thousand Gurkhas recruited from the independent state of Nepal are excluded, the Punjab contingent amounts to sixty two per cent of the whole Indian Army. This percentage does not take into account nearly six thousand combatants supplied to the Indian Army by the North-West Frontier Province and Baluchistan. From this you can easily calculate the possibilities of the North-West Indian Muslims in regard to the defence of India against foreign aggression. The Right Hon'ble Mr. Srinivasa Sastri thinks that the Muslim demand for the creation of autonomous Muslim states along with North-West border is actuated by a desire "to acquire means of exerting pressure in emergencies on the Government of India." I may frankly tell him that the Muslim demand is not actuated by the kind of motive he imputes to us; it is actuated by a genuine desire for free development which is practically impossible under the type of unitary government contemplated by the nationalist Hindu politicians with a view to secure permanent communal dominance in the whole of India.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Nor should the Hindus fear that the creation of autonomous Muslim states will mean the introduction of a kind of religious rule in such states. I have already indicated to you the meaning of the word religion, as applied to Islam. The truth is that Islam is not a church. It is state, conceived as a contractual organism long before Rousseau ever thought of such a thing, and animated by an ethical ideal which regards man not as an earth-rooted creature, defined by this or that portion of the earth, but as a spiritual being understood in terms of a social mechanism, and possessing rights and duties as a living factor in that mechanism. The character of a Muslim state can be judged from what the Times of India pointed out sometime ago in a leader on the Indian Banking Inquiry Committee. "In ancient India," the paper points out, "the state framed laws regulating the rates of interest; but in Muslim times, although Islam clearly forbids the realization of interest on money loaned, Indian Muslim states imposed no restrictions on such rates." I therefore demand the formation of a consolidated Muslim state in the best interests of India and Islam. For India it means security and peace resulting from the internal balance of power; for Islam an opportunity to rid itself of the stamp that Arabian Imperialism was forced to give it, to mobilize its law, its education, its culture, and to bring them into closer contact with its own original spirit and with the spirit of modern times.

Federal states

Thus it is clear that in view of India's infinite variety in climates, races, languages, creeds and social systems, the creation of autonomous states, based on the unity of language, race, history, religion and identity of economic interests, is the only possible way to secure a stable constitutional structure in India. The conception of federation underlying the Simon Report necessitates the abolition of the Central Legislative Assembly as a popular assembly, and makes it an assembly of the representatives of federal states. It further demands a redistribution of territory on the lines which I have indicated. And the Report does recommend both. I give my whole-hearted support to this view of the matter, and venture to suggest that the redistribution recommended in the Simon Report must fulfil two conditions. It must precede the introduction of the

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

new constitution, and must be so devised as to finally solve the communal problem. Proper redistribution will make the question of joint and separate electorates automatically disappear from the constitutional controversy of India. It is the present structure of the provinces that is largely responsible for this controversy. The Hindu thinks that separate electorates are contrary to the spirit of true nationalism, because he understands the word nation to mean a kind of universal amalgamation in which no communal entity ought to retain its private individuality. Such a state of things, however does not exist. Nor is it desirable that it should exist. India is the land of racial and religious variety. And to this, the general economic inferiority of the Muslims, their enormous debt, especially in the Punjab, and their insufficient majorities in some of the provinces as at present constituted, and you will begin to see clearly the meaning of our anxiety to retain separate electorates. In such a country and in such circumstances, territorial electorates cannot secure adequate representation of all interests, and must inevitably lead to the creation of an oligarchy. The Muslims of India can have no objection to purely territorial electorates if provinces are demarcated so as to secure comparatively homogeneous communities possessing linguistic, racial, cultural and religious unity.

Federation as understood in the Simon Report

But in so far as the question of the powers of the Central Federal States is concerned, there is a subtle difference of motive in the constitutions proposed by the Pandits of India and the Pandits of England. The Pandits of India do not disturb the central authority as it stands at present. All that they desire is that this authority should become fully responsible to the Central Legislature which they maintain intact, and where their majority will become further reinforced on the nominated element ceasing to exist. The Pandits of England, on the other hand, realizing that democracy in the centre tends to work contrary to their interests, and is likely to absorb the whole power now in their hands, in case a further advance is made towards responsible government, have shifted the experiment of democracy from the centre to the provinces. No doubt, they introduce the principle of federation and appear to have made a beginning by making certain proposals, yet their evaluation of this principle is determined by

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

considerations wholly different to those which determine its value in the eyes of Muslim India. The Muslims demand federation because it is pre-eminently a solution of India's most difficult problem i.e. the communal problem. The Royal Commissioners' view of federation, though sound in principle, does not seem to aim at responsible government for federal states. Indeed it does not go beyond providing means of escape from the situation which the introduction of democracy in India has created for the British, and wholly disregards the communal problem by leaving it where it was.

Thus it is clear that, in so far as real federation is concerned, the Simon Report virtually negatives the principle of federation in its true significance. The Nehru Report realizing Hindu majority in the Central Assembly reaches a unitary form of government because such an institution secures Hindu dominance throughout India; the Simon Report retains the present British dominance behind the thin veneer of an unreal federation, partly because the British are naturally unwilling to part with the power they have so long wielded, and partly because it is possible for them, in the absence of an inter-communal understanding in India, to make out a plausible case for the retention of that power in their own hands. To my mind a unitary form of Government is simply unthinkable in a self-governing India. What is called 'residuary powers' must be left entirely to self-governing states, the Central Federal State exercising only those powers which are expressly vested in it by the free consent of federal states. I would never advise the Muslims of India to agree to a system, whether of British or of Indian origin, which virtually negatives the principle of true federation, or fails to recognize them as a distinct political entity.

Federal scheme as discussed in the Round Table Conference

The necessity for a structural change in the Central Government was seen probably long before the British discovered the most effective means for introducing this change. That is why at a rather late stage it was announced that the participation of the Indian Princes in the Round Table Conference was essential. It was a kind of surprise to the people of India, particularly the minorities, to see the Indian Princes dramatically expressing their willingness at

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

the Round Table Conference to join an All-India Federation and, as a result of their declaration, Hindu delegates - uncompromising advocates of a unitary form of government - quietly agreeing to the evolution of a federal scheme. Even Mr. Sastri who, only a few days before, had severely criticised Sir John Simon for recommending a federal scheme for India, suddenly became a convert and admitted his conversion in the plenary session of the Conference - thus offering the Prime Minister of England an occasion for one of his wittiest observations in his concluding speech. All this has a meaning both for the British who have sought the participation of the Indian Princes, and the Hindus who have unhesitatingly accepted the evolution of an All-India Federation. The truth is that the participation of the Indian Princes - among whom only a few are Muslims - in a federation scheme serves a double purpose. On the one hand it serves as an all-important factor in maintaining the British power in India practically as it is, on the other hand it gives overwhelming majority to the Hindus in an All-India Federal Assembly. It appears to me that the Hindu-Muslim differences regarding the ultimate form of the Central Government are being cleverly exploited by British politicians through the agency of the Princes who see in the scheme prospects of better security for their despotic rule. If the Muslims silently agree to any such scheme it will simply hasten their end as a political entity in India. The policy of the Indian Federation, thus created, will be practically controlled by Hindu Princes forming the largest group in the Central Federal Assembly. They will always lend their support to the Crown in matters of Imperial concern; and in so far as internal administration of the country is concerned they will help in maintaining and strengthening the supremacy of the Hindus. In other words the scheme appears to be aiming at a kind of understanding between Hindu India and the British Imperialism - you perpetuate me in India, and I in return give you a Hindu oligarchy to keep all other Indian communities in perpetual subjection. If therefore the British Indian provinces are not transformed into really autonomous states, the Princes' participation in a scheme of Indian federation will be interpreted only as a dexterous move on the part of British politicians to satisfy, without parting with any real power, all parties concerned - Muslims with the word federation, Hindus with a majority in the centre, and British Imperialists - whether Tory or Labourite - with the substance of real power.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

The number of Hindu States in India is far greater than Muslim states; and it remains to be seen how the Muslim demand for 33 per cent seats in the Central Federal Assembly is to be met within a House or Houses constituted of representatives taken from British India as well as Indian states. I hope the Muslim delegates are fully aware of the implications of the federal scheme as discussed in the Round Table Conference. The question of Muslim representation in the proposed All-India Federation has not yet been discussed. "The interim report," says Renter's summary, "contemplates two chambers in the Federal Legislature - each containing representatives both of British India and States, the proportion of which will be a matter of subsequent consideration under the heads which have not yet been referred to the Sub-Committee." In my opinion the question of proportion is of the utmost importance, and ought to have been considered simultaneously with the main question of the structure of the Assembly.

The best course, I think, would have been to start with a British Indian Federation only. A federal scheme born of an unholy union between democracy and despotism cannot but keep British India in the same vicious circle of a unitary Central Government. Such a unitary form may be of the greatest advantage to the British, to the majority community in British India and to the Indian Princes; it can be of no advantage to the Muslims unless they get majority rights in five out of eleven Indian Provinces with full residuary powers, and one-third share of seats in the total House of the Federal Assembly. In so far as the attainment of sovereign powers by the British Indian Provinces is concerned the position of H.H. the Ruler of Bhopal, Sir Akbar Hydari and Mr. Jinnah is unassailable. In view, however, of the participation of the Princes in the Indian Federation we must now see our demand for representation in the British Indian Assembly in a new light. The question is not one of Muslim share in a British Indian Assembly, but one which relates to representation of British Indian Muslims in an All-India Federal Assembly. Our demand for 33 per cent must now be taken as a demand for the same proportion in the All-India Federal Assembly exclusive of the share allotted to the Muslim states entering the Federation.

The problem of defence

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

The other difficult problem which confronts the successful working of a federal system in India is the problem of India's defence. In their discussion of this problem the Royal Commissioners have marshalled all the deficiencies of India in order to make out a case for Imperial administration of the army. "India and Britain," say the Commissioners, "are so related that India's defence cannot now or in any future which is within sight, be regarded as a matter of purely Indian concern. The control and direction of such an army must rest in the hands of agents of the Imperial Government. Now, does it necessarily follow from this that further progress towards the realization of responsible Government in British India is barred until the work of defence can be adequately discharged without the help of British officers and British troops? As things are, there is a block on the line of constitutional advance. All hopes of evolution in the Central Government towards the ultimate goal described in the declaration of 20th August 1917 are in danger of being indefinitely frustrated if the attitude illustrated by the Nehru Report is maintained that any future change involves the putting of the administration of the army under the authority of an elected Indian Legislature." Further to fortify their argument they emphasise the fact of competing religions and rival races of widely different capacity, and try to make the problem look insoluble by remarking that "the obvious fact, that India is not, in the ordinary and natural sense, a single nation is nowhere made more plain than in considering the difference between the martial races of India and the rest." These features of the question have been emphasised in order to demonstrate that the British are not only keeping India secure from foreign menace but are also the "neutral guardians of internal security." However, in federated India, as I understand federation, the problem will have only one aspect, i.e. external defence. Apart from provincial armies necessary for maintaining internal peace, the Indian Federal Congress can maintain, on the North-West Frontier, a strong Indian Frontier Army, composed of units recruited from all provinces and officered by efficient and experienced military men taken from all communities. I know that India is not in possession of efficient military officers, and this fact is exploited by the Royal Commissioners in the interest of an argument for Imperial administration. On this point I cannot but quote another passage from the Report which, to my mind, furnishes the best argument against the position taken up by the

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Commissioners. "At the present moment," says the Report, "no Indian holding the King's Commission is of higher army rank than a captain. There are, we believe, 39 captains of whom 25 are in ordinary regimental employ. Some of them are of an age which would prevent their attaining much higher rank, even if they passed the necessary examination before retirement. Most of these have not been through Sandhurst, but got their Commissions during the Great War. Now, however genuine may be the desire, and however earnest the endeavour to work for this transformation the overriding conditions so forcibly expressed by the Skeen Committee (whose members, apart from the Chairman and the Army Secretary, were Indian gentlemen) in the words, "Progress... must be contingent upon success being 'secured at each stage and upon military efficiency being maintained throughout must in any case render such development measured and slow. A higher command cannot be evolved at short notice out of existing cadres of Indian officers, all of junior ranks and limited experience. Not until the slender trickle of suitable Indian recruits for the officer class - and we earnestly desire an increase in their numbers - flows in much greater volume, not until sufficient Indians have attained the experience and training requisite to provide all the officers for, at any rate, some Indian regiments, not until such units have stood the only test which can possibly determine their efficiency, and not until Indian officers have qualified by a successful army career for high command, will it be possible to develop the policy of Indianisation to a point which will bring a completely Indianised army within sight. Even then years must elapse before the process could be completed."

Now I venture to ask who is responsible for the present state of things? Is it due to some inherent incapacity of our martial races or to the slowness of the process of military training? The military capacity of our martial races is undeniable. The process of military training may be slow as compared to other processes of human training. I am no military expert to judge this matter. But as a layman I feel that the argument, as stated, assumes the process to be practically endless. This means perpetual bondage for India, and makes it all the more necessary that the Frontier Army, as suggested by the Nehru Report, be entrusted to the charge of a committee of defence the personnel of which may be settled by mutual understanding.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Again it is significant that the Simon Report has given extraordinary importance to the question of India's land frontier, but has made only passing references to its naval position. India has doubtless had to face invasions from her land frontier; but it is obvious that her present masters took possession of her on account of her defenceless sea coast. A self-governing and free India, will, in these days have to take greater care of her sea coast than her land frontiers.

I have no doubt that if a Federal Government is established, Muslim federal states will willingly agree, for purposes of India's defence, to the creation of neutral Indian military and naval forces. Such a neutral military force for the defence of India was a reality in the days of Mughal Rule. Indeed in the time of Akbar the Indian frontier was, on the whole, defended by armies officered by Hindu generals. I am perfectly sure that the scheme of a neutral Indian army, based on a federated India, will intensify Muslim patriotic feeling, and finally set at rest the suspicion, if any, of Indian Muslims joining Muslims from beyond the frontier in the event of any invasion.

The alternative

I have thus tried briefly to indicate the way in which the Muslims of India ought, in my opinion, to look at the two most important constitutional problems of India. A redistribution of British India, calculated to secure a permanent solution of the communal problem, is the main demand of the Muslims of India. If, however, the Muslim demand of a territorial solution of the communal problem is ignored, then I support, as emphatically as possible, the Muslim demands repeatedly urged by the All-India Muslim League and the All-India Muslim Conference. The Muslims of India cannot agree to any constitutional changes which affect their majority rights, to be secured by separate electorates, in the Punjab and Bengal, or fail to guarantee them 33 per cent representation in any Central Legislature. There were two pitfalls into which Muslim political leaders fell. The first was the repudiated Lucknow Pact which originated in a false view of Indian nationalism, and deprived the Muslims of India from chances of acquiring any political power in India. The second is the narrow-visioned sacrifice of Islamic solidarity in the interest of what may be called Punjab Ruralism resulting in a proposal which virtually reduces the

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Punjab Muslims to a position of minority. It is the duty of the League to condemn both the Pact and the proposal.

The Simon Report does great injustice to the Muslims in not recommending a statutory majority for the Punjab and Bengal. It would either make the Muslims stick to the Lucknow Pact or agree to a scheme of joint electorates. Despatch of the Government of India on the Simon Report admits that since the publication of that document the Muslim community has not expressed its willingness to accept any of the alternatives proposed by the Report. The despatch recognizes that it may be a legitimate grievance to deprive the Muslims in the Punjab and Bengal of representation in the councils in proportion to their population merely because of weightage allowed to Muslim minorities elsewhere. But the despatch of the Government of India fails to correct the injustice of the Simon Report. In so far as the Punjab is concerned - and this is the most crucial point - it endorses the so-called 'carefully balanced scheme' worked out by the official members of the Punjab Government which gives the Punjab Muslims a majority of two over the Hindus and Sikhs combined, and a proportion of 49 per cent of the Houses as a whole. It is obvious that the Punjab Muslims cannot be satisfied with less than a clear majority in the total House. However, Lord Irwin and his Government do recognize that the justification for communal electorates for majority communities would not cease unless a two-third majority of the Muslim members in a provincial council unanimously agree to surrender the right of separate representation. I cannot however understand why the Government of India, having recognized the legitimacy of Muslim grievance, have not had the courage to recommend a statutory majority for the Muslims in the Punjab and Bengal.

Nor can the Muslims of India agree to any such changes which fail to create at least Sind as a separate province and treat the North-West Frontier Province as a province of inferior political status. I see no reason why Sind should not be united with Baluchistan and turned into a separate province. It has nothing in common with the Bombay Presidency. In point and civilization the Royal Commissioners find it more akin to Mesopotamia and Arabia than India. The Muslim geographer Mas'udi noticed this kinship long ago when he said, "Sind is a country nearer to the dominions of Islam." The first Omayyad

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ruler is reported to have said of Egypt: "Egypt has her back towards Africa and face towards Arabia." With necessary alterations the same remark describes the exact situation of Sind. She has her back towards India and face towards Central Asia. Considering further the nature of her agricultural problems which can invoke no sympathy from the Bombay Government, and her infinite commercial possibilities, dependent on the inevitable growth of Karachi into a second metropolis of India, it is unwise to keep her attached to a Presidency which, though friendly to-day, is likely to become a rival at no distant period. Financial difficulties, we are told, stand in the way of separation. I do not know of any definite authoritative pronouncement on the matter. But, assuming there are any such difficulties, I see no reason why the Government of India should not give temporary financial help to a promising province in her struggle for independent progress.

As to the North-West Frontier Province, it is painful to note that the Royal Commissioners have practically denied that the people of this province have any right to reform. They fall far short of the Bray Committee, and the council recommended by them is merely a screen to hide the autocracy of the Chief Commissioner. The inherent right of the Afghan to light a cigarette is curtailed merely because he happens to be living in a powder house. The Royal Commissioners' epigrammatic argument is pleasant enough, but far from convincing. Political reform is light, not fire; and to light every human being is entitled whether he happens to live in a powder house or a coal mine. Brave, shrewd and determined to suffer for his legitimate aspirations, the Afghan is sure to resent any attempt to deprive him of opportunities of full self-development. To keep such a people contented is in the best interest of both England and India. What has recently happened in that unfortunate province is the result of a step-motherly treatment shown to the people since the introduction of the principle of self-government in the rest of India. I only hope that the British statesmanship will not obscure its view of the situation by hoodwinking itself into the belief that the present unrest in the province is due to any extraneous causes.

The recommendation for the introduction of a measure of reform in the N.W.F.P. made in the Government of India's despatch is also unsatisfactory. No doubt the despatch goes further than the Simon Report in recommending a sort

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

of representative Council and a semi-representative cabinet, but it fails to treat this important Muslim province on an equal footing with the other Indian Provinces. Indeed the Afghan is, by instinct, more fitted for democratic institutions than any other people in India.

Round Table Conference

I think I am now called upon to make a few observations on the Round Table Conference. Personally, I do not feel optimistic as to the results of this conference. It was hoped that away from the actual scene of the communal strife, and in a changed atmosphere, better councils would prevail; and a genuine settlement of the differences between the two major communities of India would bring India's freedom within sight. Actual events, however, tell a different tale. Indeed the discussion of the communal question in London has demonstrated, more clearly than ever, the essential disparity between the two great cultural units of India. Yet the Prime Minister of England apparently refuses to see that the problem of India is international and not national. He is reported to have said that "his Government would find it difficult to submit to Parliament proposals for the maintenance of separate electorates, since joint electorate were much more in accordance with British democratic sentiments." Obviously he did not see that the model of British democracy cannot be of any use in a land of many nations; and that a system of separate electorates is only a poor substitute for a territorial solution of the problem. Nor is the Minorities Sub-Committee likely to reach a satisfactory settlement. The whole question will have to go before the British Parliament; and we can only hope that the keen sighted representatives of the British nation, unlike most of our Indian politicians will be able to pierce through the surface of things and see clearly the true fundamentals of peace and security in a country like India. To base a constitution on the concept of a homogenous India, or to apply to India principles dictated by British democratic sentiments, is unwittingly to prepare her for a civil war. As far as I can see, there will be no peace in the country until the various people that constitute India are given opportunities of free self-development on modern lines without abruptly breaking with their past.

I am glad to be able to say that our Muslim delegates fully realize the importance of a proper solution of what I call India's international problem.

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

They are perfectly justified in pressing for a solution of the communal question before the question of responsibility in the Central Government is finally settled. No Muslim politician should be sensitive to the taunt embodied in that propaganda word - communalism - expressively devised to exploit what the Prime Minister calls the British democratic sentiment, and to mislead England into assuming a state of things which does not really exist in India. Great interests are at stake. We are seventy million, and far more homogenous than any other people in India. Indeed, the Muslims of India are the only Indian people who can fitly be described as a nation in the modern sense of the word. The Hindus, though ahead of us in almost all respects, have not yet been able to achieve the kind of homogeneity which is necessary for a nation and which Islam has given you as a free gift. No doubt they are anxious to become a nation but the process of becoming a nation is a kind of travail, and in the case of Hindu India, involves a complete overhauling of her social structure. Nor should the Muslim leaders and politicians allow themselves to be carried away by the subtle but fallacious argument that Turkey and Persia and other Muslim countries are progressing on national i.e. territorial lines. The Muslims of India are differently situated. The countries of Islam outside India are practically wholly Muslim in population. The minorities there belong, in the language of the Quran, to the 'people of the Book. There are no social barriers between Muslims and the 'people of the Book.' A Jew or Christian or a Zoroastrian does not pollute the food of a Muslim by touching it, and the Law of Islam allows intermarriage with the 'people of the Book.' Indeed the first practical step that Islam took towards the realization of a final combination of humanity was to call upon peoples possessing practically the same ethical ideal to come forward and combine. The Quran declares, "O people of the Book! Come let us join together on the 'word' (Unity of God), that is common to us all." The wars of Islam and Christianity, and, later, European aggression in its various forms, could not allow the infinite meaning of this verse to work itself out in the world of Islam. Today it is being gradually being realized in the countries of Islam in the shape of what is called Muslim Nationalism.

It is hardly necessary for me to add that the soul test of the success of our delegates is the extent to which they are able to get the non-Muslim delegates of the Conference to agree to our demands as embodied in the Delhi Resolution. If

(c) 2014, Iqbal Academy/ Pakistan (www.allamaiqbal.com)

these demands are not agreed to, then a question of a very great and far-reaching importance will arise for the community. Then will arrive the moment for an independent and concerted political action by the Muslims of India. If you are at all serious about your ideals and aspirations you must be ready for such an action. Our leading men have done a good deal of political thinking, and their thought has certainly made us, more or less, sensitive to the forces which are now shaping the destinies of peoples in India and outside India. But I ask, has this thinking prepared us for the kind of action demanded by the situation which may arise in the near future? Let me tell you frankly that, at the present moment, the Muslims of India are suffering from two evils. The first is the want of personalities. Sir Malcolm Hailey and Lord Irvin were perfectly correct in their diagnosis when they told the Aligarh University that the community had failed to produce leaders. By leaders I mean men who, by Divine gift or experience, possess a keen perception of the spirit and destiny of Islam, along with an equally keen perception of the trend of modern history. Such men are really the driving forces of a people, but they are God's gift and cannot be made to order. The second evil from which the Muslims of India are suffering is that the community is fast losing what is called the herd-instinct. This makes it possible for individuals and groups to start independent careers without contributing to the general thought and activity of the community. We are doing today in the domain of politics what we have been doing for centuries in the domain of religion. But sectional bickerings in religion do not much harm to our solidarity. They at least indicate an interest in what makes the sole principle of our structure as a people. Moreover, this principle is so broadly conceived that it is almost impossible for a group to become rebellious to the extent of wholly detaching itself from the general body of Islam. But diversity in political action, at a moment when concerted action is needed in the best interest of the very life of our people, may prove fatal. How shall we, then, remedy these two evils? The remedy of the first evil is not in our hands. As to the second evil I think it is possible to discover a remedy. I have got definite views on the subject; but I think it is proper to postpone their expression till the apprehended situation actually arises. In case it does arise leading Muslims of all shades of opinion will have to meet together, not to pass resolutions, but finally to determine the Muslim attitude and to show the path to tangible

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

achievement. In this address I mentioned this alternative only because I wish that you may keep it in mind, and give some serious thought to it in the meantime.

The conclusion

Gentlemen, I have finished. In conclusion I cannot but impress upon you that the present crisis in the history of India demands complete organisation and unity of will and purpose in the Muslim community, both in your own interest as a community, and in the interest of India as a whole. The political bondage of India has been and is a source of infinite misery to the whole of Asia. It has suppressed the spirit of the East, and wholly deprived her of that joy of self-expression which once made her the creator of a great and glorious culture. We have a duty towards India where we are destined to live and die. We have a duty towards Asia, especially Muslim Asia. And since 70 millions of Muslims in a single country constitute a far more valuable asset to Islam than all the countries of Muslim Asia put together, we must look at the Indian problem not only from the Muslim point of view but also from the standpoint of the Indian Muslim as such. Our duty towards Asia and India cannot be loyally performed without an organised will fixed on a definite purpose. In your own interest, as a political entity among other political entities of India, such an equipment is an absolute necessity. Our disorganized condition has already confused political issues vital to the life of the community. I am not hopeless of an intercommunal understanding but I cannot conceal from you the feeling that in the near future our community may be called upon to adopt an independent line of action to cope with the present crisis and an independent line of political action, in such a crisis, is possible only to a determined people, possessing a will focalised by a single purpose. Is it possible for you to achieve the organic wholeness of a unified will? Yes, it is. Rise above sectional interests and private ambitions, and learn to determine the value of your individual and collective action, however directed on material ends, in the light of the ideal which you are supposed to represent. Pass from matter to spirit. Matter is diversity; sprit is light, life and unity. One lesson I have learnt from the history of Muslims. At critical moments in their history it is Islam that has saved Muslims and not vice versa. If today

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

you focus your vision on Islam and seek inspiration from the ever-vitalising idea embodied in it, you will be only reassembling your scattered forces, regaining your lost integrity, and thereby saving yourself from total destruction. One of the profoundest verses in the Holy Quran teaches us that the birth and rebirth of the whole of humanity is like the birth and rebirth of a single individual. Why cannot you who, as a people, can well claim to be the first practical exponent of this superb conception of humanity, live and move and have your being as a single individual? I do not mystify anybody when I say that things in India are not what they appear to be. The meaning of this, however, will dawn upon you only when you have achieved a real collective ego to look at them. In the words of the Quran, "Hold fast to yourself; no one who erreth can hurt you, provided you are well-guided." (5:104)

☆

مسلم لیگی کارکن سید حسن ریاض وہاں موجود تھے۔ اقبال کے خطبہ صدارت کے بارے میں محسوس کیا:

تاریخ کا ایک گم شدہ صفحہ نکال کر اُنہوں نے مسلمانوں کے سامنے رکھ دیا اور اُس مستقبل کی طرف رہنمائی کی جو پیدا ہونے والا تھا یعنی ان مغربی اور شمالی صوبوں میں اپنی آزاد حکومت قائم کریں جہاں اُن کی اکثریت ہے۔ اُن کے خطبۂ صدارت کے ساتھ ہی اہلِ فکر مسلمانوں کی نظروں کے سامنے پریشاں خیالی کے وہ پردے ہٹ گئے جو اُن کے اور آئندہ نصب العین کے درمیان حائل تھے۔

سید حسن ریاض (۱۹۷۰/۱۹۶۷) پاکستان ناگزیر تھا۔ مطبوعہ شعبہ تالیف و تصنیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی (۱۹۹۲) ص ۱۸۰

حسن ریاض اس خطبے کا علی گڑھ تحریک کے ساتھ تسلسل محسوس کیے بغیر بھی نہ رہ سکے۔ "سرسید کے زمانے میں انگریز اپنا تسلط قائم کر رہے تھے،" اُن کا کہنا ہے۔ "اُس وقت کسی کو یہ توقع نہیں ہوسکتی تھی کہ وہ کبھی اس ملک کی سلطنت سے دست بردار ہوں گے۔ اس لیے سرسید نے مسلمانوں کی جداگانہ قومیت کی حقیقت کا ذکر مقابلے کے امتحانوں، مجالس واضعانِ قانون اور لوکل سیلف گورنمنٹ کے اداروں میں ان کے حقوق کے جداگانہ تعین اور تحفظ کے سلسلے میں کیا۔ محسن الملک اور وقار الملک کے زمانے میں بھی اس کے کوئی آثار نہیں تھے کہ انگریز ہندوستان سے

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جائیں گے لہٰذا اُس وقت صرف جداگانہ انتخاب اور تعدادِ نیابت میں توازن پر زور رہا۔ اقبال کے زمانے میں صوبائی خودمختاری یقینی ہو چکی تھی اور کامل آزادی کا مطالبہ زبانوں پر تھا اس لیے انہوں نے شمال مغرب میں مسلم اکثریت کے صوبوں کی متحدہ ریاست کا خیال پیش کیا...''

❁ سید حسن ریاض (۱۹۷۰/۱۹۶۷) پاکستان ناگزیر تھا۔ مطبوعہ شعبہ تالیف و تصنیف و ترجمہ، کراچی یونیورسٹی، کراچی (۱۹۹۲) ص ۲۴۹

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بلا تاریخ واقعات

☆

وسیمہ کا بیان ہے، ''ایک روز چچی جان [سردار بیگم] اور میں نے کھانا وغیرہ پکانے کی تیاری شروع ہی کی تھی کہ چچا جان باورچی خانے میں تشریف لے آئے اور فرمایا، 'آج مجھے ذرا جلد کچہری پہنچنا ہے، اِس لیے کھانا جلدی تیار کر دیں۔' چچی جان نے یوں ہی کہہ دیا کہ بس ابھی تیار ہوا چاہتا ہے تو چچا جان بولے، 'اچھا میں یہیں بیٹھ کر اِنتظار کرتا ہوں'، اور وہ وہیں باورچی خانے کے دروازے کے قریب چارپائی پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ اب ہم دونوں کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، جتنی جلدی کی کوشش کریں اُتنی ہی دیر ہوتی جائے۔ کافی دیر کے بعد چچا جان نے پھر کھانے کے متعلق دریافت کیا۔ چچی جان نے آہستہ سے ڈرتے ڈرتے کہا کہ بس جی ابھی تیار ہوا چاہتا ہے۔ وہ پھر سر جھکا کر بحرِ فکر میں غوطہ زن ہو گئے۔ اِسی طرح تقریباً گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا اور تب اُنہیں کھانا ملا، مگر اُنہوں نے کسی قسم کی خفگی یا برہمی کا اظہار نہ کیا۔ خاموشی سے کھانا تناول فرمایا اور چلے گئے اور ہماری جان میں جان آئی۔''

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۳۱-۳۰، وسیمہ مبارک کی روایت

☆

اقبال ہمیشہ کی طرح اب بھی پنجابی سیالکوٹ کے محاورے اور تلفظ کے ساتھ ہی بولتے تھے۔ ایک دن گھریلو ملازمہ سے کہا، ''اندر سے کرتی لے آؤ۔'' سیالکوٹ میں واسکٹ اِس کا مطلب واسکٹ اور لاہور میں زنانہ قمیص ہوتا تھا۔ ملازمہ زنانہ قمیص لے آئی۔ سردار بیگم نے کہا، ''اب تو یہ سیالکوٹی بولی چھوڑ دیجیے۔'' اقبال نے جواب دیا، ''جب آپ اپنی لاہوری زبان نہیں چھوڑ سکتیں تو آخر میں کیوں اپنی مادری زبان بھول جاؤں!''

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۳۳۔ وسیمہ مبارک کی روایت ہے۔

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

صحن میں کھیلتے ہوئے جاوید ٹھوکر کھا کر منہ کے بل گرے۔ ہونٹ کٹ گیا۔ خون بہنے لگا۔ اقبال پہنچ گئے۔ چند لمحوں تک گم سم کھڑے دیکھتے رہے۔ پھر قدم ڈگمگائے اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔

❁ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۳۸۔ وسیمہ مبارک کی روایت

☆

''جس دن وہ روزہ رکھ لیتے تو کمزوری کی وجہ سے گھبرا جاتے،'' وسیمہ مبارک نے اقبال کے بارے میں بیان کیا ہے۔ ''تھوڑی تھوڑی دیر بعد پوچھتے کہ اب افطاری میں کتنا وقت باقی ہے؟ جب چچی جان [سردار بیگم] بتاتیں کہ ابھی تو آدھا وقت بھی نہیں گزرا تو فرماتے، 'خدا جانے روزے طویل ہو گئے ہیں یا پھر مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں رہی،' عصر کے وقت علی بخش کو حقہ تازہ کرنے کا حکم مل جاتا اور افطاری کے بعد سب سے پہلے حقہ پیتے۔''

جاوید کو سحری کھانے کا شوق تھا۔ ''اگر کسی روز چچی جان منع کرتیں تو کہتے، 'نہیں میں ضرور اٹھوں گا۔ رات کو جب سحری سوں سوں کر کے توے پر ناچتی ہے تو بڑا لطف آتا ہے،'' وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ ''سحری کے ناچنے کی اختراع اُس نے پراٹھا پکنے کی آواز سے بنالی تھی۔''

❁ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۴۰-۳۹۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا ہے۔

وسیمہ مبارک بیگم کا بیان ہے کہ اقبال نے سنا تھا کہ نظام دکن کے کسی قیمتی ہیرے کی تعریف سنی تھی۔ ملاقات ہوئی تو اُسے دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ ''نظام دکن نے فوراً ہیرا منگوا کر دِکھایا۔ وہ اکثر اُس ہیرے کی چمک، وزن اور حُسن کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔'' ❁ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۴۵۔

☆

میکلوڈ روڈ والی کوٹھی کے ڈرائنگ روم میں محفل جمی ہوئی تھی اور اقبال سفر کے حالات بیان کر رہے تھے۔ مہاراجہ کشن پرشاد کے یہاں رات کے کھانے کی دعوت اور اُس کے بعد ناچ گانے کی محفل اور شراب کے جام کا ذِکر آیا تو کسی نے پوچھا، ''آپ نے بھی شوق فرمایا؟'' اقبال نے فوراً بڑے نرم لہجے میں کہا، ''نہیں بھائی! میں محفل سے اُٹھ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

گیا کیونکہ سب جانتے ہیں کہ میں نے کبھی شراب نہیں پی۔"

"چچی جان [سردار بیگم] اور میں اُس وقت ملحقہ کمرے میں تھیں،" وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ "دونوں کمروں کے درمیان ایک دروازہ تھا جس سے بند ہونے کے باوجود تمام گفتگو بآسانی سنی جا سکتی تھی۔"

❁ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۱۲۵-۱۲۴۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے سن کر لکھا۔

☆

سردار بیگم اور وسیمہ مبارک کو انگریزی سیکھنے کا شوق ہوا اور قاعدہ منگوا کر وسیمہ کے بھائی مختار سے سبق لینا شروع کیا۔ "چچی جان بلند آواز سے ہل ہل کر C-A-T اور R-A-T کا وِرد کر رہی تھیں کہ چچا جان [اقبال] تشریف لے آئے،" وسیمہ مبارک کا بیان ہے۔ دونوں محو تھیں، خبر نہ ہوئی۔ اقبال نے قریب آ کر کہا، "اوہوں، آج تو یہاں انگریزی مدرسہ لگا ہوا ہے۔" پھر مسکرا کر اپنا شعر پڑھا:

لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی
ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ

سردار بیگم نے جواب دیا کہ گھر پر معمولی شد بد حاصل کر لینے میں کیا برائی ہے تو اقبال نے کہا، "اچھا بابا! اچھا۔" اُن کے پوچھنے پر سردار بیگم نے بتایا کہ مختار تھوڑا ابتا دیتا ہے تو اقبال نے کہا، "اگر چاہو تو میں بھی بتانے کے لے تیار ہوں۔"

❁ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۷۲-۷۱۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔

☆

ایک سوامی جی اقبال کے پاس آ کر کوٹھی کے مہمان خانے میں کئی کئی روز ٹھہرا کرتے تھے۔ منہ سر منڈا ہوتا، لنگوٹی باندھ کر قیمتی دھسا اوڑھے رکھتے لیکن کبھی کبھی گیروے رنگ کے کپڑے بھی پہنتے تھے۔ اقبال نے خاص ہدایت کر رکھی تھی کہ جو شخص گوشت والی ہنڈیا پکا رہا ہو وہ سوامی جی کے برتنوں کو ہاتھ نہ لگائے۔

وسیمہ مبارک کی بڑی بہن عنایت سوامی جی کے کھانے میں گوشت کے سالن والا چمچ چلا کر بہت خوش ہوتی تھیں اور کہتی تھیں، "برا آیا گوشت سے پرہیز کرنے والا۔ اب تو کھائے گا ناں! رہنا مسلمانوں کے ہاں اور کرنا

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

گوشت سے پرہیز۔ ہونہہ!"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۷۲۔

☆

اقبال نے عنایت کا نام "دلشاد" رکھ دیا تھا کیونکہ سیالکوٹ سے خط لکھتے ہوئے ہمیشہ اِن الفاظ سے شروع کرتی تھیں، "آپ کا خط ملا، پڑھ کر دل شاد ہوا۔"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۷۳۔

☆

سردار بیگم سیالکوٹ میں تھیں۔ اقبال کا خط آیا تو اُن کے لیے ایک پہیلی درج تھی اور لکھا تھا کہ وہ نہ بوجھ سکیں تو سب کو مٹھائی کھلائیں:

وہ ایسی پارسا ہے ہر قدم سجدے میں رہتی ہے
زباں خاموش رکھتی ہے مگر ہر بات کہتی ہے

سردار بیگم نہ بوجھ سکیں اور سب نے مٹھائی کھائی۔ صحیح جواب قلم تھا۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۷۳۔

☆

اقبال نے شامی کباب کھا کر تعریف کی تو سردار بیگم نے بتایا، "آج ہماری سیما نے کباب تیار کیے ہیں۔" اقبال نے وسیمہ سے کہا، "شاباش سیما! شاباش! تم تو اپنی اُستاد سے بھی نمبر لے گئیں۔"

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۷۶۔

☆

کسی حکیم دوست نے کئی قسم کے مربہ جات چینی کے مرتبانوں میں بھجوائے تھے۔ اقبال نے باغیچے میں گڑھا کھدوا کر سب وہاں دفن کروا دیے۔ نجانے کیا شک گزرا تھا۔

خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص ۸۳۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

وسیمہ مبارک کئی دفعہ اقبال کی غیر موجودگی میں کی تلاشی بھی لیا کرتی تھیں کہ کوئی ایسی کتاب مل جائے جو ابھی پڑھی نہ ہو۔

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۴۸۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کی۔

☆

اقبال نے کسی کی ضیافت کی جس میں نواب ذوالفقار علی خاں بھی مدعو تھے۔ کھانے حسبِ معمول سردار بیگم نے پکائے تھے۔ سب نے کھانوں کی تعریف کی مگر سمجھا کہ اقبال نے کسی ماہر باورچی کی خدمات حاصل کی ہوں گی۔

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۷۰۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔

☆

نواب ذوالفقار علی خاں نے کسی تقریب کا اہتمام کیا تھا۔ اقبال سے اُس باورچی کا پتہ دریافت کیا جس نے دعوت میں کھانا تیار کیا تھا۔ ''بھائی میں تو غریب آدمی ہوں،'' اقبال نے جواب بھجوایا۔ ''کھانا وغیرہ میری بیگم خود ہی پکاتی ہیں۔''

سردار بیگم کو یہ واقعہ سناتے ہوئے کسی کا مشہور مصرع پڑھا:

کہتی ہے تجھ کو خلقِ خدا غائبانہ کیا

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۷۱۔ مصنف نے اپنی والدہ وسیمہ مبارک سے روایت کیا۔

☆

گردے کے درد میں ڈاکٹروں نے کھانے کے بعد برانڈی کا ایک پیگ تجویز کیا۔ اقبال نے اِنکار کرتے ہوئے کہا، ''قیامِ یورپ کے دوران بھی جس چیز کو میں نے کبھی منہ نہیں لگایا، اب اِس معمولی سی تکلیف سے بچنے کے لیے کیسے استعمال کر سکتا ہوں، اور میں تو موت سے بچنے کے لیے بھی کسی حرام چیز کا سہارا لینے کا روادار نہیں ہو سکتا۔''

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۱۲۵۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

گورنمنٹ کالج میں فلسفے کے پروفیسر جی سی چیٹر جی بھی کسی وقت اقبال سے متعارف ہوئے۔ ''سب سے پہلے اور سب سے زیادہ میں اُن کی غیر معمولی سادگی سے متاثر ہوا،'' بعد میں چیٹر جی نے لکھا۔

﴾ اقبال نامہ مرتبہ چراغ حسن حسرت، ص۹۶۔ حوالہ: خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۱۴۳۔

☆

گردے میں درد اُٹھا تھا۔ خواب گاہ کے پیچھے والے کمرے میں گرمی کی تپش کم پہنچتی تھی۔ فرش پر خوب پانی ڈلوا کر اقبال اُس کمرے میں آرام کرنے لگے۔ دفتر جاتے ہوئے غلام رسول مہر بھی مزاج پرسی کے لیے پہنچے۔

''مہر صاحب! تکلیف انسان پر اُس کے نفس کی طرف سے آتی ہے یا اللہ کی طرف سے؟'' اقبال نے پوچھا۔

ایک اور صاحب جو مہر کے بعد آئے تھے، بول اُٹھے، ''ڈاکٹر صاحب! سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔''

''پہلے چیخ نکلی،'' مہر کا بیان ہے۔ ''پھر روتے روتے کہتے جاتے کہ اگر یہ تکلیف اللہ کی طرف سے ہے تو میری توبہ، میری توبہ، میں نے کیوں شکوہ کیا؟'' طبیعت معمول پر آنے پر پانچ سات منٹ صرف ہو گئے۔''

﴾ خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸–۱۹۷۱)، پیش لفظ از مولانا غلام رسول مہر، ص[قدیم: ۲۸–۲۷]

☆

''ایک روز مجھے فرصت تھی اور میں صبح ہی اُن کی خدمت میں پہنچ گیا،'' مہر کا بیان ہے۔ ''جب میں اجازت لے کر اُٹھا تو گیارہ گھنٹے گزر چکے تھے۔ دوپہر کا کھانا بھی وہیں کھایا۔ اس اثنا میں کرسیاں تو اِدھر اُدھر کھسکاتے رہے، لیکن اُٹھے نہیں اور اتفاق یہ کہ اُس روز کوئی ملاقاتی بھی صحبت میں خلل انداز نہ ہوا۔''

﴾ خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸–۱۹۷۱)، پیش لفظ از مولانا غلام رسول مہر، ص[قدیم: ۲۷]۔ مہر نے یہ واقعہ اس سلسلے میں لکھا ہے کہ ''اِرشادات کا سلسلہ جاری ہوتا تو وقت کے گزرنے کا احساس ہی نہ رہتا۔''

☆

''ترکی ٹوپیاں ملنی مشکل ہو گئیں تو [اقبال نے] قرہ قلی نما سیاہ ٹوپی پسند فرمالی،'' غلام رسول مہر کا بیان ہے۔

﴾ خالد نظیر صوفی (۲۰۰۸–۱۹۷۱)، پیش لفظ از مولانا غلام رسول مہر، ص[قدیم: ۲۵]

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

☆

سیالکوٹ میں زبردست گرمی میں محرم کا ماتمی جلوس اقبال منزل کے نیچے سے گزرا۔ سردار بیگم کی زبان سے نکلا، ''آج کل تو پانی وغیرہ بھی پی لیتے ہوں گے لیکن اگر کبھی رمضان شریف میں محرّم آجائے تو بیچارے کیا کریں؟'' وسیمہ مبارک کا بیان ہے کہ اقبال ہنس پڑے اور مسکرا کر کہا، ''رمضان اور محرّم دونوں اسلامی مہینے ہیں، دونوں ایک ساتھ کیسے آسکتے ہیں؟'' سردار بیگم ذرا حیران ہوئیں اور پھر ہنس پڑیں۔ ''اوہو، مجھے تو خیال ہی نہیں رہا،'' اُنہوں نے کہا۔

﴾ خالد نظیر صوفی (۱۹۷۱)، ص۵۲۔ مصنف نے اپنی والدہ سے سن کر روایت کیا۔ زمانہ معلوم نہیں۔

☆

مولوی احمد دین کی کتاب: اقبال کو اس وقت علم ہوا جب کتاب شائع ہو چکی تھی مگر بازار میں نہیں پہنچی تھی۔ اقبال نے کسی سے کہہ دیا کہ میں تو نظرِ ثانی کے بعد اپنا مجموعہ مرتب ہی کر رہا تھا کہ احمد دین اقبال کو فروخت کرنے لگ گئے۔ اس میں اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ احمد دین کی کتاب کا نام بھی اقبال تھا جسے وہ فروخت کرنے کی تیاری کر رہے تھے۔ یہ بات احمد دین تک پہنچی تو انہوں نے اپنی کتاب کی ساری کاپیاں اپنے مکان میں ڈھیر کر کے جلا دیں اور کہتے ہیں کہ جب تک ان کے تمام اوراق جل کر راکھ نہیں ہو گئے وہ انہیں دیکھتے رہے۔

اقبال کو معلوم ہوا تو بہت افسوس ہوا اور انہوں نے احمد دین سے معذرت کی۔

﴾ رجال

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ضمیمہ۱

علامہ اقبال کی بیاضیں

علامہ اقبال میوزیم (جاوید منزل) لاہور میں اقبال کی قلمی بیاضیں اور مسودات موجود ہیں۔فوٹو کاپی اقبال اکادمی پاکستان (لاہور) کی لائبریری میں ہے۔عنقریب اکادمی کی وَیب سائٹ (www.allamaiqbal.com) پر دستیاب ہوں گی۔ان میں سے جن بیاضوں کا ذکر حواشی میں کیا جا رہا ہے اُن کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

۱ بیاض زبورِ عجم

۲ بیاض جاویدنامہ

۳ مسودہ جاویدنامہ

۴ بیاض بال جبریل

۱۔بیاض زبورِ عجم

علامہ اقبال میوزیم کے کیٹلاگ میں اس کا نمبر شمار

عنوان	پہلا مصرعہ	زبورِ عجم میں عنوان
۱	عشقِ شور انگیز را ہر جادہ در کوئے تو برد	۱ [حصہ اول]
تمہید/خطاب بخویش [قلمزد]	غزل سرائے ونواہائے رفتہ باز آور	
۲	درونِ سینۂ ماسوزِ آرزو ز کجاست	
۳/آخر	اے خدائے مہر و مہ خاکِ پریشانے نگر	۵۶ [حصہ اول]
بخوانندہ کتاب زبور	می شود پردۂ چشمم پرِ کاہے گاہے	بخوانندۂ کتابِ زبور
پیشکش [قلمزد]	چوں چراغِ لالہ سوزم در خیابانِ شما	
۲	از مشت غبار ماصد نالہ برانگیزی	
۳	اے کہ زمن فزودۂ گرمی آہ و نالہ را	
	مثلِ شرر ذرہ را تن بہ تپیدن دہم [قلمزد]	
۱	برخیز کہ آدم را ہنگامِ نمود آمد	

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲ درونِ لالہ گزر چوں صبا توانی کرد

۲ زمانہ قاصدِ طیارِ آن دلآرام است

تمہید دو دستہ تیغم و گردوں برہنہ ساخت مرا [قلمزد]

۴ من اگرچہ تیرہ خاکم دلکے است برگ و سازم

۳ قلندراں کہ بہ تسخیرِ آب و گل کوشند [قلمزد]

نظامِ تازہ بچرخِ اورنگ می بخشند [قلمزد]

۴ اگر بہ بحرِ محبت کرانہ می خواہی

۵ دگر ز سادہ دلیہائے یار نتواں گفت

۶ غلامِ زندہ دلانم کہ عاشقِ سرہ اند

۵ بصدائے دردمندے بنوائے دلپذیرے

۶ بر سرِ کفر و دیں فشاں رحمتِ عامِ خویش را

۷ چو موج مست خودی باش و سر بطوفاں کش

۸ بروں کشید ز پیچاکِ ہست و بود مرا

۱۳ ستمبر ۱۹۲۴ء (۹) درونِ سینہ می سوز دتمنائے کہ من دارم [قلمزد]

۸ [قلمزد] نوائے من ازاں پرسوز و بیباک و غم انگیز است

حصہ سوئم [قلمزد] ۱۰ لالۂ ایں گلستاں داغِ تمنائے نداشت

۱۱ خضرِ وقت از خلوتِ دشتِ حجاز آید بروں

۱۲ بانشۂ درویشی درساز و دمادم زن

۱۳ غزلے تازہ ترا اے مرغِ سحر خیز بگو

۹ گرچہ شاہینِ خرد برسرِ پروازے ہست

۱۰ ایں جہاں چیست؟ صنم خانۂ پندارِ من است

۱۱ فصلِ بہار ایں چنیں بانگِ ہزار ایں چنیں

۱۴ ہوس ہنوز تماشا گرِ جہانداری است

۱۵ فرشتہ گرچہ بروں از طلسمِ افلاک است

۱۶ عرب کہ باز دہد محفلِ شبانہ کجاست

۱۷ جہانِ ماہمہ خاک است و پے سپر گردد

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۹ تکیہ بر حجت و اعجازِ بیاں نیز کنند

۲۰ زندگی در صدفِ خویش گہر ساختن است

۲۱ لالۂ ایں چمن آلودۂ رنگ است ہنوز

۲۲ گفتند، دل آنا و کہ پر بستہ نکوتر؟ [قلمزد]

۱۸ مانندِ خزاں خیز و وزیدن دگر آموز

۱۲ تو بایں گماں کہ شاید سرِ آستانہ دارم

۱۳ نظر زراہ نشیناں سوار می گزرد

۱۴ برعقلِ فلک پیما ترکانہ شبیخوں بہ

۲۳ اے غنچۂ خوابیدہ چوں نرگس نگراں خیز

۱۵ خیزد بخاکِ تشنہ بے بادۂ زندگی فشاں

Motto [قلمزد] ۲۷ بہ شود دیدۂ تو نظر آفریدہ ام من [قلمزد]

۲۳ باز بر رفتہ و آیندہ نظر باید کرد

۲۵ خیالِ من بتماشائے آسماں بود است

۲۶ از نوا بر من قیامت رفت و کس آگاہ نیست

۱۶ عقل ہم عشق است و از ذوقِ نگہ بیگانہ نیست

(Motto of the book) نہ بینی خویش را تا در میانِ انجمن بینی

۲۷ شرابِ میکدۂ من نہ یادگارِ جم است

۲۸ لالۂ صحرا ایم از طرفِ خیابانم برید

۲۹ سخنِ تازہ زدم کس بسخن نوا نرسید

(اولِ حصہ اول) [قلمزد] ۱۷ دریں محفل کہ کارِ او بگذشت از بادہ و ساقی

۱۸ ساقیا بر جگرم شعلۂ نمناک انداز

۱۹ دعا یارب درونِ سینہ دلِ باخبر بدہ

۳۰ بادۂ مغربیاں جوہرِ جانے دارد

۳۱ (اول حصہ دوئم) من بندۂ آزادم عشق است امامِ من

۳۲ ما از خدائے گم شدہ ایم او بجستجو است

۱۹ سوز و گدازِ زندگی لذتِ جستجوئے تو

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۰ (حصہ دوئم) بحرفے می تواں گفتم تمنائے جہانے را [قلمزد]
دریں صحرا گذار افتاد شاید کاروانے را

۴۲ (حصہ دوم) خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسائی ہا

۴۳ (حصہ سوئم) اے لالہ اے چراغ کہستان و باغ وراغ [قلمزد]

۳۴ گرچہ می دانم کہ روزِ بے نقاب آید بروں

۳۵ (حصہ اول) خاور کہ آسمان بکمندِ خیالِ اوست

۲۰ ازاں آبے کہ در من لالہ کاردساتگینے دہ

۲۱ دل بے قید من بانورِ ایماں کافری کردہ

۳۶ بروں زیں گنبدِ در بستہ پیدا کردہ ام راہے

۳۷ چشمہ زارِ زندگانی ازنظر پوشیدہ بہ

۳۸ گنہ گارِ غیورم مزدِ بے خدمت نمی گیرم

۲۴ زہر نقشے کہ دل از دیدہ گیرد پاک می آیم

۲۳ (پیشانی حصہ اول) زشاعر نالۂ مستانہ در محشر چہ می خواہی

۱۴ مرغِ خوش لہجہ و شاہینِ شکاری از تست

۳۹ جہاں کوراست و از آئینۂ دل غافل افتاد است

۴۰ نہ یابی در جہاں یارے کہ داند دلنوازی را

۴۳ علمے کہ تو آموزی مشاقِ نگاہے نیست

۲۵ خوشتر زہزار پارسائی

۲۶ بر جہانِ دلِ من تاختنش رانگرید

۲۷ مرا براہِ طلب باردرگل است ہنوز

۴۴ چو خورشید سحر پیدا نگاہے می تواں کردن

۴۵ کشیدی بادہ ہا در صحبتِ بیگانہ پے در پے

۴۶ عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است

۲۸ زمستاں را سر آمد روزگاراں

۲۹ ہوائے خانہ و منزل ندارم

۳۰ شبِ من سحر نمودی کہ بطلعت آفتابی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۳۱ از چشمِ ساقی مستِ شرابم

۴۷ بیا کہ خاوریاں نقشِ تازہ می بستم

۴۸ عشق را نازم کہ بودش را غمِ نابودنی

۴۹ بر دل بے تاب من ساقی مے ناب زند

۳۲ دریں میخانہ اے ساقی ندارم محرمے دیگر

۳۳ بہ جہانِ دردمنداں تو بگو چہ کار داری؟

۳۴ اگر نظارہ از خود رفتگی آرد حجاب اولیٰ

۴۰ جانم در آویخت با روزگاراں [قلمزد]

۵۱ بنی جہاں را خود را نہ بنی

۵۲ ز رسم و راہِ شریعت نکردہ ام تحقیق

۳۸ ایں دل کہ مرا دادی لبریزِ یقیں بادا

۳۹ رمزِ عشقِ تو بہ اربابِ ہوس نتواں گفت

۴۰ یاد ایامے کہ خوردم بادہ ہا با چنگ و نے

۵۵ من ہیچ نمی ترسم از حادثۂ شب ہا

۵۶ دیارِ شوق کہ درد آشناست خاک آنجا

۵۷ تو کیستی؟ ز کجائی؟ کہ آسمانِ کبود؟

۴۱ انجم بگریباں ریخت ایں دیدۂ تر ما را

۴۲ خاور کہ آسماں بکمندِ خیالِ اوست [مکرر]

۵۸ مے دیرینہ و معشوقِ جواں چیزے نیست

۵۹ قلندراں کہ بتسخیرِ آب و گِل کوشند [مکرر]

۶۰ دو دستہ تیغم و گردوں برہنہ ساخت مرا

۴۳ فرصتِ کشمکش مدہ ایں دلِ بے قرار را

۴۴ جانم در آویخت با روزگاراں

۶۳ دریں صحرا گذار افتاد شاید کاروانے را [مکرر][قلمزد]

۴۵ بحرفے می تواں گفتن تمنائے جہانے را [مکرر]

۴۶ چند بروئے ما کشی پردۂ صبح و شام را

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۶۴ خودی را مردم آمیزی دلیلِ نارسائی ہا [مکرر]

۶۵/ Motto/ بخوانندہ کتاب زبور بہ سوادِ دیدۂ تو نظر آفریدہ ام من [مکرر]

۶۶ دریں صحرا گذار افتاد شاید کاروانے را [تیسری بار]

۶۷ نفس شمار بہ پیچاکِ روزگارِ خدیم

۶۸ بہ فغاں نہ لب کشودم کہ فغاں اثر ندارد

۶۹/ (حصہ اول ٹائٹل پیج) گذشتہ ام ز حکیمے کہ جز خبر ندہد

۶۷ چوں چراغِ لالہ سوزم در خیابانِ شما [مکرر]

۶۸ دمِ مرا صفتِ بادِ فرودیں کردند

۶۹ بہ تسلیے کہ دادی نگذاشت کارِ خودرا

۵۰/ ٹائٹل (عنوان) حصہ اول زبرونِ در گذشتم زدرونِ خانہ گفتم

۶۹/ (حصہ دوم ٹائٹل پیج) شاخِ نہالِ سدرہ خاروخسِ چمن مشو

۷۱ ترا ناداں امیدِ غم گساری ہا ز افرنگ است

بندگی نامہ از غلامی میرد در بدن

(خاتمہ) شورہ بوم از نیش کردم خار خار

در بیانِ فنونِ لطیفہ [قلمزد] در بیانِ موسیقیِ غلاماں مرگ ہا اندر فسونِ بندگی

۴ تعمیرِ آزادگاں یک زماں بارفتگاں صحبت گزیں

طبعِ غلامانہ فکرِ او از بندگی بیگانہ

۳ مصوری ہم چناں دیدم فنِ صورت گری

[حاشیہ بقلم محمد حبیب ۱۹۴۴ء]

مذہبِ غلاماں در غلامی عشق و مذہب را فراق

گفت بایزداں مہ گیتی فروز

تحت 'تاج' از محبت جذبہ ہا گردد بلند

سوال اگر معروف و عارف ذاتِ پاک است

سوال کہ من باشم مرا از من خبر کن

سوال اگر معروف و عارف ذاتِ پاک است [مکرر]

تمہید نمی محمود را دیگر کشیدم

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سوال مسافر چوں بود رہرو کدام است

سوال چہ جزو است آنکہ او از کل فزون است

سوال چہ بحر است آنکہ علمش ساحل آمد

سوال کدامے نقطہ را نطق است انا الحق

سوال نخست از فکرِ خویشم در تحیر

سوال نخست از فکرِ خویشم در تحیر [مکرر]

سوال کدامے فکر مارا شرطِ راہ است [قلمزد]

سوال کہ شد بر سرِ وحدت واقف آخر

سوال کہ شد بر سرِ وحدت واقف آخر [مکرر][قلمزد]

مثنوی حصہ سویم/تمہید ساقیا از من رخِ زیبا مپوش

حصہ سویم کوکبِ اندیشہ در شبہائے اُو رخشندہ تر

۱ جہانِ رنگ و بو پیدا تو می گوئی کہ راز است ایں

۲ از داغِ فراقِ او در دل چمنے دارم

۳ بنگاہِ آشنائے شود رونِ لالہ دیدم

۴ ایں ہم جہانے آں ہم جہانے

۵ بہار آمد نگہ می غلطد اندر آتشِ لالہ

۶ صورت گرے کہ پیکرِ روز و شب آفرید

۷ باز ایں عالمِ دیرینہ جواں می بائست

۸ ہنگامہ را کہ بست دریں دیرِ دیر پائے

۹ اے لالہ اے چراغِ کہستان و باغ و راغ [مکرر]

۱۰ لالہ ایں گلستاں داغِ تمنائے نداشت

۱۱ من بندۂ آزادم عشق است امامِ من

۱۲ کم سخن غنچہ کہ در پردۂ دل رازے داشت

۱۳ خود را کنم سجودے دَیر و حرم نماندے

۱۴ [خالی]

ہمایوں ۳ دسمبر ۲۱ء اے ہمایوں زندگی تیری سراپا سوز تھی

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

تحریر ۱۲ اپریل ۲۲ء [اس سرخی کے تحت چار قطعات درج ہیں]

بسوہ دار رات مچھر نے کہہ دیا مجھ سے

نکتہ عمل عاشقوں کے ہیں بے طَور سارے

مالوی اتنی خدمت کی...

اتحاد یہ آیۂ نو جیل سے مجھ پر ہوئی نازل

نکتہ مسجد تو بنا دی شب بھر میں ایماں کی حرارت والوں نے

نکتہ خدا کی زمیں تھی مزارع نے جوتی

نکتہ جاں جائے ہاتھ سے جائے نہ ست

نکتہ ہند کی کیا پوچھتے ہو اے حسینانِ فرنگ

نکتہ اٹھا کر پھینک دو باہر گلی میں

نکتہ گاندھی سے ایک روز یہ کہتے تھے مالوی [صرف پہلا مصرعہ ہے/قلم زد]

نکتہ کارخانے کا ہے مالک مردکِ ناکردہ کار

نکتہ سنا ہے مینے کل یہ گفتگو تھی کارخانے میں

نکتہ محنت و سرمایہ دنیا میں صف آرا ہو گئے

چورن شام کی سرحد سے رخصت ہے وہ رندِ لم یزل

خلافت اور مسلمانانِ ہند بہت آزمایا ہے غیروں کو تو نے

مالک و مزارع تکرار تھی مزارع و مالک میں ایک روز

پیغامِ اتحاد اخبار میں یہ لکھتا ہے لندن کا پادری

غزل کھول دروازۂ خلوت کہ نازاے ساقی

وید کے ایک منتر کا ترجمہ خویشوں سے ہو اندیشہ نہ غیروں سے خطر ہو

مکافاتِ عمل ہر عمل کے لیے ہے ردِ عمل

برمصرع مولانا اکبران وعداللہ حق یاد رکھ/ برائے مشاعرہ بزمِ خسرو دہلی گرچہ تو زندانی اسباب ہے

۲۔ بیاض جاوید نامہ

علامہ اقبال میوزیم کے کیٹلاگ میں اس کا نمبر شمار

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

عنوان	پہلا مصرعہ	جاوید نامہ میں باب/عنوان
	[انگریزی میں سیاروں کی فہرست]	
	[انگریزی میں شخصیات کی فہرست]	
ناصر خسرو علوی	دست را چوں مرکب تیغ و قلم کردی مدار	
زندہ رود	بآدمے نرسیدی خدا چہ می جوئی	
بھرتری ہری	ایں خدایان تنک مایہ ز سنگ اند و زخشت	
غزل	ایں گل و لالہ تو گوئی کہ مقیم اند ہمہ	
Motto of Javid Nama	صدائے تیشہ کہ بر سنگ می خورد دگر است	
صفحہ دیگر	'خیال من بتماشائے آسماں بود است	
آغاز مارچ ۱۹۲۹ء/اصول چارگانہ تہذیب قرآنی (سعید حلیم پاشا)/ا۔خلافتِ آدم	دردو عالم ہر کجا آثار عشق	
۳۔الارض للہ	سرگزشت آدم اندر شرق و غرب	
۴۔الحکم للہ	بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام	
ابلیس	کہنۂ کم خندۂ اندک سخن	
جمال الدین افغانی	دین حق از کافری رسوا تر است	
جمال الدین افغانی [قلمزد]سعید حلیم پاشا	روح شرق از تندی و تیزی چو برق	
جمال الدین افغانی	مصطفےٰ کو از تجدد می سرود	
مناجات	آدمی اندر جہانِ ہفت رنگ	
Prologue in Heaven/تمہید/نکوہش می کند آسمان زمین را	زندگی از لذتِ غیب و حضور	
مناجات	دیدہ ام روز جہان چار سوے	
نغمہ ملائک	فروغ مشتِ خاک از نوریاں افزوں شود روزے	
تمہید	عشق شور انگیز بے پروائے شہر	
غزل	" بکشائے لب کہ قند فراوانم آرزوست	
نغمۂ انجم (پیام مشرق)[قلمزد]		
سرودِ انجم (پیام مشرق)[قلمزد]/زمزمۂ انجم	عقل تو حاصل حیات عشق تو سرِ کائنات	
فلک قمر	ایں زمیں این آسماں ملک خداست	
زیارت عارف ہندی کہ اہل ہند اورا جہاں دوست می گویند	من چو کوراں دست بر دوش رفیق	

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

رومی مردے اندر جستجو آوارۂ

مرد آوارہ [قلمزد] اوخدا را دید و آدم را ندید [قلمزد]

جہاں دوست عالم از رنگ است و بے رنگی است حق!

رومی آدمی شمشیر و حق شمشیر زن

جہاں دوست بر وجود و بر عدم پیچیدہ است

ہفت اسرار از عارف ہندی [قلمزد] نکات از عارف ہندی پیر ہندی اندکے دم در کشید

نغمۂ سروش بانشہ درویشی در ساز و دمادم زن الخ (زبور عجم) [قلمزد]

حرکت بہ وادیٔ یرغمید ... رومی آں عشق و محبت را دلیل

طواسین۔ طاسین گوتم۔ زرتشت۔ طاسین مسیح۔ طاسین محمدؐ

لوح محمد/ نوحہ روح ابوجہل در کعبہ سینۂ ما از محمد داغ داغ

لوح گوتم/ تائب شدن زنِ عشوہ فروش 'امباپالی' (مغنیہ)

ارشاد گوتم میٔ دیرینہ و معشوق جواں چیزے نیست الخ (زبور عجم)

التجائے 'امباپالی' فرصت کشمکش مدہ ایں دل بے قرار را الخ۔ (بحذف بعض اشعار)

لوح زرتشت/ (محاورہ با اہرمن)

اہرمن از تو مخلوقات من نالاں چو نے

زرتشت خویشتن را وانمودن زندگی است

لوح مسیح (رویائے طالسطائی) درمیان کوہسار ہفت مرگ

فلک عطارد مشت خاکی کار خود را بردہ پیش

افغانی زندہ رود! از خاکدانِ ما بگوے

زندہ رود در ضمیر ملتِ گیتی شکن

افغانی/ دین و وطنیت/ اشتراکیت و ملوکیت صاحب سرمایہ از نسل خلیل

سعید حلیم پاشا/ مشرق و مغرب روح شرق از تندی و تیزی چو برق [مکرر] [قلمزد]

زندہ رود عالم رعنا کہ فیض یک نظر [قلمزد]

افغانی من چہ گویم زاں جہان بے جہات

محکمات عالم قرآنی ا۔ خلافت آدم در دو عالم ہر کجا آثار عشق [مکرر]

۲ الحکم للہ بندہ حق بے نیاز از ہر مقام [مکرر]

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۳الارض للہ   سرگذشت آدم اندر شرق وغرب [مکرر]

۴   گفت حکمت را خدا خیر کثیر

زندہ رود   محکماتش وانمودی از کتاب

سعید حلیم پاشا   دین حق از کافری رسواتر است [مکرر]

افغانی   از حدیث مصطفیٰ داری نصیب؟

پیغام افغانی با ملت روسیہ   اے کہ طرح دیگرے انداختی [قلمزد]

غزل زندہ رود   ایں گل و لالہ تو گوئی کہ مقیم اند ہمہ [مکرر]

فلک زہرہ   در میان ما و نور آفتاب

مجلس خدایان قدیم   آن ہوائے تند و آں شبگوں سحاب

نغمہ بعل   در جہاں باز آمد ایام طرب

نغمہ خداوندان دنیائے قدیم [قلمزد] اے خداوندان کہن وقت است وقت [قلمزد]

فرو رفتن بدریائے زہرہ و دیدن ارواحِ فرعون و کشنر را   پیر روم آن صاحب ذکر جمیل

رومی   ہر چہ پنہان است از و پیدا ستے

فرعون   آہ نقد عقل و دیں در باختم

رومی   حاکمی بے نقد جاں خام است خام

ذوالخرطوم   مقصد قوم فرنگ آمد بلند

فرعون   قبر ما را علم و حکمت بر کشود

نمودار درویش سودانی   برق بیتابانہ رخشید اندر آب

فلک مریخ / خصائص اہل مریخ   چشم را یک لحظہ بستم اندر آب

برآمدن انجم شناس مریخی از رصدگاہ   پیر مردے ریش او مانند برف

رومی   من ز افلاکم رفیق من ز خاک

حکیم مریخی   ایں نواح مرغدین برخیاست

گردش در شہر مرغدین [قلمزد]

گردش در شہر مرغدین   مرغدین و آں عمارات بلند

حکیم مریخی   کس در یںجا سائل و محروم نیست

زندہ رود   سائل و محروم تقدیر حق است

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حکیم گرز یک تقدیر خوں گردد جگر

احوال دوشیزہ مریخ کہ دعوائے نبوت کردہ بود در گذشتیم از ہزاراں کوے و کاخ

ارشادات نبیہ مریخ اے زناں اے مادراں اے خواہراں

رومی حرف او بے شوق و چشمش بے نمے

فلک مشتری/ زیارت ارواح عظیمہ حلاج و غالب و قرۃ العین من فدائے ایں دل دیوانۂ

نغمۂ حلاج زخاک خویش طلب آتشے کہ پیدا نیست الخ (پیام مشرق)

نغمۂ غالب بیا کہ قاعدۂ آسماں بگردانیم

نغمہ قرۃ العین طاہرہ گر بتو افتدم نظر چہرہ بچہرہ روبرو

محاورہ زندہ رود با ارواح عظیمہ سوز و ساز عاشقانِ دردمند

زندہ رود گردش تقدیر مرگ و زندگی است الخ/ (صفحہ دیگر)

زندہ رود گردش تقدیر مرگ و زندگی است

حلاج ہر کہ از تقدیر دارد ساز و برگ

زندہ رود کم نگاہاں فتنہ ہا انگیختند

حلاج بود اندر سینہ من بانگ صور

زندہ رود[قلمزد] x

حلاج/حقیقت وطنیت دشنام بر رضا شاہ پہلوی عشق را ملک و نسب ہیچ است ہیچ

زندہ رود باز گوا ے صاحب اسرار شرق

حلاج زاہد اندر عالم دنیا غریب!

زندہ رود معرفت را انتہا نابودن است؟

حلاج سکرِ یاراں از تہی پیمانگی است

زندہ رود آنکہ خود را بہتر از آدم شمرد

حلاج کم بگو زاں خواجۂ اہل فراق

زندہ رود اے ترا اقلیم جاں زیر نگیں

حلاج با مقامے در نمی سازیم و بس

قرۃ العین از گناہے بندۂ صاحب جنوں

زندہ رود از مقام موناں دوری چرا؟

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حلاج مرد آزادے کہ داند خوب و زشت

زندہ رود کم شناسم عشق را، ایں کار چیست؟

حلاج معنی دیدار آں آخر زماں

زندہ رود چیست دیدارِ خدائے نُہ سپہر؟

حلاج نقشِ حق اول بجاں انداختن

زندہ رود نقشِ حق را در جہاں انداختند

حلاج یا بزورِ دلبری انداختند

نمودار شدن خواجۂ اہل فراق ابلیس صحبت روشندلاں یک دم دو دم

نالۂ ابلیس اے خداوندِ صواب و ناصواب

زندہ رود صد جہاں پیدا دریں نیلی فضاست

غالب ہر کجا ہنگامۂ عالم بود

زندہ رود فاش تر گو زانکہ فہمم نارساست

غالب ایں سخن را فاش تر گفتن خطاست

زندہ رود گفتگوئے اہل دل بے حاصل است؟

غالب نکتہ را بر لب رسیدن مشکل است!

زندہ رود تو سراپا آتش از سوز طلب

غالب خلق و تدبیر و ہدایت ابتداست

زندہ رود من ندیدم چہرۂ معنی ہنوز

غالب اے چو من بینندۂ اسرار شعر

حلاج ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو

زندہ رود از تو پرسم گرچہ پرسیدن خطاست

حلاج پیش او گیتی جبیں فرسودہ است

(Uranus)[قلمزد]فلک زحل/ ارواح میر جعفر و میر صادق کہ دوزخ ایشان را قبول نکردہ پیرومی آن امام راستاں[قلمزد]

فلک زحل/ ارواح خبیثہ کہ با ملک و ملت غداری کردہ و دوزخ ایشاں را قبول نکردہ پیرومی آں امام راستاں[مکرر]

روح ہند نالہ و فریاد می کند[قلمزد] ''ہر کسے از ظنِ خود یار من [قلمزد]

روح ہندوستان نالہ و فریاد می کند x

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

روح ہندوستان نالہ وفریاد می کند شمع جاں افسرد در فانوس ہند

یکے از زورق نشینان قلزم خونیں[قلمزد: صادق] ”نے عدم ما را پذیرد نے وجود

آنسوئے افلاک/حکیم المانوی نطشہ جہان را ماہ و پروینے دگر

حرکت بجنت الفردوس درگذشتم از حدِ ایں کائنات

قصر شرف النساء گفتم ایں کاشانہ از لعل ناب

زیارت امیر کبیر سید علی ہمدانی و ملا طاہر غنی کشمیری حرف رومی در دلم سوزے فگند

درحضور شاہ ہمدان x

زندہ رود از تو خواہم سرِ یزداں را کلید

شاہ ہمدان بندۂ کز خویشتن دارد خبر

زندہ رود زیرِ گردوں آدم آدم را خورد

شاہ ہمدان[قلمزد] x

شاہ ہمدان با تو گویم رمزِ باریک اے پسر

غنی ہند را ایں ذوقِ آزادی کہ داد؟

زندہ رود چوں پختہ شوی خود را بر سلطنت جم زن الخ

صحبت با شاعر ہندی بھرتری ہری حوریاں را در قصور و در خیام

زندہ رود اے کہ گفتی نکتہ ہائے دلنواز

برتری ہری کس نداند در جہاں شاعر کجاست

زندہ رود ہندیاں را دیدہ ام در پیچ و تاب

برتری ہری ایں خدایان تنک مایہ ز سنگ اند و ز خشت

حرکت بہ کاخ سلاطین مشرق/شاہ عباس[قلمزد]، نادر، احمد شاہ ابدالی، سلطان شہید رفت در جانم صدائے برتریؔ

نادر خوش بیا اے نکتہ سنج خاوری

زندہ رود بعد مدت چشم خود بر خود کشاد

روح ناصر خسرو علوی ظاہر می شود و اشعار چند مستانہ سرائید و غائب می شود دست را...[مکرر]

ابدالی آں جواں کو سلطنت ہا آفرید

زندہ رود امتاں اندر اخوت گرم خیز

ابدالی امتاں اندر اخوت گرم خیز[قلمزد]

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

سلطان شہید　　داستانے آوراز ہندوستاں الخ (صفحہ آخر)

زندہ رود　　می شناسی چیست تہذیب فرنگ

ابدالی　　آنچہ بر تقدیر مشرق قادر است

سلطان شہید　　داستانے آوراز ہندوستان الخ (صفحہ آخر)[قلمزد]

زندہ رود[قلمزد]　　صحبتش از عصر حاضر در گرفت[قلمزد]

سلطان شہید[قلمزد]　　داستانے آوراز ہندوستان الخ (صفحہ آخر)[قلمزد]

سلطان شہید[قلمزد]　　x

خطاب بہ جاوید　　ایں سخن آراستن بے حاصل است

پیام سلطان شہید بدریائے کاویری　　رود کاویری! یکے نرمک خرام

درحضور حق تعالےٰ　　گرچہ جنت از تجلی ہائے اوست

ندائے جمال　　کلک حق از نقشہائے خوب و زشت

زندہ رود　　چیست آئینِ جہان رنگ و بو

ندائے جمال　　زندگانی نیست تکرار نفس

زندہ رود　　روح ملت را وجود از انجمن

ندائے جمال　　زندگانی نیست تکرار نفس

زندہ رود　　پوزش ایں مرد ناداں در پذیر

افتادن تجلی جلال　　ناگہاں دیدم جہان خویش را

نوائے کائنات　　بگذر از خاور و افسونی افرنگ مشو الخ

رخصت از فردوس بریں و تقاضائے حوران بہشت/ بعد از پیغام بہ کاویری　　پیر رومی گفت در گوشم کہ خیز

زندہ رود　　عشق در ہجر و وصال آسودہ نیست

حوران بہشت　　شیوہ ہا داری مثال روزگار

زندہ رود　　با دمے نرسیدی خدا چہ می جوئی الخ

سلطان شہید　　داستانے آوراز ہندوستاں [تبدیلی: باز گواز ہندواز ہندوستاں]

زندہ رود　　آتش افسردند و نانش بردہ اند

سلطان شہید　　چوں بروید آدم از مشت گلے

زندہ رود[قلمزد]　　زائر شہر و دیارم بودۂ

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زندہ رود	تخم اشکم ریختم اندر دکن
سلطان شہید	اے ترا دادند حرف دلفروز
پیغام سلطان شہید بہ رود کاویری x	

۳۔ مسودہ جاوید نامہ

علامہ اقبال میوزیم کے کیٹلاگ میں اس کا نمبر شمار

عنوان/سُرخی			پہلا مصرع
جاوید نامہ	......	......	–
مناجات	......	......	آدمی اندر جہانِ ہفت رنگ
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم [صرف تسمیہ]			–
تمہید آسمانی/نخستیں روز آفرینش نکوہش می کند آسمان زمین را			زندگی از لذتِ غیب وحضور
نغمۂ ملائک	......	......	فروغ مشت خاک از نوریاں افزوں شود روزے
تمہید زمینی/آشکارا می شود روح حضرت رومی و آشکارا می شود اسرارِ معراج را			عشق شور انگیز بے پروائے شہر
غزل	......		"بکشائے لب کہ قندِ فراوانم آرزوست
–	......	......	موجِ مضطر خفت بر سنجابِ آب
زمزمۂ انجم	......	......	عقلِ تو حاصلِ حیات، عشقِ تو سرِ کائنات
فلک قمر	......	......	–
فلک قمر	......	......	ایں زمین و آسماں ملکِ خداست
عارفِ ہندی کہ یکے از غارہائے قمر خلوت گرفتہ و اہلِ ہند اورا "جہاں دوست" می گویند			من چو کوراں دست بر دوشِ رفیق
رومی	......	......	مردے اندر جستجو آوارۂ
جہاں دوست	......	......	عالم اندر رنگ و بے رنگی است حق
رومی	......	......	آدمی شمشیر و حق شمشیر زن
جہاں دوست	......	......	بر وجود و بر عدم پیچیدہ است
–	......	......	پیرِ ہندی اندکے دم در کشید
[قلمزد: نکتہ چند] نُہ تا سخن از عارفِ ہندی		......	–
۱	......	......	ذاتِ حق را نیست ایں عالم حجاب

(c) 2014 Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲	......	......	زادن اندر عالمے دیگر خوش است
۳	......	......	حق ورائے مرگ و عینِ زندگی است
۴	......	......	وقت؟ شیرینی بزہر آمیختہ
۵	......	......	کافری مرگ است اے روشن نہاد
۶	......	......	کافرِ بیدار دل پیشِ صنم
۷	......	......	چشمِ کور است ا یکہ بیند ناصواب
۸	......	......	صحبتِ گل دانہ را سازد درخت
۹	......	......	من بگل گفتم بگوا ے سینہ چاک
جلوۂ سروش	......	......	مردِ عارف گفتگو را در بہ بست
[قلمزد: غزل سروش] نوائے سروش		......	ترسم کہ تو می رانی زورق بسراب اندر
حرکت بہ وادی یرغمید کہ ملائکہ اوراوادی طواسین می نامند			رومی آن عشق و محبت را دلیل
طاسینِ گوتم	......	......	–
توبہ آوردن زنِ رقاصۂ عشوہ فروش		......	–
[قلمزد: ارشاد] گوتم	......	......	مئے دیرینہ و معشوقِ جواں چیزے نیست
رقاصہ	......	......	فرصتِ کشمکش مدہ ایں دلِ بے قرار را
طاسینِ زرتشت	......	......	–
آزمائش کردن اہرمن زرتشت را		......	–
اہرمن	......	......	از تو مخلوقات من نالاں چونے
زرتشت	......	......	نور دریاے است ظلمت ساحلش
طاسینِ مسیح	......	......	–
رویاے حکیم طالسطائی	......	......	درمیان کوہسار ہفت مرگ
طاسینِ محمدؐ	......	......	–
نوحہ روح ابوجہل در حرم کعبہ	......	......	سینۂ ما از محمدؐ داغ داغ
فلک عطارد	......	......	مشتِ خاکے کارِ خود را بردہ پیش
افغانی	......	......	زندہ رود از خاکدانے ما بگوے
زندہ رود	......	......	در ضمیرِ ملتِ گیتی شکن

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

افغانی	......	......	–
دین ووطن	......	......	
سعید حلیم پاشا	......	......	
شرق وغرب	......	......	غربیاں را زیرکی سازِ حیات
زندہ رود	......	......	زورقِ ما خاکیاں بے ناخداست
افغانی	......	......	عالمے در سینۂ ما گم ہنوز
محکمات عالم قرآنی	......	......	–
[قلمزد: خلافت آدم/انی جاعل فی الارض خلیفہ] ا۔خلافت آدم		......	درد و عالم ہر کجا آثارِ عشق
۲۔حکومت الٰہی	......	......	بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام
۳۔ارض مِلکِ خداست	......	......	سرگذشتِ آدم اندر شرق وغرب
۴۔حکمت خیر کثیر است	......	......	'گفت حکمت را خدا 'خیر کثیر'
زندہ رود	......	......	محکماتش وانمودی از کتاب
سعید حلیم پاشا	......	......	دینِ حق از کافری رسواتر است
افغانی	......	......	از حدیثِ مصطفیٰ داری نصیب؟
پیغام افغانی با مِلت روسیہ		......	منزل ومقصود قراں دیگر است
پیر رومی بزندہ رودی گوید کہ شعرے بیار		......	پیر رومی آں سراپا جذب ودرد
غزل زندہ رود	......	......	ایں گل ولالہ تو گوئی کہ مقیم اند ہمہ
فلک زہرہ	......	......	درمیانِ ما و نورِ آفتاب
مجلس خدایان اقوام قدیم	......	......	آں ہوائے تند و آں شبگوں سحاب
نغمۂ بعل	......	......	آدم ایں نیلی تتق را بر درید
فرو رفتن بدریائے زہرہ و دیدن ارواح فرعون و کشنر را		......	پیر روم آں صاحب 'ذکرِ جمیل'
غزل	......	......	"باز بر رفتہ و آیندہ نظر باید کرد"
–	......	......	باز برمن گفت "برخیز اے پسر"
رومی	......	......	ہر چہ پنہاں است ازو پیدا ستے
فرعون	......	......	آہ نقدِ عقل و دیں در باختم
رومی	......	......	حاکمی بے نورِ جاں خام است خام

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ذوالخرطوم	......	......	مقصد قوم فرنگ آمد بلند
فرعون	......	......	قہر ما را علم و حکمت بر کشود
نمودار شدن درویش سودانی	......		برق بے تابانہ زخشید اندر آب
فلک مریخ	......	......	–
اہل مریخ	......	......	چشم را یک لحظہ بستم اندر آب
برآمدن انجم شناس مریخی از رصدگاہ		......	پیر مردے ریشِ او مانندِ برف
رومی	......	......	من ز افلاکم رفیقِ من ز خاک
حکیم مریخی	......	......	ایں نواحِ مرغدین برخیاست
گردش در شہر مرغدین	......	......	مرغدین و آں عماراتِ بلند
حکیم مریخی	......	......	کس دریںجا سائل و محروم نیست
زندہ رود	......	......	سائل و محروم تقدیرِ حق است
حکیم مریخی	......	......	گر ز یک تقدیر خوں گردد جگر
احوالِ دوشیزۂ مریخ کہ دعوائے رسالت کردہ		......	درگذشتیم از ہزاراں کوے و کاخ
تذکیر نبیہ مریخ	......	......	اے زناں! اے مادراں! اے خواہراں!
رومی	......	......	مذہبِ عصرِ نو آئینے نگر
فلک مشتری	......	......	–
ارواح جلیلہ حلاج و غالب و قرۃالعین طاہرہ کہ بہ نشیمن بہشتی نگرویدند و بگردش جاویداں گرائیدند			من فدائے ایں دلِ دیوانہ
زندہ رود مشکلاتِ خود را پیش ارواح بزرگ می گوید		......	از مقام مومناں دوری چرا؟
حلاج	......	......	مرد آزادے کہ داند خوب و زشت
زندہ رود	......	......	گردشِ تقدیرِ مرگ و زندگی است
حلاج	......	......	ہر کہ از تقدیر دارد ساز و برگ
زندہ رود	......	......	کم نگاہاں فتنہ ہا انگیختند
حلاج	......	......	بود اندر سینۂ من بانگِ صور
طاہرہ	......	......	از گناہِ بندۂ صاحب جنوں
زندہ رود	......	......	اے ترا دادند دردِ جستجوے
غالب	......	......	نالۂ کو خیزد از سوزِ جگر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زندہ رود .... صد جہاں پیدا دریں نیلی فضاست

غالب .... نیک بنگر اندریں بود و نبود

زندہ رود .... فاش تر گو زانکہ فہمم نارساست

غالب .... ایں سخن را فاش تر گفتن خطاست

زندہ رود .... گفتگوے اہلِ دل بے حاصل است؟

غالب .... نکتہ را بر لب رسیدن مشکل است!

زندہ رود .... تو سراپا آتش از سوزِ طلب

غالب .... خلق و تقدیر و ہدایت ابتداست

زندہ رود .... من ندیدم چہرۂ معنی ہنوز

غالب .... اے چو من بینندۂ اسرارِ شعر

حلاج .... ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو

زندہ رود .... از تو پرسم گرچہ پرسیدن خطاست

حلاج .... پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است

زندہ رود .... کم شناسم عشق را ایں کار چیست؟

حلاج .... معنیِ دیدارِ آں آخر زماں

زندہ رود .... چیست دیدار خداے نُہ سپہر

حلاج .... نقشِ حق اول بجاں انداختن

زندہ رود .... نقشِ حق را در جہاں انداختند

حلاج .... یا بزورِ دلبری انداختند

زندہ رود .... باز گوا ے صاحبِ اسرارِ شرق

حلاج .... زاہد اندر عالمِ دنیا غریب

زندہ رود .... معرفت را انتہا نابودن است

حلاج .... سُکرِ یاراں از تہی پیمانگی است

زندہ رود .... آنکہ خود را بہتر از آدم شمرد

حلاج .... کم بگو زاں خواجۂ اہلِ فراق

زندہ رود .... اے ترا اقلیمِ جاں زیرِ نگیں

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حلاج	....	با مقامے در نمی سازیم و بس
نمودار شدنِ خواجۂ اہلِ فراق ابلیس	......	صحبتِ روشندلاں یک دم دودم
[دو صفحے غائب ہیں: نالۂ ابلیس وغیرہ]		
فلکِ زحل	....	–
ارواحِ رذیلہ کہ با ملک وملت غداری کردہ ودوزخ ایشاں را قبول نکردہ	......	پیر رومی آں امام راستاں
روحِ ہندوستان نالہ وفریاد می کند	......	شمعِ جاں افسردہ در فانوسِ ہند
فریادِ یکے از زورق نشینانِ قلزمِ خونیں	......	"نے عدم ما را پذیرد نے وجود
آنسوے افلاک	....	–
مقام حکیم المانوی نطشہ	....	ہر کجا استیزۂ بود ونبود
حرکت بجنت الفردوس	....	در گذشتم از حد ایں کائنات
قصر شرف النساً	....	گفتم ایں کاشانۂ از لعلِ ناب
زیارت امیر کبیر حضرت سید علی ہمدانی وملا طاہر غنی کشمیری	......	حرف رومی در دلم سوزے فگند
در حضور شاہِ ہمدان	....	–
زندہ رود	....	از تو خواہم سرِّ یزداں را کلید
شاہ ہمدان	....	بندۂ کز خویشتن دارد خبر
زندہ رود	....	زیرِ گردوں آدم آدم را خورد
شاہ ہمدان	....	با تو گویم رمزِ باریک اے پسر
غنی	....	ہند را ایں ذوقِ آزادی کہ داد؟
زندہ رود	....	با نشۂ درویشی در ساز ودمادم زن
صحبت با شاعر ہندی برتری ہری	......	حوریاں را در قصور ودر خیام
زندہ رود	....	اے کہ گفتی نکتہ ہاے دلنواز
برتری ہری	....	کس نداند در جہاں شاعر کجاست
زندہ رود	....	ہندیاں را دیدہ ام در پیچ وتاب
برتری ہری	....	ایں خدایانِ تنک مایہ ز سنگ اندوز خشت
حرکت با کاخ سلاطین مشرق (نادر ابدالی سلطان شہید)	......	رفت در جانم صداے برتری
نادر	....	خوش بیا اے نکتہ سنج خاوری

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زندہ رود	......	......	بعد مدت چشمِ خود برخود کشاد
نمودار می شود روح ناصر خسرو علوی وغزلے مستانہ سرائیدہ غائب می شود			دست راچوں مرکب تیغ وقلم کردی مدار
ابدالی	......	......	آن جواں کو سلطنت ہا آفرید
زندہ رود	......	......	امتاں اندر اخوت گرم خیز
ابدالی	......	......	درشبِ تارِ ماتب وتاب از دل است
زندہ رود	......	......	می شناسی چیست تہذیبِ فرنگ
ابدالی	......	......	آنچہ برتقدیر مشرق قادر است
سلطان شہید	......	......	باز گو از ہند واز ہندوستاں
زندہ رود	......	......	ہندیاں منکر ز قانونِ فرنگ
سلطان شہید	......	......	چوں بروید آدم از مشتِ گلے
زندہ رود	......	......	تخمے اشکے ریختم اندر دکن
سلطان شہید	......	......	اے ترا دادند حرفِ دلفروز
پیغام سلطان شہید بہ رود کاویری (حقیقت حیات ومرگ وشہادت)			رودِ کاویری یکے نرمک خرام
زندہ رود رخصت می شود از فردوس بریں وتقاضائے حوران بہشتی		......	شیشۂ صبر وسکونم ریز ریز
زندہ رود	......		رہروے کو داند اسرارِ سفر
حوران بہشت	......	......	شیوہ ہا داری مثالِ روزگار
غزل زندہ رود	......	......	بآدمے نرسیدی، خدا چہ می جوئی
حضور	......	......	گرچہ جنت از تجلی ہائے اوست
ندائے جمال	......	......	کلکِ حق از نقشہائے خوب وزشت
زندہ رود	......	......	چیست آئینِ جہانِ رنگ وبو
ندائے جمال	......	......	زندگانی نیست تکرارِ نفس
زندہ رود	......	......	پوزشِ ایں مردِ ناداں در پذیر
افتادن تجلی جلال	......	......	ناگہاں دیدم جہانِ خویش را
[قلمزد: نوائے کائنات]	......	......	"بگذر از خاور وافسونیٔ افرنگ مشو
[قلمزد: سخنے بہ نژادِ نو] خطاب بہ جاوید / (سخنے بہ نژادِ نو)		......	–
[تین صفحے غائب ہیں: 'خطاب بہ جاوید' کے ابتدائی بند]			

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ا۔ بیاض بال جبریل

علامہ اقبال میوزیم کے کیٹلاگ میں اس کا نمبر شمار

عنوان	پہلا مصرعہ	زبورِ عجم میں عنوان
سوال	اگر معروف و عارف ذات پاک است	
شیر اور خچر	ساکنان دشت و صحرا میں ہے تو سب سے الگ	بال جبریل: شیر اور خچر
چیونٹی اور عقاب	میں پائمال و خوار و پریشان و دردمند	چیونٹی اور عقاب
دعا (بحالت درد گردہ)	دہ مرا فرصت ہو حق دو سہ روزے دگر	x
	صبا بگوے بافغان کوہسار از من	x

بیاض میں بقیہ نظمیں اُردو میں ہیں جن میں سے اکثر بال جبریل میں شامل ہوئیں۔ پوری بیاض کی فہرست اقبال: اختتامی دور میں پیش کی جائے گی۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

ضمیمہ۲

تصانیفِ اقبال کے ابتدائی ایڈیشن

۱ پیامِ مشرق کا پہلا ایڈیشن (۱۹۲۳)

۲ اَسرار و رموز (یکجا) (۱۹۲۳)

۳ آئینۂ عجم کا پہلا ایڈیشن (۱۹۲۳)

۴ پیامِ مشرق کا دوسرا ایڈیشن (۱۹۲۴)

۵ بانگِ درا کا پہلا ایڈیشن (۱۹۲۴)

۶ اُردو کورس، چھٹی جماعت کے لیے (۱۹۲۴)

۷ اُردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے (۱۹۲۴)

۸ اُردو کورس، آٹھویں جماعت کے لیے (۱۹۲۴)

۹ بانگِ درا کا دوسرا ایڈیشن (۱۹۲۶)

۱۰ آئینۂ عجم کا ترمیم شدہ ایڈیشن (۱۹۲۷)

۱۱ اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: پہلا ایڈیشن (۱۹۲۷)

۱۲ زبورِ عجم (۱۹۲۷)

۱۳ اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ترمیم شدہ ایڈیشن (۱۹۲۹)

۱۴ بانگِ درا کا تیسرا ایڈیشن (۱۹۳۰)

15 *Six Lectures on the Reconstruction of Religious Thought in Islam* (1930)

16 *The Presidential Address* (1930)

۱۔ پیامِ مشرق کا پہلا ایڈیشن (۱۹۲۳)

[پیامِ مشرق کے پہلے ایڈیشن میں فہرستِ مضامین شامل نہ تھی۔]

دیباچہ [صفحہ الف سے ح]

پیش کش بحضور اعلیٰ حضرت امیر امان اللہ خان فرمان روائے دولتِ مستقلۂ افغانستان خلد اللہ ملکہٗ و اجلالہٗ [صفحہ ط سے ع]

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لالۂ طور [صرف عنوان]،۳
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: لالۂ طور،۳
۱ شہیدِ نازِ او بزمِ وجود است،۳
۲ دلِ من روشن از سوزِ درون است،۴
۳ بباغاں بادِ فروردیں دہد عشق،۴
۴ عقاباں را بہائے کم نہد عشق،۵
۵ بہ برگِ رنگ آمیزیٔ عشق،۵
۶ نہ ہر کس از محبت مایہ دار است،۶
۷ دریں گلشن پریشاں مثلِ بویم،۶
۸ جہاں مشتِ گل و دل حاصلِ اوست،۷
۹ سحر می گفت بلبل باغباں را،۷
۱۰ جہانِ ما کہ نابود است بودش،۸
۱۱ نوائے عشق را ساز است آدم،۸
۱۲ نہ من انجام و نے آغاز جویم،۹
۱۳ دِلا نارائیِ پروانہ تا کے،۹
۱۴ تنے پیدا کن از مشتِ غبارے،۱۰
۱۵ ز آب و گل خدا خوش پیکرے ساخت،۱۰
۱۶ بہ یزداں روزِ محشر برہمن گفت،۱۱
۱۷ گذشتی تیز گام اے اخترِ صبح،۱۱
۱۸ شنیدم کرمکِ شب تاب می گفت [۶ مصرع]،۱۲
۱۹ ترا اے تازہ پرواز آفریدند،۱۲
۲۰ چہ لذّت یارب اندر ہست و بود است،۱۳
۲۱ شنیدم در عدم پروانہ می گفت،۱۳
۲۲ مسلماناں! مرا حرفے است در دل،۱۴
۲۳ بہ کوئش رہ سپاری اے دل اے دل!،۱۴
۲۴ بگردوں فکرِ تو دار درسائی،۱۵

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۵ سحر در شاخسارِ بوستانے، ۱۵

۲۶ ترا یک نکتۂ سر بستہ گویم، ۱۶

۲۷ بہل افسانۂ آں پاچراغے، ۱۶

۲۸ ترا از خویشتن بیگانہ سازد، ۱۷

۲۹ زیاں بینی زسیرِ بوستانم، ۱۷

۳۰ برہمن شیخ را روزے چہ خوش گفت [۶ مصرع]، ۱۸

۳۱ ز مرغانِ چمن نا آشنایم، ۱۸

۳۳ [کذا: ۳۲] جہاں یارب چہ خوش ہنگامہ دارد، ۱۹

۳۴ [کذا: ۳۳] سکندر با خضر خوش نکتۂ گفت، ۱۹

۳۴ سریرِ کیقباد، اکلیلِ جم خاک، ۲۰

۳۵ اگر در مشتِ خاکِ تو نہادند، ۲۰

۳۶ دمادم نقشہائے تازہ ریزم، ۲۱

۳۷ چو ذوقِ نغمہ ام در جلوت آرد، ۲۱

۳۸ چہ می پرسی میانِ سینہ دل چیست، ۲۲

۳۹ خرد گفت- او بچشم اندر نگنجد، ۲۲

۴۰ کنشت و مسجد و بتخانہ و دَیر، ۲۳

۴۱ نہ پیوستم دریں بستانسرا دل، ۲۳

۴۲ بخود باز آور درندِ کہن را، ۲۴

۴۳ سفالم را مئے او جامِ جم کرد، ۲۴

۴۴ خرد زنجیریٔ امروز و دوش است، ۲۵

۴۵ خرد اندر سرِ ہر کس نہادند، ۲۵

۴۶ گدائے جلوہ رفتی بر سرِ طور، ۲۶

۴۷ بگو جبریلؑ را از من پیامے، ۲۶

۴۸ ہُمائے علم تا افتد بدامت، ۲۷

۴۹ خرد بر چہرۂ تو پردہ ہا بافت، ۲۷

۵۰ دلت می لرزد از اندیشۂ مرگ، ۲۸

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۵۱ زپیوندِ تن و جانم چہ پرسی، ۲۸

۵۲ مرا فرمود پیرِ نکتہ دانے، ۲۹

۵۳ زرازی معنیٔ قرآں چہ پرسی، ۲۹

۵۴ من از بود و نبودِ خود خموشم، ۳۰

۵۵ زمن با شاعرِ رنگیں بیاں گوے، ۳۰

۵۶ زخوب و زشتِ تو نا آشنایم، ۳۱

۵۷ تو اے شیخِ حرم شاید ندانی، ۳۱

۵۸ چو تاب از خود بگیرد قطرۂ آب، ۳۲

۵۹ من اے دانشوراں در پیچ و تابم، ۳۲

۶۰ میارا بزم بر ساحل کہ آنجا، ۳۳

۶۱ سراپا معنیٔ سر بستہ ام من، ۳۳

۶۲ مگو از مدّعائے زندگانی، ۳۴

۶۳ اگر کردی نگہ بر پارۂ سنگ، ۳۴

۶۴ وفا نا آشنا بیگانہ خو بود، ۳۵

۶۵ مپرس از عشق و از نیرنگیٔ عشق، ۳۵

۶۶ مشو اے غنچۂ نورستہ دلگیر، ۳۶

۶۷ مرا روزے گلِ افسردہ گفت، ۳۵۶

۶۸ جہانِ ما کہ پایانے ندارد، ۳۷

۶۹ بمرغانِ چمن ہمداستانم، ۳۷

۷۰ نماید آنچہ ہست ایں وادیٔ گل؟، ۳۸

۷۱ تو خورشیدی و من سیّارۂ تو، ۳۸

۷۲ خیالِ او درونِ دیدہ خوشتر، ۳۹

۷۳ دماغم کافرِ زنّار دار است، ۳۹

۷۴ صنوبر بندۂ آزادۂ او، ۴۰

[۷۵] زانجم تا بہ انجم صد جہاں بود، ۴۰

۷۶ عقابِ دور بیں جوئینہ را گفت [قطعہ ۶ مصرع]، ۴۱

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

٧٧ دلِ من در طلسمِ خود اسیر است، ۴۱

٧٨ نوا در سازِ جاں از زخمۂ تو، ۴۲

٧٩ نفس آشفتہ موجے از یمِ اوست، ۴۲

٨٠ ترا دردِ یکی در سینہ پیچد، ۴۳

٨١ کرا جوئی، چرا در پیچ و تابی؟، ۴۳

٨٢ تو اے کودک منش خود را ادب کن، ۴۴

٨٣ نہ افغانیم و نے ترک و تتاریم، ۴۴

٨۴ نہاں در سینۂ ما عالمے ہست، ۴۵

٨۵ دلِ من! دلِ من!! اے دلِ من!!!، ۴۵

٨۶ چہ گویم نکتۂ زشت و نکو چیست، ۴۶

٨٧ کسے کو دردِ پنہانے ندارد، ۴۶

٨٨ چہ پرسی از کجایم چیستم من، ۴٧

٨٩ بچندیں جلوہ در زیرِ نقابی، ۴٧

٩٠ دل از منزل تہی کن پا بہ رہ دار، ۴٨

٩١ بیا اے عشق، اے رمزِ دلِ ما، ۴٨

٩٢ سخن درد و غم آرد، درد و غم بہ، ۴٩

٩٣ نہ من بر مرکبِ ختلی سوارم، ۴٩

٩۴ کمالِ زندگی خواہی؟ بیاموز، ۵٠

٩۵ تو می گوئی کہ آدم خاک زاد است، ۵٠

٩۶ دلِ بیباک را ضرغام، رنگ است، ۵١

٩٧ ندانم بادہ ام یا ساغرم من، ۵١

٩٨ تو گوئی طائرِ ما زیرِ دام است، ۵٢

٩٩ چساں گنجید دل اندر گلِ ما؟، ۵٢

١٠٠ چو جنّت خرامیدم پس از مرگ، ۵٣

١٠١ جہانِ ما کہ جز انگارہ نیست، ۵٣

١٠٢ چساں اے آفتابِ آسماں گرد، ۵۴

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۰۳ تراش از تیشۂ خود جادۂ خویش،۵۴
۱۰۴ بمنزل راہرودِل درنسازد،۵۵
۱۰۵ بیا باشاہدِ فطرت نظر باز،۵۵
۱۰۶ میانِ آب وگل خلوت گزیدم،۵۶
۱۰۷ زآغازِ خودی کس راخبر نیست،۵۶
۱۰۸ دلا رمزِ حیات از غنچہ دریاب،۵۷
۱۰۹ فروغ او بہ بزمِ باغ وراغ است،۵۷
۱۱۰ زخاکِ نرگستاں غنچۂ رُست،۵۸
۱۱۱ جہاں کز خود ندارد دستگاہے،۵۸
۱۱۲ دلِ من رازدانِ جسم وجان است،۵۹
۱۱۳ گلِ رعنا چومن درمشکلے ہست،۵۹
۱۱۴ مزاجِ لالۂ خودروشناسم،۶۰
۱۱۵ جہاں یک نغمہ زارِ آرزوئے،۶۰
۱۱۶ دلِ من بے قرارِ آرزوئے،۶۱
۱۱۷ دوامِ ما زسوزِ ناتمام است،۶۱
۱۱۸ مرنج از برہمن اے واعظِ شہر،۶۲
۱۱۹ حکیماں گرچہ صد پیکر شکستند،۶۲
۱۲۰ جہاں ہارویداز مشتِ گلِ من،۶۳
۱۲۱ ہزاراں سال با فطرت نشستم،۶۳
۱۲۲ بگوا ے چارہ گر ایں شعلۂ چیست ؟،۶۴
۱۲۳ درونم جلوۂ افکار ایں چیست !،۶۴
۱۲۴ بخود نازم گدائے بے نیازم،۶۵
۱۲۵ اگر آگاہی از کیف وکمِ خویش،۶۵
۱۲۶ چہ غم داری، حیاتِ دل زدم نیست،۶۶
۱۲۷ تو اے دل تانشینی درکنارم،۶۶
۱۲۸ زمن گو صوفیانِ باصفارا،۶۷

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۲۹ چو نرگس ایں چمن نادیدہ مگذر، ۶۷

۱۳۰ تراشیدم صنم بر صورتِ خویش، ۶۸

۱۳۱ بہ شبنم غنچۂ نورُستہ می گفت، ۶۸

۱۳۲ زمیں را رازدانِ آسماں گیر، ۶۹

۱۳۳ ضمیرِ کن فکاں غیر از تو کس نیست، ۶۹

۱۳۴ زمیں خاکِ درِ میخانۂ ما، ۷۰

۱۳۵ سکندر رفت و شمشیر و علَم رفت، ۷۰

۱۳۶ ربودی دل ز چاکِ سینۂ من، ۷۱

۱۳۷ ز پیشِ من جہانِ رنگ و بو رفت، ۷۱

۱۳۸ مرا از پردۂ ساز آگہی نیست، ۷۲

۱۳۹ نا مستانہ در محفل زدم من، ۷۲

۱۴۰ عجم از نغمہ ہائے من جواں شد، ۷۳

۱۴۱ عجم از نغمہ ام آتش بجاں است، ۷۳

۱۴۲ ز جانِ بیقرار آتش کشادم، ۷۴

۱۴۳ مرا مثلِ نسیم آوارہ کردند، ۷۴

۱۴۴ رگِ مسلم ز سوزِ من تپید است، ۷۵

۱۴۵ ز شاخِ آرزو بر خوردہ ام من، ۷۵

۱۴۶ خیالم کو گل از فردوس چیند، ۷۶

۱۴۷ عجم بحریست ناپیدا کنارے، ۷۶

۱۴۸ مگو کارِ جہاں نا استوار است، ۷۷

۱۴۹ رمیدی از خداوندانِ افرنگ، ۷۷

۱۵۰ قبائے زندگانی چاک تا کے، ۷۸

۱۵۱ میانِ لالہ و گُل آشیاں گیر، ۷۸

۱۵۲ بجانِ من کہ جاں نقشِ تن انگیخت، ۷۹

۱۵۳ بگوشم آمد از خاکِ مزارے، ۷۹

۱۵۴ مرا ذوقِ سخن خوں در جگر کرد، ۸۰

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۵۵ گریز آخر زعقلِ ذوفنوں کرد،۸۰

افکار[صرف عنوان]،۸۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: افکار: گلِ نخستیں،۸۳

دعا،۸۴

ہلالِ عید،۸۴

تسخیرِ فطرت،۸۵

۱ میلادِ آدم،۸۵

۲ انکارِ ابلیس،۸۵

۳ اغوائے آدم،۸۶

۴ آدم از بہشت بیروں آمدہ میگوید،۸۷

۵ صبحِ قیامت (آدم در حضورِ باری)،۸۸

بوئے گل،۸۹

نوائے وقت،۹۰

فصلِ بہار،۹۲

حیاتِ جاوید،۹۶

افکارِ انجم،۹۷

زندگی [شبے زار نالید ابرِ بہار]،۹۸

محاورہ علم و عشق،۹۹

شبنم،۱۰۰

لالہ،۱۰۲

حکمت و شعر،۱۰۲

محاورہ مابین خدا و انسان،۱۰۳

ساقی نامہ (در نشاط باغ کشمیر نوشتہ شد)،۱۰۴

شاہین و ماہی،۱۰۶

اگر خواہی حیات اندر خطر زی،۱۰۷

دنیائے عمل،۱۰۸

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

زندگی [پرسیدم از بلند نگاہے حیات چیست ...]، ۱۰۹
حکائت، ۱۱۰
المُلک للہ، ۱۱۱
نامۂ عالمگیر بیکے از فرزندش کہ دعائے مرگِ پدر میکرد، ۱۱۲
بہشت، ۱۱۳
کشمیر، ۱۱۴
عشق، ۱۱۵
بندگی، ۱۱۶
غلامی، ۱۱۶
چیستانِ شمشیر، ۱۱۷
جمہوریت، ۱۱۷
بہ مبلغِ اسلام در فرنگستان، ۱۱۸
لسان العصر اکبرؔ مرحوم، ۱۱۹
غنی کشمیری، ۱۲۰
خطاب بہ مصطفیؐ کمال پاشا ایدہ اللہ (جولائی ۱۹۲۲ء)، ۱۲۱
طیارہ، ۱۲۲
عشق، ۱۲۳
تہذیب، ۱۲۴
مئِ باقی (غزلیات) [صرف عنوان]، ۱۲۵
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: مئِ باقی، ۱۲۷
بہار تا بہ گلستاں کشید بزمِ سرود، ۱۲۷
حلقہ بستند سرِ تربتِ من نوحہ گراں، ۱۲۹
می تراشد فکرِ ما ہر دم خداوندے دگر، ۱۳۰
مرا ز دیدۂ بینا شکائتِ دگر است، ۱۳۱
باایں بہانہ دریں بزم محرمے جویم، ۱۳۳
خیز و نقاب بر کشا، پردگیانِ ساز را، ۱۳۴

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

بملا زمانِ سلطاں خبرے دہم زرازے، ۱۳۶
بیا کہ ساقیٔ گل چہرہ دست بر چنگ است، ۱۳۷
صورت نہ پرستم من، بتخانہ شکستم من، ۱۳۹
ہوائے فرودیں در گلستاں میخانہ می سازد، ۱۴۰
از ما بگو سلامے آں ترکِ تندخورا، ۱۴۱
آشنا ہر خار را از قصۂ ما ساختی، ۱۴۲
خوش آنکہ رختِ خرد را بہ شعلۂ مے سوخت، ۱۴۳
بیار بادہ کہ گردوں بکامِ ما گردید، ۱۴۴
تیر وسنان و خنجر و شمشیرم آرزوست، ۱۴۵
دانۂ سبحہ بہ زنّار کشیدن آموز، ۱۴۶
ز خاکِ خویش طلب آتشے کہ پیدا نیست، ۱۴۸
موج را از سینۂ دریا گسستن می تواں، ۱۴۹
صد نالۂ شبگیرے صد صبحِ بلا خیزے، ۱۵۰
باز بہ سرمہ تاب دہ چشمِ کرشمہ زائے را، ۱۵۲
فریبِ کشمکشِ عقل دیدنی دارد، ۱۵۳
حسرتِ جلوۂ آں ماہِ تمامے دارد، ۱۵۴
بشاخِ زندگیِ مانمے ز تشنہ لبی است، ۱۵۵
فرقے نہ نہد عاشق در کعبہ و بتخانہ، ۱۵۷
بے تو از خوابِ عدم دیدہ کشودن نتواں، ۱۵۸
ایں گنبدِ مینائی، ایں پستی و بالائی، ۱۵۹
بہ یکے از صوفیہ نوشتہ شد [''ہوسِ منزلِ لیلیٰ نہ تو داری و نہ من''] ، ۱۶۰
دلیلِ منزلِ شوقم بدامنم آویز، ۱۶۱
در جہانِ دلِ ما دَورِ قمر پیدا نیست، ۱۶۲
تب و تابِ بتکدۂ عجم نرسد بسوز و گدازِ من، ۱۶۳
نقشِ فرنگ [صرف عنوان] ، ۱۶۵
نقشِ فرنگ [عنوان] ، ۱۶۷

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

پیام[صرف ایک بند، ۶ اَشعار]، ۱۶۷

زندگی و عمل در جواب نظم ہائنا موسوم بہ سوالات، ۱۶۹

جمعیّت الاقوام، ۱۶۹

شوپن ہار و نیٹشا، ۱۷۰

فلسفہ و سیاست، ۱۷۱

صحبتِ رفتگاں (در عالمِ بالا)، ۱۷۲

نیٹشا[از سستیٔ عناصرِ انساں دلش تپید]ص ۱۷۴

حکیم آئن سٹائن، ۱۷۵

بائرن، ۱۷۶

نیٹشا[گر نوا خواہی زپیشِ او گریز]، ۱۷۷

جلال و ہیگل، ۱۷۸

پٹوفی - شاعرِ جوانا مرگِ ہنگری کہ در معرکہ کارزار در حمایتِ وطن کشتہ شد و نعشِ او نیافتند تا یادگارِ خاکی از و بماند، ۱۷۹

محاورہ مابین حکیم فرنسوی اگسٹس کومٹ و مردِ مزدور، ۱۸۰

ہیگل، ۱۸۱

جلال و گوئٹے، ۱۸۲

پیغامِ برگساں، ۱۸۳

میخانۂ فرنگ، ۱۸۴

موسیو لینن و قیصر ولیم، ۱۸۵

حکما، ۱۸۷

شعرا، ۱۸۸

خراباتِ فرنگ، ۱۸۹

خطاب بہ انگلستاں، ۱۹۰

قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور، ۱۹۱

نوائے مزدور، ۱۹۳

خُردہ، ۱۹۵

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۔ اَسرار و رموز (یکجا) (۱۹۲۳)

اسرارِ خودی، ۱

[دی شیخ با چراغ ہمی گشت گردِ شہر]، ۲

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: اسرارِ خودی: تمہید، ۳

در بیان اینکہ اصل نظام عالم از خودی است و تسلسلِ حیاتِ تعیناتِ وجود بر استحکامِ خودی انحصار دارد، ۱۲

در بیان اینکہ حیاتِ خودی از تخلیق و تولیدِ مقاصد است، ۱۶

در بیان اینکہ خودی از عشق و محبت استحکام می پذیرد، ۱۸

در بیان اینکہ خودی از سوال ضعیف می گردد، ۲۴

در بیان اینکہ چوں خودی از عشق و محبت محکم میگردد قوائے ظاہرہ و مخفیۂ نظامِ عالم را مسخّر می سازد، ۲۶

حکایت دریں معنی کہ مسئلۂ نفی خودی از مخترعاتِ اقوامِ مغلوبۂ بنی نوعِ انسان است کہ بایں طریقِ مخفی اخلاقِ اقوامِ غالبہ را ضعیف می سازند، ۲۹

در معنیِ اینکہ افلاطونِ یونانی کہ تصوف و ادبیاتِ اقوام اسلامیہ از افکارِ او اثرِ عظیم پذیرفتہ بر مسلکِ گوسفندی رفتہ است و از تخیّلاتِ او احتراز واجب است، ۳۴

در حقیقتِ شعر و اصلاحِ ادبیاتِ اسلامیہ، ۳۷

در بیان اینکہ تربیت خودی را سہ مراحل است۔ مرحلہ اول را اطاعت و مرحلہ دوم را ضبط نفس و مرحلہ سوم را نیابت الٰہی نامیدہ اند، ۴۴

مرحلۂ اوّل اطاعت، ۴۴

مرحلۂ دوم ضبطِ نفس، ۴۶

مرحلۂ سوم نیابتِ الٰہی، ۴۸

در شرحِ اَسرارِ اَسمائے علی مرتضیٰؓ، ۵۲

حکایتِ نوجوانے از مرو کہ پیشِ حضرت سید مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ آمدہ از ستمِ اعدا فریاد کرد، ۵۷

حکایت طائرے کہ از تشنگی بیتاب بود، ۶۰

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حکایت الماس وزُغال،۶۳
حکایتِ شیخ وبرہمن ومکالمۂ گنگاوہمالہ درمعنی ایں کہ تسلسلِ حیاتِ ملیہ ازمحکم گرفتن روایاتِ مخصوصہ ملّیہ می باشد،۶۵
دربیان اینکہ مقصدِ حیاتِ مُسلم اعلائے کلمۃ اللہ است و جہاد اگر محرّک او جوع الارض باشد در مذہبِ اسلام حرام است،۶۹
اندرزمیرنجات نقشبند المعروف بہ بابائے صحرائی کہ برائے مسلمانانِ ہندوستاں رقم فرمودہ است،۷۳
الوقتُ سیف،۸۰
دُعا،۸۶
رموزِ بیخودی
[جہد کن در بیخودی خودرا بیاب]،۹۲
پیش کش بحضور ملّتِ اسلامیہ،۹۳
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم: رموزِ بیخودی: تمہید: در معنئ فرد وملّت ،۹۷
در معنئ ایں کہ ملّت از اختلاطِ افراد پیدا می شود و تکمیلِ تربیتِ اُو از نبوّت است،۱۰۱
ارکانِ اَساسیِ ملّیہ اسلامیہ،۱۰۴
رُکنِ اوّل توحید،۱۰۴
در معنئ ایں کہ یاس وحزن وخوف اُمّ الخبائث است وقاطعِ حیات وتوحید ازالۂ ایں امراضِ خبیثہ می کند،۱۰۸
محاورہ تیروشمشیر،۱۱۱
حکایت شیروشہنشاہِ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ،۱۱۲
رُکنِ دوم رسالت،۱۱۵
در معنئ ایں کہ مقصودِ رسالتِ محمدیہؐ تشکیل وتاسیسِ حرّیت ومساوات واخوّتِ بنی نوع آدم است،۱۱۹

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

حکایت بوعبید و جابان در معنیِ اخوّتِ اسلامیہ، ۱۲۱

حکایت سُلطان مراد و معمار در معنیِ مساواتِ اسلامیہ، ۱۲۳

در معنیِ حُرّیتِ اسلامیہ و سرِّ حادثۂ کربلا، ۱۲۵

در معنیِ ایں کہ چوں ملتِ محمدیّہ موسّس بر توحید و رسالت است پس نہایت مکانی ندارد، ۱۲۹

در معنیِ ایں کہ وطن اساسِ ملّت نیست، ۱۳۲

در معنیِ ایں کہ ملّتِ محمدیہ نہایتِ زمانی ہم ندارد کہ دوامِ ایں ملّتِ شریفہ موعود است، ۱۳۵

در معنیِ ایں کہ نظامِ ملّت غیر از آئین صورت نہ بندد و آئینِ ملّتِ محمدیّہ قرآن است، ۱۳۹

در معنیِ ایں کہ در زمانۂ انحطاط تقلید از اجتہاد اولیٰ تر است، ۱۴۳

در معنیِ ایں کہ پختگی سیرتِ ملّیہ از اتباعِ آئینِ الٰہیہ است، ۱۴۶

در معنیِ ایں کہ حُسنِ سیرتِ ملّیہ از تادّب بآدابِ محمدیّہ است، ۱۵۰

در معنیِ ایں کہ حیاتِ ملّیہ مرکزِ محسوس می خواہد و مرکزِ ملّتِ اسلامیہ بَیتُ الحرام است، ۱۵۴

در معنیِ ایں کہ جمعیتِ حقیقی از محکم گرفتن نصب العین ملّیہ است و نصب العین اُمّتِ محمدیّہ حفظ و نشرِ توحید است، ۱۵۹

در معنیِ ایں کہ توسیعِ حیاتِ ملّیہ از تسخیرِ قوائے نظامِ عالم است، ۱۶۴

در معنیِ ایں کہ کمالِ حیاتِ ملیہ این است کہ ملّت مثلِ فرد احساسِ خودی پیدا کند و تکمیلِ ایں احساس از ضبطِ روایاتِ ملّیہ ممکن گردد، ۱۶۹

در معنیِ ایں کہ بقائے نوع از امومت است و حفظ و احترامِ امومت اصلِ اسلام است، ۱۷۳

در معنیِ ایں کہ سیّدۃ النسأ فاطمۃ الزہرا اسوۂ کاملہ ایست برائے نسائِ اسلام، ۱۷۷

خطاب بہ مخدّراتِ اسلام، ۱۷۹

خلاصہ مطالبِ مثنوی در تفسیرِ سورۂ اخلاص، ۱۸۱

قل ھواللہ اُحد، ۱۸۱

اللہ الصّمد، ۱۸۳

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

لم یلد ولم یولد، ۱۸۸

ولم یکن لہٗ کفواً احد، ۱۹۱

عرضِ حالِ مُصنّف بحضور رحمۃ اللعالمین، ۱۹۳

۳۔ آئینۂ عجم کا پہلا ایڈیشن (۱۹۲۳)

[اس میں فہرستِ مضامین شامل تھی۔ ملک حسن اختر (۱۹۸۸) ص ۱۵۵-۱۵۴ سے نقل کر کے پیش کی جا رہی ہے]۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	حصّۂ نثر	
۱	ہزیمتِ ہمایوں (ہمایوں نامہ)	۱
۲	حکایات (کلیلہ ودمنہ)	۲۳
۳	درافزونی گہراز افزونی ہنر (کابوس نامہ)	۵۴
۴	زنبور و مورچہ	۶۶
۵	حکایات حکیم قاآنی	۷۱
۶	آشیانِ بلبل	۷۹
۷	محاورۂ سیّاحے با یکے از وحشیانِ امریکائے شمالی	۸۴
۸	مجادلہ درمیان علوم وفنون	۹۲
۹	پروانہ	۱۰۲
۱۰	ماہ وانجم	۱۰۵
۱۱	ملّت ودولتِ ایران	۱۱۳
۱۲	ماطلید	۱۲۱
۱۳	سرگذشتِ شاہ قلی میرزا (تیاتر)	۱۳۹
۱۴	سیاحت نامۂ ابراہیم بیگ	
	نمبر۱ قزوین	۱۶۷
	نمبر۲ مراغہ	۱۸۰
	حصّۂ نظم	
۱۵	مناظرۂ تیر وکمان	۱۹۱
۱۶	کشیدن موش شتر را	۱۹۲
۱۷	شکایتِ ایام	۱۹۳
۱۸	نے وچنار	۱۹۴
۱۹	کدو و چنار	۱۹۶
۲۰	موش وگربہ	۱۹۷

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۱	اعرابی طامع	....	۱۹۹
۲۲	طائرِ باہمت	....	۲۰۲
۲۳	سکندر و دیو جانس کلبی	....	۲۰۴
۲۴	شبلی و مور	....	۲۰۵
۲۵	عمرؓ و مردِ گدا	....	۲۰۶
۲۶	خود بینیِ عقاب	....	۲۰۷
۲۷	مور و عقرب	....	۲۰۸
۲۸	دخمۂ شاپور	....	۲۰۹
۲۹	پندنامۂ نوشیرواں	....	۲۱۰
۳۰	باد	....	۲۱۳
۳۱	ابر	....	۲۱۵
۳۲	آب	....	۲۱۶
۳۳	بہار	....	۲۱۶
۳۴	بہار	....	۲۱۸
۳۵	فصلِ بہار	....	۲۲۰
۳۶	خوش دلی	....	۲۲۳
۳۷	قلم	....	۲۲۴
۳۸	نغمۂ سارباں	....	۲۲۶
۳۹	مداین	....	۲۲۹
۴۰	اسپِ ضعیف و شاعرِ ظریف	....	۲۳۴
۴۱	قطعات	....	۲۳۶

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۴۔ پیامِ مشرق کا دُوسرا ایڈیشن (۱۹۲۴)

[پیامِ مشرق کے دُوسرے ایڈیشن میں فہرستِ مضامین شامل تھی جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔]

فہرست مطالب

۱	دیباچہ	ا تا ن
۲	پیش کش	۱ تا ۸
۲	لالۂ طور (رباعیات)	۱۱ تا ۹۲
	افکار	
۴	گلِ نخستیں	۹۵
۵	دعا	۹۶
۶	ہلالِ عید	,,
۷	تسخیرِ فطرت	۹۷
۸	بوئے گل	۱۰۱
۹	نوائے وقت	۱۰۲
۱۰	فصلِ بہار	۱۰۴
۱۱	حیاتِ جاوید	۱۰۸
۱۲	افکارِ انجم	۱۰۹
۱۳	زندگی	۱۱۰
۱۴	محاورہ علم و عشق	۹۹
۱۵	سرودِ انجم	۱۱۲
۱۶	نسیمِ صبح	۱۱۶
۱۷	پندِ باز با بچۂ خویش	۱۱۷
۱۸	کِرمِ کتابی	۱۱۹
۱۹	کبرو ناز	۱۲۰
۲۰	لالہ	۱۲۱
۲۱	حکمت و شعر	۱۲۲
۲۲	کرمکِ شب تاب	۱۲۲
۲۳	حقیقت	۱۲۵
۲۴	حُدی	۱۲۵

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۵	قطرۂ آب	۱۳۰
۲۶	محاورہ مابین خدا و انسان	۱۳۲
۲۷	ساقی نامہ	۱۳۳
۲۸	شاہین و ماہی	۱۳۵
۲۹	کرمکِ شب تاب	۱۳۶
۳۰	تنہائی	۱۳۶
۳۱	شبنم	۱۳۸
۳۲	عشق	۱۴۲
۳۳	اگر خواہی حیات اندر خطر زی	۱۴۳
۳۴	جہانِ عمل	۱۴۴
۳۵	زندگی	۱۴۵
۳۶	حکمتِ فرنگ	۱۴۶
۳۷	حور و شاعر	۱۴۷
۳۸	زندگی و عمل	۱۵۰
۳۹	المُلک للہ	۱۵۰
۴۰	جوئے آب	۱۵۱
۴۱	نامۂ عالمگیر بیکے از فرزندش کہ دعائے مرگِ پدر میکرد	۱۵۳
۴۲	بہشت	۱۵۴
۴۳	کشمیر	۱۵۵
۴۴	عشق	۱۵۶
۴۵	بندگی	۱۵۷
۴۶	غلامی	,,
۴۷	چیستانِ شمشیر	۱۵۸
۴۸	جمہوریت	,,
۴۹	بہ مبلغِ اسلام در فرنگستان	۱۵۹
۵۰	غنی کشمیری	۱۶۰

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۵۱	خطاب بہ مصطفےٰ کمال پاشا	۱۶۱
۵۲	طیارہ	۱۶۲
۵۳	عشق	۱۶۳
۵۴	تہذیب	۱۶۴
۵۵	مئ باقی (غزلیات)	۱۶۷تا۲۲۲
	نقشِ فرنگ	
۵۶	پیام	۲۲۵
۵۷	جمعیّت الاقوام	۲۳۳
۵۸	شوپن ہار و نیٹشا	۲۳۴
۵۹	فلسفہ و سیاست	۲۳۵
۶۰	صحبتِ رفتگاں	۲۳۶
۶۱	نیٹشا	۲۳۸
۶۲	حکیم آئن سٹائن	۲۳۹
۶۳	بائرن	۲۴۰
۶۴	نیٹشا	۲۴۱
۶۵	جلال و ہیگل	۲۴۲
۶۶	پٹوفی	۲۴۳
۶۷	محاورہ مابین حکیم فرنسوی اگسٹس کومٹ و مردِ مزدور	۲۴۴
۶۸	ہیگل	۲۴۵
۶۹	جلال و گوئٹے	۲۴۶
۷۰	پیغامِ برگساں	۲۴۷
۷۱	میخانۂ فرنگ	۲۴۸
۷۲	موسیولینن و قیصر ولیم	۲۴۹
۷۳	حکما	۲۵۱
۷۴	شعرا	۲۵۲
۷۵	خراباتِ فرنگ	۲۵۳

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۷۶	خطاب بہ انگلستان	۲۵۴
۷۷	قسمت نامۂ سرمایہ دار و مزدور	۲۵۵
۷۸	نوائے مزدور	۲۵۷
۷۹	آزادیٔ بحر	۲۵۸
۸۰	خردہ	۲۵۹تا۲۶۴

۵۔ بانگِ درا کا پہلا ایڈیشن (۱۹۲۴)

[بانگِ درا میں فہرستِ مضامین شامل تھی۔ ذیل میں نقل کی جا رہی ہے]۔

شمار	نظم	صفحہ
	حصّۂ اول (...۱۹۰۵ء تک)	
۱	ہمالہ	۳
۲	گُلِ رنگیں	۶
۳۔	عہدِ طفلی	۸
۴۔	مرزا غالب	۹
۵۔	ابرِ کوہسار	۱۱
۶۔	ایک مکڑا اور مکھّی	۱۲
۷۔	ایک پہاڑ اور گلہری	۱۵
۸۔	ایک گائے اور بکری	۱۶
۹۔	بچّے کی دُعا	۱۹
۱۰۔	ہمدردی	۲۰
۱۱۔	ماں کا خواب	۲۱
۱۲۔	پرندے کی فریاد	۲۳
۱۳۔	خفتگانِ خاک سے استِفسار	۲۴
۱۴	شمع و پروانہ	۲۷
۱۵۔	عقل و دِل	۲۸

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۶۔صدائے درد	۲۹
۱۷۔آفتاب (ترجمہ گایتری)	۳۰
۱۸۔شمع	۳۲
۱۹۔ایک آرزو	۳۵
۲۰۔آفتابِ صبح	۳۷
۲۱۔دردِ عشق	۳۹
۲۲۔گل پژمردہ	۴۱
۲۳۔سیّد کی لوحِ تربت	۴۲
۲۴۔ماہِ نو	۴۴
۲۵۔انسان اور بزمِ قدرت	۴۵
۲۶۔پیامِ صبح	۴۷
۲۷۔عشق اور موت	۴۸
۲۸۔زہد اور رندی	۵۰
۲۹۔شاعر	۵۳
۳۰۔دِل	۵۴
۳۱۔موجِ دریا	۵۵
۳۲۔رُخصت اے بزمِ جہاں!	۵۶
۳۳۔طفلِ شیر خوار	۶۰
۳۴۔تصویرِ درد	۶۲
۳۵۔نالۂ فراق	۷۴
۳۶۔چاند	۷۶
۳۷۔بلالؓ	۷۸
۳۸۔سرگزشتِ آدم	۸۰
۳۹۔ترانۂ ہندی	۸۲
۴۰۔جگنو	۸۳
۴۱۔صبح کا ستارہ	۸۵

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۴۲۔ ہندوستانی بچوں کا قومی گیت	۸۷
۴۳۔ نیا شوالہ	۸۸
۴۴۔ داغ	۸۹
۴۵ ابر	۹۲
۴۶۔ ایک پرندہ اور جگنو	۹۳
۴۷۔ بچہ اور شمع	۹۴
۴۸۔ کنارِ راوی	۹۶
۴۹۔ التجائے مسافر	۹۷
۵۰ **غزلیات**	۱۰۰تا۱۱۲

حصہ دوم (۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک)

۵۱ محبت	۱۱۵
۵۲ حقیقتِ حسن	۱۱۶
۵۳ پیام	۱۱۷
۵۴ سوامی رام تیرتھ	۱۱۸
۵۵ طلبۂ علی گڑھ کالج کے نام	۱۱۹
۵۶ اخترِ صبح	۱۲۰
۵۷ حُسن و عشق	۱۲۱
۵۸ ...کی گود میں بلّی دیکھ کر	۱۲۲
۵۹ کلی	۱۲۳
۶۰ چاند اور تارے	۱۲۴
۶۱ وصال	۱۲۶
۶۲ سلیمیٰ	۱۲۷
۶۳ عاشقِ ہرجائی	۱۲۸
۶۴ کوششِ ناتمام	۱۳۱
۶۵ نوائے غم	۱۳۲

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۶۶	عشرتِ امروز	۱۳۳
۶۷	انسان	۱۳۴
۶۸	جلوۂ حسن	۱۳۵
۶۹	ایک شام	۱۳۶
۷۰	تنہائی	۱۳۷
۷۱	پیامِ عشق	,,
۷۲	فراق	۱۳۹
۷۳	عبدالقادر کے نام	۱۴۰
۷۴	صقلیّہ	۱۴۱
۷۵	غزلیات	۱۴۳تا۱۵۲

حصہ سوم (۱۹۰۸ء سے)

۷۶	بلاد اسلامیہ	۱۵۵
۷۷	ستارہ	۱۵۸
۷۸	دوستارے	۱۵۹
۷۹	گورستانِ شاہی	۱۶۰
۸۰	نمودِ صبح	۱۶۶
۸۱	تضمین بر شعر انیسی شاملو	۱۶۷
۸۲	فلسفۂ غم	۱۶۸
۸۳	پھول کا تحفہ عطا ہونے پر	۱۷۱
۸۴	ترانۂ ملّی	۱۷۲
۸۵	وطنیّت	۱۷۳
۸۶	ایک حاجی مدینے کے راستے میں	۱۷۵
۸۷	قطعہ	۱۷۶
۸۸	شکوہ	۱۷۷
۸۹	چاند	۱۸۷
۹۰	رات اور شاعر	۱۸۸

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۹۱	بزمِ انجم	۱۹۰
۹۲	سیرِ فلک	۱۹۲
۹۳	نصیحت	۱۹۴
۹۴	رام	۱۹۵
۹۵	موٹر	۱۹۶
۹۶	انسان	۱۹۷
۹۷	خطاب بہ جوانانِ اسلام	۱۹۸
۹۸	غرّۂ شوال یا ہلالِ عید	۱۹۹
۹۹	شمع اور شاعر	۲۰۱
۱۰۰	مسلم	۲۱۶
۱۰۱	حضور رسالت مآبؐ میں	۲۱۸
۱۰۲	شفاخانۂ حجاز	۲۱۹
۱۰۳	جوابِ شکوہ	۲۲۰
۱۰۴	ساقی	۲۳۳
۱۰۵	تعلیم اور اس کے نتائج	۲۳۳
۱۰۶	قربِ سلطان	۲۳۴
۱۰۷	شاعر	۲۳۵
۱۰۸	نویدِ صبح	۲۳۶
۱۰۹	دعا	۲۳۷
۱۱۰	عید پر شعر لکھنے کی فرمائش کے جواب میں	۲۳۸
۱۱۱	فاطمہ بنت عبداللہ	۲۳۹
۱۱۲	شبنم اور ستارے	۲۴۰
۱۱۳	محاصرۂ ادرنہ	۲۴۲
۱۱۴	غلام قادر رہیلہ	۲۴۳
۱۱۵	ایک مکالمہ	۲۴۵
۱۱۶	میں اور تو	۲۴۶

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۱۷ تضمین بر شعر ابو طالب کلیم ۲۴۷
۱۱۸ شبلی و حالی ۲۴۸
۱۱۹ ارتقا ۲۴۹
۱۲۰ صدیقؓ ۲۵۰
۱۲۱ تہذیبِ حاضر ۲۵۱
۱۲۲ والدہ مرحومہ کی یاد میں ۲۵۲
۱۲۳ شعاعِ آفتاب ۲۶۷
۱۲۴ عرفی ۲۶۸
۱۲۵ ایک خط کے جواب میں ۲۶۹
۱۲۶ نانک ۲۷۰
۱۲۷ کفر و اسلام ۲۷۱
۱۲۸ بلالؓ ۲۷۲
۱۲۹ مسلمان اور تعلیم جدید ۲۷۳
۱۳۰ پھولوں کی شہزادی ۲۷۴
۱۳۱ تضمین بر شعر صائب ۲۷۵
۱۳۴ فردوس میں ایک مکالمہ ۲۷۶
۱۳۵ مذہب ۲۷۷
۱۳۶ جنگِ یرموک کا ایک واقعہ ۲۷۸
۱۳۷ مذہب ۲۷۹
۱۳۸ پیوستہ رہ شجر سے امیدِ بہار رکھ ۲۸۰
۱۳۹ شبِ معراج ۲۸۱
۱۴۰ پھول ۲۸۱
۱۴۱ شیکسپیئر ۲۸۳
۱۴۲ میں اور تو ۲۸۴
۱۴۳ اسیری ۲۸۶
۱۴۴ دریوزۂ خلافت ۲۸۶

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۴۵	ہمایوں	۲۸۷
۱۴۶	خضرراہ	۲۸۸
۱۴۷	طلوع اسلام	۳۰۳
۱۴۸	**غزلیات**	۳۱۶تا۳۲۲
۱۴۹	**ظریفانہ**	۳۲۵تا۳۳۶

۶۔ اُردو کورس، چھٹی جماعت کے لیے (۱۹۲۴)

[یہ ناپید ہے۔ مندرجہ ذیل فہرست ۱۹۲۹ء کے ایڈیشن سے نقل کی جا رہی ہے جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لاہور میں اقبال اکادمی پاکستان کی لائبریری میں موجود ہے]۔

نمبر شمار	مضمون					صفحہ
۱	دعا	......	......	......	نظم	۱
۲	دُنیا کی آبادی (۱)			......	نثر	۳
۳	سرزمینِ ہند	......	......	......	نظم	
۴	یدھشٹر کا پہلا سبق	......	......	......	نثر	
۵	ہندوستانی بچوں کا گیت		......	......	نظم	
۶	زمین کی آبادی (۲)		......	......	نثر	
۷	صفائی	......	......	......	نظم	
۸	راجہ ہریشچندر	......	......	......	نثر	
۹	شرافت	......	......	......	نظم	
۱۰	زمین کی سرگذشت (۱)	......	......	......	نثر	
۱۱	دہنا ہاتھ	......	......	......	نظم	
۱۲	زمین کی سرگذشت (۲)		......	......	نثر	
۱۳	پہلے کام بعد میں آرام		......	......	نظم	
۱۴	جیمس فرگسن	......	......	......	نثر	
۱۵	مکڑی اور مکھیاں	......	......	......	نظم	

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۶ زمین کی سرگذشت (۳) .... نثر

۱۷ ابر .... نظم

۱۸ راجہ مایا داس .... نثر

۱۹ اپنا گھر .... نظم

۲۰ نیک دل شہزادہ .... نثر

۲۱ سپوت .... نظم

۲۲ حُب الوطنی .... نثر

۲۳ زلزلہ .... نظم

۲۴ مہماں نوازی .... نثر

۲۵ رونقِ بارش .... نظم

۲۶ کنگ لیئر .... نثر

۲۷ مُرغِ اسیر اور صیّاد .... نظم

۲۸ دنیا کی سب سے بڑی چیز .... نثر

۲۹ جُگنو .... نظم

۳۰ مینا .... نثر

۳۱ سکندرِ اعظم (۱) .... نثر

۳۲ کام .... نظم

۳۳ تمباکو اور چائے .... نثر

۳۴ صبح کی چہل پہل .... نظم

۳۵ سکندرِ اعظم .... نثر

۳۶ عزّت .... نظم

۳۷ دانت اور بال .... نثر

۳۸ پردیس .... نظم

۳۹ سکندر اعظم (۳) .... نثر

۴۰ گنگا کا کنارہ .... نظم

۴۱ بابر کا بچپن (۱) .... نثر

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۴۲	میرا جھونپڑا	......	......	...... نظم
۴۳	بابر کا بچپن (۲)	......	......	...... نثر
۴۴	محنت	......	......	...... نظم
۴۵	بابر کا بچپن (۳)	......	......	...... نثر
۴۶	مکتوبات	......	......	...... نثر
۴۷	فرہنگ	......	......	......

۷۔اُردو کورس، ساتویں جماعت کے لیے (۱۹۲۴)

[یہ ناپید ہے۔مندرجہ ذیل فہرست ۱۹۴۵ء کے ایڈیشن سے نقل کی جا رہی ہے جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لاہور میں اقبال اکادمی پاکستان کی لائبریری میں موجود ہے]۔

نمبر شمار	مضمون		مصنف	صفحہ
۱	وقتِ سحر	نظم	جناب منشی تلوک چند محروم	
۲	رام چندر جی (۱)		مولانا آزاد مرحوم	
۳	خدا کی نعمتیں	نظم	حضرت جوش ملیح آبادی	
۴	شیر شاہ سُوری		جناب سعید احمد مارہروی	
۵	کہسار ہمالہ	نظم	جناب سُہا	
۶	رام چندر جی (۲)		مولانا آزاد مرحوم	
۷	گنگا	نظم	جناب محمد عثمان مقبول	
۸	اُلّو		حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہّ	
۹	برسات	نظم	جناب سیّد احمد عاشق	
۱۰	رام شاستری			
۱۱	اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے	نظم	جناب منشی تلوک چند محرومؔ	
۱۲	میر سالار جنگ			
۱۳	صبحِ چمن	نظم	جناب سیّد علمدار حسینؔ	
۱۴	وضعداری		جناب محمدؐ الواحدی	

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۵	نُور جہاں کا مزار	نظم	جناب منشی تلوک چند محرومؔ
۱۶	ایک وکیل اور اُس کا بیٹا		جناب شیخ عبدالقادر بی-اے بیرسٹرایٹ لاٗ
۱۷	گمنام نامور	نظم	جناب حبیب کنتوری
۱۸	ویل مچھلی		سیّد راحت حسین بی اے
۱۹	زندگی	نظم	جناب عجزؔ
۲۰	جانوروں کی الف لیلہ (۱)		جناب پنڈت رتن ناتھ سرشارؔ
۲۱	ندی کا راگ	نظم	مولانا ظفر علی خاں
۲۲	رنگ و بیرنگی		جناب اشرف حسین
۲۳	بہار	نظم	جناب بے نظیر
۲۴	جانوروں کی الف لیلہ (۲)		جناب پنڈت رتن ناتھ سرشار
۲۵	خدمتِ خدا و خلق	نظم	جناب اعجاز حسین بی-اے
۲۶	حجِ اکبر		جناب منشی پریم چند
۲۷	دال	نظم	مولانا آزاد مرحوم
۲۸	سرائے کا نقشہ برسات میں		جناب باقر علی داستان گو
۲۹	ایثار	نظم	جناب میر انیس مرحوم
۳۰	مکتوباتِ اکبر		حضرت اکبر الہ آبادی
۳۱	موج اور حباب	نظم	حضرت اکبر الہ آبادی
۳۲	درو پدی کا سوئمبر		جناب منشی سُورج نرائن مہرؔ دہلوی
۳۳	میرا وطن	نظم	ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال
۳۴	کلیم کی سرگذشت		جناب مولوی نذیر احمد دہلوی
۳۵	آغاز اور انجام	نظم	سید علی سجاد دہلوی
۳۶	جانوروں کی الف لیلہ (۳)		جناب پنڈت رتن ناتھ سرشار
۳۷	فرہنگ		

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۸۔ اُردو کورس، آٹھویں جماعت کے لیے (۱۹۲۴)

[یہ ناپید ہے۔ مندرجہ ذیل فہرست ۱۹۴۰ء کے ایڈیشن سے نقل کی جا رہی ہے جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لاہور میں اقبال اکادمی پاکستان کی لائبریری میں موجود ہے۔ 'زمین کی فرسودگی یعنی ڈھا' والا سبق پہلے ایڈیشن میں موجود نہ تھا]۔

فہرستِ تصاویر

نمبر	تصاویر	صفحہ
۱	سر سیّد احمد خاں صاحب	۳۰
۲	مسٹر دادا بھائی نوروجی	۴۴
۳	جوگی اور پہاڑ	۵۵
۴	ریچھ اور قلندر	۶۸
۵	چاند اور ستارے	۱۳۱
۶	کبوتر اور فوٹو کا کیمرا	۲۵۲
۷	خدائی فوجدار	۲۷۸

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون		صاحبِ مضمون	صفحہ
۱	معرفتِ الٰہی	نظم	جناب جوش ملیح آبادی	۹
۲	دنیا کی دلچسپیاں	نثر	جناب شیخ عبدالقادر بی اے بیرسٹرایٹ لا	۱۲
۳	حُبِّ وطن	نظم	مولانا محمد حسین آزاد مرحوم	۲۷
۴	قلعۂ شاہ جہاں	نثر	جناب ڈاکٹر سر سید احمد خاںؒ مرحوم	۳۰
۵	رام چندر جی کا بن باس	نظم	جناب پنڈت برج نرائن چکبست	۳۷
۶	مسٹر دادا بھائی نوروجی	نثر	جناب پنڈت تلوکی ناتھ کول	۴۴
۷	جوگی	نظم	جناب چودھری خوشی محمدؐ صاحب ناظر۔ گورنر کشمیر	۵۵
۸	زبان کی تمیز اور اُس کا فرق	نثر	جناب سید احمدؒ دہلوی مرحوم	۵۹
۹	ریچھ کا بچّہ	نظم	حضرت نظیر اکبر آبادی مرحوم	۶۸
۱۰	دیا سلائی	نثر		۷۱
۱۱	ستارہ	نظم	ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا	۸۶

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۲	ایمان کا فیصلہ	نثر	جناب منشی پریم چند	۸۷
۱۳	سرورِ قناعت	نظم	جناب منشی نائک پرشاد طالب	۱۲۵
۱۴	چاند اور ستارے	نثر		۱۳۱
۱۵	گنگا	نظم	جناب مولانا سُہا (علیگ)	۱۴۱
۱۶	ہوشیار سراغرساں	نثر	جناب حکیم احمد شجاع بی اے (علیگ)	۱۴۲
۱۷	کسان	نظم	جناب سید محمدؐ فاروق	۱۵۶
۱۸	گھر سے نکل کے دیکھو	نثر	جناب شیخ عبدالقادر بی اے بیرسٹرایٹ لا	۱۵۹
۱۹	موسم گرما	نظم	جناب پیارے لال شاکر	۱۷۳
۲۰	مجھے میرے دوستوں سے بچاؤ	نثر	جناب سیّد سجاد حیدرؔ بی اے (علیگ)	۱۷۶
۲۱	مناظرہ ہمّت و تدبیر	نظم	جناب سید علمدار حسین	۱۹۸
۲۲	موعظۂ حسنہ	نثر	جناب ڈاکٹر حافظ نذیر احمد خاں مرحوم	۲۰۳
۲۳	حضرت قاسم کی جنگ	نظم	حضرت میر انیسؔ	۲۱۱
۲۴	پیسہ کا سفرنامہ	نثر	حضرت خواجہ حسن نظامی مدظلہ	۲۱۹
۲۵	اندھی پھول والی کا گیت	نظم	جناب مہدی حسن احسنؔ	۲۲۸
۲۶	اخلاقی جرأت	نثر	جناب ڈپٹی لال نگم	۲۳۰
۲۷	لڑکیوں کی تعلیم	نظم	حضرت اکبرالہ آبادی مرحوم	۲۳۲
۲۸	سائینس کے حیرت انگیز کرشمے	نثر	جناب پروفیسر فیروزالدین مراد ایم-ایس-سی	۲۴۶
۲۹	کنارِ راوی	نظم	ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال ایم اے بیرسٹرایٹ لا	
۳۰	خدائی فوجدار	نثر	جناب پنڈت رتن ناتھ سرشار مرحوم	
۳۱	زمین کی فرسودگی یعنی ڈھا	نثر		
۳۲	برسات کی بہاریں	نظم	حضرت نظیر اکبرآبادی مرحوم	

۹۔ بانگِ درا کا دوسرا ایڈیشن (۱۹۲۶)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱۰۔ آئینۂ عجم کا ترمیم شدہ ایڈیشن (۱۹۲۷)

۱۱۔ اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: پہلا ایڈیشن (۱۹۲۷)

[یہ ناپید ہے۔ ملک حسن اختر ملک (۱۹۸۸) ص ۱۷۰ کے مطابق ضمیمہ پنجاب گزٹ ۲۳ مارچ ۱۹۲۸ء سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۲۷ء میں گلاب چند کپور اینڈ سنز لاہور نے تین ہزار کی تعداد میں شائع کیا۔ اس کے صفحات ۳۰۸ تھے (بعد کے کچھ ایڈیشن جو دستیاب ہیں اُن میں صفحات کی تعداد کم ہے)۔]

۱۲۔ زبورِ عجم (۱۹۲۷)

[زبورِ عجم میں فہرست شامل نہ تھی۔ ذیل میں اس کے مشمولات پہلے ایڈیشن کو سامنے رکھ کر درج کیے جا رہے ہیں۔ اس ایڈیشن کی فوٹو کاپی اقبال اکادمی پاکستان کی لائبریری میں موجود ہے]۔

	زبورِ عجم [صرف عنوان]	۱
	بخوانندۂ کتاب زبور	۲
	زبورِ عجم حصہ اول [ایک شعر کے ساتھ]	۳
	دعا	۴
	[''بسم اللہ الرحمن الرحیم'']	۶
۱	عشق شور انگیز را ہر جادہ در کوی تو برد	۶
۲	درون سینۂ ما سوز آرزو ز کجاست	۷
۳	غزل سرای و نواہای رفتہ باز آور	۸
۴	ایکہ ز من فزودہ ای گرمی آہ و نالہ را	۹
۵	از مشت غبار ما صد نالہ برانگیزی	۱۰
۶	من اگرچہ تیرہ خاکم دلکی است برگ و سازم	۱۲
۷	بصدای دردمندی بنوای دلپذیری	۱۳

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۸ رسرکفرودین فشان رحمت عام خویش را ۱۴
۹ نوای من ازان پرسوز و بیباک و غم انگیز است ۱۶
۱۰ دل و دیده یی که دارم همه لذّت نظاره ۱۸
۱۱ گرچه شاهین خرد بر سر پروازی هست ۲۰
۱۲ این جهان چیست صنم خانهٔ پندار من است ۲۲
۱۳ فصل بهار اینچنین بانگ هزار اینچنین ۲۴
۱۴ برون کشید ز پیچاک هست و بود مرا ۲۶
۱۵۔ خیز و بخاک تشنه یی بادهٔ زندگی فشان ۲۷
۱۶۔ تو باین گمان که شاید سر آستانه دارم ۲۸
۱۷۔ نظر براه نشینان سواره میگذرد ۳۰
۱۸۔ برعقل فلک پیما ترکانه شبیخون به ۳۲
۱۹۔ یا مسلمان رامده فرمان که جان برکف بنه ۳۴
۲۰۔ عقل هم عشق است واز ذوق نگه بیگانه نیست ۳۶
۲۱۔ سوز و گداز زندگی لذّت جستجوی تو ۳۷
۲۲۔ درین محفل که کار او گذشت از باده و ساقی ۳۸
۳۳[۲۳] ساقیا برجگرم شعلهٔ نمناک انداز ۴۰
۳۴[۲۴] ازآن آبی که در من لاله کارد ساتگینی ده ۴۲
۳۵[۲۵] ز هر نقشی که دل از دیده گیرد پاک می آیم ۴۳
۳۶[۲۶] دل بی قید من با نور ایمان کافری کرده ۴۴
۳۷[۲۷] ز شاعر نالهٔ مستانه در محشر چه میخواهی ۴۶
۳۸[۲۸] نه در اندیشهٔ من کارزار کفر و ایمانی ۴۷
۳۹[۲۹] مرغ خوش لهجه و شاهین شکاری از تست ۴۸
۴۰[۳۰] خوشتر ز هزار پارسایی ۵۰
۴۱[۳۱] بر جهان دل من تاختنش رانگرید ۵۱
۴۲[۳۲] مرا براه طلب بار در گل است هنوز ۵۲
۴۳[۳۳] زمستان را سر آمد روزگاران ۵۳

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۴۴[۳۴]ہوای خانہ ومنزل ندارم	۵۴
۴۵[۳۵]ازچشم ساقی مست شرابم	۵۵
۴۶[۳۶]شب من سحرنمودی کہ بہ طلعت آفتابی	۵۶
۴۷[۳۷] درین میخانہ ای ساقی ندارم محرمی دیگر	۵۸
۴۸[۳۸] بجہان دردمندان تو بگو چہ کارداری	۵۹
۴۹[۳۹] اگرنظارہ ازخودرفتگی آرد حجاب اولیٰ	۶۰
۵۰[۴۰] نورتو وانمود سپید وسیاہ را	۶۲
۵۱[۴۱] بدہ آن دل کہ مستی ہای اواز بادۂ خویش است	۶۳
۵۲[۴۲] کف خاک برگ وسازم بر ہی فشانم اورا	۶۴
۵۳[۴۳]این دل کہ مرادادی لبریز یقین بادا	۶۶
۵۴[۴۴] رمزعشق تو بہ ارباب ہوس نتوان گفت	۶۷
۵۵[۴۵] یادایّا می کہ خوردم بادہ ہا با چنگ و نی	۶۸
۵۶[۴۶] انجم بگریبان ریخت این دیدۂ ترمارا	۷۰
۵۷[۴۷] خاورکہ آسمان بہ کمند خیال اوست	۷۱
۵۸[۴۸] فرصت کشمکش مدہ این دل بیقراررا	۷۲
۵۹[۴۹] جانم درآویخت باروزگاران	۷۴
۶۰[۵۰] بہ تسلیٔ کہ دادی نگذاشت کارخودرا	۷۵
۶۱[۵۱] بحرفی می توان گفتن تمنای جہانی را	۷۶
۶۲[۵۲] چند بروی خود کشی پردۂ صبح وشام را	۷۸
۶۳[۵۳]نفس شمار بہ پیچاک روزگار خودیم	۸۰
۶۴[۵۴] بہ فغان نہ لب گشودم کہ فغان اثر ندارد	۸۲
۶۵[۵۵] ما کہ افتندہ تر از پرتو مہ آمدہ ایم	۸۴
۶۶[۵۶] ایخدای مہرومہ خاک پریشانی نگر	۸۶
زبورِعجم حصّہ دوم[ایک شعر کے ساتھ]	۸۷
دوعالم راتوان دیدن بہ مینای کہ من دارم	۸۸
[''بسم اللہ الرحمن الرحیم'']	۸۹

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۱	برخیز کہ آدم راہنگام نمود آمد	۸۹
۲	مہ وستارہ کہ درراہ شوق ہمسفرند	۸۹
۳	درون لالہ گذر چون صبا توانی کرد	۹۰
۴	اگر بہ بحر محبّت کرانہ میخواہی	۹۱
۵	زمانہ قاصد طیّار آن دلآرام است	۹۲
۶	دگرز سادہ دلیہای یار نتوان گفت	۹۴
۷	خرداز ذوق نظر گرم تماشا بودہ است	۹۵
۸	غلام زندہ دلانم کہ عاشق سرہ اند	۹۶
۹	لالۂ این چمن آلودۂ رنگ است ہنوز	۹۸
۱۰	تکیہ بر حجّت واعجاز بیان نیز کند	۱۰۰
۱۱	چو موج مست خودی باش وسر بطوفان کش	۱۰۲
۱۲	خضر وقت از خلوت دشت حجاز آید برون	۱۰۳
۱۳	زسلطان کنم آرزوی نگاہی	۱۰۴
۱۴	بانشۂ درویشی درساز ودمادم زن	۱۰۶
۱۳[۱۵]	ہوس ہنوز تماشا گر جہانداریست	۱۰۸
۱۶	فرشتہ گرچہ برون از طلسم افلاک است	۱۱۰
۱۷	عرب کہ باز دہد محفل شبانہ کجاست	۱۱۲
۱۸	مانند صبا خیز ووزیدن دگر آموز	۱۱۴
۱۹	ای غنچۂ خوابیدہ چو نرگس نگران خیز	۱۱۶
۲۰	جہان ما ہمہ خاک است وپی سپر گردہ	۱۱۹
۲۱	باز بر رفتہ وآیندہ نظر باید کرد	۱۲۰
۲۲	خیال من بہ تماشای آسمان بوداست	۱۲۱
۲۳	از نوا بر من قیامت رفت وکس آگاہ نیست	۱۲۲
۲۴	شراب میکدۂ من نہ یادگار جم است	۱۲۴
۲۵	لالہ صحرایم از طرف خیابانم برید	۱۲۶
۲۶	سخن تازہ زدم کس بہ سخن وانرسید	۱۲۸

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۲۷	عاشق آن نیست که لب گرم فغانی دارد	۱۳۰
۲۸	درین چمن دل مرغان زمان زمان دگر است	۱۳۱
۲۹	ما از خدای گم شده ایم او بجستجو ست	۱۳۲
۳۰	خواجه از خون رگ مزدور سازد لعل ناب	۱۳۴
۳۱	گرچه میدانم که روزی بی نقاب آید برون	۱۳۸
۳۲	گشاده روز خوش و ناخوش زمانه گذر	۱۴۰
۳۳	زندگی در صدف خویش گهر ساختن است	۱۴۱
۳۴	برون زین گنبد دربسته پیدا کرده ام راهی	۱۴۲
۳۵	گنهکار غیورم مزد بی خدمت نمی گیرم	۱۴۴
۳۶	جهان کورست و از آئینه دل غافل افتاد است	۱۴۶
۳۷	نیابی در جهان یاری که داند دلنوازی را	۱۴۸
۳۸	علمی که تو آموزی مشتاق نگاهی نیست	۱۵۰
۳۹	چو خورشید سحر پیدا نگاهی میتوان کردن	۱۵۱
۴۰	کشیدی باده ها در صحبت بیگانه پی در پی	۱۵۲
۴۱	عشق اندر جستجو افتاد و آدم حاصل است	۱۵۳
۴۲	بیا که خاوریان نقش تازه ئی بستند	۱۵۴
۴۳	عشق را نازم که بودش را غم نابودئی	۱۵۶
۴۴	بر دل بیتاب من ساقی می نابی زند	۱۵۸
۴۵	فروغ خاکیان از نوریان افزون شود روزی	۱۵۹
۴۶	ز رسم و راه شریعت نکرده ام تحقیق	۱۶۰
۴۷	از همه کس کناره گیر صحبت آشنا طلب	۱۶۲
۴۸	بینی جهان را خود را نبینی	۱۶۴
۴۹	من هیچ نمی ترسم از حادثه شبها	۱۶۵
۵۰	تو کیستی ز کجایی که آسمان کبود	۱۶۶
۵۱	دیار شوق که درد آشناست خاک آنجا	۱۶۸
۵۲	می دیرینه و معشوق جوان چیزی نیست	۱۶۹

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۵۳ قلندران کہ بہ تسخیر آب وگل کوشند ۱۷۰

۵۴ دو دستہ تیغم و گردون برہنہ ساخت مرا ۱۷۲

۵۵ مثل شرر ذرّہ را تن بہ تپیدن دہم ۱۷۳

۵۶ خودی را مردم آمیزی دلیل نارسا ییہا ۱۷۴

۵۷ چون چراغ لالہ سوزم در خیابان شما ۱۷۶

۵۸ دم مرا صفت باد فرودین کردند ۱۷۸

۵۹ گذر از آنکہ ندیدست و جز خبر ندہد ۱۸۰

۶۰ درین صحرا گذر افتاد شاید کاروانی را ۱۸۱

۶۱ ترا نادان امید غمگساریہا ز افرنگ است ۱۸۲

۶۲ بگذر از خاور و افسونی افرنگ مشو ۱۸۴

۶۳ جہان رنگ و بو پیدا تو میگویی کہ راز ست این ۱۸۶

۶۴ از داغ فراق او در دل چمنی دارم ۱۸۷

۶۵ بہ نگاہ آشنایی چو درون لالہ دیدم ۱۸۸

۶۶ این ہم جہانی آن ھم جہانی ۱۸۹

۶۷ بہار آمد نگہ می غلتد اندر آتش لالہ ۱۹۰

۶۸ صورت گری کہ پیکر روز و شب آفرید ۱۹۱

۶۹ باز این عالم دیرینہ جوان می بایست ۱۹۲

۷۰ لالۂ این گلستان داغ تمنّایی نداشت ۱۹۳

۷۱ ہنگامہ را کہ بست درین دیر دیرپای ۱۹۴

۷۲ ای لالہ ای چراغ کہستان و باغ و راغ ۱۹۶

۷۳ من بندۂ آزادم عشق است امام من ۱۹۷

۷۴ کم سخن غنچہ کہ در پردۂ دل رازی داشت ۱۹۸

۷۵ خود را کنم سجودی دیر و حرم نماندہ ۱۹۹

'گلشن راز' جدید [۲۰۱]

بہ سوادِ تو نظر آفریدہ ام من ۲۰۲

[''گلشنِ راز' جدید'' ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم''] ۲۰۳

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

تمہید	۲۰۳
سوال(۱)	۲۰۷
جواب	۲۰۷
سوال۲	۲۱۱
جواب	۲۱۱
سوال۳	۲۱۵
جواب	۲۱۵
سوال(۴)	۲۱۹
جواب	۲۱۹
سوال(۵)	۲۲۳
جواب	۲۲۳
سوال(۶)	۲۲۷
جواب	۲۲۷
سوال(۷)	۲۳۱
جواب	۲۳۱
سوال(۸)	۲۳۵
جواب	۲۳۵
سوال(۹)	۲۳۹
جواب	۲۳۹
غزل	۲۴۰
خاتمہ	۲۴۳
بندگی نامہ	۲۴۵
بندگی نامہ[''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'']	۲۴۷
در بیان فنون لطیفۂ غلامان	۲۵۱
موسیقی	۲۵۱
مصوّری	۲۵۴

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

مذہب غلامان	۲۵۸
درفنِ تعمیر مردان آزاد	۲۶۲

۱۳۔ اُردو کورس، پانچویں جماعت کے لیے: ترمیم شدہ ایڈیشن (۱۹۲۹)

[مجھے دستیاب نہیں ہو سکا۔ مندرجہ ذیل فہرست ۱۹۳۷ء کے ایڈیشن سے نقل کی جا رہی ہے جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی لاہور میں اقبال اکادمی پاکستان کی لائبریری میں موجود ہے]۔

فہرست مضامین

نمبر سبق	عنوان	مصنّف	نمبر صفحہ
۱	خدا کی قدرت (نظم)	مولانا حالی مرحوم	۱
۲	ادب (نثر)	مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی	۳
۳	لوری (نظم)	جناب افسر میرٹھی	۷
۴	تندرستی (نثر)	مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی	۹
۵	تندرستی (نظم)	جناب محروم	۱۴
۶	چٹور پن (نثر)	مولوی سیّد احمد صاحب دہلوی	۱۶
۷	وقت (نظم)	مولوی حامد حسن قادری	۱۹
۸	وقت خود دولت ہے (نثر)	نواب محسن الملک	۲۰
۹	پن چکّی (نظم)	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	۲۷
۱۰	نمک کی کان (نثر)	از رسالہ مخزن	۲۹
۱۱	صبح کی آمد (نظم)	مولوی محمد اسمٰعیل صاحب	۳۳
۱۲	ہاتھی (نثر)	مولانا سیماب	۳۷
۱۳	گرمی (نظم)	حالی مرحوم	۴۴
۱۴	شاہجہاں کا دربار	جناب شوق	۴۷
۱۵	اچّھا آدمی (نظم)	جناب محروم	۵۳
۱۶	قول کا پُورا صادق (نثر)	مولوی عبداللہ خاں مرحوم	۵۴
۱۷	کام (نظم)	جناب محروم	۶۲

(c) 2014. Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

۳۳	قسطنطنیہ	جناب پنڈت رتن ناتھ سرشار	۱۲۲
۳۴	گھڑیاں اور گھنٹے (نظم)	مولانا حالی مرحوم	۱۲۷
۳۵	زمین کی کشش (نثر)	مولوی حامد حسن فریدی ایم-اے	۱۳۰
۳۶	سنجوگتا (نظم)	حضرت افسر میرٹھی	۱۳۵
۳۷	مٹی کا تیل	خواجہ حسن نظامی	۱۳۸
۳۸	دیا سلائی (نثر)	خواجہ حسن نظامی	۱۴۱
۳۹	وفادار غلام (نثر)		۱۴۵
۴۰	بہشتِ بریں (نظم)	مولوی سیّد احمد کبیر صاحب	۱۵۲
۴۱	والمیک (نثر)	جناب سدرشن	۱۵۵
۴۲	شیرشاہ سُوری (نثر)		۱۶۰
۴۳	حواسِ خمسہ (نثر)	جناب محمد حسین محوی	۱۶۵
۴۴	سرودِ زندگی (نظم)	مولوی سیّد احمد کبیر صاحب	۱۷۱
۴۵	مکتُوباتِ آزاد (نثر)	آزاد مرحوم	۱۷۵
۴۶	اندھی بہری اور گونگی عورت (نثر)	حکیم احمد شجاع صاحب بی اے	۱۸۰
۴۷	کرجُگ (نظم)	حضرت نظیر اکبرآبادی مرحوم	۱۸۹
۴۸	بنارس (نثر)		۱۹۱
۴۹	ملکہ معظّمہ وکٹوریا	سرسید احمد خاں مرحوم	۱۹۴
۵۰	آنکھو کا نُور (نظم)	اکبر مرحوم	۲۰۱
۵۱	ہمّت والوں کی صدا (نظم)	جناب دیوانہ	۲۰۳
۵۲	بہارستان کا آسیب (نثر)	حکیم احمد شجاع صاحب	۲۰۵
۵۳	نمک کا داروغہ	جناب پریم چند صاحب	
۵۴	فرہنگ		۲۴۰

۱۴۔ بانگِ درا کا تیسرا ایڈیشن (۱۹۳۰)

13. Six Lectures on the Reconstruction of

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

Religious Thought in Islam(1930)

CONTENTS

Lecture	I –	Knowledge and Religious Experience	...	1
,,	II –	The Philosophical Test of the Revelations of Religious Experience	...	37
,,	III –	The Conception of God and the Meaning of Prayer	...	86
,,	IV –	The Human Ego – His Immortality and Freedom	...	132
,,	V –	The Spirit of Muslim Culture	...	172
,,	VI –	The Principle of Movement in the Structure of Islam	...	203

14. The Presidential Address(1930)

[The Presidential Address did not include a table of contents]

Islam and Nationalism	1
The Unity of an Indian Nation	4
Muslim India Within India	6
Federal States	9
Federation as Understood in the Simon Report	9
Federal Scheme as Discussed in the Round Table Conference	11
The Problem of Defence	13
The Alternative	15
Round Table Conference	18
The Conclusion	21

Printed by Guran Dutta Kapur
at the Kapur Art Printing Works, Lahore

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

کتابیں

اقبال کی تصانیف

اقبال کی تحریریں جو دوسروں نے مرتب کیں

اقبال کی تحریروں کے ترجمے

دیگر ماخذ

ابوسلمان شاہجہانپوری (۱۹۹۳)۔علامہ اقبال اور مولانا محمد علی۔مکتبہ شاہد، کراچی۔

ثناالحق صدیقی۔۱۹۷۵۔مولانا محمد علی جوہر، حیات اور تعلیمی نظریات۔آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس (۱۹۹۰)۔کراچی

حسن اختر، ڈاکٹر ملک۔۱۹۸۸۔ اقبال، ایک تحقیقی مطالعہ۔یونیورسل بکس۔لاہور

حنیف شاہد، محمد۔۱۹۷۶۔اقبال اور انجمن حمایت اسلام۔کتب خانہ انجمن حمایت اسلام۔لاہور

رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر۔۱۹۸۲۔ تصانیف اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ۔اقبال اکادمی پاکستان (۲۰۰۱)، لاہور

Latif Ahmad Sherwani. 1944/1977. *Speeches, Writings and Statements of Iqbal.* Iqbal Academy Pakistan (1995), Lahore.

Muhammad Siddique: *Descriptive Catalogue of Allama Iqbal's Personal Library.* Iqbal Academy Pakistan, Lahore

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

جرائد

عمومی حالہ جات

جن حقائق کا تعلق براہِ راست اقبال سے نہیں ہے اُن کے حوالے دینے سے عموماً گریز کیا ہے کیونکہ اُن میں سے بیشتر معلومات بنیادی نوعیت کی ہیں جو عام طور پر دستیاب ہیں۔ پھر یہ کتاب اقبال کے بارے میں ہے اور بقیہ معلومات صرف قارئین کی سہولت کے لیے پیش کی گئی ہیں لہٰذا جنہیں قبول نہ ہوں وہ رد بھی کر دیں تو خالص اقبال کی سوانح پر کیا اثر پڑے گا! تب بھی بعض مقامات پر مختلف وجوہات کی بنا پر مجھے ثانوی معلومات پر بھی حواشی میں حوالے دے کر بحث کرنا پڑی ہے۔ صرف ان حواشی میں ذکر کی جانے والی کتب کی فہرست مندرجہ ذیل ہے۔ چونکہ ان کتابوں کا تعلق اقبال کی حیات وافکار سے نہیں ہے لہٰذا علیحدہ درج کی جا رہی ہیں۔

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)

(c) 2014, Iqbal Academy Pakistan (www.allamaiqbal.com)